حجازِ مقدس پر نجدی تسلط اور حرمین شریفین میں نجدی سعودی ظلم وستم کی
روح سوز انسانیت کش داستان اور تحریکِ التوائے حج کی مکمل تاریخ بنام
تاریخ المظالم النجدیۃ علی الدولۃ العربیۃ
المعروف
حجازِ مقدّس پر
نجدی تسلّط
اسباب و نتائج
از قلم
مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
رضا اکیڈمی

حجاز مقدس پر نجدی تسلط حرمین شریفین میں نجدی، سعودی ظلم و ستم کی
روح سوز انسانیت کُش داستان اور تحریک التوائے حج کی مکمل تاریخ بنام

تاریخ المظالم النجدیه علی الدولة العربیه

المعروف بہ

حجاز مقدس پر نجدی تسلط
اسباب و نتائج

از قلم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء، مدینہ مسجد محلہ خاں کاشی پور اترا کھنڈ، انڈیا

ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت

حجاز مقدس پر نجدی تسلط اور حرمین شریفین میں نجدی، سعودی ظلم وستم کی روح سوز انسانیت کُش داستان اور تحریک التوائے حج کی مکمل تاریخ بنام

تاریخ المظالم النجدیہ علی الدولۃ العربیہ

المعروف بہ

حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج

از قلم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ناشر

رضا اکیڈمی

۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ (کھڑک)، ممبئی ۹

رابطہ: 022-66342156 / 66659236

نام کتاب: **حجاز مقدس پر نجدی تسلط، اسباب ونتائج**

مصنف: **محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی**

سنِ اشاعت: بموقع عرسِ صد سالہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ

۲۵/ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ / ۵/ نومبر ۲۰۱۸ء

صفحات: **۶۲۴۔ ترتیب جدید مع اضافہ۔ صفحات ۶۶۰۔ یکم مئی ۲۰۲۰ء**

تعداد: **۱۱۰۰**

رابطہ: نوری دارالافتاء مدینہ مسجد

محلہ علی خاں، کاشی پور، ضلع اودھم سنگھ نگر، اُتراکھنڈ

ای میل: nooridarulifta786@gmail.com

موبائل: 9719620137..9759522786

ویب سائٹ: nooridarulifta.com

فہرست ابواب

فہرست مضامین

(باب ۱۸) نجدی تسلط اور اہل حجاز پر نجدی مظالم کے حوالے سے الفقیہ وغیرہ

انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو

ان اہل حجاز اور حجاج کرام کے نام معنون کرتا ہے جو نجدی ظلم و بربریت کا شکار ہوئے۔ جو اپنے مال، عزت، وقار، اہل و عیال اور جان سب کچھ خطرے میں ہوتے ہوئے بھی ثابت قدم رہے۔

جو نجدی و سعودی ظالم حکام کے زیر تسلط رہتے ہوئے بھی ان کے مذہب و مسلک سے دور و نفور رہے۔

اور ساتھ ہی عالم اسلام کے ان تمام حق شناسوں، حق پسندوں، حق پرستوں، منصف مزاجوں کے نام جنہوں نے نجدی مظالم کے خلاف کھل کر صدائے احتجاج بلند کی۔

جو اہل حجاز کے دکھ درد میں برابر کے شریک رہے۔

جو نجدی مذہب اور سعودی حکومت کے ظلم و بربریت پر سراپا احتجاج بن کر کھل کر مدمقابل ہوئے۔

جنہوں نے نجدی وحشیانہ و ابلیسانہ حرکات خاص کر مقابر و مآثر متبرکہ مقدسہ کے انہدام کی پرزور مذمت کی۔

جنہوں نے نجدی و سعودی حکومت کے مٹانے کے لیے ہر ممکن سبیل پر عمل در آمد کی کوشش کی۔ التوائے حج کی تحریک اور جلسہ و جلوس کے ذریعہ نجدی تسلط کے خاتمہ کی کوششیں کیں۔

نیاز مند:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ہدیہ تشکر

کتاب کی تکمیل میں جن جن حضرات نے تعاون کیا ہے ان کا ذکر نہ کرنا ایک بڑی خیانت ہو گی۔ اور فقیر اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا ہے اس لیے ان تمام ہی حضرات کا نام بنام ذکر اوران کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

مشفق و کرم فرما **حضرت مولانا محمد یامین صاحب دام ظلہ مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد** کا میں شکر گزار ہوں جنہوں نے فقیر کو الفقیہ کی قریب قریب وہ سبھی فائلیں جن میں کتاب سے متعلق مواد موجود تھا عطا کیں۔ نیز سواد اعظم کی چند سالوں کی فائلیں عنایت فرمائیں جو اس کتاب میں میرے خاصی کام آئیں۔

مفتی مطیع الرحمن صاحب نظامی استاذ و مفتی جامعۃ الرضا بریلی شریف کا ممنون ہوں جنہوں نے ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف، کے بہت سے شماروں کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی جو اس کتاب میں میرے بہت کام آئی۔

اخبار دبدبہ سکندری کی فائلیں فقیر نے رضا لائبریری اور صولت لائبریری رامپور میں جاکر دیکھیں اور کتاب سے متعلق اوراق کی کاپی حاصل کی۔ اس سلسلہ میں جن احباب نے تعاون کیا ان میں خصوصی نام **محمد ناظم مشاہدی منصوری پیپل سانوی** کا ہے میں ان کا اور ان کے علاوہ اپنے ان تمام احباب و معاونین کا شکر گزار و ممنون ہوں جن کے تعاون سے کتاب کی تکمیل ہوئی۔ اوران کے لیے خدا کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و توسل ان کو اپنی رحمت خاص سے حصہ عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

آخر میں میں شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں اپنے کرم فرما یا مرشد مجازی نمونہ اسلاف **حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری تاباں دامت معالیھم** سرپرست اعلیٰ ادارہ

تحقیقات امام احمد رضا و مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا کراچی ،کا جنہوں نے کتاب پر دعائیہ تقریظ تحریر فرماکر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ پاک حضرت کا سایہ شفقت وعاطفت ہم غلاموں پر دراز فرمائے۔

نیز ادیب شہیر فاضل جلیل **حضرت علامہ مولانا محمد ادریس رضوی صاحب مدظلہ** کلیان ممبئی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے کتاب پر نہایت ہی ادبی وقیمتی تقریظ تحریر فرماکر عزت افزائی فرمائی۔

اور شاعر اہل سنت، ماہر فکر وفن، ادیب واریب، **حضرت علامہ مولانا محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی** بارہ بنکوی دام ظلہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے کتاب پر اپنا قیمتی تاثر بشکل منظوم عنایت فرماکر میری عزت وحوصلہ افزائی فرمائی۔

نیازمند:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

تقریظ جلیل

مقدام العلماء حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری رضوی دامت معالیھم

سرپرست اعلی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب!

محبی و عزیزی مولانا مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی سلمہ الباری کی معرکۃ الآرا تصنیف **"تاریخ المظالم النجدیہ علی الدولۃ العربیہ" المعروف بہ "حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب و نتائج"** فقیر کے سامنے وٹس ایپ پر ہے۔

مفتی ذوالفقار نعیمی زید علمہ، ہندوستان کے ایک مایہ ناز عالم، خطیب و مناظر، محقق اور متعدد علمی اور سوانحی کتب کے مصنف ہیں۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری الازہری رحمہ اللہ تعالی سے شرف بیعت و ارادت و خلافت نے رضویات پر ان کے جذبہ تحقیق کو سہ آتشی بنادیا ہے۔

مفتی صاحب تحقیق و تدقیق کے آدمی ہیں۔ دلائل مستند حوالہ جات کے ساتھ معروضی لب و لہجہ کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ اور اپنے مقابل یا قاری کو اپنے نکتہ نظر کا قائل ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں انہوں نے حجاز مقدس پر نجدیوں سعودیوں کے غاصبانہ اور شاطرانہ تسلط اور حرمین شریفین کی متبرک و مامون سرزمین پر نجدی سعودی فوجوں کے روح فرسا اور انسانیت سوز مظالم کے وہ ہولناک خرچیاں منظر تاریخی جھرونکوں سے دکھایا ہے کہ چنگیزی و ہلاکو بھی اسے دیکھ کر شرمائیں۔ اسی ضمن میں اس دور بربریت میں غیر منقسم ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں تحریک التوائے حج کا بھی بھرپور ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں تاریخی حقائق جمع کرنے میں بڑی جانفشانی، عرق

ریزی اور محنت سے کام کیا ہے۔ اُس دور کے تمام ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات، رسائل، میگزین، جرائد، گیٹ، خاص کر اخبار دبدبہ سکندری رامپور، اخبار الفقیہ، امرت سر، ماہنامہ سواد اعظم مراد آباد، ماہنامہ یادگار بریلی شریف، ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، وغیرہ بیسوی صدی کی تیسری دہائی کے اردو اخبارات و جرائد سے حتی المقدور استفادہ کیا ہے۔ نیز اس کے بعد کے اور دور جدید میں موجود وسائل ابلاغ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ان تمام اخبارات، جرائد، کتب ورسائل کی ایک طویل زیر نظر کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

چنگیزی کے اس واقعہ اور نجدی غاصبوں کے اس قبضے کو تقریباً ایک صدی ہونے کو آئی ہے۔ سعودی حکومت نے اس دوران اپنے فرنگی، یہودی اور بعد میں امریکی آقاؤں کے ساتھ ایک سوچے سمجھے معاہدے کے تحت تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف ممدوح نے بڑی چابک دستی کے ساتھ دستاویزات اور اخبارات و جرائد کے تراشوں کی روشنی میں ان کی جعلسازی کے تاروں پود بکھیر دیے ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب نجد و حجاز کسی قبیلے، فرد یا فرقے کی ملکیت نہیں بلکہ مسلمانان عالم کی مشترکہ ملکیت اور انتظامی ذمہ داری ہے۔ اور یہ خوارج، جنہیں آج نجدی کہا جاتا ہے، امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حکم پر خلیفہ راشد کے دور میں ہی جزیرہ نما عرب سے دیس نکالا کر دیا گیا تھا۔

مصنف ممدوح نے قریب 650 صفحات کی اس کی ترتیب و پیشکش میں بھی اپنی طباعی اور فراست مومنہ کا اظہار کیا ہے۔ جس کا اندازہ 19، ابواب پر منقسم اس کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔ مفتی صاحب اس کتاب کو منصہ مشہود پر لانے پر برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش ہی کے مسلمان نہیں بلکہ تمام عالم کے مسلمانوں، بلکہ انسانی اقدار پر یقین رکھنے والے تمام عالم انسانیت کے شکریہ کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

یہ کتاب سیاسیات، تاریخ، تاریخ اسلام، علوم اسلامیہ کے اساتذہ اور طلبا دونوں

کے لیے مفید ونافع ہے۔ **اگر پی۔ ایچ۔ ڈی کے کسی ریسرچ اسکالر نے لکھی ہوتی تو اسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بآسانی ایوارڈ ہو سکتی تھی۔** لیکن مفتی محمد ذوالفقار نعیمی اس کتاب کو **اعلائے کلمات الحق** کے لیے لکھ کر قاطع نجدیت اعلیٰ حضرت **مجدد ملت امام احمد رضا** قادری قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک **نعت** شریف کے اس **مقطع** میں بیان کردہ انعام کے موجب قرار پاگئے:

الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولی نے
سگان کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

تاثرات گرامی

ماضی کے آئینے

مولانا محمد ادریس صاحب رضوی کلیان ممبئ

پروے ہوئے موتیوں کو گلے کا ہار بنانا، گلے میں پہننا آسان اور بہت آسان ہے، لیکن موتیوں کو چننا، جمع کرنا، پھر پرونا، سجانا اور ہار بنانا مشکل اور بہت مشکل کام ہوتا ہے، اس مشکل کو پہننے والا نہیں بلکہ پرونے والا جانتا ہے، جس میں ہفتوں نہیں بلکہ برسوں لگتے ہیں اسی طرح کتابیں خریدنا اور پڑھنا آسان ہوتا ہے مگر کتابوں کو تالیف تصنیف کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوتا ہے، سینکڑوں کتابوں کو پڑھنا اور مطلب و مقصد کی باتوں کو اخذ کرنا، تخیل کو بروے کار لانا، ان کو ان کی جگہ سجانا، رکھنا دشوار راہوں سے گزرنے کے مترادف ہوتا ہے، حقیقت تک پہنچنے اور قارئین کو پہنچانے کے لیے مؤلف تَن، مَن اور دَھن کی بازی لگا دیتا ہے، ایک ایک اقتباس کے لیے کئی کئی میل کا سفر کرتا ہے، لائبریریوں میں دن گزارنا اور کتب خانوں میں وقت صرف کرنا، مؤلف و مصنف کا ہی کام ہے، جب جا کر کتاب مطالعہ کے میز پر پہنچتی اور لائبریریوں میں سجتی ہے، جو آدمی جس کام سے جڑا ہوتا ہے، اس کو اُس کا تجربہ ہوتا ہے، یہ باتیں اس لیے کہا ہوں کہ راقم بھی اسی راہ کا راہی ہے اور اس بات کا تجربہ ہے، پیشِ نظر قیمتی تالیف و تحریر **"حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب و نتائج" مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی** کی ہے، کتاب کے ۱۹/ ابواب راقم کے سامنے ہیں، کتاب کی ورق گردانی کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ موصوف نے حوالوں کے لیے قدیم اخبارات ورسائل ماہنامے و دیگر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، قارئین کرام اس بات کو ذہن نشیں رکھیں کہ قدیم کتابوں کو ڈھونڈنا آسان و سہل ہوتا ہے مگر قدیم اخبارات تک رسائی حاصل کرنا مشکل امر ہوتا ہے، کتابوں کو اکثر لائبریریوں میں جگہ مل جاتی ہے مگر اخبارات کو اکثر لائبریریوں

والے سنبھال نہیں پاتے ہیں ،ہاں کوئی کوئی لائبریری والے اخبارات کو سنبھالنے کا جتن کرتے ہیں۔ کتاب **"حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج"** کے مطالعہ سے یہ بات بالکل آئینے کی طرح سے سامنے آتی ہے کہ ماضی کے بہت سارے حالات وواقعات تاریخ کے صفحات پر مرقوم ہو کر گمنام وادی میں پڑے ہوے تھے ،**مولانا مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی** نے ان گم گشتہ احمرو لعل ، مرجان ومونگا، ہیرے وجواہرات، خشت وسنگ، روڑا و پتھر کو یکجا کر کے اس کا نام **"حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج"** رکھاہے، حجاز مقدس پر باغی اسلام کا قبضہ ،اس کے ظلم کی روداد، ظالم کے حمایتی، مظلوموں کی سرکوبی کی داستان کو گزرے ہوئے ایک صدی کا زمانہ گزر رہاہے اورآہستہ آہستہ وہ باتیں لوگوں کے اذہان و قلوب سے نکل رہی ہیں ، نتیجہ میں لوگ بُرے کواچھا، خراب کو عمدہ ، مخدوش کو محمود کہہ رہے ہیں جبکہ حقیقت کی رِدامیں گندگی ہی گندگی لگی ہوئی ہے ،**مولانا مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی** نے اسی گم گشتہ رِدا کو کھینچ کر منظر عام پرلانے کی کوششیں کی ہیں اوروہ اپنی کوششوں میں کامیاب نظر آرہے ہیں،اس کام میں انہوں نے اخبار الفقیہ کے مختلف سالوں کے اخبارات کے حوالہ جات۔ روزانہ اخبار بریلی کے حوالہ جات۔اخبارزمیندار کے حوالہ جات۔ تاریخ نجد،اسلم جیراج پوری سے حوالہ جات۔ سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز سے حوالہ جات۔ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ سے حوالہ جات۔
دبدبہ سکندری رام پور سے حوالہ جات۔ سوادِاعظم مرادآباد کے حوالہ جات۔اخبار اہل حدیث سے حوالہ جات۔ اخبارالفیض کے حوالہ جات۔رسالہ ارسطو کے ساتھ دیگر دوسرے اخبارات ورسالوں اور کتابوں کے حوالہ جات ہمیں ماضی میں لے جاتے اور ماضی کی سیر کراتے ہیں کہ دیکھو حقیقت یہ ہے، حقیقت وہ نہیں جو باغی اسلام یا دشمن رسول کہتے ہیں ، تاریخ کے صفحات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ نجدی شاہ سعود ظالم وجابر حکمراں تھا جس نے صحابہ کرام اور صحابیات عظام کی تربتوں کو توڑا ہی نہیں بلکہ ان کی قبروں میں بم وبارود رکھ کر قبروں کو اُڑایا، قبروں کے اُڑانے کے بعد ظالم وجابر حاکم اور اس کے عملہ کے لوگ ڈھول تاشے بجاتے اور ناچتے تھے،اس کے ردّ میں مسلمانانِ عالم جگہ جگہ احتجاج اوراحتجاجی جلسے اور کانفرنسیں

کرتے تھے، **مولانا مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی** نے اخبار الفقیہ کے حوالے سے مسجد اقصیٰ میں ایک اجلاس کی روداد ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء۔ صفحہ ۷ سے پیش کی ہے وہ یہ ہے:

"یروشلم ۶ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو مسجد اقصیٰ میں مسلم کانگرس کا ایک عظیم الشان اجلاس ہُوا جس میں یروشلم اور دیگر ممالک کے عزما نے شرکت کی، اور حرمین شریفین میں مقاماتِ مقدسہ کے انہدام کو لے کر تشویش کا اظہار کیا اور ان مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کی قسمیں کھا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا، الفقیہ لکھتا ہے:

آج شام کو مسجد اقصیٰ میں مسلم کانگرس کے افتتاح کے موقعہ پر حیرت انگیز دیکھنے میں آے، مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے مسئلہ پر بحث کے دوران میں مصری مندوب ڈاکٹر عبد الحمید نے ایک ولولہ انگیز تقریر میں حاضرین سے کہا کہ مقامات مقدسہ کی اپنے خون کے آخری قطرہ سے حفاظت کرنے کی قسمیں کھائیں اس پر تمام لوگ جوش وخروش کے عالم میں کھڑے ہوگ ے سینکڑوں مندوبین اللہ کے نعرے بلند کرنے لگے"۔

کہنے والے کیسے کہتے ہیں کہ اس تعلق سے صرف بریلویوں نے احتجاج کیا، بدعت کو فروغ دینے میں بریلوی ہی پیش پیش تھے تو پھر مصر کے ڈاکٹر عبد الحمید و دیگر ممالک کے سینکڑوں مندوبین بھی بریلوی ہی تھے؟ اگر بریلوی ہی تھے تو ماننا پڑے گا کہ بریلوی ہی شریعت و سنت کے پابند اور صحابہ کرام و صحابیات عظام کی بارگاہ کے باادب اور اولیاے کرام کی چوکھٹ کے محافظ ہیں، باقی سب ظالم و جابر، بے ادب و گستاخ ہیں کہ تیرہ صدی میں ایسی گستاخی اور بے ادبی کسی نے نہیں کی، بریلوی کو قبر کے پجاری کہنے والے خود قبر کی کمائی پر گزارہ کرتے ہیں۔

اس ظالم حکمراں کے چمچوں نے مقابر و مساجد کو توڑنے، اکھیڑنے اور پھنکنے کے ساتھ ساتھ جن لوگوں نے ان آوارہ لوگوں کے جشن میں شریک نہیں ہوے ان کو بھی قتل کر دیا، جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں وہ جانتے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے ہیں، وہ لوگ **مولانا مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی** کی تصنیف و تالیف **"حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب**

ونتائج"کا مطالعہ کریں، آج کے بد عقیدہ، بھٹکے ہوئے اور اسلام سے دُور پڑے ہوئے بھان متیوں کو دکھائیں کہ تمہارے آقاو مولانے کیسی کیسی حرکتیں کی ہیں، ذرا ماضی میں پلٹ کر اس دور کے اخبارات کو دیکھو تو اے بھان متیوں حقیقت تم پر عیاں ہو جائے گی تو تم بھی اپنے آقا سے نفرت کرنے لگو گے، اور دل کا دروازہ کھُل جائے گا تو توبہ توبہ کرتے ہوئے بریلی کی جانب پلٹ آؤ گے۔

مولانا مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی کی تصنیف **"حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج"** ایسی تصنیف ہے کہ ہر پڑھے لکھے کو اپنے گھروں میں رکھنا چاہیے، اور جو لوگ حقیقت جاننے کے متمنی ہیں ان کو بھی خرید کر حقیقت تک پہنچنا چاہیے کہ ایسی کتاب ہمیشہ منظرِ عام پر نہیں آتی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام بنائے (آمین)

منظوم تاثر

نتیجہ فکر: محترم مولانا محمد سلمان رضا فریدی، صدیقی مصباحی بارہ بنکوی، مسقط عمان، حفظہ اللہ المنان

مایہ ناز عالم دین، محب گرامی، حضرت مولانا مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، کی کتاب مستطاب "حجاز مقدس پر نجدی تسلط، اسباب ونتائج" کے مطالعے کا خلاصہ، بشکل اشعار

تیرا یہ جوش وولولہ، تیری یہ فکرِ تابدار
عزم ویقیں کے ہاتھ میں، صدقِ بیاں کی ذوالفقار

ظلم و ستم کا حشر جو، برپا ہوا حجاز میں
وہ داستانِ خونچکاں، ہر اک سطر سے آشکار

تحقیق و جستجو کے بعد، منظر نگاری خوب تر
رنگِ سخن ہے معتبر، فکر و قلم ہیں پختہ کار

جوش وجنوں کو تہنیت، عزم وثبات کو سلام
آئیں مشقتیں بہت، لیکن نہ مانی تو نے ہار

سچائیوں کے دھاگے میں، تاریخی گل سجا دیئے
جس سے ہے پیکر سخن، تازہ شعور و عطربار

تو نے حوالہ جات کی، اک کہکشاں بکھیر دی
تحریر کی تجلیاں، برہانِ حق کی پاسدار

سن کر کلام حق مآب، ساکت ہیں دشمن وحریف
برہان اور دلیل کا بروقت جس میں اختصار

نوری، نعیم وازہری، مدنی، وجاہت وضیا
سب کے فیوض نے کیا، راہ ہنر کا شہسوار

ماں باپ کی دعاؤں نے، مٹی سے کر دیا گُہر
ککرالہ اور بدایوں کے اے نوجواں! اے گلعذار

اہل سنن کے واسطے، بے حد مفید یہ کتاب
موضوع اس کا منفرد، ترتیب اس کی شاندار

دینِ یہود کا فروغ، مالِ سعود سے ہوا
پھیلا ہے حق کے نام سے، باطل کا آہ، کاروبار

ہے پیکرِ سعود میں، روحِ نصاریٰ ویہود
فطرت میں تینوں ایک ہیں، باغی خبیث وبد شعار

آثارِ طیبات کو ان ناریوں نے ڈھا دیا | کُتے فرنگیوں کے ہیں، نجدی وہابی نابکار
سرکار کے غلاموں پر، بے انتہا ستم کیے | اشراف کے گھروں میں کی، غارت گری ولوٹ مار
معلی میں اور بقیع میں تھے دفن کیسے کیسے لعل | بارود سے اڑا دیے، سب آستانہ و مزار
ایسا ستم کہ آج بھی، اس داستاں کی یاد سے | ہستی ہماری مضطرب، آنکھیں ہماری اشکبار
تخریب اس کی روح ہے، فتنہ، فساد اس کا دل | ملت کے حالِ زار کی یہ نجدیت ہے ذمے دار
اسلام اک بہار ہے، دورِ خزاں ہے نجدیت | اسلام امن وچین ہے وہابیت ہے خلفشار
اپنے کیے دھرے کی سب، پائے گی نجدیت سزا | وہ دن ضرور آئے گا، اُس دن کا اب ہے انتظار
یارب یہ گوہرِ قلم، چمکے کچھ ایسی شان سے | ہو نورِ حق چہار سمت، حال جہاں ہو سازگار
تازہ رہیں فریدیؔ یہ، گلہائے خامہ و سخن | مہکے ہمیشہ اے خدا، باغِ کمالِ ذوالفقار

ترے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

مصطفی پیارے صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں اپنے صحابہ کے درمیان جلوہ فرما ہیں اور خدا کی بارگاہ میں ملک یمن اور ملک شام کے لیے برکت کی دعا کر رہے ہیں، عرض کر رہے ہیں: اللھم بارك لنا في شامنا اللھم بارك لنا في يمننا

اسی دوران مجمع سے کسی کی آواز آتی ہے کہ یا رسول اللہ علیک الصلاۃ والسلام ہمارے نجد کے لیے بھی دعا فرمائیں تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر دعا سے منع فرمادیا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

یعنی نجد سے زلزلے اور فتنے پیدا ہوں گے اور یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا بتایا ویسا ہی ہوا یعنی بارہویں صدی کی دوسری دہائی میں نجد سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی شکل میں شیطانی سینگ ظاہر ہوا۔ اور اس کے ذریعہ وہاں سے بے شمار فتنوں نے جنم لیا، اور آج بھی لے رہے ہیں۔

ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کی ذریت نے اسلام مخالف طاقتوں کے ایما پر اسلام کے خلاف کھل کر ریشہ دوانیاں، چیرہ دستیاں اور فتنہ انگیزیاں کیں۔

ابن عبد الوہاب نجدی نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ وہ مذہب جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ ایک مومن بندہ کے لیے اتنا کافی نہیں سمجھا گیا کہ وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرماں بردار ہے بلکہ اس کے لیے ابن عبد الوہاب نجدی کو ماننا بھی لازمی قرار دے دیا گیا۔ اسی کو مسلمان جانا مانا گیا جس نے نجدی کی پیروی واتباع کی اور جس نے اس کی پیروی سے انکار کیا اس کو مسلمان نہیں مانا گیا بلکہ اسے مباح الدم قرار دیا گیا۔ اس کے گھر کی عورتیں نجدی پیروکاروں کے لیے حلال ٹھہرا دی گئیں۔ نبوت کا مدعی تھا بے شمار عقائد کفریہ وباطلہ کا حامل تھا۔

نجدی مذہب کے عقائد و نظریات

وہابی مذہب کے بانی مبانی ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے عقائد و نظریات سے متعلق حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

"یہ ناپاک ترکہ اسی بے باک اخبث امام اول دین مستحدث یعنی ابن عبد الوہاب نجدی علیہ ما علیہ کا ہے، کہ اپنے موافقان ناخردمند نفرے چند بے قید و بند آزادی پسند کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا، اور خود اپنے باپ، دادا، اساتذہ مشائخ کو بھی صراحتاً کافر کہہ کر پوری سعادت مندی ظاہر کرتا۔ اور نہ صرف انہیں پر قانع ہوتا بلکہ آج سے آٹھ سو برس تک کے تمام علما و اولیاے سائر امت مرحومہ کو (خاک بدہانِ ناپاک) صاف صاف کافر بتاتا اور جو شخص اس کے جال میں پھنس کر اس کے دست شیطان پرست پر بیعت کرتا اس سے آج تک اس کے اور اس کے ماں باپ اور اکابر علماے سلف نام بنام سب کے کفر پر اقرار لیتا۔ اور اگرچہ بظاہر ادعاے حنبلیت رکھتا مگر مذاہب ائمہ کو مطلقاً باطل جانتا اور سب پر طعن کرتا اور اپنے اتباع ہر کندہ ناتراشیدہ کو مجتہد بننے کا حکم دیتا۔ یہ دو چار حرف اردو کے پڑھ کر استر بے لگام و اشتر بے مہار ہو جانا بھی اسی خرنا مشخص کی تعلیم ہے۔"

[ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ، ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ، ۱۳۱۹ھ ص ۴، ۵]

حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی، نے اپنے ایک مضمون میں نجدی مذہب کے چند عقائد کفریہ و نظریات باطلہ بیان کیے ہیں ہم یہاں قارئین کے مطالعہ کے لیے وہ نقل کر دیتے ہیں، ملاحظہ کریں۔ حضور صدر الافاضل لکھتے ہیں:

ان کے عقائد فاسدہ تو بہت ہیں چند لکھے جاتے ہیں:

(۱) انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی تعظیم و توقیر ان کے نزدیک ناجائز بلکہ کفر و شرک ہے۔ قدوۃ الانام شیخ الاسلام حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

"یعتقدون انه لا یجوز تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحیثما صدر من احد تعظیم لہ صلی اللہ علیہ وسلم حکموا علی فاعلہ بالکفر والاشراک۔

(یعنی، نجدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے ناجائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جب کوئی نبی کی تعظیم کرتا ہے تو اس پر کفر و شرک کا حکم لگاتے ہیں۔ الدرالسنیہ فی الرد علی الوہابیۃ، ص۴۹۔ نعیمی)

(۲) قرآنِ پاک میں جو آیتیں مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں ان کو وہابیہ نجدیہ، مسلمانوں پر ڈھالتے ہیں، یہی حال وہابیہ ہند کا بھی ہے۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں:

وعمدوا الی آیات کثیرۃ مِن آیات القرآن التی نزلت فی المشرکین فحملوھا علی المومنین۔

(یعنی، قرآن کی بہت سی آیتوں کو جو مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں جان بوجھ کر مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ مرجع سابق، ص۷۸۔ نعیمی)

(۳) زیارت اور توسل اور شفاعت کے منکر ہیں۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ومما یعتقدہ المنکرون للزیارۃ والتوسل منع طلب الشفاعۃ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

(یعنی ان کے اعتقادات میں ہے کہ وہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے وسیلہ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر ہیں اور اس سے روکتے ہیں۔ مرجع سابق، ص۸۰۔ نعیمی)

(۴) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر امت کو کافر اعتقاد کرتے اور ان کے جان و مال مباح جانتے اور انہیں ابولہب اور ابوجہل جیسا مشرک سمجھتے ہیں۔ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کفروا اکثر الامۃ واستحلوا دماء ھم واموالھم وجعلوھم مثل المشرکین الذین کانوا فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

نیز فرمایا:

’’ومن العجب ان ھٰؤلاء القوم یاتیھم المسلم فیقول اشھد ان لا الہ اِلا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ فیقولون لہ انت لم تعرف التوحید وتوحیدك ھذا توحید الربوبیۃ وما عرفت توحید الالوھیۃ فیستحلون دمہ ومالہ بالتلبیسات الباطلۃ‘‘

عجیب بات یہ ہے کہ اس قوم کے پاس مسلمان آتا ہے اور اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ، پڑھتا ہے تو یہ وہابی اس سے کہتے ہیں کہ تو توحید کو نہیں جانتا، تیری یہ توحید توحید ربوبیت ہے توحید اُلوہیت کو تونے جاناہی نہیں۔ یہ کہہ کر اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھنے والے کا خون حلال اور مال تلبیساتِ باطلہ کے ساتھ حلال کر لیتے ہیں۔ [مرجع سابق، ص۹۹]

ابن سعود نجدی نے مطبع ام القریٰ میں ایک کتاب **مجموعۃ التوحید ۱۳۴۳ھ،** میں چھاپی ہے، اس کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے:

’’اما التوحید فھو ثلاثۃ انواع، توحید الربوبیۃ وتوحید الالوھیۃ وتوحید الاسماء والصفات۔ اما توحید الربوبیۃ فھو الذی اقربہ الکفار فی زمن رسول اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یدخلھم فی الاسلام وقاتلھم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ذلك واستحل دماءھم واموالھم۔

یعنی توحید کی تین قسمیں ہیں: ایک توحید ربوبیت، دوسری توحید اُلوہیت، تیسری توحید اسماء وصفات، لیکن توحید ربوبیت وہ ہے کہ زمانہ اقدس میں کفار بھی اس کے مقر تھے اور اس نے انہیں اسلام میں داخل نہ کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا اور باوجود اس توحید کے ان کے خونوں اور اَموال کو حلال جانا۔ [**مجموعۃ التوحید، ص۵**]

نجدی نے ’’اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ‘‘ پڑھنے والے اور توحید اسلامی کی گواہی دینے والے مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے اور ان کے مال لوٹنے اور خون مباح کرنے کے لیے یہ اُصول بنایا ہے کہ وہ توحید ربوبیت کے قائل ہیں اور اِس سے مسلمان نہیں ہوسکتے۔ ان کی گردن مارنا، ان کے مال لوٹنا سب جائز ہیں۔

کیسا بڑا ستم ہے کہ حضورِ انور، روحِ مجسم، جانِ مصور صلی اللہ علیہ وسلم تو اشھد ان لا

الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ، پڑھنے پر کافر کو مسلمان کر دیں، اور ان کے خون اور مال محفوظ فرمادیں اور انہیں جنت کی بشارت دیں اور نجدی ان کا خون حلال کرنے کے لیے ان کی شہادت کو اپنی اختراعی توحید ربوبیت بتا کر ان کے خون واَموال مباح کرے اور انہیں کافر بتا ے۔ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ و یوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے مقاتلہ کروں۔ یہاں تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوۃ دیں۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اپنے مالوں اور خونوں کو مجھ سے بچالیا مگر بحق اسلام اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

[صحیح بخاری، ۱/ ۱۴ کتاب الایمان، صحیح مسلم، ۱/ ۵۳، کتاب الایمان]

حضور کا تو یہ حکم ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ، پڑھنے والے کا جان ومال محفوظ مگر نجدی کے نزدیک باوجود ان شہادتوں کے وہ کشتنی مباح الدم، اس کا مال لوٹنے کے قابل اور یہ توحید توحید ربوبیت ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(یعنی راستہ کا فرق دیکھو کہاں سے کہاں تک جا پہنچا۔ نعیمی)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی شدید مخالفت ہے۔ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم جسے مومن فرمائیں یہ بے دین اسے کافر کہیں۔ حضور جس کے جان ومال محفوظ کریں یہ انہیں کے جان ومال مباح کریں۔ قاتلھم اللہ۔

بخاری میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وفد عبد القیس کی حاضری بارگاہِ بیکس پناہ کا تذکرہ ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ:

امرھم بالایمان باللہ وحدہ قال أتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قال اللہ و رسولہ

اعلم قال شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔

یعنی حضور نے انہیں اللہ واحد یکتا کے ساتھ ایمان لانے کا حکم فرمایا۔ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ واحد کے ساتھ ایمان لانا کیا ہے؟ عرض کیا خدا رسول داناتر ہیں۔ فرمایا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا۔ [**صحیح بخاری، ۱/ ۲۰، کتاب الایمان**]

حضور اس شہادت کو ایمان قرار دیتے ہیں۔ یہ توحید ربوبیت نجدی کی ایمان میں پیدا کی ہوئی بدعت ضلالت ہے، اللہ پناہ میں رکھے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی جس میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من احد یشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله صدقا من قلبه الا حرمه الله على النار"

یعنی جو کوئی بھی بصدقِ دل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اللہ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ [**صحیح بخاری، ۱/ ۳۰، کتاب الایمان، صحیح مسلم، ۱/ ۶۱، کتاب الایمان**]

ایسے ہی حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے۔ اور اس مضمون میں بکثرت احادیث وارد ہیں لیکن نجدی ان تمام احادیث سے آنکھیں بند کر کے مسلمانوں کو بے دھڑک مشرک کہتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت علامہ دحلان قدس سرہ نے اسی **درالسنیہ** میں فرمایا:

"لا یعتقدون موحدا الا من تبعهم فیما یقولون فصار الموحدون علی زعمهم اقل من کل قلیل کان محمد بن عبد الوهاب الذی ابتدع هذه البدعة یخطب للجمعة فی مسجد الدرعیة و یقول فی کل خطبة ومن توسل بالنبی فقد کفر و کان اخوه الشیخ سلیمان بن عبد الوهاب من اهل العلم فکان ینکر علیه انکارا شدیدا فی کل ما یفعله او یامر به ولم یتبعه فی شئی مما ابتدعه وقال له اخوه سلیمان یوما کم ارکان الاسلام یا محمد بن عبد الوهاب فقال خمسة فقال انت جعلتها ستة السادس من لم یتبعك فلیس بمسلم هذا عندك رکن سادس للاسلام"

یعنی وہابی اپنے تابعین کے سوا کسی کو موحد نہیں جانتے۔ ان کے گمان میں موحد

نہایت کم یاب اور ہر چیز سے نادر ہیں۔ **محمد بن عبد الوہاب** جو اس بدعت کا موجد تھا مسجد درعیہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھتا تھا اور وہ ہر خطبہ میں کہا کرتا تھا کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا وہ کافر ہو گیا۔ اور اس کا بھائی **شیخ سلیمان بن عبد الوہاب** اہلِ علم میں سے تھا۔ وہ اس کا شدید رَد کیا کرتا تھا۔ اور ان بدعات میں اس کا اتباع نہ کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس سے اس کے بھائی سلیمان نے کہا کہ اسلام کے کتنے ارکان ہیں اے محمد بن عبد الوہاب؟ کہا پانچ۔ سلیمان نے کہا تو نے چھ کر دیے کیونکہ جو تیرا اتباع نہ کرے تیرے نزدیک مسلمان نہیں تو تیرا اتباع چھٹا رکن اسلام ہوا۔ [**الدرالسنیہ فی الرد علی الوہابیۃ، ص ۱۰۳، ۱۰۴**]

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

کتاب **مجموعۃ التوحید** صفحہ ۲۲ پر عرب کے بدوؤں کے لیے علی العموم حکمِ کفر صادر کیا ہے اور ان کے مسلمان بنانے والے علما کو جاہل و شیطان کہا ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

"یصرح هٰؤلاء الشیطن المردة الجهلة ان البدوا سلموا ولو جری منهم ذلك کله لانهم یقولون لا اله الا الله ولازم قولهم ان یهودا سلموا لانهم یقولونها وایضا کفر هٰؤلاء اغلظ من کفر الیهود باضعاف مضاعفه"

یہ شیاطین (علما) سرکش جاہل تصریح کرتے ہیں کہ بدو مسلمان ہیں۔ گو ان سے یہ سب کچھ جاری ہوا، اس لیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ ان علما کے قول سے لازم آتا ہے کہ یہود ہی مسلمان ہوں کیوں کہ وہ بھی یہ کہتے ہیں اور نیز ان بدوؤں کا کفر یہودیوں کے کفر سے چند در چند غلیظ ہے۔

دیکھیے ایک حکمِ عام سے عرب کے تمام بدوؤں کو کافر کر ڈالا، یہی نہیں اس کے ہاتھ سے دنیا میں کوئی نہیں بچا اور تمام جہان کے مسلمانوں کو کافر بنا ڈالنے کے لیے قاعدہ گھڑ ڈالے۔

اسی کتاب **مجموعۃ التوحید** کے صفحہ ۲۴، پر یہ لکھا ہے:

"الثانی من جعل بینه وبین الله وسایط یدعوهم ویسئلهم الشفاعة ویتوکل علیهم کفر اجماعا الثالث من لم یکفر المشرکین او یشك فی کفرهم او صحح مذهبهم کفر"

یعنی دوم جس نے اپنے اور خدا کے درمیان واسطے مقرر کیے۔ جنہیں پکارتا ہے، اور

ان سے شفاعت چاہتا ہے، اور ان پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اجماعاً کافر ہو گیا۔ سوم جو مشرکین کو کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو سچ جانے وہ بھی کافر ہے۔

نجدی کی اس عبارت کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ لائے یا شفاعت کا اُمیدوار ہو وہ بھی کافر اور جو اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ نجدیوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمان یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور انبیا اولیا کو اپنا وسیلہ و شفیع جانتے ہیں۔ اور یہی قرآن و حدیث نے بتایا ہے۔ تو نجدی کے اس حکم سے وہ سب کافر ہیں ۔ہندوستان کے وہابیہ کا بھی عقیدہ یہی ہے چنانچہ **تقویۃ الایمان** مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی صفحہ ۵ (پرہے):

"اکثر لوگ دعوی ایمان کا رکھتے ہیں پر وہ شرک میں گرفتار ہیں۔ پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعوی ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔

جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیا اور اولیا کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیا و اولیا کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے۔ سویوں تو ہم نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں، اور اس کی مخلوق اور یہ قدرت و تصرف اس نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے۔ اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔ اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔ اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا ہم اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں۔ اور ان باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط سلط رَسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے اللہ صاحب نے ان کی ایک نہ مانی اور ان پر غصہ کیا اور ان کو جھوٹا بتا دیا۔ **(تقویۃ الایمان، ص۵)**

ملاحظہ کیجیے کہ ہندوستانی وہابی کی **تقویۃ الایمان** نجدی **مجموعۃ التوحید** کے قدم بقدم چلی آرہی ہے۔ شفاعت و توسل کی بنا پر یہ دونوں تمام عالم کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں۔ طابق النعل بالنعل۔ (یعنی، جو تا جوتے کے مطابق ہے۔ نعیمی)

اسی **تقویۃ الایمان** کے صفحہ ۸ میں لکھا ہے:

”یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے۔ گو وہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے۔ سو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہے۔“

اس حکم شرک نے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر ہی دیا۔ مگر لطف یہ ہے کہ اس سے گھر والے بھی نہ بچے۔ اور اس کفر و شرک کی تیز تلوار نے تمام دیوبندی پارٹی کو بھی حلال کر ہی چھوڑا جس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی محمود حسین دیوبندی، مولوی احمد حسن امروہوی، مولوی عزیز الرحمن مفتی دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عبد الرحیم رائے پوری، مولوی محمد حسن دیوبندی، مولوی قدرت اللہ مرادآبادی، مولوی حبیب الرحمن دیوبندی، مولوی احمد مہتمم مدرسہ دیوبند، مولوی غلام رسول مدرس مدرسہ دیوبند، مولوی سہول سابق مدرس مدرسہ دیوبند، مولوی عبد الصمد بجنوری، مولوی محمد اسحق نہٹوری، مولوی کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی صدر جمعیتہ العلما، مولوی ضیا الحق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، مولوی محمد قاسم مدرس امینیہ دہلی، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی سراج احمد مدرس مدرسہ سروہنا میرٹھ، مولوی محمد اسحق میرٹھی، مولوی حکیم مصطفی بجنوری، مولوی حکیم مسعود احمد پسر مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد یحییٰ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مولوی کفایت اللہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

ان سب کی تصدیقات کے ساتھ ایک کتاب **”التصدیقات لدفع التلبیسات“** چھاپی گئی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

الجواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیا و اولیا و شہدا و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں ہو یا بعد وفات۔ بایں طور کہ کہے یا اللہ! میں وسیلہ

فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں یا اسی جیسے اور کلمات۔ چناں چہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔[**التصدیقات لدفع التلبیسات، ص۱۰۴،۱۰۳**]

اس عقیدہ پر نجدی کی کتاب **مجموعۃ التوحید** اور مولوی اسمعیل کی **تقویۃ الایمان** کے حکم سے یہ تمام دیوبندی علما اور ان کو مسلمان جاننے اور ان کے مذہب کو صحیح ماننے والے بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والے سب کافر۔ اب بتائیں وہابی صاحبان کہ وہ کس ناز پر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں؟ وہ تو وہابی اور نجدی حکم سے بھی کافر خارج از اسلام ہیں۔

عجب تر یہ ہے کہ ابن عبد الوہاب تمام دنیا کو مشرک جاننے کے ساتھ اپنے پیروؤں اور پیشواؤں اور پچھلے چھ سو برس کے مسلمانوں کو بھی مشرک جانتا تھا اور اپنے لیے وحی الہام کا بھی مدعی تھا۔ حضرت علامہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”قال له رجل آخر مرة هذا الدين الذي جئت به متصل ام منفصل فقال له حتى مشايخي ومشايخهم الى ست مأة سنة كلهم مشركون فقال له الرجل اذن منفصل منفصل لا متصل فعمن أخذته فقال وحي الهام كالخضر۔

یعنی ایک مرتبہ اس سے ایک شخص نے کہا یہ دین جو تو لایا ہے اس کا سلسلہ متصل ہے یا منقطع؟ کہنے لگا کہ میرے پیر واستاد اور ان کے پیر چھ سو برس کے زمانہ تک سب کے سب مشرک ہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ اب تو تیرا دین منفصل ہوا متصل تو نہ ہوا تو تو نے کس سے اخذ کیا؟ کہنے لگا کہ خضر کی طرح وحی الہام سے۔

[**الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیۃ، ص۱۰۵،۱۰۶**]

یہی علامہ اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”فظاهر من حال عبد الوهاب انه يدعى النبوة“

اور عبد الوہاب کے حال سے ظاہر یہ ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے۔[**مرجع سابق، ۱۱۵**]

چناں چہ کتاب **مجموعۃ التوحید** کے مقدمہ میں ابن عبد الوہاب کو" **امام الدعوت الی الحق**" لکھا ہے اور وہابیہ ہند کی تحریرات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کی نبوت کے معتقد ہیں۔ گو مصلحتاً اس اعتقاد کو عام طور پر ظاہر نہیں کرتے لیکن جو باتیں تحریروں میں آچکیں اور کتابوں میں چھپ چکیں وہ کہاں تک چھپائی جاسکتی ہیں۔ ہندوستانی وہابیوں کے پیشوائے اعظم میاں اسمٰعیل دہلوی اپنے پیر سید احمد کی نسبت اپنی کتاب **صراط المستقیم** صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں:

"نفس عالی حضرت ایشان بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات در بدو فطرت مخلوق شدہ۔

یعنی اسمٰعیل کے پیر کی ذات والا، ابتداء فطرت میں حضور پُر نور سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال مشابہت پر پیدا ہوئی۔ (معاذ اللہ)

صفحہ ۱۳ میں لکھا: مکالمہ و مسامرہ بدست می آید۔ یعنی کیفیت عشقیہ کے غلبہ میں خدائے تعالیٰ سے کلام و گفتگو بھی ہو جاتی ہے۔

[السواد الاعظم، جمادی الثانی، ۱۳۴۵ھ، ص ۵ تا ۸، شعبان المعظم، ۱۳۴۵ھ، ص ۱۱ تا ۱۲]

نجدی اور اس کے متبعین مذکورہ عقائد و نظریات فاسدہ باطلہ کفریہ کے سبب اہل سنت کے نزدیک مرتد و بد دین خارج از دین اسلام ہیں۔ البتہ دیوبندی مذہب میں اس کے تعلق سے مختلف نظریات ملتے ہیں۔

دیابنہ کے شیخ الہند یعنی مولوی حسین احمد مدنی صاحب اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں لکھتے ہیں "محمد بن عبد الوہاب نجدی...... خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا........ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا الخ" **[الشہاب الثاقب ص ۵۴]**

دیوبندی محدث انور شاہ کشمیری اپنی کتاب فیض الباری میں لکھتے ہیں:

"امام محمد بن عبد الوهاب النجدی فكانه رجلا بليد قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر"

یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی نہایت بے وقوف اور کم علم شخص تھا اور وہ مسلمانوں

پر کفر کا حکم لگانے میں بہت تیز تھا۔"[فیض الباری، ص ۱۷۱، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز ص ۱۷۳]

لیکن اس کے بر عکس انہیں دیوبندیوں کے دوسرے مولوی جو ان کے نزدیک قطب الارشاد، امام ربانی ہیں یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اپنے فتاوی میں محمد بن عبد الوہاب کے تعلق سے یہ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا.....عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا"

دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے .... مگر وہ اوران کے مقتدی اچھے ہیں.... عقائد سب کے متحد ہیں الخ۔[فتاوی رشیدیہ ۲۴۱، ۲۴۲]

حجاز پر نجدی تسلط

ابن عبد الوہاب نجدی نے اپنے مذہب کے فروغ کے لیے بہت سے بارسوخ افراد کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنایااوران کے ذریعہ اپنے مذہب کی اشاعت میں سرگرم ہو گیا۔اس کے اتباع میں خصوصی نام امیر محمد ابن سعود کا آتا ہے جو مسیلمہ کذاب کے شہر درعیہ کا باشندہ تھا۔ امیر ابن سعود نجدی کا دست وبازو بن کراس کی حمایت میں سرگرم ہواتواپنے ماتحتوں کو نجدی مذہب قبول کرنے پر مجبور کرنے لگا جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ قبیلہ در قبیلہ نجدی مذہب کے زیر اثر آنے لگے۔

نجدی کو جب یہ احساس ہو گیا کہ میرا اثرورسوخ کافی ہو چکا ہے، تواس نے حجاز مقدس کو اپنے زیر اثر کرنے کی ترکیبیں شروع کر دیں بالآخر وہ کامیاب ہو گیااور ۱۲۰۵ھ میں حرمین طیبین پر ابن سعود کے ہاتھوں حجاز مقدس پر نجدی تسلط ہو گیااوراس کے ایک سال بعد یعنی ۱۲۰۶ھ میں نجدی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔اور کچھ مدت کے بعد یعنی ۱۲۳۳ھ میں نجدیوں کو حجاز سے بھگادیا گیا جس کا ذکر کرتے ہوے صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

"کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی

الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالیٰ شوکتهم وخرب بلادهم وظفرهم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلثین ومأتین والف''

یعنی جیسے ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے متبعین میں واقع ہوا، جو نجد سے نکلے اور انہوں نے حرمین طیبین پر تغلب کیا اور وہ حنبلی مذہب بنتے تھے لیکن در حقیقت ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان فقط وہی ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے خلاف ہیں سب مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور علماے اہل سنت کے قتل کو مباح جانا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی، ان کے شہر ویران کیے۔ ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کے لشکروں کو ان پر فتح مند کیا۔ [**فتاویٰ شامی، باب البغاۃ، ۶/۴۰۳**]

۱۹۲۴ء میں پھر سعودی خاندان کے عبد العزیز بن سعود نامی نجدی پیروکار کے ذریعہ حجاز مقدس پر نجدی تسلط ہو گیا جو بد قسمتی سے اب تک جاری ہے۔ حجاز مقدس پر نجدی سعودی تسلط کی روح سوز انسانیت کُش تاریخ قارئین زیر نظر کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

عبد العزیز ابن سعود کے ذریعہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں حجاز مقدس پر جو تسلط ہوا اس کے کیا اسباب ونتائج رہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ ہم یہاں بس اس نجدی سعودی تسلط کی جانکاہ ودردناک داستان کا خلاصہ صدر الافاضل کے الفاظ میں بیان کر کے بات ختم کرتے ہیں۔ صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''ابن سعود نامسعود نجدی وہابی گمراہ بے دین مخالف اسلام دشمن مسلمین امت مرحومہ کا مکفر ہے۔ اس نے اپنے پیشوا ابن عبد الوہاب کے قدم بہ قدم اَرض پاک حجاز وحرم شریف کی ایسی ایسی بے حرمتی کی، جس سے کافر نسلی بھی کانپ اُٹھتا۔ وہ حیاسوز مظالم کیے جس کی مثال دنیا کی کسی بے حیا سے بے حیاتر قوم میں نہیں ملتی۔ تمام عالم اسلام کے مسلمان ان بے دینوں کے نزدیک مشرک مباح الدم ہیں۔ ان خبیثوں کے نزدیک ان کے خون جائز ان کے مال حلال، ان کی بے حرمتی رَوا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب کو تہہ تیغ کر ڈالنا ثواب۔ قبریں اُکھاڑنا اور بزرگان سلف کی اِہانت کرنا توحید۔'' [**مقالات صدر الافاضل ص ۴۷۰**]

اللہ پاک حجاز مقدس کو نجدی سعودی تسلط سے پاک فرمائے۔ اوراہل سنت کے لیے فتح کی راہیں ہموار فرمائے۔ اوراہل سنت کو نجدیوں سعودیوں پر غلبہ عطا فرمائے۔ اوراہل سنت کو سرزمین حجاز کی مقدس خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیازمند:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

باب(۱)

حجاز مقدس پر نجدی تسلط اوراس کے اسباب

تاریخ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ یہ وہ دہائی ہے جس کے چوتھے سال حجاز مقدس پر نجدیوں وہابیوں نے ناجائز قبضہ کیا۔ اوراس مقدس سرزمین پر اپنی وحشیانہ حرکتوں سے یزیدی تاریخ دہرا کر حجاز مقدس کو کربلا بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

اس سے پیشتر بھی نجدی حجاز مقدس پر قابض ہوگئے تھے۔ مگر یہ قبضہ زیادہ دن نہ رہا۔ اور جلد ہی ترکوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ مگر ہمیشہ اسی تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح موقع ہاتھ آے اور حجاز مقدس پر مکمل قبضہ ہو جائے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حجاز مقدس پر ان کے قبضہ کا اصل مقصد گنبد خضرا اور دیگر مقامات مقدسہ کی بے حرمتی اور مقامات مقدسہ کو پامال کرنا تھا۔ اس سے انکار نہیں کہ اس کے علاوہ بھی وجوہ ہوسکتے ہیں ۔ مگر تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد اوران کی تعلیمات کو پڑھنے کے بعد یہ کہا جانا زیادہ موزوں ہے کہ مسلمانوں کی عقیدتوں کے محور مقامات مقدسہ اور خاص کر گنبد خضری کا انہدام ان کا اصل ہدف تھا۔

امرت سر کا مشہور ہفتہ وار اردو اخبار ''الفقیہ'' جس کی شہادت دے رہا ہے اخبار لکھتا ہے:

''شیاطینِ نجد ایک صدی سے اس تاک میں تھے کہ ان کے منحوس اور ملعون قدم سرزمینِ حجاز کو نجس کریں۔ اس طائفہ طاغیہ نے ایک دفعہ مکہ معظمہ کو فتح بھی کر لیا تھا۔ مگر دولت علیہ عثمانیہ نے محمد علی پاشا مرحوم کو بھیج کر ان شیاطین کا استیصال کیا۔ اور گذشتہ سال تک ان کو اپنے ناپاک اِرادوں میں کامیابی حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔

یہ صحیح ہے کہ شیاطینِ نجد کی اصلی غرض حکومت یا سلطنت کی نہ تھی۔ جب کہ ان کی واحد غرض یہ رہی کہ روضہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منہدم کر کے چھوڑ دیں۔ چنانچہ طائف اور مکّہ معظمہ کے مقاماتِ متبرکہ کا انہدام، بے حرمتی، لُوٹ مار، ظلم و ستم وہ در اصل اسی ناپاک اِرادہ کے پیش خیمہ ہیں۔ ترکوں سے ہزیمت پانے کے بعد یہ شیطانی گروہ اس قابل نہ رہا کہ یہ دنیا میں زندہ رہ سکے۔ مگر ان شیاطین نے سلطنتِ برطانیہ سے ساز باز کرلیا۔ اور اپنا وظیفہ مقرر کرلیا۔ جس سے خاندانِ شیخ نجدی ملعون کی پرورش ہوتی رہی۔ جنگ عظیم

کے دوران بھی سلطنت برطانیہ کو سخت ضرورت تھی کہ حجاز سے ترکوں کا تعلق منقطع کردیا جائے۔ مگر شیاطینِ نجد کو اُس وقت مزید جرأت تو کوئی نہ ہوئی اور انہوں نے وظیفہ پر قناعت کی اور خاموش بیٹھے رہے۔"   [الفقیہ،۲۱/اگست ۱۹۲۵ء، ص۲]

حجاز مقدس میں نجدی تسلط کے اسباب

حجاز مقدس میں نجدی تسلط کے بہت سے اسباب ہیں لیکن سب سے اہم سبب حاکم حجاز شریف حسین کی ذات ہے۔ حاکم حجاز شریف حسین کی زرہوسی اور دوغلی پالیسی حجاز پر نجدی غلبہ کا سبب بنی ہے۔ اس لیے پہلے یہاں ہم خاص کر شریف حسین کی بوالہوسی اور زر پرستی نیز نجدی تسلط اور شریف حسین کی شکست و فرار اور آخری ایام کے حوالے سے قدرے تفصیلی بیان قلمبند کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

شریف حسین بحیثیت ملک الحجاز

۱۹۰۸ء میں جب کہ جنگ عظیم کا دور تھا ترکی فوج دوسرے ملکوں سے برسرپیکار تھی اسی بیچ شریف حسین نے انگریزوں کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کر کے حجاز کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اس طرح انگریزوں کی مدد سے ترکوں سے بغاوت کر کے شریف حسین حجاز کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اخبار الفقیہ اس تعلق سے لکھتا ہے۔:

"سلطنت برطانیہ شریف حسین سے ساز باز کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اور اس نے شوقِ سلطنت میں کھلّم کھلاّ ترکوں سے بغاوت کردی۔ ترکی فوج اُس وقت یورپ اور عراق میں مصروفِ پیکار تھی۔ اس لیے حجاز کے متعلق وہ کچھ نہ کرسکے۔ بعض لوگوں کے خیال میں عرب کے حالات پر قیاس کر کے یہ بُرا فعل نہ تھا، کیوں کہ یہ گمان تھا کہ اگر انگریزوں نے غلّہ کی درآمد میں رُکاوٹ ڈال دی تو اہلِ حجاز بھوکے مرجائیں گے۔ نہ صرف گمان تھا بلکہ آثار پائے جاتے تھے۔ ایک دن ضرور ایسا آنے والا تھا کہ حجاز میں ایک دانہ غلّہ کا موجود نہ ہوگا۔ شریف حسین نے اگرچہ سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کی اور دنیاے اسلام کی نظروں میں ذلیل ہوا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اہلِ حجاز اس کی اس کارروائی سے بچ گئے۔ اور سچی بات یہ

ہے کہ اس فائدہ کے مقابلے میں سلطنت اسلامیہ کا جس قدر نقصان ہوا وہ اس فائدے سے ہزاروں نہیں لاکھوں درجہ زیادہ نقصان رساں تھا۔

شریف حسین کی بغاوت کی سلطنتِ عثمانیہ کو چنداں پرواہ نہ ہوتی۔ مگر جبکہ جنگ کا رُخ بدل گیا اور اتحادی کامیاب ہوگئے۔ جرمن اور اس کے حلفاء کو شکست ہوگئی۔ تو تُرک اس قابل نہ رہے کہ شریف حسین کو اُس کی بغاوت کی سزا دے سکیں۔ اس لیے شریف حسین ملک الحجاز تسلیم کیا گیا۔" [مرجع سابق]

شریف حسین اور ابن سعود انگریزوں کے وظیفہ خوار

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شریف حسین اور ابن سعود دونوں ہی انگریزوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے اشاروں پر ناچ رہے تھے۔ جیسا کہ سید سردار محمد حسنی کی درج ذیل تحریر سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کویت کانفرنس سے پیشتر ہی حسین انگریزی تدبر اور سیاست سے ناخوش تھا۔ تعلقات دن بدن کشیدہ ہو رہے تھے۔ ۱۹۱۶ء سے جب کہ اس نے اپنے آقایانِ نعمت یعنی ترکوں کے خلاف بغاوت کی۔ انگریز اسے دولاکھ پونڈ ماہوار وظیفہ دے رہے تھے۔ اور فروری ۱۹۱۹ء تک برابر دیتے رہے۔ بعد ازاں اس گراں قدر رقم میں تخفیف کر دی گئی۔ اور فروری ۱۹۲۰ء میں تو یہ ماہانہ وظیفہ بالکل بند ہو گیا۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ اسی زمانے میں عبد العزیز ابن سعود کو بھی پانچ ہزار پونڈ ماہوار وظیفہ انگریزوں کی طرف سے ملتا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ شریف حسین کے لیے انگریزی احکام کی بجا آوری لازمی تھی۔ لیکن ابن سعود کو بعض کام نہ کرنے کی ہدایت ملی تھی۔ ایک زمانہ میں وہ ہدایت یہ تھی کہ ابن رشید کے ساتھ دیرینہ سلسلہ جنگ و جدل بند نہ ہو۔ اور بعد میں یہ تھی کہ ابن سعود بعض ریاستوں یعنی کویت بحرین حجاز اور شرق اردن وغیرہ پر جو انگریزوں کی ظل حمایت میں تھیں بلاواسطہ یا بالواسطہ حملہ نہ کرے۔ ابن سعود کا ماہانہ وظیفہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہو کر مارچ ۱۹۲۱ تک جاری رہا۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۴۹]

شریف حسین اور انگریزی رشتہ میں دراڑ اور ابن سعود کی راہ ہموار

شریف حسین کو انگریزوں سے وظیفہ صرف اس لیے ملتا تھا، کہ وہ وہی کام کرے جو وہ چاہیں۔ ان کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی قدم نہ اٹھایا جائے، ورنہ وظیفہ تو منسوخ ہوگا ہی حکومت بھی ہاتھ سے جائے گی۔ اور یہی ہوا جب شریف نے انگریزوں کی مرضی کے خلاف کام کیا، اور انگریزی معاہدہ کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا، تو شریف حسین کا انگریزی وظیفہ منسوخ ہوگیا۔ ساتھ ہی انگریزی پشت پناہی بھی ختم ہوگئی۔ جس کا بھرپور فائدہ ابن سعود نے اٹھایا۔ اس کو خبر ہوگئی کہ شریف حسین کو اب برطانوی حمایت حاصل نہیں ہے۔ اور شریف کی بوالہوسی کے سبب اہل حجاز بھی شریف سے نالاں و پریشاں ہیں۔ ترک پہلے سے شریف کی غداری کے سبب ناراض و مخالف ہیں۔ نیز دیگر سلطنتیں بھی ساتھ دینے سے گریزاں ہیں۔

علاوہ ازیں انگریزی وظیفہ جو اس لیے ابن سعود کو ملتا تھا کہ حجاز پر حملہ نہ کرے وہ بھی بند ہوچکا تھا۔ جس کے سبب ابن سعود اب بالکل آزاد تھا۔ اس لیے ابن سعود نے فوراً جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے۔:

"شریف حسین کے اس خواب کی تعبیر غلط نکلی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ مستقل بادشاہ بن گیا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی سلطنت محض سلطنتِ برطانیہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آخر جب سلطنتِ برطانیہ نے شرائطِ معائدہ جدید پیش کیں، اور حسین کو ہوش آیا تو اس نے معاہدہ پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ اب شریف حسین تن تنہا تھا۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان اس کے مخالف ہوچکے تھے۔ سلطنت کوئی اس کے ساتھ نہ تھی۔ شیاطین نجد کا وظیفہ بھی بند ہوچکا تھا۔ اور یہ طائفہ طاغیہ غصّے میں تھا۔ اس نے موقع کو غنیمت سمجھ کر خروج کیا اور طائف کو لُوٹ کر ظلم وستم کرنے کے بعد مکّہ معظمہ پر چڑھائی کردی۔" [الفقیہ: ۲۱/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۲]

سید سردار احمد، شریف حسین اور انگریزوں کے مابین تلخیاں اور شریف حسین کے

انگریزی وظیفہ کے منسوخ ہونے اور ابن سعود کی جنگی تیاریوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"شریف حسین کا وظیفہ بند ہونا تھا، کہ اس کی وجاہت اور وقار میں کمی ہونی شروع ہو گئی۔ اس کی حماع شخصیت بھی نمایاں ہو کر بدنامی کا باعث ہو چکی تھی۔ جنگ کے زمانے میں وہ مختلف قبائل میں زر تقسیم کرتا رہتا تھا۔ تقسیم زر کا یہ طریقہ عرب کا قدیم رواج ہے۔ اور اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ جب یہ سلسلہ وظیفہ نہ ملنے کی وجہ سے ختم ہوا تو حرب اور عتیبہ وغیرہ مشہور قبائل کی اطاعت میں بھی فرق آ گیا۔ ان قبائل کی شورش نے ابن سعود کے لیے تسخیر مکہ کا کام بہت سہل کر دیا۔ حجاز پر حملہ کرنے کی اور بھی بہت سی وجوہات تھیں جو اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گی۔ شریف حسین نے معاہدہ وار سیلز کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ خصوصا اس کی اس مد سے جس میں سلطنت عثمانیہ کے بعض حصص کے متعلق ..... کا اصول وقع کیا گیا تھا۔ اس کا خاص طور پر اختلاف تھا۔ کرنیل لارنس ۱۹۲۱ء میں جدہ کے مقام پر اس کے ساتھ ترتیب معاہدہ کی غرض سے سیاسی گفت وشنید کر چکا تھا۔ شریف حسین کہتا تھا کہ شام اور فلسطین کی کامل آزادی کی انگریز حتمی وعدہ کر چکے ہیں۔ کرنل لارنس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ شریف کا نمائندہ ناجی الاصل ۱۹۲۳ء تک لندن میں گفت وشنید کرتا رہا۔ لیکن فلسطین کے بارے میں مفاہمت نہ ہو سکی۔ شریف حسین جب نمائندوں کی وساطت سے معاملات طے نہ کر سکا تو اس نے براہ راست تصفیہ کرنا چاہا۔ ا

اس غرض کے لیے وہ جنوری ۱۹۲۴ میں شرق اردن کے دارالسلطنت عمان کو گیا۔

اس کے صاحبزادے کلاں امیر عبداللہ کو بیرونی دنیا کے سیاسی معاملات سے بڑا شغف تھا۔ اسے قبل از وقت معلوم تھا کہ ترک قیام خلافت کو اپنے منافع کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا۔ کیوں کہ مصطفی کمال پاشا نے ۳/مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت کو موقوف کر دیا۔ عبداللہ نے خیال کیا کہ شریفی خاندان کے اقتدار کے بڑھانے کے لیے مناسب موقع ہے۔ اگر انگریز، شریف کے مطالبات کو پورا نہیں کر سکتے تو نہ سہی۔ عالم اسلام میں اگر اثر و رسوخ پیدا کر لیا جائے، تو لامحالہ انگریزوں کو ماننا پڑے گا شریف حسین میں بظاہر تمام

لوازمات موجود تھے۔ وہ یقیناً قریش خاندان میں سے تھا۔ مستند اور مسلم الثبوت سید تھا۔ مقامات مقدسہ کا خادم تھا اور حجاز کا بادشاہ بھی۔

چنانچہ ان تمام امور کے متعلق امیر عبد اللہ نے پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حسین پہلے ہی خلافت حاصل کرنے پر تلا ہوا تھا۔ شرق اردن کی ایک خانہ ساز انجمن کی دعوت پر خلیفۃ المسلمین بننے کے لیے بطیب خاطر راضی ہو گیا۔ چنانچہ ۵/مارچ ۱۹۲۴ء کو امیر عبد اللہ کی ریاست کے ایک گاؤں شفع میں حسین واقعی خلیفہ بن بیٹھا۔ اور عام اعلان کر دیا۔ شرق اردن تو اس کے بیٹے عبد اللہ کے اختیار میں ہی تھا۔ عراق پر بھی امیر فیصل برائے نام حکمران تھا۔ لیکن شام اور فلسطین نے بھی اس واقعہ کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ مگر باقی اسلامی ممالک میں کسی کو خیال تک بھی پیدا نہ ہوا۔ اواخر مارچ میں شریف حسین عمان سے مکہ معظمہ آیا۔ حج کے دن قریب تھے۔ یہ آخری حج تھا جو شریف حسین کے نصیب میں ہوا۔ شریف حسین خلافت کی خصوصی ذمہ داری کے متعلق اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ مگر عبد العزیز ابن سعود کو شریف کی اس کاروائی سے بے حد رنج ہوا۔ وہ بھی اس بارے میں اپنی کچھ ذمہ داری سمجھتا تھا۔ اس نے حتمی ارادہ کر لیا کہ کیوں کہ شریف حسین کے غرور و خود پسندی کی انتہا ہو گئی ہے۔ اس لیے اب اسے حجاز سے ملک بدر کر دینا ضروری ہے۔ ۱۹۲۴ء کے موسم بہار میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ ابن سعود بآسانی حجاز پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ برٹش گورنمنٹ اسے جو ماہانہ وظیفہ دیتی تھی وہ خاص اس غرض کے لیے تھا کہ ابن سعود حجاز پر حملہ آور نہ ہو یہ وظیفہ اب بند ہو چکا تھا۔ اور ابن سعود کے احتراز اور اجتناب کی ذمہ داری بھی ختم ہو چکی تھی۔ نجد کے قبائل اور اخوان حملہ کے مصر ہو رہے تھے۔ اب شریف حسین کے خلیفۃ المسلمین بن جانے پر ان کے مذہبی احساسات کو اور بھی صدمہ ہوا۔ مادی اور سیاسی وجوہات کے علاوہ ابن سعود مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی حجاز پر حملہ کرنے کے لیے مجبور تھا۔ وہ اور اہالیان نجد مذہبی خیال سے بھی شریف حسین کے نظم و نسق کے سخت خلاف تھے۔ وہابیوں کے لیے پچھلے تین برس سے حج بند تھا۔ شریف حسین کو اندیشہ تھا کہ حج کے موقع پر غیر اسلامی شعائر دیکھ کر نجدی بلوہ نہ کر دیں۔ مگر حج اسلام کا خاص رکن ہے اور اس کی ممانعت آسانی سے برداشت
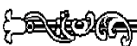
نہیں کی جاسکتی۔ ۱۹۲۳ء میں جب چند نجدی احکام کے خلاف حج کے لیے چلے گئے تو بلد الامین میں کشت و خون ہو چکا تھا۔ اس قسم کے واقعات سے اسلام کی سخت توہین ہوتی تھی۔ اور نجدی ایسی حالت میں صبر نہیں کر سکتے تھے۔ شریف حسین کے خلیفۃ المسلمین بن جانے کے کچھ دن کم دو مہینے بعد ابن سعود نے ایک عام اعلان شائع کیا۔ جس میں شریف حسین کے دعاوی کا دل کھول کر تمسخر اڑایا، اور لکھا کہ حقیقی عرب ہم نجدی ہیں۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱]

اخبار الفقیہ میں اخبار شوکت بمبئی ۱۶/ نومبر ۱۹۲۴ء کے حوالے سے لکھا ہے۔:

"اہلِ حجاز تو شریف حسین سے ناخوش اور اس کے مخالف تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ نجدیوں نے حجازی رعایا کو پہلے سے اپنے ساتھ ملا لیا ہوا تھا۔ اگر یہ لوگ شریف کی مخالفت کے باعث نجدیوں سے نہ مل جاتے اور شریف حسین کا ساتھ دیتے تو نجدی ہر گز حملہ کی جرأت نہ کرتے... شریف حسین کے حملے لوگوں کی جان اور مال پر تھے۔ اور نجدیوں کا یہ حملہ مذہب پر ہے۔ مذہب جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ اس مذہبی دل آزاری سے نجدی کتنے روز اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے رہیں گے۔ (شوکت)

[الفقیہ: ۷/ دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۸، ۹]

سرزمین عرب پر ترکی حکومت کے قیام سے لے کر انگریزی اقتدار تک اور شریف حسین کے انگریزی سرکار کی بغاوت سے ابن سعود کے تسلط تک کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے۔:

"یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جب تک ترکوں کا تعلق جزیرۃ العرب سے رہا انہوں نے خود جزیرۃ العرب میں سلطنت نہیں کی۔ بلکہ خزانہ عامرہ سے اس ملک پر بے شمار روپیہ خرچ کیا جاتا۔ اور حکومت عرب کے شیوخ شرفا کے لیے مخصوص رکھی۔ اور اپنے لیے صرف خادم حرمین شریفین بننا ہی باعث سعادت سمجھا۔ البتہ جزیرۃ العرب پر ان کی نگرانی تھی جو محض حفاظت حرمین کی غرض سے تھی۔ نہ کہ کسی فائدہ کے لیے۔ جنگ عظیم

میں ترکوں نے جرمن کا ساتھ دیا۔ جنگ نے طول کھینچا اور آخر کار جرمن اور ترکوں کو شکست ہوئی۔ اس جنگ کے بیشمار نتائج میں سے ایک نتیجہ اور اہم ترین نتیجہ یہ تھا، کہ شام تو فرانس کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ اور جزیرۃ العرب و عراق انگریزی حکم برداری میں آ گئے۔

جنگ کے اختتام پر جو معاہدہ دول نے مرتب کیا اس کے رو سے صرف شام اور عرب کا نکل جانا ہی نہ تھا بلکہ ترکی حکومت کا کامل استیصال تھا۔ مگر غازی مصطفی کمال پاشا کے ساتھ تائید الٰہی ہوئی۔ یونان کی جنگوں کے بعد ترکی سلطنت کی عظمت بحال ہوئی۔ اور معاہدہ لوزان نے سابقہ معاہدہ کو منسوخ کیا۔ لوزان میں جب ترک اپنے حقوق پر بحث کر رہے تھے تو اس بحث میں صرف ترکوں کے مقامی حقوق اور قضیہ موصل کا ذکر تھا۔ ترکوں نے جزیرۃ العرب کے متعلق کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس علاقہ پر انگریزی حکم برداری کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح سے جزیرۃ العرب و عراق بلا کسی مخالفت کے انگریزی حکم برداری میں آ گئے۔ شریف حسین سے گورنمنٹ برطانیہ کا بگاڑ ہو گیا۔ اور شیاطین نجد نے جزیرۃ العرب پر قبضہ کر لیا۔ شیطانی اخبارات نے اس کا نام آزادی عرب رکھا۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی مگر سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ انگریزی حقوق حکم برداری سے دستبردار ہو گئی؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو ثبوت کیا ہے؟" [۲۸ر جنوری ۱۹۲۶ء ص ۲، ۳]

نجدیوں کا حجاز پر حملہ اور شکست

آخر کار ابن سعود نے حجاز پر حملہ کی ٹھان لی۔ اس کے حواریوں نے حجاز پر ہر چہار جانب سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن اس بار حجازیوں نے انہیں ان کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اور مجبوراً انہیں راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں۔:

"موسم خزاں کے اوائل میں نجدی جنگ کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ ابن سعود نے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ تیاریاں کی تھیں۔ اس کی افواج خرام اور طرابہ کے مقامات پر جمع ہوتی تھی۔ جہاں سے حجاز کے عین قلب پر حملہ ہو سکتا تھا۔ تین مختلف اطراف سے حملہ کرنے کی تجویز ہوئی تھی۔ ایک تو مدینہ منورہ کے شمال میں حجاز ریلوے پر، ایک شرق اردن کی

طرف سے، اور دوسری عراق کی جانب سے، امدادی افواج وادی سرحان اور علاقہ جوف میں موجود تھیں۔ ان اطراف میں افواج بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ شریف حسین کو حجاز کی مدافعت کے لیے بیرونجات سے مدد نہ ملے۔ وہابیوں کے امیر فیصل اور امیر عبد اللہ کی متصلہ ریاستوں کے خلاف کاروائیاں راس نہ آئیں۔ اسی سال کے اگست میں اخوان نے ابوگھر کے مقام پر وافر اور امنطفق کے قبائل پر دھاوے کیے۔ اور دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں مزید حملے کیے۔ لیکن جنوری میں وہابیوں کی کاروائی کا علم رائل آئر فورس کو ہو گیا۔ اور ہوائی جہازوں نے وہابیوں پر گولہ برسایا۔ اور تعاقب کرتے دور تک نکل آئے۔ وہابیوں کا بہت نقصان ہوا۔ اس طرح شرق اردن میں بھی ہوائی جہازوں نے اخوان کے خلاف سخت کاروائی کی۔ حجاز ریلوے کے زیزدہ نامی اسٹیشن پر وہابیوں کی نقل و حرکت بعض چرواہوں نے دیکھ لی تھی انہوں نے عمان کو اطلاع بھیج دی۔ وہاں سے جلد از جلد کمک پہنچ گئی۔ وہابی کثیر نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹے۔

اخوان چالیس دن کا طویل سفر کرنے کے بعد شرق اردن کے علاقہ میں صبح سویرے ہی پہنچ گئے تھے۔ بہت سے یرونی ابھی بیدار بھی نہ ہوئے تھے، کہ نجدیوں نے ان کو تہہ تیغ کر دیا۔ لیکن ہوائی جہاز پہنچے تو یہ شتر سوار کیا مقابلہ کر سکتے تھے پسپا ہوئے، اوپر سے آگ برسنی شروع ہو گئی۔ چالیس میل تک جہازوں نے تعاقب کیا۔ کاف سے لے کر جوف تک نعشوں کی ایک لمبی قطار نظر آتی تھی۔

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۲]

طائف پر نجدیوں کا قبضہ اور امیر علی فرار

نجدی فوج کی جد وجہد جاری رہی۔ اور آخر ایک وقت آیا کہ نجدیوں نے طائف پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح ان کے لیے حجاز کے دروازے کھل گئے۔ طائف میں شریف حسین کا بیٹا امیر علی بحیثیت حاکم قابض تھا لیکن وہ نجدی فوج کی تاب نہ لا سکا، اور مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور اس طرح بآسانی نجدی فوج طائف میں داخل ہو گئی۔ طائف میں داخل ہوتے

ہی انہوں نے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ اور بے قصوروں پر ان کی تلواریں بے دریغ چلنے لگیں۔ جس کی تفصیلی روداد ہم آگے بیان کریں گے۔ البتہ یہاں اختصاراً نجدیوں کا طائف میں قبضہ اور خونریزی کا ذکر کرتے چلتے ہیں۔ سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں:۔

"لیکن عراق اور شرق اردن میں وہابیوں نے جو کثیر نقصانات برداشت کیے ان کی تلافی حجاز میں بخوبی ہو گئی۔ عتیبہ کے طاقتور قبیلہ نے اپنے شیخ سلطان بجاد کو جواب مشہور عام ہو چکا ہے قیادت میں طائف فتح کر لیا۔ طائف کے فتح ہو جانے پر گویا حجاز کے دروازے وہابیوں کے لیے کھل گئے۔ طائف کی فتح بغیر جنگ کے حاصل ہو گئی۔ وہابیوں نے ۲۹؍ اگست کو حجاز کی سرحد پار کی اور طائف کے سامنے آڈٹے۔ طائف حجاز کا خوشگوار ترین مقام ہے۔ اور وہاں کے امرا موسم گرما ہیں بسر کرتے ہیں۔ یہاں شریف حسین کا بیٹا علی موجود تھا۔ کچھ فوج بھی متعین تھی۔ لیکن اردگرد کے قبائل شریف حسین سے بہت زیادہ محبت نہ رکھتے تھے۔ وہابیوں کی آمد آمد پر امیر علی فوج کا بیشتر حصہ لے کر طائف کی پہاڑیوں میں جدہ کے مقام پر طائف سے شمال مغرب کی جانب بیس میل کے فاصلے پر چلا گیا۔

شہر کی آبادی نہ تو فوج کو پسند کرتی تھی اور نہ ہی انہوں نے امیر علی کے بھاگ جانے کو اچھا سمجھا۔ اس لیے انہوں نے امن کا سفید جھنڈا دے دیا۔ اور ۵؍ ستمبر کو شہر کے دروازے حملہ آوروں کے لیے کھول دیے۔ وہابیوں کو اس غیر متوقع کامیابی کی امید نہ تھی۔ جب وہابی شہر میں داخل ہوئے تو ہر اول کا افسر خرما کا شیخ خالد بن لوی تھا۔ حملہ آوروں کی جماعت میں ایک گولی اتفاقیہ غلطی سے لگ گئی۔ اس پر حملہ آوروں کا غیظ و غضب بھڑک اٹھا، اور شہری آبادی کا قتل عام شروع ہو گیا۔ عورتیں اور بچے تک تہہ تیغ کر دے گئے، شہر لوٹ لیا گیا۔ رات کے اندھیرے میں بھی یہ کشت و خون جاری رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک پوری صدی گزر جانے پر بھی وہابیوں کی قساوت و بربریت بدستور سابق موجود ہے۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد غط غط کے اخوان کا سردار اور قبیلہ عتیبہ کا شیخ سلطان ابن بجاد پہنچا۔ تو کشت و خون تھما۔ مقتولین کی تعداد کثیر تھی۔ مگر مورخین کا خیال ہے کہ شریفی پروپیگنڈے نے بھی اس بارے میں بہت غلو کیا ہے۔ مسٹر جان فلبی صاحب طائف کے کشتگان کی تعداد تین

سو بتاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہولناکی اور سفاکی کے اعتبار سے اتنے نہتے شہریوں کی موت کی تعداد بھی کم نہیں۔ وہابی حکومت کے ابتدائی مراحل میں یہ حادثہ فاجعہ نہایت افسوسناک ہے۔

لیکن ناظرین کو یاد رہے کہ اس خونی طوفان کی تمام تر ذمہ داری خالد ابن لوی اور اس کے ساتھیوں پر ہے۔ عبد العزیز ابن سعود اس سے بالکل بری الذمہ ہے۔ جب ابن سعود کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ تو اس نے قیام امن کے لیے سخت تاکیدی احکام جاری کیے۔ حکم ہوا کہ مکہ معظمہ کے قرب و جوار میں ہر گز ہر گز خونریزی نہ ہونے پائے۔ طائف کے واقعہ کے بعد سلطانی احکام کی متابعت بخوبی کی گئی۔ اخوان کو ابن سعود کے عتاب کی فکر لاحق تھی۔ دوسرے حجازیوں کی طرف سے کوئی قابل ذکر مزاحمت بھی نہیں ہوئی۔ امیر علی نے جدہ کے مقام پر بزدلی کے ساتھ کچھ مقابلہ کیا لیکن مقاومت کی طاقت نہ دیکھ کر مکہ معظمہ کو بھاگ گیا۔

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۳، ۱۵۴]

ابن سعود کا طائف پہنچنا اور مکہ و مدینہ پر حملہ کی تیاری

ابن سعود طائف پہنچ گیا۔ اور اس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ اہل مکہ کو جب اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت ہی خوف زدہ ہو گئے۔ اور بہت سے افراد مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔

مولانا حکیم احمد علی صاحب لکھتے ہیں۔:

"ہماری جدّہ میں موجودگی کی حالت میں ابنِ سعود طائف پہنچ گیا تھا۔ اور ہم نے سنا تھا کہ اس نے اپنی فوج کے دو حصے کر کے مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر معاً حملہ کرنے کی تیاری کی ہے" **[۱۴ر نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۵]**

مزید لکھتے ہیں۔:

"جب نجدیوں نے اعلان کیا کہ ہم یہ جمعہ حرم شریف مکّہ مکرمہ میں پڑھیں گے، تو اہلِ مکّہ ان کے ظلم و ستم سے خائف ہو کر قریباً تمام گھر بار، مال اسباب چھوڑ کر صرف اپنی عزت اور جان کے خوف سے بھاگ کر جدّہ میں چلے آئے ہیں۔ اس قدر خوف ان لوگوں کے دلوں میں بیٹھا ہے کہ سواری نہ ملنے کی وجہ سے پیدل دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ مکّہ مکرمہ اور جدّہ کے درمیان بعد حج چار پانچ روپیہ فی اونٹ کرایہ ہوتا ہے۔ مگر آج ۱۲/ پونڈ یعنی ۱۸۰/ روپیہ کو اونٹ اور گدھا کرایہ پر نہیں ملتا۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میں پہلے نکل جاؤں۔ مکّہ مکرمہ میں سوائے شریف صاحب اور چند فوجی آدمیوں یا اُن لوگوں کے جو رضاے الٰہی کو سب پر مقدم سمجھتے ہیں اور موت اور حیات ان کے نزدیک یکساں ہے۔ کوئی آدمی رعایا کا باقی نہیں۔ جو نکل کر جدّہ میں نہ آگیا ہو۔ ہم نے اخبار سیاست میں ایک حاجی کی زبانی پڑھا تھا کہ چند آدمیوں کو ضرور نجدیوں نے قتل کیا ہے۔ مگر ان کا قصور یہ تھا کہ وہ ان کے خلاف جنگ میں شریک تھے۔ افسوس جو لوگ مکّہ سے آئے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن طائف سے لوگ بھاگ کر مکّہ میں آئے تھے، مکّہ میں حشر برپا تھا۔ تمام گھروں میں رونے اور چیخنے کا شور اس قدر تھا کہ گزرنے والوں کے دل ہلا دیتا تھا۔ کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے رہنے والے کا بھائی یا باپ یا بیٹا یا کوئی رشتہ دار طائف میں قتل نہ ہوا ہو۔ بے شمار ایسے آدمیوں کے نام انہوں نے گنے جن سے ہماری واقفیت مکّہ مکرمہ میں اچھی طرح تھی" [۱۴/ نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۵]

شریف حسین کی حکومت سے دست برداری اور دارالسلطنت سے خروج

شریف حسین نے جب حالات بدلتے دیکھے، اور محسوس کیا کہ اب کسی طرح مکہ میں رکنا مناسب نہیں ہے، کیوں کہ ابن سعود کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے تعاون کی ضرورت ہے۔ اور وہ اب مشکل ہے کیوں کہ اہل حجاز اس سے ناخوش ہیں۔ اور فوج کی کمی ہے۔ پہلے ہی سے فوج کا اکثر حصہ جنگ میں کام آچکا ہے۔ اس لیے شریف حسین نے فرار ہونے ہی میں عافیت سمجھی۔ اور ابن سعود کی آمد سے پہلے ہی حکومت کی باگ ڈور اپنے بیٹے علی کو سونپ کر اپنا سارا سامان استعمال کی اشیا، مال و زر وغیرہ ساتھ لے کر مکہ سے رخصت

ہو گیا۔

سید سردار محمد حسنی اپنی کتاب سوانح حیات سلطان ابن سعود میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

"دارالسلطنت میں شریف حسین عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔ اس کی بہترین فوج دشمن کے ہاتھ سے کٹ چکی تھی۔ رعیت بغاوت اور حکم عدولی پر تلی ہوئی تھی۔ احباب ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ کوئی حامی کار نہ تھا۔ شریف حسین نے سونے چاندی کی چند انگریزی ٹکلیوں کے عوض اپنے ولی نعمت سے نمک حرامی کی تھی۔ اب اس نے انگریزوں سے مدد و معاونت طلب کی، انگریزوں نے بے رخی برتی۔ اور بلطائف الحیل مدد دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن انصاف کا اقتضا یہ ہے کہ اس امر کو کھلے الفاظ میں تسلیم کر لیا جائے کہ شریف حسین بذات خود بزدل نہ تھا ایسے حوصلہ شکن اور روح فرسا حالات میں بھی ہراساں نہ ہوا۔ اور تحفظ و مدافعت کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ جب اس کی ملاقات امیر علی سے ہوئی تو بیٹے کی بزدلی پر سخت ناراض ہوا۔ اور اسی رنج میں اسے جدہ بھیج دیا۔ اور خود بدستور سابق متانت و وقار کو قائم رکھتا رہا۔ لیکن تمام مساعی بیکار ثابت ہوئیں۔ اور مدد کے لیے کوئی ہاتھ نہ بڑھا۔

آخر کار اس کے مشیروں نے اسے تخت و تاج سے دست بردار ہو جانے کا مشورہ دیا۔ چند دن تک وہ انکار کرتا رہا، لیکن مجبوراً اور کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر ۳/ اکتوبر کو اپنے بیٹے علی کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ اس طرح پر اس کی آٹھ سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ شریف حسین کے ظلم و ستم رانی کی وجہ سے چند خوشامدی حاشیہ برداروں کے علاوہ حجاز میں کوئی شخص اس کی دست برداری پر رنجیدہ نہ ہوا۔ اس کے انگریز حلیف تو بھلا کیا پرواہ کرتے۔ بیرونی دنیا میں بھی اس تباہی پر کوئی ہمدردی پیدا نہ ہوئی۔ اور یہ حرص و ہوا کا بندہ اور ہمہ گیر خواہشات کا پلندہ خدا کی اس وسیع دنیا میں یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار رہ گیا۔

مکہ مکرمہ اور جدہ سے بار بار انگریزی مداخلت کے لیے درخواستیں ہوئیں۔ لیکن انگریز ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بلکہ الٹا یہ اعلان کر دیا کہ دو عرب حکمرانوں کی جنگ میں وہ غیر جانب دار رہیں گے۔ دوسری حکومتوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ شریف حسین کے پاس بارہ

موٹر کاریں تھی۔ ان کے سوا حجاز میں اور کوئی موٹر نہ تھی۔ کیوں کہ شریف نے عوام کو موٹر خریدنے سے منع کیا ہوا تھا۔ ان موٹروں میں پارچات قالین بستر سونے چاندی کے زیورات سونے کی اینٹیں غرضیکہ تمام قیمتی غیر منقولہ جائیداد رکھی گئی۔ ایک کار میں شریفی خاندان کے افراد بیٹھے۔ غلاموں کو مسلح کردیا گیا۔ اس طرح یہ قافلہ شہر میں سے ہوتا ہوا جدہ کی طرف چلا گیا۔ اہالیان شہر شریف حسین سے نفرت تو کرتے ہی تھے۔ اب نظر حقارت سے بھی دیکھنے لگے۔ لیکن راستہ روکنے یا حملہ کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ جدہ پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد شریف حسین اپنے ذاتی واخانی جہاز میں بیٹھ کر اہل و عیال سمیت عقبہ ہوتا ہوا قبرص چلا گیا۔ اور سارا مال و دولت ساتھ لیتا گیا۔ سفر میں زر و مال کی نگہداشت بچشم خود کرتا رہا۔ سونے کی اینٹوں کے صندوق اکثر گنا کرتا تھا۔ تالوں کو بار بار ہاتھ لگا کر دیکھتا تھا کہ کہیں کھلے نہ رہ گئے ہوں۔ افسوس! نمک حرامی سے پیدا ہوئی یہ دولت بھی آڑے وقت میں کام نہ آئی۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۴، ۱۵۵]

شریف حسین کا حکومت سے دست بردار ہونے سے وفات تک کا سفر

شریف حسین نے ۱۹۰۸ سے ۱۹۲۴ تک بحیثیت حاکم حجاز میں گزارے۔ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک اپنے عہدہ کے ساتھ وفا کی۔ اور خوب خوب حق ادا کیا۔ اور پھر اس کے بعد آخر تک تاناشاہی سے حکومت کی، مخلوق کو پریشان کیا، اور ان کی آہوں کی زد میں آکر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو اپنے عہدے سے مستعفی ہوا۔ اور ۹/ اکتوبر کو مکہ سے نکل کر جدہ اور پھر جدہ سے عقبہ ہوتے ہوئے جون ۱۹۲۵ء میں قبرص پہنچ گیا۔ اور باقی ماندہ زندگی وہیں گزارنے لگا۔ ۱۹۳۱ کے اوائل میں اپنے بیٹے سے ملاقات کی غرض سے عمان گیا۔ اور وہیں ۴/ جون ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔ یروشلم میں تدفین عمل میں آئی۔ ملاحظہ کریں اس سفر کی مختصر سی روداد۔

اخبار الفقیہ میں اخبار شوکت بمبئی ۱۶/ نومبر ۱۹۲۴ء کے حوالے سے لکھا ہے۔:

"شریف حسین نے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک منصب شرافت کی خدمات چھ برس

تک انجام دیں۔ اور ۱۹۲۴ء تک دس برس ملک الحجاز بن کر گذارے۔ لیکن مخلوق کی آہ نے اور دشمنانِ اسلام نے تباہ کن راہ سے اسے آناً فاناً ٹھکانے لگا دیا۔“

(شوکت)[الفقیہ:۷/دسمبر ۱۹۲۴ء، ص۸،۹]

اخبار الفقیہ لکھتا ہے۔:

”شریف حسین قبرص پہنچ گئے ہیں۔ اور برطانیہ کے مہمان ہیں۔ برطانیہ نے انہیں ایک شاندار مکان دیا ہے اور ہر طرح خاطر مدارات کرتی ہے۔ (الاقبال)“

[الفقیہ، ۲۸/جولائی ۱۹۲۵، سرورق]

سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں۔:

”شریف حسین نے اکتوبر ۱۹۲۴ء میں دست برداری دے دی۔ اور فیصلہ کر لیا کہ اب خود بخود حجاز سے چلے جانا چاہیے۔ چنانچہ ۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء کو وہ مکہ شریف سے جدہ کی طرف چل دیا۔ اس کی موٹر کار کی حفاظت کے لیے مسلحہ دستہ ساتھ تھا۔ شریف جدہ میں بھی زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکا۔ ایک ہفتہ کے اندر ہی اپنے وسیع خاندان اور حرص و آز کی جمع کی ہوئی دولت کو ساتھ لے کر اپنے وخانی کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے بھی رخصت ہوا۔ اور عقبہ میں پہنچ کر دم لیا۔ یہاں بھی شہر میں داخل نہ ہو سکا۔ بلکہ سمندر میں ہی قیام پذیر رہا۔ انگریزی حکومت نے خیال کیا کہ اگر شریف نے عقبہ کے قرب میں سکونت رکھی تو وہابی ضرور بالضرور اس علاقہ پر حملہ آور ہوں گے۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ انگریزوں نے شریف کے آخری ایام میں عقبہ و معان کا علاقہ حجاز سے علاحدہ کروا کر شرق اردن کی ریاست کی حدود میں شامل کر دیا تھا۔ انگریزوں نے چاہا کہ شریف حسین کو یہاں سے ہٹا دیں۔ شریف عقبہ و معان کی علاحدگی سے ہی ناراض تھا۔ ہٹا دینے کی کوشش پر اور بھی بگڑا۔ آخر کار جون ۱۹۲۵ء میں مجبوراً ماننا پڑا۔ انگریزوں نے اسے قبرص بھیج دیا۔ اس کا خاندان ساتھ تھا۔ شریف یہاں گمنامی مگر امن کی زندگی بسر کرتا رہا۔ اور عربی گھوڑوں کی پرورش سے دل بہلاتا رہا۔ ۱۹۳۱ء کے اوائل میں شریف حسین اپنے بیٹے امیر عبد اللہ کی ملاقات کے لیے عمان کو گیا۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد بیمار پڑا۔ اور

۴؍جون ۱۹۳۱ء کو راہی ملک عدم ہوا۔ یروشلم کے حرم الشریف کی مغربی دیوار کے باہر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ تجہیز و تدفین ہوئی۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۸]

شریف حسین کی بغاوت اور اس کے نقصانات

شریف حسین کا اس طرح حجازیوں کو چھوڑ کر جانا ان کے لیے وبال جان ہو گیا۔ اس کے اس طرح بغاوت سے حجازیوں کو بہت سے نقصانات اٹھانا پڑے۔ اور حرمین طیبین پر نجدی تسلط کا اصل سبب بھی یہی بنا۔ شریف حسین نے کوئی خاص مزاحمت نہیں کی۔ اور ترکوں کے لیے بھی کوئی راہ نہیں چھوڑی، کہ وہ کچھ کر سکیں۔ اور اس طرح ابن سعود حرمین طیبین پر غالب آ گیا۔ شریف حسین کی اس بغاوت پر جو مشکلات سامنے آئیں اور جو نقصانات حجاز مقدس کو اٹھانے پڑے اس کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:۔

دو گونہ رنج و عذابست جانِ مجنوں را	بلائے فرقتِ لیلیٰ و صحبتِ لیلیٰ

جنگ عظیم کے واقعات جہاں اسلامی انقلاب تنزل و ترقی کی متضاد صفتوں کا مجموعہ ہے۔ وہاں اس میں اکثر اُمور باعثِ عبرت ہیں۔... غدار شریف نے اسلام سے ایسے وقت میں بغاوت کی جبکہ سلطنتِ اسلامیہ ایک مہیب ترین جنگ میں شامل تھی۔ اس بغاوت نے اگرچہ شقی القلب غدار شریف کو حجاز کا بادشاہ بنا دیا۔ لیکن اسلام کو اس کے اِس عمل نے جو نقصان پہنچایا اس کی تلافی کی کوئی اُمید نہیں پائی جاتی۔ حجاج کو اس شقی کی سلطنت و حکومت میں جو تکالیف ہوئیں اور میدانِ کربلا کا جو نظارہ خدا کی مبارک اور مقدس زمین پر دیکھا گیا، اخبارات میں ابھی اس کی یاد تازہ ہے۔ غدار شریف کو امارت اور خلافت کی ہوس نے اندھا کر دیا۔ اور اب نجدی حملے سے اُن کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ دنیائے اسلام کو غدار شریف کی ہمدردی نہیں، وہ مارا جائے اور خس کم جہاں پاک کی مثال اس پر صادق آئے تو آئے۔ وہ گرفتار ہو اور قید میں ہو، اس کے ظلم و ستم اور اس کی بغاوت کا خمیازہ ضرور ملنا چاہیے۔ لیکن

افسوس کہ اس کی بغاوت نے ترکوں کے لیے حجاز کے تمام راستے مسدود کر دی ے۔ اور حجاز کے سواحلی مقامات اور ارضِ شام عیسائی طاقتوں کے قبضے میں ہیں۔ امیر نجد نے حجاز پر حملہ کیا۔ اور اگر خبریں جو شائع ہو چکی ہیں صحیح ہیں تو افسوس!

کہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہے۔ اور عجب نہیں کہ دنیاے اسلام میں سواے ہندوستانی وہابیوں کے خون کے آنسو بہاے جائیں گے۔"

[الفقیہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۲۴ء، ص ۳، ۴]

(باب ۲)

حرمین طیبین پر نجدی غلبہ

شریف حسین اور امیر علی کا مکہ سے فرار اور نجدیوں کا مکہ پر قبضہ

ابن سعود اور اس کی فوج کے آنے سے پہلے ہی شریف حسین مکہ چھوڑ گیا تھا۔ اور جاتے جاتے اپنے بیٹے علی کو اپنا جانشین مقرر کر گیا تھا۔ لیکن شریف حسین کے بیٹے علی نے بھی مکہ میں رک کر ابن سعود اور اس کی فوج سے جنگ یا کسی طرح کا کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ باپ کے جاتے ہی چند دن بعد خود بھی فرار ہو گیا۔ اور اس طرح بہت ہی آسانی سے بغیر کسی مزاحمت کے امن وامان کا نام لے کر ابن سعود اور اس کی فوج مکہ میں داخل ہو گئی۔ اور مکہ معظمہ پر نجدی تسلط ہو گیا۔ ابن سعود کے امام ہونے اور ابو خالد کے حاکم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے۔:

"مکّہ معظمہ میں نجدیوں کا داخلہ پُر امن اس لیے تھا کہ شریف حسین اہلِ حجاز کی مخالفت کے باعث اپنے آپ کو بے یار و مدد گار سمجھ کر بھاگ گیا۔ اگر طائف کی طرح یہاں بھی کوئی مقابلہ ہو تا تو دنیا دیکھ لیتی کہ داخلہ پُر امن نہ ہو تا۔ بلکہ حجاج بن یوسف نے تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حرم مکّہ میں شہید کرایا تھا۔ نجدی خدا جانے کتنے مسلمانوں کو حرم مکّہ میں شہید کر دیتے۔ مگر پُر امن داخلہ صرف اسی لیے ہوا کہ مقابلہ کرنے والا کوئی موجود نہ تھا۔ بلکہ شریف کے نکلتے ہی اکثر معزز طبقہ مسلمانوں کا وہاں سے نکل گیا۔" (شوکت)

[الفقیہ: ۷/ دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۸، ۹]

اخبار مزید لکھتا ہے۔:

"طائف اور مکہ معظمہ کو شیاطینِ نجد نے لڑائی میں فتح نہیں کیا۔ بلکہ در حقیقت شریف حسین سے اُس کا مقابلہ تک نہ ہوا۔ جب شریف نے دیکھا کہ نجدی شیاطین علیہم اللعنۃ، بڑھے چلے آرہے ہیں اور طائف پر انہوں نے بے انتہا ظلم کیے ہیں۔ اور شریف میں مقابلے کی طاقت نہیں تو وہ وہاں سے چل دیا۔ اور عقبہ میں سکونت اختیار کی۔"

[الفقیہ: ۲۱/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۲]

سید سردار احمد حسنی لکھتے ہیں۔:

"امیر علی نے جو باپ کی جگہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا تھا چند روز میں دیکھ لیا کہ مکہ مکرمہ کی مدافعت محال ہے۔ ۱۵/ اکتوبر کو اس نے بھی شہر خالی کر دیا۔ جوں ہی وہ شہر سے نکلا خالد بن لوی اپنے سپاہیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا...... ۱۵/ دسمبر کو ابن سعود حاجیوں کی طرح احرام باندھے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور حالات کی تحقیق و تفتیش کی، معلوم ہوا کہ اس کے تاکیدی احکام کی اب کی بار متابعت کی گئی ہے اور شکایت کی گنجائش بہت کم ہے۔ ابن سعود نے اپنے رویہ سے اتنی بات کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے متقدمین سے نہ صرف زیادہ روادار اور فراخ حوصلہ ہے بلکہ زیادہ ہوشیار اور مدبر بھی ہے۔ مکہ مکرمہ کے فاتحانہ داخلہ کے بعد اخوان اردگرد کے علاقوں میں پھیل گئے۔ پیشتر ذکر آچکا ہے کہ لوگ شریف کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے۔ مزاحمت کا تو کیا ذکر سب نے بہ طیب خاطر اطاعت قبول کرلی۔" **[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ :سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷]**

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بھرائچ کا بیان ہے کہ۔:

"مکّہ مکرمہ میں جب افواجِ نجدیہ داخل ہوئیں تو بعد ظہر عصر سے قبل ممبر پر چڑھ کر ایک شر قعی نجدی نے خطبہ پڑھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ شہر بلد الامین ہے۔ اللہ نے آپ لوگوں کو امن دیا۔ اور ہم لوگوں کی طرف سے آپ لوگوں کو امن ہے۔ آپ امن و امان کے ساتھ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں۔ کل یا پرسوں صبح کو امیر کا نامہ شیبی کے ساتھ طائف سے آئے گا اور وہ تم لوگوں کو امیر کا حکم پوری طرح سنائیں گے۔ دوسرے روز خالد و شیبی وغیرہ صبح کے وقت مکّہ میں آئے۔ اور حرم میں شہرت ہوئی کہ شیبی صاحب آتے ہیں۔ شیبی صاحب حنبلی مصلّے کے قریب آکر قبلہ رُخ چھوٹی سی دیوار پر کھڑے ہوئے اور مَیں بھی طواف سے فارغ ہو کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ امیر عبد العزیز کا فرمان شیبی صاحب نے پڑھا۔ اس میں بھی مثل خطبہ مذکورۃ الصدر الفاظ تھے۔ اور شریف حسین کے متعلق جو کلمات انہوں نے کہے وہ یہ تھے کہ:

"شریف حسین ملحد تھے اور ظالم تھے۔ اللہ نے ہم لوگوں کو فتح دی۔"

مکّہ والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ:

"امیر اہلِ مکّہ جو اراِہل مکہ تم لوگ امن و امان کے ساتھ کاروبار میں مشغول ہو۔ امام تم لوگوں کے عبد العزیز اور حاکم یہاں کے ابو خالد ہیں۔" [الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۴، ۵]

مکہ میں نجدیوں کا داخلہ اور آغاز ظلم و ستم

نجدیوں نے مکہ میں امن و امان کا پیغام دیتے ہوئے داخلہ لیا۔ لیکن جب مکمل غلبہ ہو گیا تو اپنے اصل مقصد پر عمل درآمد کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ اپنے مذہب کی رو سے جو انہیں جائز لگا انہوں نے وہ سب کیا۔ مزارات مقدسہ، مقامات متبرکہ کو منہدم کرنا شروع کر دیا۔ چاروں طرف سے آوازِ احتجاج اُٹھی۔ مگر ان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور وہ برابر پاک نشانیاں مٹاتے رہے۔ ہم اس کی تفصیل آگے بیان کریں گے۔ یہاں ہم بس ایک حوالہ سید سردار محمد کی کتاب، سوانح حیات سلطان ابن سعود، سے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ کریں:

"یہ واقعہ ہے کہ سلطان ابن سعود کے احکام اس وقت اہالیان مکہ کے کام آئے شہر میں قتل و غارت نہ ہوئی۔ طائف کے کشت و خون کے متعلق انگریزوں نے زبردست احتجاج کیا تھا۔ اور سلطان ابن سعود نے ارادہ کر لیا تھا کہ حجاز کے متعلق بقیہ کاروائیاں اس کی ذاتی نگرانی کے ماتحت ہوں۔ چنانچہ شہر میں امن و امان کا اعلان کر دیا گیا۔ اور سلطان ابن بجاذ شیخ غط غط نے عارضی طور پر شہری نظم و نسق سنبھال لیا۔ لیکن امن و امان قائم ہو جانے کے باوجود اخوان بپھرے ہوئے تھے۔ انہیں اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین کی جانیں بچ جائیں تو بچ جائیں۔ لیکن مقابر و مزارات ضرور منہدم کر دئے جائیں گے۔ اور مساجد کی آرائشیں ضائع کر دی جائیں گی۔ کیوں کہ ان کے اعتقاد کے مطابق ان چیزوں کے وجود میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حرم کے وہ تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے تھے۔ آن کی آن میں تباہ و برباد کر دیے گئے۔ وہ تمام رسوم و شعائر جن کی سند وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن و سنت میں موجود نہ تھی۔ بیک جنبش قلم ممنوع قرار دیے گئے۔

اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عالم اسلام میں غصہ و اضطراب کی لہر اٹھی۔ ایران کے شیعوں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ لوگ وہابیوں سے بدگمان تو پہلے ہی سے تھے جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا بلا تحقیق و تدقیق صحیح تسلیم کر لیا گیا۔ وہابی اس فعل کو قرآن و سنت کے مطابق سمجھتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے غم و غصہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنے کام سے کام رکھا۔'' **[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷]**

مدینہ منورہ پر نجدیوں کی گولہ باری اور گنبد خضری کا نقصان

مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابن سعود نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اور فوج کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا۔ نجدیوں نے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے حجازی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے گولہ باری کی۔ جس سے گنبد خضری، اور گنبد مرقد امیر حمزہ زد میں آ گیا۔ اخبار لکھتا ہے۔:

''بمبئی ۲۵/ اگست۔ سید طاہر الدّباغ نے اخبارات کو اطلاع دی ہے کہ وہابیوں کی مدینہ منورہ پر گولہ باری روضہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرقد مبارک کے گنبد کی تصدیق ہو گئی ہے۔ وہابیوں کو اس دست درازی کی سزا یہ ملی ہے کہ انہیں مدینہ میں سخت شکست اُٹھانی پڑی ہے۔ وہ حصار کی طرف جو یثرب سے تیس میل کی مسافت پر ہے، پسپا ہو گئے ہیں۔ مدینہ کی محصور فوج نے جان توڑ کر مقابلہ کیا اور وہابیوں کو سخت نقصان جان پہنچایا۔ اب وہابیوں کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ مسلمانانِ ہند کو اپنے فرائض کا احساس کرنا چاہیے۔ اگر وہابیوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو دنیا سے اسلام مٹ جائے گا۔ یہ منحوس خبر پڑھ کر دل پارہ پارہ ہو گیا کہ خبیث ابنِ سعود کی فوج مدینہ منورہ پر گولہ باری کر رہی ہے، جس کے باعث مسجد نبوی کے گنبد مبارک کو صدمہ پہنچا۔ اور مسجد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، سرورق]

گنبد خضری پر گولی باری پر ایرانی تائید

گنبد خضری پر گولی باری کی نجدیوں کی طرف سے تردید بھی کی گئی۔ لیکن ایرانی حکومت کی طرف سے اس خبر کی تحقیق کے لیے ایک وفد مدینہ منورہ پہنچا۔ اوراس نے معائنہ کرنے کے بعد گنبد خضری پر پانچ گولیاں لگنے کی اطلاع دی۔ سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں۔:

”حج کے بعد پھر فتوحات کا خیال پیدا ہوا۔ مدینہ منورہ ابھی تک شریف کے ہاتھ میں تھا..... اگست میں نجدی افواج مدینہ کی طرف بڑھیں۔ اسی مہینہ کی ۲۵/ تاریخ کو امیر علی کے حکام نے اقصائے عالم میں یہ خبر مشہور کر دی کہ نعوذ باللہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مقدس مرقد پر نجدی گولہ باری کر رہے ہیں۔ نجدیوں کی طرف سے تردید تو شائع ہوئی۔ لیکن بعد از وقت پہنچی۔ مسلمانوں میں پھر غیظ و غضب برپا ہوا۔ مسلمان حکومتوں کی طرف سے احتجاج شائع ہوے۔ فردا فردا مسلمان بھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے کوشش کرتے رہے۔ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے بھیجا۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں اس وفد نے بیان شائع کیا کہ واقعی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے روضے کے گنبد میں پانچ گولیاں لگی ہیں۔“ **[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۷]**

ایران میں مدینہ طیبہ پر گولہ باری کی مذمت

مدینہ منورہ پر گولہ باری کی دلدوز خبر سے پوری دنیا میں کہرام برپا ہو گیا۔ اور لوگوں نے اپنے اپنے طور پر مذمت کی۔ ایرانی پارلیمنٹ کے ممتاز ممبر موواراس نے مدینہ منورہ پر گولہ باری کی مذمت کرتے ہوے کہا:

”ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان متفق ہو جائیں۔ ایران مدینہ منورہ پر گولہ باری کے خلاف ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ وزیر اعظم نے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے معاملہ میں ہم اپنی تمام قوت صرف کر دیں گے۔“ (رپورٹر)

[الفقیہ: ۱۴/ستمبر ۲۵ء ص ۱۱]

مدراس میں مدینہ طیبہ پر گولہ باری کی مذمت

روضہ مطہرہ پر گولہ باری کی خبر سے مسلمانان مدراس تڑپ اٹھے۔ شہر میں عام ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"مدراس ۲۹/ اگست: اس خبر نے کہ مدینہ پر گولہ باری کے دوران میں روضہ مطہرہ کو صدمہ پہنچا ہے، مدراس کے مسلمانوں میں نفرت و غصہ کی آگ بھڑکا دی ہے، کل یہاں ایک عام جلسہ ہو گا، اور شہر کے مسلمانوں کی جانب سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ کل عام ہڑتال کریں۔(ایسوسی ایٹڈ پریس)"[مرجع سابق]

ابن سعود اور گنبد خضری کی حفاظت کا جھوٹا دعوی

عالم اسلام میں جب ہر طرف گنبد خضری کے اندیشہ انہدام کی خبریں گرم ہونے لگیں۔اور ہر چہار جانب سے مذمت زور پکڑنے لگی تو ابن سعود نے یہ چال چلی کہ اپنے مرید اور غلام خاص مدیر اخبار زمیندار لاہور ظفر علی خاں کے ذریعہ یہ خبر عام کرائی کہ ابن سعود کا کہنا ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے گنبد خضری کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔اس کی حفاظت کے لیے میں اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ حالانکہ یہ سراسر فریب تھا۔

الفقیہ کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں۔:

"۲۸/ ستمبر ۲۶ء کے روزانہ اخبار بریلی میں ظفر علی خاں کا تار بنام ابن سعود مع جواب شائع ہوا ہے۔ جس میں ابن سعود کہتا ہے کہ گنبد خضری کی حفاظت کے لیے میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔جب تک میرے دم میں دم ہے گنبد خضری کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔اسی کے ساتھ ہی تمام بزرگان دین کے مقابر کی ہم لوگ حفاظت کر رہے ہیں" یہ سفید جھوٹ ہے۔ جس کی تشریح و توضیح کے واسطے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کو تو اس پر کذب تحریر میں ہزاروں مکر و کید نظر آتے ہیں۔وہ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے جنت المعلی اور جنۃ البقیع کے قابل تعظیم مقابر کی بے حرمتی و تباہی و بربادی دیکھی ہے۔ان الفاظ کو پڑھ کر لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ظفر علی

خان نے وہابیہ کی طرح تمام عالم کے مسلمانوں کو کیوں بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا بزرگان دین کے مقابر کی حفاظت کے یہی معنی ہیں؟ کہ ان کے نام و نشان تک مٹا دیے جائیں۔ حتی کہ ان کے قبر کی مٹی تک نکال کر پھینک دی جائے۔ ہزاروں حجاج کی چشم دید شہادت اور وفد خدام الحرمین کے شائع شدہ فوٹو اس کا بین ثبوت ہیں ان کو جھٹلانا آفتاب پر خاک ڈالنا۔ یا یوں سمجھیے کہ دن کو رات کہنا ہے۔ جس پر اعتبار نہ کرے گا مگر آنکھوں سے اندھا۔ ہاں ابن سعود کے ان الفاظ سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس کے نزدیک اصحاب کرام، اہلبیت عظام، امہات المومنین، خلفاے راشدین جیسے جلیل القدر اکابر کے مقابر بزرگان دین کے مقابر نہیں ہیں۔ جبھی تو جنت المعلی اور جنت البقیع کے مزارات کو شہید کر کے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔

اور یہ کہ جن قبور کی حفاظت کی جارہی ہے اور جن کو ابن سعود بزرگان دین کے مقابر بتاتا ہے وہ وہابیہ مرتدین کے مقابر ہیں۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ وہ مبارک ہستیاں جن کے مزارات زمین کے برابر کیے گئے ہیں سب کے سب مسلمانوں کے اکابر دین ہیں۔ ان سے اور ان کے مزارات کی حفاظت سے ابن سعود اور اس کی جماعت کا کیا تعلق ہے۔ رہا گنبد خضری کی حفاظت کا وعدہ اس کے متعلق صرف اتنا ظاہر کر دینا کافی ہے کہ اس کے مواعید کاذبہ کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جس نے اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت واصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے مقابر شہید کیے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کی محافظت کا وعدہ کر چکا تھا۔ آزمائے ہوئے کو آزمانا پرلے سرے کی نادانی اور جہالت ہے۔ یہ امر قابل غور ہے، کہ جب وہابیہ کے مذہب میں مسلمانوں کے اکابر کے مقابر برقرار رکھنا شرک وبت پرستی ہے۔ تو اس ناپاک حکم سے گنبد خضری کیوں کر مستثنیٰ رہ سکے گا؟ ظفر علی خاں اور ان کی جماعت کو یقین کامل رکھنا چاہیے کہ مسلمان ابن سعود کے مواعید پر اعتبار کرنا اپنے حق میں سم قاتل سمجھتے ہیں۔ اس وقت تک جیسے کچھ قیامت خیز اور دردانگیز واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کا خیال مسلمانوں کے واسطے سوہان روح ہے۔ ابن سعود کے وعدوں کا اعتبار کر کے مسلمانوں نے جو جو نقصانات اٹھائے ہیں ان کی تلافی غیر ممکن نظر آتی ہے۔ گنبد

خضریٰ کو نقصان پہنچانے کا سوال تو مسلمانوں کی موت کا سوال ہے۔ روضہ منورہ پر ہر مسلمان نقد جان نثار کرنے کو تیار ہے۔ مسلمانوں کا پیمانہ صبر اب لبریز ہو چکا ہے۔ وہ وہابیہ مرتدین کے ان مواعید کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ حرمین شریفین پر ایسی خونخوار دشمن اسلام قوم کی حکومت کا رہنا ایک لمحہ بھی گوارا نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ زمانہ قریب ہے کہ نجدی تباہ و برباد ہوں، اور اپنے ظلم و ستم کا مزہ چکھیں۔ جیسا کہ گزشتہ زمانہ میں جور و ستم توڑ کر مصریوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے۔ کروڑوں بندگان خدا کی آہیں خالی نہ جائیں گی۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ نجدیوں کی تباہی و بربادی کے واسطے بدعا ہے۔"

(خاکسار عرفان علی رضوی بیسلپوری عفی عنہ)[الفقیہ:۱۴/اکتوبر۲۶ء ص۷،۸]

مدینہ طیبہ پر گولہ باری حامیان ابن سعود کی نظر میں

مدینہ طیبہ پر گولہ باری کی حقیقت کو افترا پردازی پر محمول کر کے ابن سعود کو بچانے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہوئے حامیان ابن سعود نے اپنی سطحیت کا کھل کر اظہار کیا۔ مگر الفقیہ اخبار نے ان ایجنٹوں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ اخبار لکھتا ہے۔:

"مدینہ طیبہ پر گولہ باری گنبد اقدس کا نقصان اور مسجد امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا نقصان ذریت شیخ نجدی کے خیال میں دشمنان قرن الشیطان ملعون کا افترا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو تار فلسطین سے آیا ہے وہ زیادہ معتبر ہے، اس لیے کہ وہ ایسے لوگوں کی طرف سے ہے جو شریف غدار کے حامی اور امیر عبد اللہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہیں۔ بات تو بڑی معقول ہے۔ مسیحی مناظر کہا کرتے ہیں:

کہ قرآن شریف (معاذ اللہ) کلام الٰہی نہیں۔ اس لیے اس کا اعتبار نہیں۔ مگر جب حضرت مریم صدیقہ کا معاملہ آجائے تو قرآن شریف کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ یہی حال ان حامیان و دلالان نجدی ملعون کا ہے۔ فلسطین والے جھوٹے کذاب ان کی ہر بات نا قابل اعتبار۔ البتہ اس بات میں وہ ضرور سچے ہیں جس میں نجدی ملعون کی کچھ حمایت ہو۔ ان احمقوں سے کوئی پوچھے! کہ جس گواہ کو تم جھوٹا کہتے ہو اس کا کوئی ایک قول کس طرح حجت

اور دلیل ہو سکتا ہے؟ اول تو اس امر کا ثبوت ہی کیا ہے کہ تردیدی تار در حقیقت کسی ایسی جماعت کا ہے جس کو شریفی خاندان سے کوئی تعلق ہے؟ یقیناً یہ تار کسی شیطانی ایجنٹ کا ہوگا۔ لیکن لطف یہ کہ اس تار میں گولہ باری سے انکار نہیں۔ اور مسجد امیر حمزہ کا اعتراف ہے۔ مگر نجدی ملعون کی حمایت میں شیطانی پروپیگنڈا کرنے والوں کی حماقت بدستور قائم ہے۔ اور وہ دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کرنے پر مجبور ہیں۔"

[الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص ۴]

مزید لکھا ہے:

"اخبار اسفہ السفہا عرف زمیندار ناہنجار میں ایک ضرورت سے زیادہ احمق کے خیالت پریشان شائع ہوئے ہیں، جو مدینہ منورہ اور گنبد خضری پر گولہ باری کے امکان و عدم امکان پر اپنی حماقت چھانٹنے کی ضرورت سمجھتا ہے۔ پہلے تو مدینہ منورہ کے حلقوں کی تفصیل بتاتا ہے، اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے مضبوط قلعے ہیں جو حملہ آور کو ناکام ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ حالانکہ اس کا مردود آقا اور ولی نعمت یہ خباثت چھانٹ رہا ہے کہ مدینہ منورہ کو فتح کرنا صرف ایک گھنٹہ کا کام ہے۔ اس کے بعد یہ مضمون نگار لکھتا ہے کہ مسجد نبوی اور گنبد خضری مرکز شہر میں واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف تین تین چار چار منزلہ عمارتیں ہیں۔ اس لیے بیرونی شہر سے گولہ کا گنبد خضری تک پہنچنا محال اور ممتنع ہے۔ بہت اچھا مگر یہ دروغ گو آگے چل کر لکھتا ہے: کہ امیر علی کی فوج نے مسجد نبوی پر توپ خانہ نصب کیا۔ اور قرن الشیطان کی فوج پر گولہ باری کی ہوگی۔ اس احمق سے کوئی پوچھے کہ ابھی تو تو یہ کہہ آیا ہے کہ وہاں تک گولہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اب تو اس کا امکان ثابت کر رہا ہے سچ ہے۔ ع

دروغ گو را حافظہ نباشد

شیخ نجدی مردود کی ذریت میں داخل ہو کر یہ لوگ اپنا دین ایمان برباد تو کر ہی دیتے تھے۔ مگر ساتھ ہی ان کے دماغوں سے عقل رفو چکر ہو جاتی ہے اور اس کے بدلے حماقت اور سفاہت قبضہ کر لیتی ہے۔ مشہور خلاف بزرگ جو بمبئی میں بیٹھ کر اپنے آقا اور ولی نعمت شیطان نجدی مردود کی خیر منا رہا ہے، اور اس کی ابلیسانہ کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر

رہاہے۔اور دنیاے اسلام کو منافقانہ دھوکے دینے میں بڑا مشتاق ہے، شیطان نجدی مردود کی طرف سے ایک لاسلکی پیغام کا آنا بیان کرتا ہے، جس میں نہ تو گنبد خضرا کا ذکر ہے نہ اس پر گولہ باری سے انکار، بلکہ صرف مساجد کے احترام کا وعدہ کرتا ہے۔اس پر خلافی گر گا کہتا ہے کہ اس تار پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔واقعی شیاطین کے خیال میں تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ مگر مسلمان اوراہل نظر مسلمانوں کے سامنے اس تار کے الفاظ پکار پکار کر زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ مردود شیطان نجدی کے ملعون لشکر نے ضرور روضہ مطہرہ پر گولہ باری کی ہے۔"[الفقیہ:۱۴ر ستمبر۱۹۲۵ء ص۴]

مدینہ طیبہ پر نجدی تسلط

۵ر دسمبر۱۹۲۵ء کو نجدی فوج مدینہ منورہ پر غالب آگئی اور مدینہ طیبہ پر نجدی قبضہ ہو گیا۔سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں:

"آخر کار ۵ر دسمبر کو مدینہ منورہ ابن سعود کے قبضہ میں آگیا۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ:سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت۱۹۳۶ء، ص۱۵۷]

ہندوستان میں مدینہ طیبہ پر نجدی تسلط سے متعلق خبریں مکمل طور پر موصول نہیں ہورہی تھیں۔کچھ خبریں سچ تو کچھ جھوٹ۔ہندوستان میں جو خبر عام ہورہی تھی وہ یہ تھی کہ ابن سعود نے مدینہ پر قبضہ کرلیااور بہت ہی امن وسکون کے ساتھ یہ قبضہ ہوا ہے۔مدینہ میں مسجد امیر حمزہ میں چراغاں کیا گیا،اور وہاں بالکل امن وامان ہے۔اس طرح کی خبروں کی تردید کرتے ہوئے نیز طائف ومکہ میں قبضہ کے وقت نجدی ظلم کی مختصر سی روداد بیان کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے:

"مسلمانوں کے لیے سخت رونے کااور ماتم کرنے کامقام ہے کہ جو شیاطین نجد کے منحوس اور ناپاک ونجس اجساد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوگئے۔قرن الشیطان ملعون کے نمائندہ نے قاہرہ سے شوکت علی کو تار دیاہے۔اور شوکت علی نے ہندوستان میں

اس خبر کی اشاعت کی ہے۔ اس خبر میں بیان کیا گیا ہے کہ شیطانی لشکر امن و امان سے داخل مدینہ منورہ ہوا۔ اور مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ میں چراغاں کیا گیا۔ یہ امر تو قابل تسلیم ہے کہ شیطانی لشکر مدینہ منورہ پر قابض ہو گیا ہو گا، کیوں کہ اہل مدینہ محصور تھے۔ اور اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر کے باشندے فاقوں سے تنگ آرہے تھے۔ مگر یہ امر تاوقتیکہ معتبر ذرائع سے اس کی تصدیق نہ ہو قابل اعتبار نہیں، کہ شیطانی لشکر نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ میں چراغاں کیا۔ اول یہ کہ شیطان نجد کے مذہب کے رو سے قبوں سے تعرض نہ کرنے والا خواہ کتنا ہی متقی و پرہیز گار ہی کیوں نہ ہو کافر مطلق ہے۔ اور قبہ مبارکہ گنبد خضرا مستثنی نہیں۔ تو اگر شیاطین نجد اسے مسمار نہ کریں تو وہ بے دین اپنے شیطانی مذہب کے احکام کی رو سے کافر ہوئے۔ اس لیے کس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ وہ شیاطین اپنے آپ کو کافر بنانے پر راضی ہو جائیں۔

دوسرا یہ کہ ان کے اقوال کا کوئی اعتبار اس لیے بھی نہیں ہو سکتا کہ طائف میں جو ظلم و ستم ان شیاطین سے سرزد ہوئے ان سے اور انہدام مساجد و مقابر و قبہ جات سے مدت ہائے دراز تک انکار کرتے رہے۔ اگرچہ یہ سب خبریں معتبر تھیں۔ لیکن آخر کار جب گزشتہ حج کے موقع پر مسلمانوں نے منہدم شدہ مساجد و مقابر و قبہ جات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو تصدیق ہو کر ہی رہی۔ اگرچہ خلافی نمائندوں نے ہندوستان پہنچنے تک جہازوں میں اس کی سخت کوشش کی کہ حجاج حج کرنے کے بعد اپنا ثواب حج جھوٹ بول کر اور اخفائے راز رکھ کر ضائع کر دیں۔ مگر ان کی تمام کوششیں اور منت لجاجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر شیاطین نے یہ پہلو بدلا کہ قبے اور مزارات واجب الانہدام تھے۔ اور از روے شریعت ان کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور قرن الشیطان (لعنۃ اللہ علیہ وعلی آبائہ واجدادہ واعوانہ وانصارہ) نے کہہ دیا کہ اگر از روے شریعت قبوں اور مزارات کا جواز ثابت ہو جائے تو وہ ملعون سونے اور چاندی کے بنوا دے گا۔ اس لیے مطابق حکم خداوندی اذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا، ان شیاطین کے اقوال پر مسلمان اعتبار نہیں کر سکتے۔ تار دینے والا شیطان نمائندہ اور جس کو تار بھیجا جاتا ہے وہ شیطانی ایجنٹ ہی نہیں بلکہ شیطانی اعمال پر پردہ ڈالنے والا اور اصلیت کو چھپانے والا اور

مسلمانوں کو دھوکے میں رکھنے والا ثابت ہو چکا ہے۔ اس طرح اس خبر کے دونوں راوی فاسق ہیں۔ تو مسلمان کس طرح اعتبار کریں۔ اگر یہ دھوکہ دیا جائے کہ واقعی شیطانی مذہب میں قبے گرا دینے کا حکم ہے۔ مگر شیطانی جماعت مسلمانان عالم کے جذبات کی پرواہ کرتا ہے اس لیے قبہ گنبد خضرا کو منہدم نہیں کرائے گا، مگر یہ غلط ہے۔ انسان کو اور پھر قرن الشیطان ملعون جیسے ضدی کو دوسروں کی اتنی پرواہ نہیں ہوتی، جتنی مذہب کی ہوتی ہے۔ اگر شیطان ملعون کو مسلمانان عالم کی جذبات کی پرواہ ہوتی، تو وہ طائف میں ظلم و ستم کیوں روا رکھتا؟ عورتوں اور بچوں کو قتل کیوں کرتا؟ مسلمان اور غیر مصافی مسلمانوں کا مال کیوں لوٹتا؟ اور اس کو مال غنیمت کیوں سمجھتا؟ اور خمس کیوں لیتا؟ وہ ملعون تو تمام مسلمانوں کو جو اس کے نجس و ناپاک مذہب پر نہیں چلتے مسلمان ہی قرار نہیں دیتا اور کافر سمجھتا ہے۔ تو اب اسے ان مسلمانوں کے جذبات کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جن کو وہ ملعون کافر جانتا ہے۔ چراغاں کا معاملہ بھی مشتبہ ہے۔ اگر چراغاں کی ضرورت لاحق ہوئی تھی تو مسجد نبوی اس کے لیے زیادہ موزوں ہو سکتی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مسجد جو شہر سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے چراغاں کے لیے منتخب کرنے کی حکمت عملی خدا جانے کیا ہے؟ مگر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ چراغاں کرنا شیطانی مذہب میں جائز بھی ہے یا نہیں؟

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ اور بدعت سیئہ کا مرتکب جہنمی ہے۔ کیا شیاطین نجد نے اپنے آپ کو جہنمی بنانا بخوشی منظور کر لیا۔ بہر حال اب دیکھنا ہے کہ اس کے بعد مسلمانوں کی روش کیا ہونی چاہئے۔ ہمارے نزدیک بمبئی یا لاہور میں تمام حنفی مسلمانوں کی ایک مجلس شوری منعقد کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اور ایسے حنفیوں کو اس کی شرکت کی تکلیف نہ دی جائے جو شیطانی پروپیگنڈا سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اس مجلس میں حجاز کے مستقبل کے متعلق غور و خوض کیا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ حنفی مسلمان اپنی جائدادوں میں سے کافی حصہ الگ کر کے اس کار خیر میں وقف کریں۔ مگر پہلے گورنمنٹ ہند سے استفسار کیا جائے کہ وہ آویزش نجد و حجاز میں غیر جانبدار رہے یا نہیں؟

اگر یہ معلوم ہو کہ گورنمنٹ کسی فریق کی طرفدار ہے تو پھر معاملہ بہت مشکل

ہے۔ اور گورنمنٹ کا مقابلہ کرنا عقلمندی نہیں بلکہ بغاوت ہے..... مسلمانوں کو بددل نہیں ہونا چاہیے۔ شیطان نجد کے مورثان اعلیٰ نے بھی حرمین شریفین پر قبضہ کرلیا تھا اور کئی سال تک یہ قبضہ رہا تھا۔ آخر محمد علی پاشا مرحوم نے ۱۸۱۲ء میں ان شیاطین کے وجود سے حرمین شریفین کی تطہیر کی۔ اور نجدیوں کے دارالخلافہ کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا تھا"

[الفقیہ:۲۸/ ستمبر ۱۹۲۵ء ص۵،۶]

مزید مدینہ منورہ پر نجدی قبضہ سے متعلق اخبار لکھتا ہے۔:

"یہ خبر جب مشہور ہوئی تھی کہ مدینہ منورہ پر شیاطین نجد کا قبضہ ہو گیا ہے تو ہمیں اس لیے اس پر یقین ہو گیا تھا کہ اہل مدینہ پر فاقہ کشی کی سخت ترین مصیبت تھی۔ خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ شیاطین نجد نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور درآمد و برآمد کے راستے اور ذرائع مسدود تھے۔ لیکن اس کے بعد ہی قاہرہ کے تار نے پہلی خبر کی تردید کر دی۔ زمیندار اور دیگر شیطانی ایجنٹ اخبارات نے تردیدی خبر کو شائع نہیں کیا۔ اگر پہلی خبر شیاطین نجد کے خلاف اور دوسری خبر ان کی تائید میں ہوتی تو نجد کے تمام ایجنٹ عموماً اور زمیندار خصوصاً بڑے شد و مد سے روغن قاز مل کر شائع کرتا۔ مگر چوں کہ معاملہ اس کے خلاف تھا، اس لیے تردیدی خبر کا ذکر تک نہیں کیا، بلکہ اس کے بعد کی یہ خبریں پھیلائی گئی ہیں کہ نجدی شیطان نے تبوک پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور حجاز ریلوے کے ایک حصہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ ان خبروں کی نہ تو تصدیق ہوئی اور نہ تاحال تردید واقعات۔ واقعات بالکل پردہ میں ہیں ۔ اور کوئی مستند خبر موصول نہیں ہوتی۔ خدا جانے کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے۔

چوں کہ طائف کے معاملہ میں ساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے کہ نجدی سخت ترین ظالم اور سفاک ہیں۔ اور غیر مصافی مسلمانوں کا قتل، ان کے مال و متاع کو لوٹنا اور بچوں کو قتل کرنا اور عورتوں کو بے عزت کرنا اور خود قرن الشیطان کا لوٹے ہوئے مال سے خمس لینا محض اس بنا پر تھا کہ مقتول اور مظلوم لوگ شافعی حنفی وغیرہ تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اب تمام سفاکیوں کو راز میں رکھا جائے گا۔ اور بیرون حجاز تک کوئی صحیح خبر پہنچائی جائے گی۔ اس لیے مسلمانوں کو صبر سے صحیح خبروں کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ منتقم حقیقی اسی طرح کوئی

سامان پیدا کر دے گا، جس طرح کہ موجودہ قرن الشیطان کے ملعون مورثوں کے مقابلہ میں اس وقت پیدا کیا تھا، جب کہ ان شیاطین نے آج کی طرح حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا تھا۔"

[الفقیہ:۱۴/اکتوبر۱۹۲۵ء ص۳]

ابن سعود کی جدہ پر حملہ کی تیاری اور امیر علی کی دفاعی پوزیشن

مدینہ منورہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اب جدہ رہ گیا تھا۔ جہاں امیر علی دفاعی پوزیشن میں اپنی فوج کے ساتھ اپنی بچی کچی حکومت بچانے کی فکر میں تھا۔ اخبار الفقیہ میں لکھا ہے۔:

"لندن ۱۶/ فروری اس امر واقع کی تصدیق کہ جدہ مسخر نہیں ہوا۔ امیر علی کے ایک برقی پیغامبر نے دی ہے۔ جو ڈاکٹر ناجی الاصیل کو موصول ہوئی۔ یہ پیغام ۱۴/ فروری کو بھیجا گیا تھا۔ اس پیغام میں معمولی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور فوجی صورت حالات کی ابھی تک ساز گار نہیں ہوئی ہے۔" **[الفقیہ:۲۱/ فروری ۱۹۲۵ء سرورق]**

سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں۔:

" امیر علی اس وقت جدہ میں پناہ گزیں تھا۔ جدہ کے علاوہ صرف مدینہ منورہ اور ینبوع ایسے مقامات تھے جنھوں نے ابن سعود کی اطاعت ابھی تک اختیار نہ کی تھی۔ باقی سارے حجاز پر ابن سعود کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ شریفی طاقت کا بڑا مرکز اس وقت جدہ ہی تھا۔ جس قدر اسلحہ اور سپاہی شریف کو میسر آسکتے تھے جدہ میں موجود تھے۔ ان لوگوں میں سے جو شریف کی رہنمائی میں جنگ عظیم کے دوران میں ترکوں کے خلاف لڑ چکے تھے اکثر زندہ تھے۔ اور شریف کی حمایت میں جنگ کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ شہر کے باہر خندقیں کھودی گئیں۔ اور جملہ عسکری استحکامات کر لیے گئے۔ بارود بچھا دیا گیا۔ تاریں پھیلائی گئیں۔ اور چند پرانے ہوائی جہاز بھی جنگ کے لیے مخصوص کر دیے گئے۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷]

ابن سعود نے چوں کہ قریب قریب پورے حجاز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اب جدہ پر

قابض ہونا کوئی مشکل نہیں تھا۔ حجازی فوج سے چند جنگی جھڑپیں ہوئیں اور اس کے بعد حالات ابن سعود کے حق میں ہو گئے۔ ہم یہاں دو چند جنگوں کی خبریں پیش کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

امیر علی اور ابن سعود کے مابین مزاحمت ابن سعود زخمی

امیر علی کے وزیر خارجہ تحسین پاشا نے امیر عبداللہ کے نام حسب ذیل تار ارسال کیا۔ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ امیر علی اور ابن سعود کی فوج کے مابین جنگ ہوئی۔ جس میں ابن سعود کا پاؤں ٹوٹ گیا اور آل سعود کے چار لوگ زخمی ہوئے۔ مزید ڈیڑھ سو لوگوں کی جان گئی۔ اور بہت سے اونٹ گھوڑے بھی مارے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”۱۰/ جمادی الثانی کو صبح کے وقت دشمن کی فوج نے حملہ کیا۔ دشمن کے سوار ہمارے لشکر کے سامنے آگئے تو ہم نے آگ برسائی۔ اور نصف گھنٹہ میں دشمن کے لشکر کو بہت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ ۱۱/ جمادی الثانی کو محاذ پر سکون رہا۔ ہوائی جہاز دشمن کے لشکر پر پہنچا، اور گولے برسائے۔ دشمن کے ڈیڑھ سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ نیز ہمارے توپوں سے دشمن کے بہت اونٹ اور گھوڑے بھی مارے گئے۔ ایک گولہ ابن سعود کے خیمہ کے پاس گرا جس سے بعض آدمی مارے گئے اور بعض زخمی ہوئے۔ اور ابن سعود کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ اور آل سعود میں سے چار آدمی زخمی بھی ہوئے ہیں۔“

[الفقیہ: ۲۱/ فروری ۱۹۲۵ء سرورق]

نجدیوں اور حجازیوں میں سخت جنگ

نزلہ اور دغامہ میں نجدی و حجازی جنگ سے متعلق اخبار لکھتا ہے۔:

”الاہرام کو جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ نزلہ پر حجازیوں اور نجدیوں کی ایک سخت جنگ ہوئی حجازی فوج کے افسر شریف عبد الکریم تھے۔ جو ایک روز محصور رہے۔ ایک سخت جنگ کے بعد نجدی نزلہ سے دغامہ کی طرف ہٹ گئی۔ شریف عبد الکریم کہتے ہیں کہ اس قصبہ کی گلیاں مقتولوں کے اعضا سے بھری ہوئی ہیں۔ ایک سو نجدی

اِس قریہ میں مارے گئے۔ حجازی طیاروں نے بم بھی پھینکے۔"

[الفقیہ:۱۴/مارچ ۱۹۲۵ء سرورق]

اخبار الفقیہ فتی العرب کے حوالے سے جدہ پر نجدی و حجازی مزاحمت سے متعلق لکھتا ہے۔:

"حجازیوں اور نجدیوں میں جنگ کی حالت طول پکڑے گی۔ کیوں کہ جدّہ کا فتح کر لینا آسان کام نہیں۔ ابنِ سعود کے آباواجداد بھی جدّہ فتح نہ کر سکے۔ اور جنگ کا اختتام صرف جدّہ کے لینے پر نہ ہو گا بلکہ حجازیوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ایک ایک گز زمین پر جنگ کریں گے۔ مدینہ منورہ، رابع معان وغیرہ حجازیوں کا قبضہ ہے۔ جدّہ کے قریب جنگ ہو جانے سے کیا عجب ہے کہ وہابیوں کی قوت ٹوٹ جائے۔"[مرجع سابق، ص۱۰]

حجاز ریلوے پر وہابیوں کا حملہ نجدیوں کی شکست فاش

نجدیوں نے مدینہ سے معان کی طرف واقع ریلوے پر حملہ کیا۔ جس کے سبب محافظ فوج اور نجدیوں کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ بہت سے نجدی مارے گئے۔ اور نجدی فوج کا افسر گرفتار کر لیا گیا۔ اخبار لکھتا ہے۔:

"فتی العرب ۱۷/رجب کی اشاعت میں رقم طراز ہے: کہ وہابیوں کی ایک جماعت نے حجاز ریلوے کے اُس حصے پر جو مدینہ سے معان کی طرف جاتا ہے، حملہ کیا۔ اور ریل کی آمد و رفت کو روک دیا۔ ریلوے محافظ فوج سے ایک سخت معرکہ ہوا۔ وہابی اکثر مقتول ہوئے۔ اور افسر گرفتار ہوا۔ (افسوس یہ قتل باہمی تابکے)"[مرجع سابق، ص۱۱]

اہل شام کا حجازی فوج میں شریک ہونا

فتی العرب رقم طراز ہے۔ کہ جنگ حجاز خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے۔ نابلس اور قدس سے ایک ہزار اہلِ شامی حجازی فوج میں شامل ہو گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ حکومت حجاز کو برحق جانتے ہیں۔ ان میں چند افسر بھی ہیں۔ جو پہلے ترکی فوج میں کام کر چکے ہیں۔ نجدیوں کی فوج میں ایک سو اہلِ شام ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنی طرف بلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔... (کاش یہ جماعت باہم صلح ہی کرا دے)۔"[مرجع سابق]

معاملہ عقبہ و معان وغیرہ اور امیر علی پر نجدی نزلہ باری

جب نجدیوں نے برطانیہ سے فوری امداد طلب کی تھی تو برطانیہ نے شریف حسین کو عقبہ سے باہر نکال کر عقبہ و معان کے علاقہ کو شرق اردن سے ملحق کر دیا تھا۔ اس پر نجدی لابی بہت زیادہ برافروختہ ہوئی۔ اور امیر علی کے خلاف ہر طور ریشہ دوانی شروع کر دی۔ طرح طرح کی افواہیں گردش کرنے لگیں۔ اخبار الفقیہ میں ان افواہوں کے رد میں ایک تفصیلی تحریر شائع ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"اس کا بیٹا علی اس کا جانشین بن کر جدّہ میں آ گیا۔ البتہ شیاطینِ نجد کی تلوار بے گناہ غیر مصافی مسلمانوں پر چلی۔ یا ان کی ٹھوکریں مزاراتِ مقدسہ کے انہدام میں کامیاب ہوئیں۔ اور مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے اموال کو کفّار کے مالِ غنیمت کی طرح بانٹا۔ ان کے ملعون امیر یعنی قرن الشیطان ثانی علیہ ما علی الاوّل نے خمس لے لیا۔ جب نجدی شیطانی پروپیگنڈا پھیلانے والوں نے ہندوستان سے اپنے آقا شیخ نجدی ملعون کی امداد ضروری سمجھی تو وہابیوں کو اُکسایا، چندہ جمع کیا۔ حج کا بہانہ کیا۔ سیدھے سادے مسلمان بھی ان حامیانِ شیطان کے دامِ تزویر میں پھنس گئے۔ اور حج کے لیے روانہ ہوئے۔ پھر یہ افواہ اُڑی کہ امیر علی نے بندر رابغ کی ناکہ بندی کر لی ہے۔ اور بندر رابغ پر گولہ باری کی ہے۔ تو حاجیوں کے جہازوں کو بندر سوڈان میں لنگر انداز ہونا پڑا۔ حامیانِ شیاطین نجد نے شور و غوغا کیا۔ اور باوجودیکہ عدم تعاون و ترکِ موالات کے پابند تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے التجا کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کو زرّیں موقع ہاتھ آ گیا۔ اس نے فوراً جنگی جہاز بھیج دیا، جس کی نگرانی میں حاجیوں کے جہاز بخیر و عافیت رابغ پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد گورنمنٹ برطانیہ نے شریف حسین کو عقبہ سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اس کو وہاں سے نکال کر عقبہ و معان کے علاقے کو شرق اردن کے ساتھ ملحق کر دیا۔ اس پر اب ہندوستان کے حامیانِ نجد سخت برافروختہ ہوئے اور مندرجہ ذیل اعتراضات کر رہے ہیں کہ:

(۱) عقبہ و معان کا معاملہ بغیر رضامندی امیر علی کے نہیں ہوا۔ امیر علی کو یہ حق کہاں

سے حاصل ہوا کہ عقبہ و معان کو برٹش گورنمنٹ کے سپرد کردے۔

(۲) سلطنتِ برطانیہ نے غیر جانب داری کا اعلان کیا ہوا تھا۔ بحیثیت غیر جانب دار ہونے کے اسے کیا حق تھا کہ وہ عقبہ و معان کو حجاز سے علیحدہ کرے اور نجدی کو نقصان پہنچائے۔

لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو دونوں اعتراض لغو و فضول اور حماقت پر مبنی ہیں۔ امر اوّل کی نسبت صاف ظاہر ہے کہ اگر شریف حسین نے سلطنتِ عثمانیہ سے بغاوت کی تو وہ اب ملک الحجاز بھی نہیں۔ اب امیر علی ہے۔ اور وہ دنیائے اسلام سے مفاہمت چاہتا ہے۔ خصوصاً اہلِ ہند سے وہ درخواست کر چکا ہے کہ وہ جس طرح حجاز کے انتظام کا فیصلہ کریں گے اُس پر کاربند ہو گا۔ چنانچہ ایک وفد آتا ہے جس کا امیر سید طاہر الدّبّاغ ہے۔

بعض اراکین خلافت نے اُن سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری کیا تو خلافی اخبارات چراغ پا ہو گئے۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ اس وفد سے قطعاً کوئی گفت و شنید ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر چند امیر وفد نے کہا کہ حسین کے معاملات حسین کی حکومت کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے۔ اب حسین سے مفاہمت نہیں بلکہ علی سے ہے۔ اور علی حسین نہیں۔ مگر خلافیوں نے ایک نہ مانی۔ اور یہ دلیل پیش کی کہ علی آخر حسین ہی کا تو بیٹا ہے۔ گویا ان حمقا کے نزدیک پسرِ نوح جس کی مذمت قرآن شریف میں ہے، ضرور نبی ہے۔ کیوں کہ آخر حضرت نوح ہی کا تو بیٹا ہے۔ اور ان کے نزدیک گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام معاذاللہ بُت تراش اور بُت پرست ہوں گے۔ (معاذاللہ) کیوں کہ آخر اُس باپ کے بیٹے ہیں جو بُت بناتا اور ان کی عبادت کرتا تھا۔ آخر وفد ان سے مایوس ہو گیا۔ خلافتی اخبارات کے خیال میں وفد حجاز ناکام واپس گیا۔ مگر یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ وفد حجاز ناکام نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی کامیابی لے کر جاتا ہے... اگر ہندوستان کے خلافی لیڈر وفد سے کوئی مفاہمت کرتے اور کوئی ایسی سخت شرط پیش کرتے جس کو وہ منظور نہ کر سکتا تو ایک حد تک وفد کو ناکامی ہوتی۔ لیکن جس صورت میں خلافیوں نے اُن سے گفت و شنید ہی کو قطعاً ناجائز سمجھا تو وہ اس طرح کامیاب ہو گئے کہ اپنے افعال میں آزاد ہیں۔ وہ اپنے فائدہ کے لیے یا دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے جو چاہیں کریں۔ اب اُن کی کسی کارروائی پر اعتراض کرنا یا اُن کی کسی کارروائی پر اعتراض پر اعتراض کرنا یا اس کے کسی فعل کو ناجائز

قرار دینا اوّل درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے۔

اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ عتبہ و معان کی حوالگی امیر علی کے مشورہ سے عمل میں آئی ہے۔ (اگرچہ اس کا کوئی ثبوت نہیں) تو خلافیوں کو کیا حق ہے کہ اس پر اعتراض کریں۔ جب کہ وہ امیر علی کے ساتھ بات تک کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ چوں کہ قرن الشیطان کی فوج مدینہ طیبہ کے قریب ہے۔ اور تعجب نہیں کہ یہ اعداء اللہ و اعداء الرسول بہت جلد مدینہ طیبہ پر فتح پالیں۔ کیوں کہ مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ تو اس کے بعد اگر امیر علی اپنی کمزوری کو محسوس کرکے اپنے اور خدا اور رسول کے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے خدانخواستہ جدّہ کو انگریزوں کے سپرد کرکے چلا جائے تو اس پر کیا اعتراض کرنے والوں کو اس کا صرف ایک جواب کافی ہے کہ تمہارے پاس مفاہمت کے لیے وفد گیا تھا۔ تم نے بات تک کرنا گناہ قرار دیا تو اب جو ہم نے چاہا کرلیا۔ پھر اس میں جو خرابیاں واقع ہوں گی۔ اس کی تمام تر ذمے داری اوّل تو شیاطینِ نجد پر ہے۔ بعد ازاں اُس کے ہندوستانی ایجنٹوں اور دلالوں پر۔

امر دوم کے متعلق یہ ظاہر ہے کہ سلطنت برطانیہ کو بحیثیت غیر جانب دار ہونے کے یہ حق ہرگز حاصل نہ تھا کہ وہ امیر علی کے دشمنوں کو امداد پہنچنے دے۔ ہندوستان سے جو جہازات گئے تھے۔ اس میں صرف زائرین ہی نہ تھے بلکہ نجدیوں کے لیے سامانِ رسد اور نقدی تھی، جو قانوناً ممنوعاتِ جنگ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ گورنمنٹ اپنی ہندوستانی رعایا کے لیے یہ کرسکتی تھی کہ حجاج کو تو صحیح و سلامت بندر رابغ پر اُتروادے اور سامانِ رسد غلّہ و نقدی کو واپس بھجوادے۔ مگر جب گورنمنٹ نے باوجود غیر جانب دار ہوجانے کے ایک طاقت ور دشمن کو ممنوعاتِ جنگ پہنچنے دیا تو گویا خود معترضین نے گورنمنٹ کو حق دے دیا کہ وہ اپنے مفید معاملات میں بھی دخل دے۔ اگر خود معترضین گورنمنٹ کی خدمت میں غیر جانب داری کے اُصول کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہ کرتے تو آج ان کو اعتراض کرنے کا بھی کوئی حق ہوتا۔" [الفقیہ: ۲۱/اگست ۱۹۲۵ء، ص ۲، ۳]

امیر علی کا پیغام صلح اور حکومت سے دست برداری اور جدہ پر بھی نجدی قبضہ

اور جب امیر علی نے جان لیا کہ فوج میں تاب مقابلہ نہیں اور ان کے اخراجات پورے کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ابن سعود کے پاس ایک وفد برائے مصالحت بھیجا۔ لیکن صلح کی کوئی سبیل نہ بنی۔ سید سردار محمد لکھتے ہیں۔:

"امیر علی نرم مزاج اور بسیار گو شخص تھا۔ عسکری قابلیت نہ رکھتا تھا۔ سپاہیوں کی تنخواہ دینے کے لیے اس کے پاس روپیہ نہیں تھا۔ اور شہری آبادی ساماں رسد کی کمی کی وجہ سے فاقے کر رہی تھی۔ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔ ابن سعود کا ارادہ شریف کے خاندان کے قلع قمع کر دینے کا تھا۔ امیر علی نے نومبر میں قیام صلح کے لیے ایک وفد جدہ سے مکہ مکرمہ بھیجا۔ ابن سعود نے حوالگی شہر کی واحد شرط پیش کی۔ مفاہمت اور صلح کی راہ نہ دیکھ کر وفد ناکام واپس ہوا۔ ۶/ جنوری ۱۹۲۵ء کو جدہ کا باقاعدہ محاصرہ کر لیا گیا۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷]

امیر علی کے پاس مصالحت کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے انگریزی قونصل کا سہارا لیا۔ اور چند شرطوں پر حجاز کی حکومت سے دست بردار ہونے کا پیغام بھیج دیا۔

انگریزی قونصل کے سہارے یہ صلح نامہ منظور ہو گیا۔ ۱۸/ دسمبر ۱۹۲۵ء میں امیر علی نے جدہ سے دست برداری کا اعلان کیا۔ اور ۲۹/ دسمبر کو جدہ بھی نجدیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور اس طرح آخر دسمبر تک پورے حجاز میں نجدی قابض ہو گئے۔ سید سردار محمد حسنی لکھتے ہیں۔:

"امیر علی نے انگریزی قونصل کے توسط سے صلح کا پیغام بھیجا۔ شرائط یہ تھیں کہ وہ حجاز کی حکومت سے دست بردار ہو جائے گا۔ اور شہر حوالے کر کے ملک چھوڑ دے گا۔

بشرطیکہ شریفی سپاہ سے باز پرس نہ کی جائے۔ اور اخوان شہر میں داخل نہ ہونے پائیں۔ ابن سعود نے یہ شرطیں قبول کر لیں۔ ۱۸/ دسمبر کو امیر علی نے اپنی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ ۲۹/ تاریخ کو وہابیوں کا قبضہ جدہ پر ہو گیا۔ تین دن بعد امیر علی عدن کے راستہ سے

عراق چلا گیا۔ اور اب تک وہیں مقیم ہے۔ اواخر دسمبر تک ابن سعود حجاز کے سارے ملک پر قابض تھا۔ ۲۵/ دسمبر ۱۹۲۵ء کو اس حقیقت کا اعلان کر دیا گیا۔"

[سوانح حیات سلطان ابن سعود، مرتبہ: سید سردار محمد حسنی بی اے آنرز، مطبع ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر، تاریخ طباعت ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۷،۱۵۸]

اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں:۔

"اب تاریخ نے پھر اپنا پہلا ورق الٹا اور پورے سوا سو سال کے بعد ۱۳۴۲ میں امام عبد العزیز اول کی طرح امام عبد العزیز ثانی نے بھی پہلے طائف اور پھر مکہ کو فتح کیا۔ شریف مذکور ۶/ اکتوبر ۱۹۲۴ میں حکومت حجاز سے دست بردار ہو کر بھاگ گیا۔ اس کا بیٹا علی جدہ میں اجنبی حکومت کے سہارے سے مقابلہ کے لیے جما رہا۔ لیکن آخر میں مجبور آکر وہاں سے چلا آیا۔ اور جدہ اور اس کے بعد مدینہ سب پر سلطان عبد العزیز کا قبضہ ہو گیا۔ ماہ گزشتہ یعنی جمادی الثانی ۱۳۴۴ میں سلطان کے ملک الحجاز ہونے کا بھی اعلان کر دیا گیا۔"

[تاریخ نجد، اسلم جیراجپوری، ص ۹۵]

(باب ۳)

شریف حسین کے مقابل نجدی تسلط سے متعلق لوگوں کے نظریات

شریف حسین کی حکومت کے مقابل نجدی تسلط میں فرق

نجدی ہوا خواہوں کی نظر میں شریف حسین کا زوال اور نجدیوں کا تسلط بہت بڑا کار نامہ تھا۔ ان کے نزدیک شریف حسین کی حکومت کے مقابلے نجدی حکومت بہت بہتر تھی۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک شریف حسین کے مظالم نجدی مظالم کے سامنے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھے۔ ہم یہاں چند حضرات کی آراپیش کررہے ہیں۔ جس سے شریف حسین کے اقتدار کے مقابلے میں نجدی تسلط کی ضرر رسانی کی زیادتی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سراج علی خان، اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر، مراد آباد اس تعلق سے لکھتے ہیں۔:

”نجدی وہابیوں کے عقائد کو دنیا جانتی ہے کہ یہ دشمنانِ خدا اور سول اپنے سوا تمام مسلمانانِ عالم کو مشرک، بے دین جانتے ہیں۔ ان کی حرکاتِ شنیعہ اور افعالِ قبیحہ طشت از بام ہو چکے ہیں۔ جس میں بارہا انہوں نے اسلامی تبرکات اور مقدسات کی بے حرمتی کی ہے۔ اور اسلام و مسلمانوں کو (خاکم بدہن) ہر ممکن تدبیر سے پامال کرنے کی جیسی ناپاک کوشش وقتاً فوقتاً یہ کرتے رہے ہیں۔ وہ آج چھپائے سے نہیں چھپ سکتی۔ (اسی بنا پر علمائے اسلام بالاتفاق اس گروہ پر کفر کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں۔ جس میں اصلا کسی کو شک کی گنجائش نہیں) چناں چہ اس وقت بھی باوجود اپنے حمایتیوں کی خفیہ و علانیہ تنبیہ و تہدید کے وہ اپنی خباثت کو نہ چھپا سکے۔ اور اسلام و مسلمین اور تقدساتِ اسلام کے طرف سے جو بغض و عناد ان کے ناپاک دلوں میں مدت سے نہاں ہے۔ وہ عملی لباس میں (آخر نمودار ہونے لگا) آج ہمیں ان ایڈیٹروں و مضمون نگاروں کی حاشیہ آرائی پر حیرت ہے۔ جنہوں نے نجدیوں کی مدح سرائی میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے۔ موٹی سے موٹی اور جلی سرخیوں سے تنقیدیں لکھیں۔ اور بلا طلب بلا سبب جبکہ نجدیوں کے عقائد وغیرہ کا کوئی سوال نہ تھا۔ ان کی طرف سے صفائی پر صفائی پیش کی گئی۔ جس نے نجدیوں کے عقائد کے بارے میں ناواقف لوگوں کے دلوں میں بھی شکوک پیدا کر کے بد ظنی کو دوچند کر دیا۔ ہم حیرت و استعجاب میں تھے کہ آخر یہ پیشگی صفائی جب کہ ہنوز کسی نے اُن کے عقائد کے متعلق بدگمانی کا مطلق اظہار نہ کیا تھا۔ کیا

معنی رکھتی ہے؟ اور ان کی اگلی پچھلی خباثتوں پر جو نقاب ڈالا جارہا ہے اس سے کیا فائدہ متصوّر ہے۔ شریف حسین کا رویّہ گو ہر چند مذموم و قابلِ ملامت تھا۔ مگر یہ سب و شتم اور خلافِ اخلاق تعافی فحاشی حقیقۃً ایک پروپیگنڈا تھا۔ جو اہلِ حجاز کے خلاف کیا جارہا تھا۔ اور ہنوز کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نجدیوں کے حملہ اور پیش قدمی کے ساتھ شریف حسین نیز اب امیر علی و دیگر اہلِ حجاز پر ''تبرّہ'' کی روز افزوں ترقی ہوتی گئی ہے۔

ہندوستان کے بعض لیڈروں و ایڈیٹر انِ اخبارات کی یہ منظم حکمت عملی ضرور کچھ معنے رکھتی ہے۔ جس کی عن قریب کوئی ذی عقل مسلمان تشریح کردے گا۔ جہاں تک ہمارے ناقص خیال نے رسائی کی ہے ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ جس طرح آریہ سماج اور قادیانی گروہ و دیگر مختلف فرقے مذہب کے پردہ میں اسلام کو خدانخواستہ مٹانے کے لیے سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہی مقصد ان وہابیوں کا ہے۔ جو ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے روپ میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی ہیئت سے موجود ہیں، کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ اگر یہ گمان صحیح ہے۔ اور واقعی صحیح ہے تو مسلمانوں کو ہوش آجانا چاہیے۔ اور اس سب سے بڑے فتنہ کی مدافعت کے لیے تیار ہوجانا چاہیے۔

مسلمان یاد رکھیں! کہ یہ مار آستین سب سے مہلک اور زہریلا دشمن ثابت ہوگا۔ اور اس سے اسلام و مسلمین کی نقدِ جان کو جو خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ وہ تمام خطروں سے زیادہ خطرناک ہے۔ خدا مسلمان کو آنکھیں دے۔ اور وہ اس فتنہ عظیم کا احساس و اندازہ کریں۔ یہ وقت ہے جب کہ فرداً فرداً مسلمان اور مسلمان نما شیطان وہابی میں تمیز کیا جاسکتا ہے۔ لعنة الله علی المنافقین۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(راقم سراج علی خان، اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر، مراد آباد)'' [**الفقیہ: ۱۴/ نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۱۱**]

علاوہ ازیں ہم یہاں یہ بھی بتادیں کہ خواہ شریف حسین اور ابن سعود برطانوی غلام تھے۔ لیکن شریف حسین اور ابن سعود کے حرمین طیبین پر کیے گئے سلوک اور مظالم میں بہت فرق تھا۔ شریف حسین انگریزوں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بھلے ہی بن گیا ہو، لیکن اس نے

ابن سعود کی طرح حجاز مقدس کے تقدس کو پامال نہیں کیا۔ اس نے حرم کی سرزمین کو خون سے رنگین نہیں ہونے دیا۔ اس نے طائف کی پاکیزہ خواتین کی عصمت دری نہیں کی۔ اس نے حجاج پر مظالم نہیں ڈھائے۔ اس نے حرمین طیبین کے مزارات و مآثر کو منہدم نہیں کیا۔ مساجد اور مآثر کی بے حرمتی نہیں کی۔ اس نے حجاج کو پیاس کی موت مرنے کے لیے نہیں چھوڑا۔ اس نے شرفا و علماے حرمین کو کاسایہ گدائی اٹھانے پر مجبور نہیں کیا۔ اس نے حجاج کو ارکان حج میں دشواری کی سزا نہیں دی۔ اس نے فقرا و غربا کو شہر بدر ہونے پر مجبور نہیں کیا۔ ابن سعود نے تو بڑے بڑے ہر جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے ظلم کی ایک الگ تاریخ رچی انگریزوں کے اشارے پر ہر وہ کام کیا جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ شریف حنفی تھا لیکن احناف نے اس کی بے جا حمایت کبھی نہیں کی البتہ اہل حدیث حضرات نے ابن سعود کی ظالمانہ حرکات سے واقف ہو کر بھی اس کی مخالفت کی بجاے اس کی کھل کر حمایت کر کے ابن سعود کے نمک کا حق ادا کیا۔ مولانا سید حبیب صاحب لکھتے ہیں۔:

”ابن سعود کے ملک الحجاز بننے کے بعد حجاز میں جو کچھ ہوا وہ اس قدر رقت انگیز، درد خیز اور شرمناک ہے کہ اس کو قلم انداز کر دینا ہی بہتر ہے۔ مختصر یہ کہ ابن سعود کی قوم چوں کہ عام مسلمانوں کو کافر سمجھتی ہے۔ لہذا اس نے

۱۔ طائف وغیرہ کو لوٹا

۲۔ مسلمان عورتوں کی عصمت لی اور ان کو لونڈیاں بنالیا۔

۳۔ بے گناہ مرد مسلمان بوڑھوں اور بچوں کو پناہ دے کر بری طرح قتل کیا۔

۴۔ مآثر مقدسہ کی بے حرمتی اور ان کو گرادیا۔

۵۔ امہات المومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قبروں کو مسمار کر کے ان میں غلاظت پھینکی۔

۶۔ مساجد کو شہید کر دیا۔

۷۔ دین حق میں مداخلت کی۔

۸۔ آرام گاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دعا مانگنا ممنوع قرار دیا۔

۹۔ حرم محترم میں مسلمانوں پر ظلم کیا۔
۱۰۔ قبہ نبوی پر گولیاں برسائیں۔
۱۱۔ مسلمانوں کے ہر گروہ کے ائمہ کو بے دخل کرکے ہر مسلمان کو نجدی اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کیا۔
۱۲۔ کتب مقدسہ اسلام کی بے حرمتی کی۔
۱۳۔ حرم میں بادشاہ نے مسلح سپاہیوں کی معیت میں طواف کرنا شروع کیا۔اور مسلمانوں کو دق کیا۔ یہ اور ایسے صدہا مظالم کی ذمہ داری ابن سعود پر ہے اس نے ذاتی طور پر نکاح وطلاق اور '' ماملکت ایمانکم '' جیسے شعار اسلام کا جو مضحکہ بنا رکھا ہے میں اس کا ذکر نہ کروں گا۔ مختصر یہ کہ شریف حسین اور ابن سعود اگر غدار ملت ہونے میں یکساں تھے۔ تو امت مرحومہ پر جبر کرنے، شعار اسلام کی بے حرمتی کرنے اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے میں ابن سعود شریف حسین سے بھی زیادہ غلیظ دشمن اسلام ثابت ہوا۔

ابن سعود اور شریف حسین میں جو فرق تھا۔ میں اس کو بیان کر چکا ہوں۔ دونوں انگریزوں کے پٹھو تھے۔ دونوں غدار اسلام تھے۔ دونوں خلافت اسلامیہ کی تباہی کا باعث ہوئے۔ دونوں کو سلطنت غداری کی قیمت کے طور پر ملی۔ دونوں ظالم و جابر تھے۔ لیکن شریف حسین کا دامن مساجد کی بربادی، مآثر مقدسہ کی تباہی، مزارات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی بے حرمتی، خواتین اسلام کی عفت ریزی و عصمت فروشی یتامائے اسلام کی تضحیک، شرفائے اسلام کی تذلیل اور جوانان اسلام کی خونریزی سے پاک رہا۔ ابن سعود کا دامن ان تمام غلاظتوں سے آلودہ ہے، اور آلودہ رہے گا۔ اس لیے کہ وہ تاحال تائب نہیں ہوا بلکہ شرارت سیہ کاری اور حجاز فروشی کے میدان میں برابر ترک تازے کام لے رہا ہے۔ ملال کی بات یہ ہے کہ جہاں شریف حسین کی غداری کے خلاف تمام عالم اسلام نے متحد طور پر آواز بلند کی اور احناف نے اس کی حنفیت کو گناہوں کا کفارہ نہ سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت میں تمام مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ وہاں اہل حدیث گروہ نے جو عرف عام میں وہابی مشہور ہے، اس شوق میں کہ مرکز اسلام کی حکومت ان کے ایک ہم عقیدہ سلطان کی سیادت

کے ماتحت آرہی ہے، ابن سعود کے گناہوں سے نہ صرف چشم پوشی کی بلکہ اس کی مخالفت میں جن لوگوں نے اس بنا پر آواز بلند کی کہ یہ نصاریٰ کا ادنیٰ غلام اور مذہبی آزادی کا مخالف ہے، ان کو بھی برا بھلا کہا۔ اور قبلہ کی حلت و حرمت کی مصنوعی بحث کو شروع کر کے تمام مبحث کو مغالطہ میں ڈال دیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے حنفیوں اور وہابیوں میں جو لفظی قلمی اور معاشرتی جنگ ہوئی اس کی یاد اس قدر زیادہ ہے کہ مجھے اس کی تکرار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ قبلہ کی تعمیر حلال ہے یا حرام؟ اور تعمیر کے بعد اس کو جبراً برباد کر کے رعایا کے ایک کثیر حصہ کی تذلیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسی باتیں ہیں جس سے میں اس وقت اغماض کروں گا۔ مآثر کی پرواخت اور تذلیل میں سے شریعت حقہ کس کو پسند کرتی ہے؟ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ لہذا میں اس کو بھی قلم انداز کرتا ہوں۔ مقابر کی بے حرمتی خواہ کسی قدر بھی دل آزار کیوں نہ ہو میں اس وقت اس کو بھی زیر بحث نہ لاؤں گا۔ کعبۃ اللہ میں جمہور اسلام کو ان کی مرضی کے خلاف نجدی امام کی تقلید پر مجبور کرنا، شریعت اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اس بحث کو بھی ترک کر دوں گا۔ لیکن میں یہ سمجھنے سے گریز نہیں کر سکتا کہ مساجد کی بربادی اور بے گناہ مسلمان، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کی عزت، عصمت جان اور مال کی بربادی ابن سعود کے ایسے گناہ تھے جن سے محض ہم عقیدہ ہونے کی بنا پر اہل حدیث کا چشم پوشی کرنا مناسب نہ تھا۔ لیکن اس بحث کو بھی جانے دیجئے۔" [اخبار الفقیہ، ۲۱ر جون ۱۹۳۵ء ص ۳، ۴]

بیسلپور جلسہ میں شریف حسین اور نجدی حکومت سے متعلق رائے

بیسلپور میں حضور شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں شریف مکہ اور نجدی تسلط سے متعلق درج ذیل تجویز پیش ہوئی ملاحظہ ہو۔:

"شریف مکّہ کے افعال کیسے ہی ہوں مگر وہ نیچری، رافضی، وہابی وغیرہ بدمذہب نہیں۔ قطعاً یقیناً صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان ہیں۔ حجازِ مقدس کی خدمت اُن کے متعلق رہنا

ہزاروں درجہ وہابیان مرتدین نجد کے ناپاک ہاتھوں میں آنے سے بہتر ہے"

[الفقیہ:۲۸/نومبر ۱۹۲۴ء، ص۱۰]

ابن سعود سے متعلق اہل مکہ کی رائے

حاجی مولانا مشرف حسین علی گڑھی لکھتے ہیں۔:

"اہلِ مکہ ہر گز ابن سعود سے راضی نہیں اور ہر شخص تنگ آ کر یہاں تک کہتا ہے کہ اگر کوئی غیر قوم آجائے تو بہتر ہے۔ وہ لوگ بالعموم شریف علی کے مدّاح ہیں۔ اخبار وہاں ہم کو نہیں مل سکتا ہے۔ جو وہ خود اپنے اخبار میں کہتے ہیں، وہ ہی ہمیں معلوم ہوتا ہے۔"

[الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۸]

مولانا امام الدین لکھتے ہیں۔:

"اہل مکہ ابن سعود اور اس کے عملے سے سخت نالاں اور پریشان ہیں۔ حرم شریف کے خادموں کو تنخواہ تک نہیں ملتی اہل مکہ موجودہ حالت میں ملک علی کو دل سے چاہتے ہیں اور اس بات کا اعلان وہ صریح طور پر کرتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ابن سعود کے افعال و اعمال حرمین کے مفاد اور اہالی بلاد کے راضی کرنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ خود اس کی ذاتی اور نفسانی خواہشات کی بنا پر ہیں۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ ابن سعود نے حاجیوں کو خوش رکھنے میں قدرے کوشش کی۔" [الفقیہ:۷/ستمبر ۱۹۲۵، ص۷]

مزید لکھتے ہیں۔:

"میں بیشک اس کا اقرار کرتا ہوں کہ ابن سعود کے علم پر لا الٰہ الا اللہ اور محمد الرسول اللہ لکھا دیکھا۔ میں نہایت صفائی کے ساتھ اس کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ شریف حسین کے جرم سے ابن سعود کا جرم بہت زائد ہے، اور وہ اس معاملہ میں اپنے خاندان کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔" [مرجع سابق، ص۷، ۸]

شریف حسین کی حکومت سے نجدی تسلط زیادہ نقصان دہ

شریف حسین خواہ کچھ بھی سہی مگر اس کے ہوتے ہوئے مآثرہ متبرکہ مقامات

مقدسہ وغیرہ کے انہدام کا خوف نہیں تھا۔ لوگوں کی جان اور مال بھلے ہی غیر محفوظ ہوں مگر ایمان اور شعائر ایمان محفوظ تھے۔ لیکن نجدی حکومت میں لوگوں کے ایمان اور شعائر ایمان مقامات مقدسہ مزارات مقدسہ اسلامی نشانیاں سب غیر محفوظ تھیں۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شریف حسین کی حکومت کے مقابل نجدی تسلط زیادہ نقصان دہ تھا۔ جب یہی بات ایڈیٹر الفقیہ نے اپنی ایک تحریر میں لکھ دی کہ

"نجدیوں کا قبضہ حرمین شریفین پر بہ نسبت شریف حسین زیادہ ناموزوں ہے"

تو نجدی ہوا خواہ ایڈیٹر اہل حدیث آگ پا ہوگئے اور شریف حسین کی مذمت اور نجدی حکومت کی حمایت میں ایک تحریر اخبار اہل حدیث میں شائع کر دی۔

مولانا غلام احمد اخگر صاحب نے اس تحریر کی بخیہ دری کرتے ہوئے نجدی تسلط کے نقصانات بیان کرتے ہوئے شریف حسین کی حکومت کے مقابل نجدی تسلط کے ناموزوں ہونے پر زبردست دلائل پیش فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

وہ لکھتے ہیں۔:

"جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفقیہ امرتسر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے ۲۱/ستمبر ۲۴ء کے الفقیہ میں ایک نوٹ بعنوان "حجاز پر نجدی حملہ" لکھا تھا۔ اس میں آپ نے یہ دکھایا تھا کہ نجدیوں کا قبضہ حرمین شریفین پر بہ نسبت شریف حسین زیادہ ناموزوں ہے۔ اس سے ایڈیٹر اہل حدیث بہت بگڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا بگڑنا ضروری ہے کیوں کہ آخر اُن کے روحانی پیشوا بانی فرقہ وہابیہ کی ذرّیت اگر کامیاب ہوتی ہے تو اس کی خوشی اُن کو ضرور حاصل ہے۔ تو ہر ایک آواز جو اس کے خلاف ہو انہیں ناگوار گزرے گی۔ لیکن چند اُمور انہوں نے ایسے بھی لکھے ہیں جن میں انہوں نے مسخرہ پن سے کام لے کر ایک ممتاز فرقہ کی تقلید کا حق ادا کیا ہے۔ جو نقّال کے معزز لقب سے مشہور ہے۔ اس لیے مجھے ضرورت پڑی کہ میں ایڈیٹر صاحب موصوف کی ہفوات واہیات کی تقلیع کے لیے قلم اٹھاؤں۔ ایڈیٹر صاحب کے سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) ایڈیٹر الفقیہ نے جو شریف حسین کی برائی ظاہر کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (یعنی

ایڈیٹر الفقیہ) ملکی لیڈروں اور خلافت کے رہنماؤں سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔

(۲) اگر نجدی ملعونوں نے روضہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و روضہ صحابہ کو منہدم کر دیا تو یہ حدیث کے حکم سے کیا۔ اور فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر عمارت بنانا حرام ہے۔

(۳) اگرچہ نجدیوں کا قبضہ مکّہ معظمہ پر ہو گیا۔ تو حنفی لوگ نماز کس طرح پڑھیں گے۔ بغداد موزوں تھا۔ مگر وہاں نجدیوں کے ہم مذہب حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز ہیں۔ اس لیے علی پور یا اجمیر شریف قبلہ بنانا چاہیے۔ پہلے تو جو خلاصہ ہم نے ظاہر کیا ہے وہ اگرچہ اہل حدیث کے مضمون میں مقدم نہیں۔ لیکن چوں کہ اس کا تعلق آپ کی ذات سے ہے۔ اس لیے آپ جانیں۔ اور وہ اگر آپ نے ملکی لیڈروں اور خلافت کے رہنماؤں سے ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے لکھا ہے۔ تو آپ خود اس کا فیصلہ کریں۔

نمبر ۲ و ۳۔ چوں کہ تمام اہلِ سنّت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے مجھے حق ہے کہ بحیثیت ایک خادم اہلِ سنّت ہونے کے اس پر کچھ لکھوں۔ **(نمبر ۲)** جس خبر کی بنا پر آپ نے لکھا ہو گا کہ نجدی شیاطین نے روضہ حضرت ابن عباس کو شہید کیا، وہ خبر کا ایک جز ہے۔ دوسرا اجزا اس کا یہ ہے کہ طائف میں ان شیاطین نے تمام لوگوں کو تہ تیغ کیا، مگر کیسا ہوشیار اور چالاک بنتا ہے کہ ایک حصہ کو تو مطابق حدیث بتاتا ہے، مگر دوسرے حصہ کو غلط سمجھتا ہے۔ حقِ حمایت تو ادا نہ ہوا۔ جس طرح پہلے جز کو مطابق حدیث بتایا تھا، اسی طرح دوسرے جز کے متعلق بھی کسی حدیث کا حکم لکھ دیا ہوتا۔ آخر احادیث میں سب کچھ ہے۔ کوئی حدیث لکھ دی ہوتی جس سے نجدی گروہ کی سفّاکی اور ظلم و ستم کا جواز نکلتا۔ افسوس حمایت بھی کی تو ادھوری اور نکمّی کی۔ اسی خیال سے یہ ثابت ہو گیا کہ روضہ مطہرہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی حدیث کے حکم کے ماتحت شہید کیا جائے گا۔ ہندوستان نجدیوں کی نگاہ میں سارے قرآن شریف میں سے صرف ایک لفظ شرک آتا ہے۔ اور سارے احادیث کے ذخیرہ میں سے ۔صرف لفظ بدعت۔ اور کتب فقیہہ میں سے صرف وہ حکم ان کو نظر آتا ہے جو کسی عالم کی رائے ہو اور وہابیوں کو پسند ہو۔ باقی تمام مضامین اور تمام روایات کے لیے ان کی آنکھیں بے نور ہیں

اس لیے یہ بیچارے معذور بھی ہیں۔

ایڈیٹر اہلِ حدیث کو لازم ہے کہ محض کسی ایک روایت یا کسی ایک رائے پر بھروسہ کرے۔ کتب کو اچھی طرح مطالعہ کرے۔ پھر اس کو معلوم ہو گا کہ قبروں کا منہدم کرنا تو در کنار قبروں پر بیٹھنا، چلنا، گھاس کاٹنا، تکیہ لگا کر بیٹھنا سب کے سب ناجائز ہیں۔ کیوں کہ اس میں صاحبِ قبر کی توہین ہے۔ کیا جس روایت پر آپ بھروسہ کر بیٹھے ہیں، وہ اس روایت سے زیادہ معتبر ہے جس میں فی اور فی بیان کر کے وعلی فی الدین کا جواز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ روایت اسی روایت کی ہم رتبہ ہو گی۔ کیا عمل کرنے کو تیار ہو۔

(نمبر ۳) یہ غلط ہے کہ محمد بن عبدالوہاب علیہ ما علیہ اور اس کی ذرّیت حنبلی ہیں۔ ہمارے فقہاے کرام نے بھی اس کے دعوے کا ذکر کیا ہے۔ مگر ان الفاظ میں فیتحلون انھم الحنابلۃ یعنی وہ اپنے آپ کو حنبلی بیان کرتے ہیں، منتحل ہیں۔ انتحال کے معنے ہیں جھوٹ موٹ کسی بات کو اپنی طرف منسوب کرنا۔ رہا اب بھی نجدی شیاطین کا اپنے لیے لقب حنبلی بتانا یہ محض ان کی بے ایمانی اور کذب بیانی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایڈیٹر اہل حدیث انتحال کے معنی نہیں جانتا اور شاید اگر جانتا ہو تو یقین نہ کرے گا۔ کیوں کہ وہابی تو اپنی رائے کے خلاف خدا اور رسول کے قول کا اعتبار نہیں کرتے تو ہمارا یا فقہا کا کیوں اعتبار کرنے لگے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اُسی کے ایک بڑے مقتدا میاں صدیق حسن بھوپالی سے کہلوا دیتے ہیں۔ سنیے وہ کیا کہتا ہے: ''امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ کا ذکرِ خیر کرنے کے بعد کہتا ہے کہ:

''ان کے مقلد اگرچہ حنابلہ کہلاتے ہیں لیکن اصل میں بنیاد ان کے مذہب کی اتباعِ سنت پر ہے۔ جو لوگ خالص متبع ہیں وہ آپ کو ہرگز حنبلی نہیں کہتے کہلاتے۔'' (کشف الغمہ، ص۱۶) رہا حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کا حنبلی ہونا۔ غنیمت ہے کہ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے ایک ضرورتِ استہزا کے لیے اس مضمون میں حضرت پیر قدس سرہ کو حنبلی یعنی مقلد حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کا مان لیا، حالانکہ اس سے پہلے ایک دفعہ وہ ساری قابلیت و سعی خرچ کر چکے ہیں کہ حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کسی کے مقلد نہ تھے۔ اور ایسے قابل بزرگ مقلد نہیں ہو سکتے۔ باوجودیکہ بہت سمجھایا گیا کہ غنیۃ الطالبین میں وہ خود

اپنے حنبلی ہونے کا اقرار ان لفظوں میں فرماتے ہیں کہ:

قال الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ و اما تناعلی مذھبہ اصلا و فرعا و حشہ نافی زمرتہ۔ (غنیہ، مطبوعہ مصر، جلد ۲، ص ۸۲)

فرمایا امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی نے رحمت کرے اللہ تعالیٰ ان پر اور مارے ہم کو ان کے مذہب پر اصول میں اور فروع میں اور قیامت کے دن اٹھائے ہم کو ان کے زمرہ میں۔

مگر مثل مشہور ہے کہ **"ملّا آں باشد کہ اقرار نکند"** اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ پھر کبھی یہ بحث چھڑے تو پھر ایڈیٹر صاحب یہی راگ الاپیں کہ حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز معاذ اللہ غیر مقلد تھے، مگر ان کو اپنا یہ مضمون یاد رکھنا چاہیے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ **"دروغ گو را حافظہ نباشد"** کے صحیح مصداق یہی بزرگ ہیں۔ نجد کے وہابی اگر بوقت ضرورت جھوٹ موٹ اپنے آپ کو مذہب حنبلی سے منسوب کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ انتحال ویسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان کے نجدی وہابی اپنے آپ کو اہلِ سنّت کہہ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صراحتاً غلط اور جھوٹ ہے۔ تمام اہلِ سنّت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہلِ سنّت محدود ہیں چاروں گروہوں میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اور جو شخص ان چاروں سے علاحدہ ہے وہ قطعی جہنمی اور بدعتی ہے۔

یہ امر کہ اگر مکّہ معظمہ پر نجدی بے دینوں کا قبضہ ہو گیا تو حنفی نماز کس طرف منہ کر کے پڑھیں گے۔ نجدی شیاطین کا قبضہ مکّہ معظمہ پر ہو گیا اور یہ امر خدا کے ہاتھ میں ہے مگر ہمارا مذہب حکم دیتا ہے کہ مکّہ معظمہ کسی کے قبضہ میں ہو، نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف ہی منہ کرنا ہے۔ کعبۃ اللہ کے لیے کسی حاکم یا قابض کی شرط نہیں۔ اس لیے ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس سے ایک راز کا انکشاف ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ آج تک نجدی وہابی ضرور نجد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوں گے۔ اور دل میں ضرور یہ نیت کرتے ہوں گے۔ متوجہاً الی جہۃ النجد میں نے منہ کیا طرف نجد شریف کے۔ کیونکہ المرء یقیس علی نفسہ ایک مسلّمہ قاعدہ ہے۔ ایڈیٹر اہلِ حدیث نے مسلمانوں کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیا ہے۔ مگر یہ

راز اب تک شاید اس لیے نہ کھل سکا کہ خطوط طول بلد کے اعتبار سے سمتِ کعبہ اور سمتِ نجد ایک ہی ہے۔ اب چوں کہ نجدی شیاطین کا قبضہ کعبۃ اللہ پر ہے۔ لہٰذا اُمید ہے کہ ہندوستان کے وہابی بھی کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کی نیت کریں گے۔ مگر اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں ہندوستان کے علمائے نجدیہ وہابیہ کہ اگر سابقہ عادت کے مطابق ایڈیٹر صاحب اہلِ حدیث اب بھی نیت یہی کریں کہ **متوجھاً الیٰ جھۃ النجد** کیوں کہ **العادۃ لا ترد الا بالموت**۔ تو کیا ایسی صورت میں ان کی نماز جائز ہوگی، یا فاسد یا باطل، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ کعبۃ اللہ پر اُن کے مقتدا کی ذرّیت قابض ہے؟ بینوا و توجروا۔"

کسی زمین یا مِلک کو کسی کے قبضے سے نکال لینا اور کسی کے قبضہ میں دے دینا یہ خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ تمام اسلامی سلطنتیں اس وقت اپنا نام باقی چھوڑے ہوئے ہیں اور ان کے ممالک آج غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں۔ کوئی نہیں جو بارگاہِ الٰہی میں دَم مار سکے۔ لیکن ہر مسلمان کے دل میں اس کا رنج ضرور ہوتا ہے، کہ ان کا ملک غیر کے قبضہ میں ہے۔ ترکوں سے خدا نے حرمین شریفین کی خدمت کا کام چھین لیا۔ اس کا رنج تمام دنیا کے مسلمانوں کو تھا۔ اس انقلاب کا باعث شریف حسین ہوا۔ خدا نے اس کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں سے سزا دلوا دی۔ مگر ایک سچّا مسلمان بشرطیکہ محض اس تعصب سے کہ شریف حسین کی عداوت اس کو ہر ایک دشمن شریف کے ساتھ محبت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ نجدیوں کی تعریف پر مجبور نہ ہو، نجدیوں کے قبضے کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ کیوں کہ:-

(۱) شریف حسین چند سال سے ترکوں کا مخالف اور عیسائیوں کا معاون بنا۔

(۱) مگر نجدی قریباً ایک صدی سے سلطنتِ اسلامیہ کے سخت مخالف اور دشمن تھے۔

(۲) شریف حسین چند سالوں سے برطانیہ کا وظیفہ خوار تھا۔

(۲) نجدی مدت دراز سے برطانیہ کے نمک خوار رہے اور پانچ ہزار پونڈ ماہوار (۷۵ ہزار روپیہ) اسی غرض سے لیتے رہے کہ ترکوں کو زک پہنچانے کے اسباب پیدا کریں۔

(۳) شریف حسین نے برطانیہ کے پیش کردہ معاہدہ پر دستخط نہ کیے۔ تو برطانیہ نے وظیفہ بند کر دیا۔

(۳) برطانیہ نے دیکھا کہ اب ترکوں کے لیے حرمین شریفین کا کوئی راستہ نہیں اس لیے نجدیوں کو نمک کھلانا ترک کر دیا۔

(۴) شریف حسین چند سالوں سے ترکوں کا باغی ہے۔

(۴) نجدی قریباً ایک صدی سے ترکوں کی سلطنتِ اسلامیہ کے باغی ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر ایڈیٹر اہلِ حدیث اپنے ظاہری ایمان سے کہہ دے کہ شریف حسین زیادہ دشمنِ اسلام تھا یا نجدی شیاطین زیادہ دشمن تھے۔ بلکہ ہر ایک ایمان دار یہ ماننے پر مجبور ہے کہ سلطنت اسلامیہ عثمانیہ سے بغاوت اور عداوت کے معاملہ میں نجدی زیادہ مجرم ہیں۔ اور اب شریف نے جو کچھ کیا تھا، وہ صرف اپنے نفس کے واسطے۔ مگر نجدی جو کچھ کرنے کے عادی ہیں وہ سچے مسلمانوں کے دلوں میں زخم پیدا کریں گے اور خون کے آنسو رُلائیں گے۔ ہمیں اس بات کا بھی بے حد رنج تھا، کہ شریف حسین نے حاجیوں کی تباہی اور ہزاروں حاجیوں کے خون کا سامان پیدا کیا۔ مگر اب جو حاجی مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر آئے ہیں۔ ان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹ کرایہ پر دینے والے بدوؤں کو بھی نجدیوں کے جاسوسوں نے اکسایا کہ حاجیوں کو راستہ میں چھوڑ دو تاکہ حاجی بے آب و دانہ مریں اور دنیا چوں کہ شریف حسین کی مخالف ہے، الزام اس کے سر تھپ جائے گا۔ اس پر بھی حاجی اس تکلیف سے واپس آئے۔ اُن کو کرایہ وصول شدہ واپس دے دیا گیا۔ چناں چہ مولانا مولوی حکیم احمد علی صاحب قصوری اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ کرایہ بھی واپس ملا اور شریف نے دل جوئی اور خاطر مدارات بھی کی۔

ممکن ہے کہ اس اصلیت کو ہندوستان کے سیاسی اخبارات محض شریف کی عداوت کے سبب دبا دیں۔ اور شائع نہ ہونے دیں۔ لیکن اصلیت آخر ظاہر ہو کے رہے گی۔ ایڈیٹر صاحب اہلِ حدیث کو بغلیں بجانے کی ضرورت نہیں۔ اگر مکہ معظمہ پر نجدی بے دینوں کا قبضہ ہو گیا تو ہونے دو۔ ارضِ شام جس کی نسبت زبور میں وعدہ ہے کہ وہ صالحین کی وراثت

میں ہے۔ اور زبور کا حوالہ قرآن شریف میں پیش کر کے مالک الملک فرماتا ہے:

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون۔

اور ہم نے البتہ لکھ دیا زبور میں تورات کے بعد کہ تحقیق زمین (شام) میرے نیک بندوں کی میراث ہو گی۔"

عیسائی اور یہودی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ یسعیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"جاگ جاگ اے صیہون! اپنی شوکت پہن لے! اے یروشلم مقدس شہر! اپنا سجیلا لباس اوڑھ لے! کیوں کہ آگے کو کوئی نامختون یا ناپاک تجھ میں کبھی داخل نہ ہو گا۔"

(یسعیاہ، باب ۲۵، آیت ۱)

اسی یسعیاہ نبی کی کتاب میں الہامی پیش گوئیوں سے پہلے خدا کا وعدہ ان الفاظ میں ہے:

"رب الافواج قسم کھا کے فرماتا ہے کہ یقیناً جیسا میں نے چاہا ہے، ایسا ہی ہو جائے گا اور جیسا مَیں نے ارادہ کیا ہے ایسا ہی واقعہ ہو گا۔" (یسعیاہ، باب ۱۴، آیت ۲۴)

باوجود اِن وعدوں کے آج ہم دیکھتے ہیں کہ یروشلم مقدس شہر (بیت المقدس) نامختونوں کے قبضہ میں ہے۔ عیسائی لوگ اگر ایڈیٹر اہلِ حدیث کی طرح اگر کوئی تاویل کرنا چاہتے ہیں تو نہیں کر سکتے۔

ایڈیٹر اہلِ حدیث نے میرپور میں بہ دورانِ مناظرہ آیتِ قرآنی مطلب یہ بنایا تھا کہ ارض سے مراد جنت کی زمین ہے۔ اور صالح سے مراد جنگی قابلیت رکھنے والا ہے۔ تو معنی آیت شریفہ کا یہ ہوا کہ جنت کے وارث جنگی قابلیت رکھنے والے ہیں۔ اگرچہ اس تاویل سے ہندوستان بھر کے سارے وہابی جہنمی بن جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان میں جنگی قابلیت نہیں تو وہ جنت کے وارث کیوں کر ہوں گے۔ لیکن عیسائی کوئی تاویل نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں مخاطب شہر یروشلم ہے۔ یہاں جنت کی زمین نہیں بن سکتی۔ اگر صرف ناپاک لوگوں کی ممانعت ہوتی تو البتہ عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ تم ناپاک ہو، جو نکالے گئے۔ ہم چوں کہ

قابض ہو گئے ہیں۔ اس لیے ثابت ہوا کہ ہم ہی پاک ہیں۔ مگر یہ تاویل لفظ نا مختون بننے نہیں دیتا۔ علاوہ بر آں اگر ہم ناپاک تھے تو تیرہ صدیاں کامل ہم اس کے وارث کیوں رہے؟ ہمارا ایمان اور اعتقاد ہے کہ یہ قبضہ یروشلم اور مکّہ معظمہ کا صرف جماعت اسلامیہ کو بیدار کرنے کے واسطے ہے۔ غیر صالح لوگ ہمیشہ اس پر قابض نہیں رہ سکتے۔ اور خدا نے چاہا تو سلطنت تُرکیہ پھر ان ممالک پر قابض ہو گی اور نجدی باغیوں کو چھٹی کا دودھ یاد کرادے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بالآخر ہم ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کو یہ شعر سنا کر رخصت ہوتے ہیں ؎

من آنچہ شرط بلاغست باتو میگفتم　　　تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

وما علینا الا البلاغ۔

(راقم خاکسار غلام احمد اخگر عفی عنہ امر تسری)‘‘ [۷ر نومبر ۱۹۲۴ء، ص۲ تا ۴]

مزید ایڈیٹر الفقیہ نے بھی اپنی جانب سے جواب دیا ہے وہ بھی ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

’’میرا خیال تھا کہ اہلِ حدیث کی بے ہودہ تحریر کے جواب پر قلم نہ اُٹھایا جائے لیکن چوں کہ مکرمی مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر شیر اسلام امر تسری نے اس کے جواب پر قلم اٹھایا ہے۔ اور مجھ پر جو الزام ملکی لیڈروں اور رہنمایانِ خلافت سے ڈرنے اور کانپنے کا لگایا تھا، اس کو میرے متعلق رکھا۔ اس لیے مَیں بھی جواباً کچھ عرض کر دیتا ہوں۔

مولانا ایڈیٹر صاحب اہلِ حدیث یاد رکھیں کہ مَیں خدا کے فضل و کرم سے سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ میرے نزدیک ڈر کانپ کر اپنے ضمیر کے خلاف آواز بلند کرنا یا اپنی شہرت اور لیڈری یا مالی فوائد کے لیے مداہنت کرنا اوّل درجہ کی بے ایمانی ہے۔ مَیں اس کے مرتکب کو بے ایمان اور منافق سمجھتا ہوں۔ میرے اخبار کا فائل اس کی شہادت میں کافی ہے، کہ مَیں نے ملکی لیڈروں اور رہنمایانِ خلافت کے طرزِ عمل کی جو میرے ضمیر کے خلاف ہو کبھی پروہ نہ کی۔ اور ایسے مضامین میرے اخبار میں نکل چکے ہیں جو ان بزرگوں کے خلاف تھے۔ اور اکثر لوگ جو تحریکاتِ جدیدہ سے متاثر ہو چکے تھے میرے

خلاف ہو گئے اور اخبار کی خریداری ترک کر دی۔ مگر مَیں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے کے لیے مداہنت کرتا۔

اگر ایڈیٹر صاحب اہلِ حدیث کو ایسے لوگوں کا پتہ لگانا منظور ہے جو محض شہرت حاصل کرنے اور لیڈر بننے اور ہر دیگ کا چمچہ بننے کے لیے مداہنت کے عادی ہیں تو ہم ان کو بتا دیتے ہیں کہ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ترکِ موالات میں تُرکِ موالات۔ اس پر گورنمنٹ کے حقیقی وفادار، دہلی میں اپنی صدارت سے سِول نافرمانی کا رزولیوشن پاس کراتے ہیں اور اپنے شہر میں آکر یہ عذر کر دیتے ہیں کہ مَیں ضعیف اور کمزور ہوں۔ جیل خانہ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے مَیں سِول نافرمانی کی قرار داد پر دستخط نہیں کر سکتا۔ نہ عامل ہو سکتا ہوں۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا صاحب زادہ ماشاء اللہ جوان اور قوی ہے ان کو شامل ہونے دیجیے۔ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ میرا بیٹا اپنی والدہ کو بے حد پیارا ہے اس لیے وہ کسی تحریک میں عملی طور پر شامل نہیں ہوتا۔ گو اس کا اور میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ تحریک صحیح ہے۔ گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اپنی والدہ کو اتنے پیارے نہیں جتنے کہ ان کے صاحبزادے صاحب اپنی والدہ کو پیارے ہیں۔ ایسے لوگ وہ حضرات ہیں جو زمانہ تحریکِ خلافت جلسوں کے پریزیڈنٹ بننے کے خلافت کے اسٹیج پر ایک اچھے اور قابل ایکٹر کی طرح روحانی صورت بنا کر رونے کے لہجے میں یہ کہا کرتے تھے۔

دوستو! جب خلافت ہی نہیں تو صدارت کیسی؟ غرض کہ اعلیٰ درجے کی قابلیت سے پارٹ کرتے تھے مگر جب ترکوں نے اپنی سلطنت کو خلافت کے بوجھ سے سبک دوش کر کے خاندانِ عثمانیہ کو جِلا وطن کر دیا تو یہی بزرگ یہ لکھنے لگے کہ خلافت کوئی چیز ہی نہیں۔ مولانا! ایسے بزرگوں کا پتہ لگا کر آپ انھیں ڈرنے اور کانپنے کا الزام دیا کریں۔ مجھ غریب پر ناحق نزلہ نہ گرائیں۔ فقط" [۷ر نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۲ تا ۴]

اخبار الفقیہ میں ایک مقام پر لکھا ہے۔:

"شریف غدار کی بغاوت نے اگرچہ سلطنتِ اسلامیہ کو سخت نقصان پہنچایا لیکن حرمین شریفین اور قبورِ مسلمین کی توہین کا اندیشہ نہ تھا۔ حجاج کو جسمانی تکالیف اور مالی

نقصانات برداشت کرنے پڑے لیکن اس نئے دَور میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو جو روحانی تکلیف پہنچنے والی ہے اس کا خیال کر کے شریف ہی کی حکومت بسا غنیمت تھی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے اور کوئی بہتر صورت پیدا ہو" [الفقیہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۲۴ء، ص،۴]

سعودی حکومت میں امن وامان کا مفہوم

نجدی حکومت کا ظلم و ستم ہر دن بڑھتا ہی جارہا تھا اہل حجاز نجدی حکومت میں غیر مامون تھے مگر نجدی ہوا خواہوں نے اس ظلم و ستم کو امن وامان کا نام دے رکھا تھا وہاں کیا واقعی امن وامان تھا ہر گز نہیں بلکہ لوگوں پر ابن سعود اور نجدیوں کی دہشت اس قدر تھی کہ وہ ظلم سہنے کے علاوہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اہل حجاز کو بھوکا مارا جارہا تھا اور خود عیاشیاں کر رہے تھے۔ ہر طرح کا ظلم و ستم کیا جارہا تھا قتل وغارت گری، عصمت دری، زناولواطت جیسے سارے جرم گویا مباح کے زمرے میں تھے۔ ٹرکی کے مشہور قوم پرست مجاہد غازی ذکریا بے جنہوں نے جنگ اناطولیہ میں نمایاں حصہ لیا تھا ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان وارد ہوئے اور یہاں آکر آپ نے نجدی امن کا درست مفہوم اور سفر حجاز کے عبرت خیز تاثرات، فارسی زبان میں قلمبند کیے۔ اخبار دبدبہ سکندری میں اس کا اردو خلاصہ پیش کیا گیا جسے الفقیہ نے نقل کیا ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ عبد العزیز السعود کے دور میں امن وامان خوب ہے لیکن اس نے امن وامان کس طرح قائم کیا ہے اس حقیقت سے لوگ کم واقف ہیں ابن سعود ایک جاہل بادیہ نشین ہے اس نے فرعون کی طرح تمام قبائل حجاز کو شکنجہ عقوبت میں جکڑ کر قتل عام لوٹ مار آبروریزی وغیرہ وحشیانہ طریقوں سے اپنا مطیع کیا ہے اور اس طرح موجودہ امن وامان قائم کیا ہے۔ عبد العزیز سعودی اور اس کے جاہل اعوان عربوں سے نہایت بے رحمی کا سلوک کرتے ہیں اہل حجاز بھوکے مر رہے ہیں لیکن ابن سعود اور اس کے فرزندوں اور عزیزوں نے عیش وعیاشی کا تمام سامان فراہم کر رکھا ہے اور ہر قسم کی ناپاک اور غیر شرع حرکتیں کرتے رہتے ہیں اور آج کل مکہ معظمہ میں زناکاری اور لواطت کی اس قدر کثرت ہے

کہ کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اماکن مقدسہ ویران ہو گئے ساکنان حجاز مرگ وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہیں۔ ظلم حد سے گزر گیا ہے۔ شعائر اسلامی کی توہین ہو رہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ تھوڑے عرصہ بعد کہیں قبلہ اسلام اور روضہ نبوی بھی معدوم نہ ہو جائے۔ اگر امت مرحومہ بعد از قربانی بسیار اس وقت ہوشیار نہیں ہوئی تو اس کا منہ تمام دنیا کے سامنے سیاہ ہو چکا ہو گا۔ نجدی قوم امم اسلام کے لیے خطرناک فتنہ ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ نجدیوں کے ذریعہ کہیں اماکن مقدسہ پر غیر مسلم طاقتوں کا قبضہ ہو جائے۔

غازی ذکریا بے کے مندرجہ بالا الفاظ کسی تبصرے کے محتاج نہیں ہیں مسلمانوں میں اگر غیرت مذہبی کا شائبہ بھی باقی ہے تو ان کا فرض ہے کہ عیاش اور ننگ اسلام ابن سعود کی مخالفت کے لیے پوری قوت سے کمربستہ ہو جائیں اور اس وقت تک آرام کی نیند نہ سوئیں جب تک حجاز کی سرزمین سیاہ کار ابن سعود اور اس کے سیاہ کار اولاد کے قبضہ سے آزاد نہ ہو جائے۔" [۷/مارچ ۱۹۳۶ء ص ۳]

مولانا سید احسن صاحب کشمیری کا بیان ہے۔:

"ہاں البتہ یہ بات ضرور دیکھی کہ حاجی اپنا بقچہ سر تلے رکھے سوتا ہے پہاڑ کے درہ میں اور اکثر اکیلے عورت مرد جاتے ہوئے دیکھے مگر کیا قدرت کہ حاجی کو کوئی لوٹ لیوے حکومت کا نام سن کر بدو کو ایک قسم کا جاڑا چڑھ آتا ہے اور ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے یا شیخ معافی آیا مظلوم۔ معلوم ہوا کہ ابن سعود نے نو ہزار بدو کاٹ ڈالے درخواست امن پر یہ معاہدہ لیا کہ اگر ایک حاجی جس گاؤں کے نزدیک لٹ جائے گا وہ گاؤں دو روز کے اندر ایک کھیت کی صورت میں نظر آئے گا جاؤ تم کو امن دی جاتی ہے غرض حاجی کو جان کا خوف بالکل نہیں راستہ میں ہر منزل پر چائے پانی گوشت روٹی خرید و سب کچھ ملتا ہے خوب بندوبست ہے بھلا کیوں نہ ہو یہ نہ ہو تو دکانداری بالکل خراب ہو جائے۔ [۱۴/نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷]

نجدی حکومت کی بیہودہ کاری

شریف حسین کے دور حکومت میں لوگ پریشان ضرور تھے مگر اس قدر نہیں تھے

مالی اعتبار سے پریشان رہے ہوں مگر ان کی جان وعزت محفوظ تھی، لیکن نجدی حکومت میں نہ جان محفوظ تھی نہ مال و دولت اور نا ہی عزت و عصمت نجدی ہر طرح سے اہل حجاز کو پریشان کرنے پر تلے ہوے تھے۔ ایک طرف اہل حجاز فاقہ کشی اور تنگ دستی مفلسی و بے چارگی میں زندگی گزار رہے تھے تو دوسری طرف ابن سعود اور اس کے صاحبزادگان عیاشیوں میں مصروف کار تھے۔ ابن سعود نے مانو یہ حکومت اسی لیے کی ہو کہ حکومت اور مذہب کی آڑ میں اپنی ہوس پوری کرے گا اور عیاشیوں میں اپنی تمام زندگی گزارے گا۔

مسٹر فلبی اپنی کتاب عرب، میں لکھتے ہیں کہ:

ایک موقع پر ابنِ سعود نے مجھ سے پوچھا کہ تم انگریزوں نے طلاق اس درجہ کیوں سخت بنالیا ہے کہ ہم نجدیوں کو دیکھو، جب کسی عورت سے جی بھر گیا اور اس میں دلچسپی باقی نہ رہی، تو اس سے چھٹکارا پانے کے لیے تین بار طلاق، طلاق، طلاق کہہ دینا کافی ہے۔ واللہ میں اب تک ۷۵ عورتیں نکاح میں لا چکا ہوں۔ اور ان شا اللہ ابھی یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔ مسٹر فلبی اپنے نوٹ میں اس پر حاشیہ مستزاد کرتے ہیں کہ اب تو ابنِ سعود کے ازواج کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہو چکی ہے۔ ابنِ سعود کی جن بیبیوں سے اولاد ہے، ان کے ساتھ خاص رعایت یہ کی جاتی ہے کہ انہیں مکان اور سامان دے دیا جاتا ہے۔ جس میں وہ اپنے لڑکوں لڑکیوں کی پرورش اور پرداخت کرتی ہیں۔ انہیں عام طور سے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ البتہ جن عورتوں سے کوئی اولاد نہیں، انہیں عقدِ ثانی کا اختیار رہتا ہے۔ آگے چل کر فلبی لکھتا ہے کہ:

عموماً ابنِ سعود تین ازواج بیک وقت رکھتا ہے اور چوتھی کے لیے جگہ خالی رہتی ہے تاکہ اگر کسی لڑکی پر دل آجائے تو یہ جگہ پر کی جاسکے۔ ایسے مواقع پر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں اور ابنِ سعود اپنے کسی ڈپٹی کو ایک موزوں اور قبول صورت کی لڑکی کی تلاش میں بھیجتا ہے۔ ڈپٹی کوئی لڑکی پسند کر کے لاتا ہے۔ نکاح کے وقت بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی۔ صرف ایک قاضی اور چار گواہ رہتے ہیں۔ اور جب اس لڑکی سے دل بھر گیا تو وہ اپنے والدین کے پاس کر دی جاتی ہے۔

فلبی لکھتا ہے کہ:

جس وقت وہ ریاض میں تھا۔ ابنِ سعود کی خاص ملکہ محمد اور خالد کی ماں اور ابنِ سعود کی چچازاد بہن جوہرہ بنت مساعد تھی۔ یہ خاتون نہایت حسین تھی۔ اس کا انتقال ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا میں ہوا، جس کا ابنِ سعود کو اس درجہ رنج ہوا کہ ایک سال بعد مجھ سے انگلستان میں اس کے نمائندہ نے کہا کہ اس خاتون کے کمرے اپنے اصلی حالت پر مقفل رکھے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وہابی حکمران کو یہ ملکہ کس درجہ ہردلعزیز تھی۔

مسٹر فلبی کی موجودگی میں زوجہ ثانیہ خود سلطان کے بھائی سعید کی بیوہ تھی۔ تیسری بنت دخیل قسم میں تھی اور ۱۹۱۸ء تک اسے طلاق نہیں دی گئی تھی۔ چوتھی قبیلہ حدیر کی بنت الصدیری تھی جسے یقیناً طلاق دی گئی اس لیے کہ فلبی کی روانگی کے بعد موسمِ سرما میں ابنِ سعود نے ایک دوسری لڑکی سے عقد کیا۔ اس موقعہ پر فلبی کہتا ہے کہ ابنِ سعود قرآن شریف کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی احکامِ شرعی سے فائدہ اٹھا کر باکرہ لونڈیوں سے بھی تعلق پیدا کرتا ہے۔

مجھے پہلے اس کی خبر نہ تھی، میں سمجھا تھا کہ وہابیوں میں یہ بات نہیں ہے۔ مگر ابنِ سعود کے ساتھ میں بریدہ کے سفر میں گیا۔ جہاں ایک لونڈی کی غلطی سے یہ راز مجھ پر آشکارا ہو گیا۔ اگر چار کی تعداد پوری رہی اور سیاحت کے دوران میں ابنِ سعود کو کسی خاتون کے حسن کی شہرت نے گرویدہ کیا تو وہ نہایت آسانی سے اپنی ایک زوجہ موجودہ کو خط کے ذریعہ سے طلاق نامہ بھیج کر نئی شادی کرلیتا ہے۔ صرف مرحوم ترکی ابنِ سعود کے بڑے لڑکے کا نام جو انفلوئنزا میں فوت ہوا، کی ماں کی طلاق کا معاملہ دردناک ہے۔

اسلام کا حکم یہ ہے کہ دو حقیقی بہنوں سے بہ یک وقت شادی نہیں ہوسکتی۔ اتفاق سے ابنِ سعود حساء میں تھا اور حلقہ ازدواج میں ایک جگہ خالی تھی۔ چنانچہ حسبِ عادت ایک لڑکی منتخب کی گئی اور نکاح اور شب خوابی کے بعد ابنِ سعود کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی ترکی کی ماں کی حقیقی بہن ہے۔ اس اصلاح کی بجز اس کے اور کون صورت تھی کہ ترکی کی ماں کو طلاق دے دی جائے۔" [۲۸/ مئی ۱۹۲۷ء ص ۸]

اخبار الفقیہ، لکھتا ہے:۔

"ابن سعود اور اس کے صاحبزادے ہر سال کئی کئی شادیاں کرتے ہیں ان کے محلات مغربی سامان تعیش سے بھرے پڑے ہیں۔ اہل عرب افلاس ناداری کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ان کی مفلسی ہولناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ نہ پیٹ میں روٹی ہے نہ بدن پر کپڑا ہے۔ مدینہ طیبہ اجڑا ہوا دیار بنا ہوا ہے۔ کجا لاکھوں کی آبادی اور صد ہزار اشخاص کی چھوٹی سی بستی۔ حرمین شریفین کے قیمتی فرنیچر اور نایاب تحایف کو اٹھوا کر ریاض پایہ تخت نجد میں پہنچا دیا گیا ہے۔"

[۱۴/ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۶، ۷]

باب(۴)

ابن سعود کا حجاز مخالف طاقتوں سے سمجھوتا اور دیگر سیاسی تفصیلات

سلطنت برطانیہ سے ابن سعود کا معاہدہ

حجاز پر نجدی تسلط و حکومت بغیر برطانوی حمایت و معاونت کے ابن سعود یا کسی اور کے لیے ممکن نہیں تھی۔ ابن سعود کو برطانوی پشت پناہی حاصل تھی جس کے سبب شریف حسین اور امیر علی بھاگنے پر مجبور ہوئے اور ابن سعود کے ہاتھوں حجاز کی عنان حکومت آگئی۔ گزشتہ اوراق میں قدرے اس کا ثبوت ہم پیش کر چکے ہیں۔ ہم یہاں حجاز مخالف طاقتوں سے اس کے جائز و ناجائز معاہدوں کی تفصیلی روداد پیش کرتے ہیں۔ اولاً ہم ۱۹۱۵ء میں عبد العزیز اور برطانوی حکومت کے مابین ہوئے معاہدہ کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف طور پر برطانوی اور نجدی غالب و مغلوب، حاکم و محکوم کی حیثیت سے صاف پڑھے جا سکتے ہیں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے۔

"یہ امر اب محتاج تفصیل نہیں کہ قرن الشیطان ابن سعود علیہ ماعلیہ قطعاً آزاد اور خود مختار نہیں بلکہ سلطنت برطانیہ کا نہ صرف نمک خوار بلکہ پورا دوست بلکہ غلام ہے۔ اس کے گزشتہ کارنامے جو اخبار زمیندار ہی میں شائع ہو چکے ہیں اخباروں اور رسالوں کی صورت میں شائع ہو رہے ہیں مگر زمیندار نہ تو انکار کرتا ہے نہ ان کی نقل کر کے کوئی جواب دیتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جواب تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا زمیندار اپنے قارئین کو ان واقعات کے مطالعہ سے صرف اس لیے محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ شیطانی پروپیگنڈا کا تار و پود بکھر کر رہ جائے گا اور جن لوگوں کو سوائے زمیندار کے اور کسی پرچہ کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا یا دیکھنا ہی نہیں چاہتے وہ اگر صحیح حالات سے واقف ہو گئے تو شیطانی پروپگینڈا کا اثر بالکل زائل ہو جائے گا۔ ذیل میں ہم اس معاہدہ کو نقل کرتے ہیں جو ابن سعود اور سلطنت برطانیہ کے درمیان ۱۹۱۵ء میں ہو چکا ہے اور اس معاہدہ کا ابن سعود اب تک پابند ہے۔ معاہدہ یہ ہے:

دفعہ اول:۔ حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے اور اس کو اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ علاقہ جات نجد، احساء، قطیف، جبیل اور خلیج فارس کے ملحقہ مقامات جن کی حد بندی بعد کو ہو گی یہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں اور برطانیہ اس امر

کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکور اور اس کے اجداد ہیں۔ ان کو ان ممالک اور قبائل پر خود مختار حکومت حاصل ہے۔ اور اس کے بعد ان کے لڑکے ہالے ان کے صحیح وارث ہوں گے۔ لیکن ان ورثا میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب و تقرر کے لیے یہ شرط ہو گی کہ وہ شخص سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو اور شرائط مندرجہ معاہدہ ہذا کے بھی خلاف نہ ہو۔

دفعہ دوم:۔ اگر کوئی اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثا کے ممالک پر حکومت برطانیہ سے مشورہ کیے بغیر یا اس کو ابن سعود کے ساتھ مشورہ کرنے کی فرصت دیے بغیر حملہ آور ہوئی تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کر کے حملہ آور حکومت کے خلاف ابن سعود کو امداد دے گی۔ اور اپنے حالات کو ملحوظ رکھ کر ایسی تدابیر اختیار کرے گی جن سے ابن سعود کے اغراض ومقاصد اور اس کے ممالک کی بہبود محفوظ رہ سکے۔

دفعہ سوم:۔ ابن سعود اس معاہدہ پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ

(۱) وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی سلطنت دخل دے گی تو ابن سعود فوراً حکومت برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دے گا۔

دفعہ چہارم:۔ ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو حکومت برطانیہ سے مشورہ کیے بغیر بیچنے رہن رکھنے مستاجری یا کسی اور قسم کے تصرف کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔ اس کو اس امر کا اختیار نہ ہو گا کہ کسی حکومت یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے اور ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا اور اس میں اس امر کی قید نہیں ہے کہ وہ ارشاد اس کے مفاد کے خلاف ہو یا موافق۔

دفعہ پنجم:۔ ابن سعود عہد کرتا ہے کہ مقامات مقدسہ کے لیے جو راستے اس کی سلطنت سے ہو کر گزرتے ہیں وہ باقی رہیں گے۔ اور ابن سعود حجاج کی آمد ورفت کے زمانہ میں

ان کی حفاظت کرے گا۔

دفعہ ششم:۔ ابن سعود اپنے پیشر و سلاطین نجد کی طرح عہد کرتا ہے کہ وہ علاقہ جات کویت بحرین علاقہ جات روسائے (شیوخ) عرب عمان کے ان ساحلی علاقہ جات اور دیگر ملحقہ مقامات کے متعلق جو برطانوی حمایت میں ہیں اور جن کے حکومت برطانیہ کے ساتھ بروے معاہدہ کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا۔ ان ریاستوں کی حدبندی بعد کو ہو گی جو برطانیہ سے معاہدے کر چکی ہیں۔

دفعہ ہفتم:۔ اس کے علاوہ حکومت برطانیہ اور ابن سعود اس امر پر راضی ہیں، کہ طرفین کے بقیہ باہمی معاملات کے لیے ایک اور مفصل عہدنامہ مرتب و منظور کیا جائے گا۔ مورخہ ۱۸؍ صفر ۱۳۳۴ھ ۲۶؍ نومبر ۱۹۱۵ء۔ مہرو دستخط عبد العزیز السعود

(دستخط) پی زید کاکس وکیل معاہدہ ہذا و نمائندہ برطانیہ خلیج فارس

(دستخط) چیفو رنائب ملک معظم و وائسرائے ہند

یہ معاہدہ وائسرائے ہند کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا بمقام شملہ ۱۸؍ مئی ۱۹۱۶ء کو تصدیق ہو چکا ہے۔

(دستخط) اے ایچ گرانٹ سکریٹری حکومت ہند شعبہ جات و سیاسیات۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۱؍ اکتوبر، ۱۹۲۵ء ص ۲]

نجدی و برطانوی معاہدہ میں ترمیمات

برطانوی اور نجدی معاہدہ جو ۱۹۱۵ء میں ہوا، اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں ہوا جس میں برطانیہ کو کچھ ترمیمات مطلوب تھیں جس کے لیے مدینہ منورہ کے کسی جگہ برطانوی قونصل جدہ نے ابن سعود سے گفتگو کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس سے متعلق کافی تفصیلی بحث کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے۔:

"جریدہ الاہرام مصری نے ایک مقالہ افتتاحیہ میں برطانیہ اور ابنِ سعود کے معاہدات پر روشنی ڈالی ہے، جس کا ذیل میں ہم ترجمہ کرتے ہیں۔ کل ہم کو اپنے نامہ نگار

خصوصی مقیم لندن سے ایک خبر ملی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ برطانوی قونصل جدہ سلطان ابنِ سعود سے گفتگو کے لیے مدینہ منورہ کے قریب کسی جگہ گیا ہے تاکہ برطانوی نجدی معاہدہ میں ترمیمات کے متعلق گفتگو کرے۔ جن سے دو سابق معاہدے بعد کی تغیرات کے لحاظ سے موجودہ حالت کے مطابق ہو جائے۔ مذکورہ خبر میں یہ بھی تھا کہ جس معاہدہ میں ترمیمات کا خیال ہے وہ ۱۹۱۹ء کا معاہدہ ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہ ہے کہ شاید ۱۹۱۹ء کے بجائے ۱۹۲۳ء کا معاہدہ مراد ہے۔ ہاں اگر ۱۹۱۶ء کے بعد کوئی اور معاہدہ کیا گیا ہو تو یہ اور بات ہے۔ اس صورت میں سابق معاہدہ کی دفعہ سات سے جس کی عبارت حسبِ ذیل ہے یہی ۱۹۱۹ء کا معاہدہ ہو گا۔

"حکومتِ برطانیہ اور ابنِ سعود اس پر متفق ہیں کہ اس کے علاوہ ایک دوسرا تفصیلی معاہدہ ان امور کے متعلق کیا جائے گا جن کا دونوں سے تعلق ہے۔"

لیکن اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ہمارے نامہ نگار کی خبر میں جس معاہدہ کا ذکر ہے وہ ۱۹۱۶ء کا معاہدہ ہے اور اغلب یہی ہے تو ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم یہ بھی معلوم کر سکیں کہ برطانیہ ابنِ سعود کی ملکیت حجاز کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہتی ہے اور یہ بھی کہ اس معاہدہ میں جو سرپرستی کا کس نے ۱۹۱۰ء میں کیا تھا اور جس کی نائب ملک اور حاکمِ ہند نے ۱۹۱۶ء میں تصدیق کی تھی کس قسم کی ترمیمات کرنے کا ارادہ ہے۔

۱۹۱۶ء کے معاہدہ کی دفعہ اول فقرہ اول کا یہ مطلب ہے کہ برطانیہ اِس کی معترف ہے اور اس کو تسلیم کرتی ہے کہ نجد، احسا، تطیف، جلیل اور وہ زمینیں جو بعد میں ذکر و متعین کی جائیں گی اور خلیجِ فارس پر کے بندرگاہ ابنِ سعود اور ان سے قبل ان کے آبا و اجداد کا ملک ہیں۔ لہٰذا ابن الشید کی سابقہ عمارت جس کو ابنِ سعود نے اپنی ملکیت کے ساتھ شامل کرلیا ہے حجاز اور یمن کا وہ حصہ جو امارت عسیر سے لیا ہے اور اس کے علاوہ اور تمام حصہ جات ملک جو ابنِ سعود نے معاہدہ جدہ کے متعلق اپنی سلطنت میں شامل کیے ہیں وہ اس معاہدہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ برطانیہ اس وقت جس بات کو چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ ان مذکورہ ممالک کو بھی دفعہ اول کے فقرہ اول میں داخل کردے تاکہ

۱۹۱۶ء کا معاہدہ سلطنت ابنِ سعود کے تمام ممالک کو شامل ہو جائے۔

لہذا اب یہاں اہم بات صرف اس قدر رہے کہ ابنِ سعود بھی اس داخلہ کو پسند کریں گے یا نہیں؟ یہ بالکل صاف ہے کہ برطانوی نجدی معاہدہ اس تمام اراضی کو جس کا معاہدہ میں ذکر ہے براہِ راست برطانوی حمایت میں داخل کر دیتا ہے اور بہت سخت پابندیوں کے ساتھ ان ممالک کے حاکم کو مقید کر دیتا ہے۔

(۱) موجودہ حاکم اپنا جانشین خود متعین کرے مگر بشرطیکہ وہ جانشین کسی صورت سے برطانیہ کا دشمن یا اس کا مخالف نہ ہو۔ (دفعہ اول فقرہ دوم)

(۲) اس معاہدہ کے بعد ابنِ سعود یا خلفا ابنِ سعود کے ملک پر ہر اجنبی مداخلت پر برطانیہ ابنِ سعود کی مدد کرے گی اور اس مدد کے لیے ایسی شرائط مقرر کی جائیں گی جن سے ضرورت کے وقت باہر ہو سکنا آسان ہو گا۔

(۳) ابنِ سعود اس امر کا وعدہ کرتے ہیں کہ وہ کوئی معاہدہ یا کوئی گفتگو کسی غیر حکومت سے نہیں کریں گے اور اگر کوئی حکومت کبھی مذکورہ اراضی کے معاملات میں کسی قسم کی کوئی مداخلت کرنا چاہے گی تو ابنِ سعود برطانیہ کو فوراً اطلاع دیں گے۔

(۴) ابنِ سعود وعدہ کرتے ہیں کہ وہ اس اراضی مذکورہ سے برطانیہ کی اجازت کے بغیر نہ کسی کے حق میں دست بردار ہوں گے نہ کسی کے ہاتھ فروخت کریں گے نہ رہن کریں گے نہ لگان پر دیں گے۔ اور نہ کسی غیر حکومت کو نہ کسی غیر ملکی شخص کو کوئی رعایت اس اراضی میں دیں گے۔ اور بغیر کسی تخصیص کے برطانیہ کی ہر ہدایت پر عمل کریں گے ہاں اگر ان کے مخصوص مصالح کے خلاف ہو تو اور بات ہے۔ تو کیا دنیا میں حمایت کا اس سے زیادہ وزنی اور ثقیل کوئی معاہدہ ممکن ہو سکتا ہے؟

پھر اگر یہ بقیہ ممالک بھی جو ابنِ سعود نے اس معاہدہ کے بعد حاصل کیے ہیں اس معاہدہ میں داخل کر دیئے جائیں تو پھر یہ بھاری بیڑیاں جن سے دفعہ اول فقرہ اول کے ممالک مقید ہیں حجاز اور بقیہ ممالک میں بھی نافذ ہو جائیں گی تو کیا ابنِ سعود اس کو تسلیم کر لیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ حجاز کو کسی اجنبی کی حمایت میں دے دینا تمام عالمِ اسلام کو سخت

ناگوار ہوگا خواہ وہ حمایت کسی صورت سے ہو۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ خود ابنِ سعود بھی اس سے واقف ہیں کہ حجاز میں ان کی سلطنت اور قوت کی بہت بڑی باعث ان کی طرف عالمِ اسلام کی توجہ تھی اور اگر وہ حجاز پر بھی اس حمایت کو قبول کرلیں گے جس کو وہ نجد وغیرہ پر قبول کرچکے ہیں تو عالمِ اسلام کی توجہ ان کی طرف سے ہمیشہ کے لیے ہٹ جائے گی۔ اور مستقبل میں ان کا مرکز بہت بڑے خطرہ میں ہو جائے گا۔ پھر یہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی دشمنی کالازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ابنِ سعود کے دوست برطانیہ بھی ابنِ سعود کے ساتھ حکومت کا برتاو کرے گی جیسا کہ وہ اس سے قبل شریف حسین کے ساتھ کرچکی ہے۔ کیوں کہ عالمِ اسلام کی توجہ ہٹ جانے سے وہ تنہارہ جائیں گے اور انگریزوں کو آسان ہو جائے گا۔ اور وہ ان سے سستے داموں فروخت کرکے ہندوستانیوں اور دیگر مسلم زعما کو بھی خوش کردیں گے۔ اور خود اپنی کچھ خواہشیں بھی پوری کرلیں گے۔

اب تک ابنِ سعود کا آئندہ گفتگو کے متعلق نقطہ نظر معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ ابنِ سعود اس وقت نہایت سخت حالت میں ہے کیوں کہ برطانیہ کے اس معاہدہ نے ابنِ سعود اور ان کے جانشینوں کو ایسی شرطوں سے جکڑ دیا ہے کہ ان سے نکل سکنا ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی صورت ہے تو صرف یہی کہ یا تو خود انگریز اس معاہدہ کو باطل کردیتے یا کسی ایسے معاہدہ سے بدل دینے پر راضی ہو جائیں جس سے ابنِ سعود اور ان کے جانشینوں کی حیثیت باعزت ہو جائے۔ اور یا اس طرف سے مطمئن ہو کر کہ جو کچھ بھی نتائج مرتب ہوں اس معاہدہ کو اپنی طرف سے باطل قرار دے دیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت وہ نازک موقع میں ہیں اور ان کو اس وقت ایسے مشیروں کی ضرورت ہے جو حالات کی تہ تک پہنچ سکتے ہوں اور جن کو سیاسی معاملات کا کافی تجربہ ہو۔ تاکہ وہ اگر ایک طرف انگریزوں کی مخالفت سے محفوظ رہیں تو دوسری طرف عالمِ اسلام کی ناراضگی سے بھی بچے رہیں۔ ابنِ سعود اس میں شک نہیں کہ نہایت دوربین اور معاملہ فہم طبیعت رکھتے ہیں۔ مگر ان کا پہلا معاہدہ کسی دوربینی کو ظاہر نہیں کرتا اور وہ معاہدہ تو سرے سے اس قابل ہی نہیں ہے کہ اگر واقعی ابنِ سعود حجاز کو برطانوی حمایت میں دینا نہیں چاہتے تو گفتگو اس معاہدہ پر کی جائے۔ لیکن اگر

وہ اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے ہوں کہ برطانوی دوستی کو ہر دوستی پر ترجیح دیتے ہوں تو وہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ برطانیہ بھی ان کی اس وقت ہر طرح مدد کرسکتی ہے جب تک اس کی مصلحت کا تقاضا ہو۔"

(الاہرام مصر)(حق لکھنو)"[**اخبار الفقیہ:۲۸ر جنوری ۱۹۲۷ء ص ۲**]

جدید معاہدہ کی خبر پر تبصرہ

برطانوی ونجدی معاہدہ ہو گیا لیکن اس کی تفصیلی رپورٹ اب تک نہیں آئی تھی البتہ وہابیوں کے سرکاری آرگن ام القری نے یہ بتایا کہ اس میں کوئی شرط نجد و حجاز کے خلاف نہیں ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط تھی۔ کیوں کہ واقعات اس کے خلاف گواہی دے رہے تھے، جیسا کہ اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر سے ظاہر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"حال میں برطانیہ و شاہی حجاز میں ایک معاہدہ کلیٹن اور فسِل نے ترتیب دیا ہے۔ ابھی شرائط معاہدہ معلوم نہیں لیکن وہابیوں کے سرکاری آرگن ام القری نے دنیا کو یہ بتایا ہے کہ اس میں کوئی شرط ایسی نہیں ہے جو نجد و حجاز کی شان کے خلاف ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور نجد و حجاز کامل طور پر آزاد رہیں۔ مگر مجھے تو خوف یہ ہے کہ واقعات اِن سرکاری بیانات کی تردید کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عملاً انگریزی ایجنٹ تمام ضروری کارروائیوں اور خارجی معاملات میں دخیل ہیں۔ میں اس کی تائید میں صرف دو مثالیں پیش کروں گا۔

(۱) میرے خیال میں اس سے ہر شخص کو اتفاق ہو گا کہ حج اور حاجیوں کے انتظامات کا تعلق خاص طور پر ملک کی اندرونی حکومت سے ہونا چاہیے، جس میں کسی غیر مسلم طاقت کا دخل نہ ہو۔ لیکن یہاں عمل یہ ہے کہ انگریز قونصل خانہ جدہ کا ہیڈ کلرک احسان اللہ برابر مکہ آتا ہے اور شیخ المطوفین کا عزل و نصب کرتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ تمام ہندوستانی حجاج کے کل معاملات اسی کے زیرِ اہتمام ہیں۔ یہ حق ترکی قونصل کو بھی حاصل نہیں۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ ترکی حجاج بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں۔ مگر جاوی حجاج تو ہندیوں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کے قونصل کو ذرا بھی دخل دہی کا حق نہیں ہے۔

(۲) ایک غیر سرکاری برٹش مشیر (جو ہندی مسلمان ہے) گورنر مکہ امیر فیصل کے اسٹاف میں رہ کر کام کرتا ہے۔ اور یہ شخص انگریزی حکومت کی طرف سے نجد و حجاز کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

(۳) مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہابی حکومت اس لیے غیر ممالک میں سفیر نہیں رکھ سکتی کہ وہ اس کے اخراجات ادا نہیں کر سکتی۔ بہ الفاظِ دیگر یہ معنی ہیں کہ نجد و حجاز کے خارجی تعلقات کی نگرانی انگریزوں کے ذمہ ہے۔ سرمایہ نہ ہونے کا عذر اس سلسلہ میں ناقابلِ قبول ہے۔ کیونکہ صرف حاجیوں سے اس سال حکومت کو ساڑھے پچاس لاکھ پونڈ ملے ہیں۔ جدہ اور ینبوع وغیرہ کی ساحلی آمدنی اس کے علاوہ ہے، اور یہ حبمر کی آمدنی بھی معمولی نہیں ہوتی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فیصل و کلیٹن کی گفتگوئے مصالحت میں امیر فیصل پر اس کا بہت دباؤ ڈالا گیا کہ جدہ کی جمرک (ساحلی محصولی چوکی) انگریزوں کے حوالہ کی جائے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ایک نجدی سفیر انقرہ میں رہے۔ مگر ترکوں نے یہ کہا ہے کہ صرف نجدی باشندہ اس کام پر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ترکوں کے اس بیان کے باعث ابنِ سعود کو ایک عذر مل گیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ نجدی اس قابل نہیں جو سفارت کا کام انجام دے سکیں۔ حالانکہ خود سلطان کا بھائی اس کام کے لیے نہایت موزوں ہے مگر سلطان اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ غرض کہ وہابی حکومت اپنی سیاسی ناقابلیت اور غیر ملکی تابعداری کو طرح طرح کے عذراتِ لنگ کے پردوں میں چھپاتی ہے۔

(۴) موتمر اسلامیہ (مکہ کانگریس) کو جو ختم کیا گیا اس کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ یہ کام انگریزوں کے اشارہ سے ہوا ہے جو کبھی اسے گوارہ نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں میں یکجائی ہو (اس لیے) اگر علی برادران کی مخالفت نہ بھی ہوتی تو ابنِ سعود کسی دوسرے بہانہ سے موتمر کو منتشر کر کے انگریزوں کا حکم بجالاتا۔ حج کے بعد ایک مصنوعی موتمر بنانے کا ارادہ تھا جس میں خود ساختہ نمائندگان مسلم اقوام شرکت کرتے اور اس طرح اصلیت پر پردہ ڈالا جاتا، مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور پردہ فاش ہو گیا۔"

[۷ر اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۸]

معاہدہ جدہ مابین حجاز وبرطانیہ

۲؍مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۲۸؍ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ بنام معاہدہ جدہ، برطانوی ونجدی معاہدہ ہوا جس میں ۱۱؍ دفعات تجویز کی گئیں۔ یہ معاہدہ عربی وانگریزی میں مرتب کیا گیا۔ البتہ معاہدہ نمبر دس میں یہ باور کرادیا گیاہے کہ اختلاف مفہوم واقع ہونے کی صورت میں انگریزی معاہدہ کو ترجیح دی جاے گی۔ عربی معاہدہ کو نہیں۔ ہم اخبارالفقیہ کے حوالے سے معاہدہ کا اردو ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"رائٹر ایجنسی کی معرفت معاہدہ حجاز وبرطانیہ کا حال جو معلوم ہوا تو فوراً دفتر وزارتِ خارجیہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا۔ جہاں معاہدہ مذکور کی اصل عبارت معلوم ہوئی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دفعہ:۔(۱) ہز مجسٹی شاہِ برطانیہ جملہ مقبوضات ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد وملحقات کی کامل آزادی وخود مختاری تسلیم کرتے ہیں۔

دفعہ:۔(۲) ہز مجسٹی شاہِ برطانیہ اور ہز مجسٹی ملک الحجاز النجد وملحقات کے مابین امن و صلح اور درستی رہے گی۔ دولتین عالمیتین متعہد میں سے ہر فریق ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عمدہ تعلقات قائم رکھے گا اور جس قدر وسائل اس کے بس میں ہیں ان سے کام لے کر اس بات کی کوشش کرے گا کہ اس کے قلمرو میں ایسی ناجائز سرگرمیوں کا کوئی مرکز قائم نہ ہو گا۔ دوسرے فریق کے ملک میں امن و صلح کے منافی ہوں۔

دفعہ:۔(۳) ہز مجسٹی ملک الحجاز النجد و ملحقات اس امر کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ برطانیہ کی مسلم رعایا ان مسلمانوں کو جو برطانیہ کی حفاظت میں ہو ادائیگی فرائض حج میں ویسی ہی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ جیسے دیگر اشخاص کو اور اعلان کرتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ ارضِ حجاز میں رہیں گے ان کے جان ومال محفوظ رہیں گے۔

دفعہ:۔(۴) ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد وملحقات اِس امر کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر متذکرہ بالا زائرین میں سے کوئی شخص ان کے قلمرو میں فوت ہو جائے اور وہاں اس کا کوئی جائز

امین موجود نہ ہو تو ان کا مال برطانوی ایجنٹ متعینہ جدہ یا کسی ایسے عہدے دار جو اسی مقصد کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ اس غرض سے سپرد کیا جائے گا کہ وہ اس مال کو متوفی کے جائز ورثہ کو حوالہ کر دیں۔ لیکن یہ مال انگریزی نمائندہ کو اس وقت تک سپرد نہ کیا جائے گا جب تک کہ عدالتی آئین و ضوابط کی تعمیل نہ ہو جائے اور اس مال پر جو ٹیکس یا محصولات از روے قوانین نجد و حجاز عائد ہوتے ہیں وصول نہ کر لیے جائیں۔

دفعہ:۔(۵) ہز مجسٹی شاہ برطانیہ جملہ رعایا سے ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد و ملحقات کی قومی حریت تسلیم کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی وقت بھی برطانوی ممالک محروسہ میں ہوں یا محفوظ ہیں، نجدی ہوں یا حجازی، اسی طرح ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد و ملحقات تمام رعایا سے شاہ برطانیہ نیز ان لوگوں کی جو برطانوی ممالک محفوظ میں رہتے ہیں قومی (برطانوی) مرتب تسلیم کرتے ہیں۔ خواہ کسی وقت بھی قلمروئے نجد و حجاز و ملحقات میں ہوں یہ امر مانا ہوا ہے کہ خود مختار حکومتوں میں جو بین الاقوامی قانون رائج ہے اس کا احترام کیا جائے گا۔

دفعہ:۔(۶) ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد و ملحقات ذمہ لیتے ہیں کہ وہ علاقہ جات کویت و بحرین اور شیوخ قطار و سواحل عمان سے دوستانہ و مصالحانہ تعلقات رکھیں گے۔ جن کے ہز مجسٹی شاہ برطانیہ کی گورنمنٹ سے بذریعہ معاہدات خاص تعلقات ہیں۔

دفعہ:۔(۷) ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ کے ساتھ انسداد غلامی میں حتی الامکان اشتراک عمل کریں گے۔

دفعہ:۔(۸) معاہدہ ہذا حتی الامکان بہت جلد دولتین عالیتین متعہد کی طرف سے تصدیق ہو گا اور تصدیق شدہ معاہدات کا باہمی تبادلہ کیا جائے گا اور جس روز یہ تبادلہ ہو گا اسی روز سے معاہدہ ہذا نافذ العمل ہو جائے گا۔ اور سات برس تک جاری رہے گا۔ اور تاریخ القضا معاہدہ ہذا سے چھ ماہ قبل دولتین متعہد میں سے کسی نے بھی معاہدہ کا نوٹس نہ دیا تو معاہدہ مذکور جاری رہے گا۔ اور اس وقت سے چھ مہینے بعد تک جاری رہے گا۔ جب فریقین میں سے کوئی انفساخ کے بارے میں نوٹس دے دے۔

دفعہ:۔(۹) جس روز معاہدہ ہذا کی تصدیق عمل میں آجائے گی اسی روز سے وہ معاہدہ

کالعدم ہو جائے گا۔ جو ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی ملک الحجاز والنجد وملحقات (جو اس وقت سلطان نجد وملحقات تھے) کے درمیان ۲۱/ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ہوا تھا۔

دفعہ:۔(۱۰) معاہدہ ہذا بزبانِ انگریزی و عربی مرتب کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویز مساوی وقعت رکھیں گے لیکن اگر کسی معاملہ میں اختلاف مفہوم واقع ہو گا تو انگریزی زبان کے معاہدہ کو ترجیح دی جائے گی۔

دفعہ:۔(۱۱) معاہدہ ہذا کا نام معاہدہ جدہ ہو گا۔ جس پر اقوام جدہ بروز جمعہ بتاریخ ۲/ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ دستخط ہوئے۔

العبد گلبرٹ فا کنگھم کلیٹن۔ العبد فیصل عبد العزیز آل سعود"

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۷،۸]

برطانوی و نجدی قدیم و جدید معاہدے کی تفصیل

درج ذیل خبر کے مطابق ابن سعود اور برطانیہ کے مابین تین معاہدے ہوئے پہلا معاہدہ ۱۹۱۵ء میں دوسرا ۱۹۲۳ء میں اور تیسرا معاہدہ ۱۹۲۵ء میں ہوا۔ معاہدوں کے تناظر میں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ابن سعود کا خود کوئی وجود نہیں ہے۔ ابن سعود برطانوی سامراج کا ایک مہرہ ہے۔ جسے وہ استعمال کرتے ہیں۔ انگریزوں کی مرضی کے بغیر ابن سعود کو کوئی خاص اختیار حاصل نہیں ہے۔ اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ حجاز پر نجدی حکومت کے درپردہ برطانوی حکومت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اخبار لکھتا ہے:۔

"ابن سعود برطانیہ سے پہلا معاہدہ ۲۶/ نومبر ۱۹۱۵ء مطابق ۱۸/ صفر ۱۳۳۴ء میں بذریعہ بی، زیڈ، کاکس نمائندہ برطانیہ متعینہ خلیج فارس ہوا۔ دوسرا معاہدہ ۱۹۲۳ء میں بمقام کویت ہوا۔ تیسرا معاہدہ یہ ہے جو اس وقت دستیاب ہوا ہے۔

پہلا معاہدہ:۔ اخبارات میں بکرات و مرات شائع ہو چکا ہے۔ اور اس کے متعلق مجلس مرکزیہ خلافۃ ہند کے پہلے وفد کے رئیس نے اپنی مرتبہ روداد میں اور جلسہ مرکزیہ اور دوسری مجالس خلافت ہند نے دوسرے وفد کے ایک معزز و مخصوص رکن نے اپنے بیان

مندرجہ روزنامہ خلافت میں اعتراف کرلیا ہے۔

(۱) اول وفد خلافت کے رئیس سید سلیمان ندوی روداد وفد حجاز کے صفحہ ۵۹ لکھتے ہیں۔

"جہاں تک سلطان کے ذاتی واقفکاروں سے ملنے کا اوران کی واقفیت سے فائدہ اٹھانے کے موقع ملا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجد وبرطانیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی معاہدہ ضرور ہے اوراس کے دفعات میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سلطان نجد اپنی مملکت کی زمین کا کوئی حصہ دوسری قوم کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتے۔ اورنہ کوئی اختیار یا حق کسی غیر انگریزی قوم کو دے سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ کسی غیر سلطنت سے کوئی معاہدہ برطانیہ کے بغیر اطلاع نہیں کرسکتے۔

(۲) پھر دوسری جگہ اسی روداد کے صفحہ ۶۹ پر تحریر کرتے ہیں۔

"ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی، یہ چند سال تک پہلے سلطان نجد کے سیکریٹری رہ چکے ہیں۔ ہندوستان کی سیاحت بھی کرچکے ہیں۔ اورابھی شمالی، افریقہ، مراکش، اورریف کی سیاحت سے واپس آرہے تھے ہندوستان میں یہ کراچی کے مشہور مقدمہ کے وقت وہیں کراچی میں موجود تھے۔ اوراس وقت یہاں سلطان کے معتمد خاص تھے۔ یہ آدمی نہایت عمیق مگر مخلص اور عملی معلوم ہوتا تھا اور یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ہم نجدیوں کو عالم اسلام اپنے فضائل ومناقب کے پیش کرنے کا موقع دے۔ ہم نے ان سے نجد وبرطانیہ کے معاہدہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس معاہدہ کے وجود کو تسلیم کیا۔ اسی طرح مجالس خلافت ہند کے دوسرے وفد کے رکن خاص مسٹر قمر احمد مدیر روزنامہ خلافت ہند اپنے بیان زیر عنوان "سلطان نجد اور نمائندگان ہند کی ملاقات"

روزنامہ خلافت جلد ۴ نمبر ۱۸۶ صفحہ ۳ کالم ۴ سطر ۳۲ لغایت ۳۶، بسلسلہ گفتگو سلطان عبد العزیز بن سعود اور مولوی عبد الحلیم صاحب نائب ناظم جمیعۃ علمائے ہند نے لکھا ہے۔

"ہاں میرے ملک اور بعض دول کے درمیان معاہدہ ہے۔ جو ان مصالح کی حفاظت کے لیے ہے جن کی میرے بلاد کو ضرورت ہے اور یہ وہ بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی ہوئی ہے۔"

اس کے بعد معاہدہ ۱۹۱۵ء کے متعلق اگرچہ اس کی ضرورت نہ تھی کہ اس کو اس جگہ بجنسہ نقل کیا جاتا اس کا ذکر کافی تھا۔ مگر ناظرین کی سہولت اور ناظرین کو دونوں معاہدوں پر ایک ساتھ غور کرنے کے لیے اس معاہدہ کو بجنسہٖ نقل کر دیا جاتا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

نجدیوں اور انگریزوں کا معاہدہ ۱۹۱۵ء

چوں کہ حکومت عالیہ برطانیہ اور نجد واحساء، قطیف، جبیل اور اس کے ملحق مقامات کے حاکم عبد العزیز ابن عبد الرحمن بن فیصل السعود کی خود اپنے اور اپنے ورثا اور قبائل کی طرف سے ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ طرفین (برطانیہ اور ابن سعود) میں دوستانہ راہ و رسم کی تجدید و تائید ہو جائے اور فریقین کے اغراض و مصالح کا ایک عمدہ تصفیہ ہو جائے اس لیے حکومت برطانیہ نے سرپرستی کا مکس بالقابہ نمائندہ برطانیہ متعینہ خلیج فارس کو سلطان ابن سعود سے مذکورہ بالا مقصد کا ایک معاہدہ طے کرنے کے لیے اپنا وکیل مقرر کیا چنانچہ سر مذکور ابن سعود میں حسب ذیل امور پر معاہدہ طے ہوا۔

دفعہ اول:۔ حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے اور اس کو اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ علاقہ جات نجد، احساء، قطیف، جبیل اور خلیج فارس کے ملحقہ مقامات جن کی حد بندی بعد کو ہو گی یہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں۔ اور برطانیہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکور اور اس کے آباء واجداد ہیں ان کو ان ممالک اور قبائل پر خود مختار حکومت حاصل ہے۔ اور اس کے بعد ان کے لڑکے ہالے ان کے صحیح وارث ہوں گے۔ لیکن ان ورثا میں سے ایک کو سلطنت کے لیے انتخاب و تقرر کے لیے یہ شرط ہو گی کہ وہ شخص سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔ اور شروط مندرجہ معاہدہ ہذا کی رو سے شخص مذکور برطانیہ کے خلاف نہ ہو۔

دفعہ دوم:۔ اگر کوئی اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثا کے ممالک پر حکومت برطانیہ سے مشورہ کیے بغیر یا اس کو ابن سعود کے ساتھ مشورہ کرنے کی فرصت

دیے بغیر حملہ آور ہو گی تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کر کے حملہ آور حکومت کے خلاف ابن سعود کو امداد دے گی۔ اور اپنے حالات کو ملحوظ رکھ کر ایسی تدابیر اختیار کرے گی جن سے ابن سعود کے اغراض و مقاصد اور اس کے ممالک کی بہبود و محفوظ رہ سکے۔

دفعہ سوم:۔ ابن سعود اس معاہدے پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ

(۱) وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی سلطنت دخل دے گی تو ابن سعود فوراً حکومت برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دے گا۔

دفعہ چہارم:۔ ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی حصہ کو حکومت برطانیہ سے مشورہ کیے بغیر بیچنے رہن رکھنے مستاجری یا اور کسی قسم کا تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوا۔ نیز اس کو اس امر کا اختیار نہ ہو گا کہ کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے۔ ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا۔ اور اس امر کی قید نہیں ہے کہ وہ ارشاد اس کے مفاد کے خلاف ہو یا موافق۔

دفعہ پنجم:۔ ابن سعود عہد کرتا ہے کہ مقامات مقدسہ کے لیے جو راستے اس کی حفاظت سے گزرتے ہیں وہ باقی رہیں گے اور ابن سعود حجاج کی آمد و رفت کے زمانے میں ان کی حفاظت کرے گا۔

دفعہ ششم:۔ ابن سعود اپنے پیشرو سلاطین نجد کی طرح عہد کرتا ہے کہ وہ علاقجات کویت، بحرین، علاقجات روسائے (شیوخ) عرب عمان کے ان ساحلی علاقجات اور دیگر ملحقہ مقامات کے متعلق جو برطانوی حمایت میں ہیں اور جن کے حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدانہ تعلقات ہیں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا۔ ان ریاستوں کی حد بندی بعد کو ہو گی جو برطانیہ سے معاہدے کر چکی ہیں۔

دفعہ ہفتم:۔ اس کے علاوہ حکومت برطانیہ اور ابن سعود اس امر پر راضی ہیں کہ

طرفین کے بقیہ باہمی معاملات کے لیے ایک اور مفصل عہد نامہ مرتب و منظور کیا جائے گا۔
(مورخہ ۱۸/ صفر ۱۳۳۴ھ ۲۶/ نومبر ۱۹۱۵ء)
مہر و دستخط عبد العزیز السعود
دستخط بی، زیڈ کاکس، وکیل معاہدہ ہذا و نمائندہ برطانیہ متعینہ خلیج فارس
دستخط، چیلیمفورڈ نائب ملک معظم و وائسرائے ہند۔
یہ معاہدہ وائسرائے ہند کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا میں بمقام شملہ ۱۸/ مئی ۱۹۱۶ء کو تصدیق ہو چکا ہے۔ دستخط، اے، ایچ، گرانٹ سیکریٹری حکومت ہند متعینہ خارجہ۔

دوسرا معاہدہ:۔ اس کا علم تیسرے اور جدید معاہدہ مندرجہ ذیل سے ہی ہوا ہے۔ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا مگر ہم اس کی دستیابی کی پوری سعی کر رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں جلد مل جائے گا جس وقت وہ مل جائے گا ان شاء اللہ العزیز ہم اسے فوراً شائع کر دیں گے۔

تیسرا معاہدہ:۔ یہ مصر کی تازہ ڈاک سے حاصل ہوا ہے اور جریدہ یومیہ المقطم جلد ۳۷ نمبر ۱۱۱۷۳ صفحہ ۵ کالم اسطر الغایت ۵۴ مطبوعہ ۲۹ نومبر ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۴۴ھ میں مذکور ہے۔ جریدہ المقطم نے یہ بتا کر کہ یہ معاہدہ ہم کو ایک علمی سیاسی حلقہ سے بمشکل حاصل ہوا ہے اور لندن میں سرکاری طور پر اس کے شائع ہونے کا کچھ ہی بعد انتظار ہو رہا ہے۔ اور وہ مقام بحرہ میں جو مکہ معظمہ سے جدہ کی جانب آٹھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے طے ہوا ہے۔ حسب ذیل عبارت میں اس کی دفعات کو یوں نقل کیا ہے۔

(ذیل میں عربی اردو دونوں زبانوں میں دفعات درج ہیں ہم بس اردو پر اکتفا کرتے ہیں۔ نعیمی عفی عنہ)

معاہدہ کا اردو ترجمہ۔

(۱) ۱۹۲۳ء کی کویت کانفرنس میں نجد و عراق کی جو حدود مقرر ہو چکی ہیں سلطان ابن سعود انہیں حدود پر رہنے کا اعتراف کرتے ہیں اور قبائل شمر کے تسلیم کیے جانے کے مطالبہ سے دستبرداری کرتے ہیں۔

(۲) سلطان ابن سعود اور جنرل کلیٹن اس پر متفق ہیں کہ شرق اردن اور نجد کو جو حدود جدا کرتے ہیں وہ عراق کے حدود کی جانب ایک طرف کو بڑھ جائیں گے تقریباً اس کی شکل یہ ہوگی کہ دائرہ شمالیہ ۳۱ درجہ کا عرض دائرہ شمالیہ ۳۸ درجہ کے طول سے یا دائرہ شمالیہ ۳۰ درجہ کا عرض دائرہ شمالیہ ۳۲ درجہ کے طول سے ایک ایسے خط موازی کے ذریعہ جو وادی سرحان سے ملا ہو۔ اس طرح کٹ جائے گا کہ جوف اور کاف ابن سعود کے زیر سایہ و سیادت آجائیں گے۔ اور وادی سرحان کے غرب میں جو جنگلات واقع ہیں ان میں سے ایک حصہ غیر جانبدار بنا دیا جائے گا۔

(۳) شرق اردن اور حجاز کے درمیان اس وقت جو حدود ہیں سلطان ابن سعود اور جنرل کلیٹن کا انہیں حدود پر سر دست اتفاق ہے اور ابن سعود اس سلسلہ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ موجودہ حدود شہر عقبہ کے جنوب سے گزرتی ہوئی ریلوے اسٹیشن کے جنوب میں مدور تک پہنچتی ہیں۔ اس کے بعد وہ نجد کے حدود سے مل جائیں گے۔

(۴) یہ معاہدہ جو سلطان ابن سعود اور جنرل کلیٹن کے درمیان ہوا ہے اس کا نفاذ اور اس پر عمل درآمد کسی توقف اور منظور کا محتاج نہیں۔ یہ جس وقت ہوا ہے اسی وقت سے نافذ سمجھا جائے گا۔

(۵) ابن سعود تسلیم کرتا ہے کہ اس کو حق نہیں ہوگا کہ وہ دول خارجہ سے تعلق پیدا کرے یہ حق صرف انگلستان کو ہوگا کہ وہ نجد کے حقوق اور فوائد کی ممالک خارجہ میں یہاں تک کہ شام میں بھی نگرانی کرے۔

(۶) انگلستان کا ایک پریڈنٹ ابن سعود کے قصر شاہی میں ہمیشہ رہا کرے گا لیکن یہ جب تک کہ ابن سعود کا صدر مقام ریاض میں ہے۔ اس وقت یہ کافی سمجھا جائے گا کہ پریڈنٹ مذکور کی وہاں آمد و رفت ہے۔ قریب ہے کہ سلطان پہلی جگہ سے زیادہ مناسب جگہ منتقل ہو جائے۔

(۷) سلطان اس بات سے دستبردار ہوتے ہیں کہ وہ نجد کا اپنا کوئی نمائندہ لندن میں رکھیں اس لیے کہ ان کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس منصب کے لائق ہو۔ ان

متذکرہ صدر امور کے علاوہ یہ بھی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ عظمۃ السطلان نجد کے حکومت برطانیہ کی نمائندہ سے دولاکھ گنی تیاری لشکر کے لیے مانگا ہے۔ اس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن سعود اور حکومت حجاز کے جنگ کے ختم ہوتے ہی حکومت برطانیہ یہ رقم فی الفور دے۔ اس موقع پر ۱۲/ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو لندن سے جو برقی خبر ہندوستان آئی اور تمام جرائد ہندیہ میں شائع ہوچکی ہے اور روزنامہ خلافت جلد ۴ نمبر ۲۹۳ صفحہ ۳ کالم ۲ مورخہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۷/ر دسمبر ۱۹۲۵ء میں ذیل کی منقولہ عبارت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا بعض حصہ نقل کر دیا جانا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان معاہدات متذکرہ صدر انگریزی نصب العین اور ابن سعود کو اس سے بہت کچھ علاقہ ہے۔

"سلطان ابن سعود کے سر دست فرانس وانگلستان سے دوستانہ تعلقات ہیں لیکن یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ عرب کی آزاد حکومتوں کے مستقبل کو ملحوظ رکھتے ہوئے یورپین نگرانی کے متعلق سلطان ابن سعود کی رائے ایک عارضی حیثیت رکھتی ہے۔ سر گلبرٹ کلیٹن کی سرکردگی میں برطانیہ کا جو وفد سلطان ابن سعود کے پاس گیا تھا اس کے سیاسی نتائج گو اہم ہیں، لیکن وہابیوں کی فتح کے مہتم بالشان مذہبی نتائج کے مقابلہ میں یہ نظر انداز ہونے کے قابل ہیں۔ کیوں وہابی اب اماکن مقدسہ کے متصل اور خلافت کے متعلق رائے دے سکتے ہیں۔ مانچسٹر گارڈین بیان کرتا ہے کہ سلطان ابن سعود حجاز کے معاملات کو (ایک اسلامی) کمیشن کی نگرانی میں دینا چاہتے ہیں جس میں ہندوستان کے مسلمان نمائندوں کی تعداد یقیناً زیادہ ہوگی۔ اور جس کے فیصلوں میں برطانیہ زیادہ دلچسپی لے گی۔"

متذکرہ صدر معاہدوں کے علم اور مصرحہ بالا دو معاہدوں اور برقی خبر کے مطالعہ کے بعد ابن سعود کی وقعت اس کے زیر سیادت و ریاست ممالک کی حیثیت اور اس کے وعدوں اور لمبے لمبے بیانات کا وزن کسی سنجیدہ و عقل رکھنے والے شخص سے پوشیدہ نہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان امور پر غور کریں، اور مرکز اسلام اور مسلمان خود ان امور کی وجہ سے جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں اس سے نجات پانے کی بلا تاخیر ساعت نہایت موثر و متحدہ شکل تجویز کریں۔ ورنہ بظاہر اسباب مسلمانوں کا مستقبل اتنا تاریک ہے کہ

شاید تیرہ سوبرس کے اندر کبھی نہیں ہوا۔ساتھ ہی ان مجالس ،جماعتوں اوراشخاص کی خدمت میں بھی عرض ہے جن کانصب العین غیر مسلم اثرواقتدار بالواسطہ وبلاواسطہ سے جزیرۃ العرب کی آزادی ہے ۔اورانہوں نے کسی وقت اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمتیں اداکیں اور قربانیاں بھی کی ہیں۔ کہ وہ بھی اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اوربے جاحمایت ، حسن ظن،غلط اعتماداورضد کو چھوڑکر ہماری کمزورآواز کو سنیں اور متحدہ قوت کے ساتھ کوئی راہ نجات تجویز کریں۔ہم اور ہماری جماعت کسی کی حمایت اور کسی سے بیزاری ذاتی مفادو مضرتوں کی بناپر نہیں کررہی ہے۔اس کی بنااخلاص وللٰہیت اور سرکارروحی فداہ کی آخری وصیت پر عمل پیرائی ہے۔وماعلینا الاالبلاغ۔

العارض:صبغۃ اللہ شہید انصاری جوائنٹ سیکریٹری مرکزی جمیعۃ خدام الحرمین ہند لکھنؤ

(۱۰ر جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۵ء)

[اخبارالفقیہ:۷ر جنوری ۱۹۲۶ء ص۶،۷،۸]

ابن سعود کا برطانوی معاہدہ سے انکار سچ یا جھوٹ

ان انگریزی ونجدی معاہدات کولے کراخبارات میں کافی دنوں تک بحثیں گرم رہیں۔انگریزی اخبارات سے معاہدات کا پتہ چلتاتوحساس ومتحرک افراد ان معاہدات کولے کربے چین ہوتے تووہیں ابن سعود کے ہواخواہ یہ کہہ کربات رفع کرنے کی کوشش کرتے کہ ان معاہدات سے ابن سعود کو کوئی تعلق نہیں ہے وہ اس معاہدہ کا منکرہے۔اس طرح کی خبروں پراخبارالفقیہ میں زبردست تبصرہ شائع ہوا جس کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا اخبار لکھتاہے:

”اخبار المقطم مصر کے حوالے سے ہندوستان کے اسلامی اخبارات میں ایک معاہدہ شائع ہواہے۔ جس کی نسبت بیان کیا گیاہے کہ یہ معاہدہ گورنمنٹ برطانیہ اور ابن سعود (قرن الشیطان ثانی) کے مابین ہواہے۔ بعض انگریزی اخبارات نے اس معاہدہ کو شائع کیا۔ اس معاہدہ میں ثابت ہوتاہے کہ ابن سعود نے نہ صرف سابق کی طرح گورنمنٹ برطانیہ کی

غلامی کا جو (پٹہ) اپنی گردن میں ڈال لیا ہے بلکہ اب اس نے سلطان مسقط کی طرح اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا ایک رئیس ریاست بنالیا ہے اور برطانی پریڈنٹ اس کے پاس رہے گا۔ ہاں اس کے نام سے پہلے سلطان اسی طرح لکھا جائے گا جس طرح مراکش و مسقط کے رئیسوں کے نام سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ گویا اب ابن سعود بھی شاہ شطرنج سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ابن سعود کو اس معاہدہ سے اسی طرح انکار ہے جس طرح مساجد کے انہدام، عقبہ و معاون کو گورنمنٹ برطانیہ کے سپرد کر دینے اور رابغ کو انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دینے سے تھا۔ مگر آخر کار ثابت ہو گیا کہ اس نے مساجد بھی گرائیں اور اب ان کی شکست کی مرمت ہو رہی ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابن سعود اوّل درجے کا کذّاب و شریر اور اپنے استاد شیخ نجدی سے چال بازی میں کم نہیں۔ اس لیے اس کے انکار کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ گورنمنٹ برطانیہ نے اس انکار کی تائید نہیں کی۔

آج تک ابن سعود یہ راگ گاتا تھا کہ اس نے حکومت و سلطنت کے لیے حجاز پر قبضہ نہیں کیا بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس کا فیصلہ کریں گے، اور وہ بہت جلد موتمر اسلامی کے انعقاد کا اعلان کرے گا۔ لاہور کا نجدی اخبار زمیندار بھی چلاّ چلاّ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ابن سعود کو ہرگز سلطنت کا شوق نہیں بلکہ موتمر اسلامی جو فیصلہ کرے گی اس پر وہ عمل کرے گا۔ مسلمانوں کو اس پر ہرگز اعتبار نہ تھا کیوں کہ ابن سعود ایسا کذّاب نہیں جس سے بھول چوک کر بھی کوئی سچّی بات صادر ہو۔ چنانچہ مسلمانوں کا خیال صحیح نکلا۔ اور اس نے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

مسٹر ظفر نے شاہدرہ کے جلسے میں اعلان کیا تھا کہ وہ قرن الشیطان کی حمایت اور اس کا ہاتھ بٹانے کے لیے جاتا ہے۔ اس نے حق حمایت اس طرح ادا کیا کہ اس کو مشورہ دے دیا کہ موتمر اسلامی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنی شاہیّت کا اعلان کر دو۔ مگر اس کی تہہ میں یہ راز بھی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرن الشیطان کا معاہدہ سے انکار کرنا بالکل کذبِ صریح ہے۔ کیوں کہ اگر وہ خود مختار ہوتا اور سلطنت برطانیہ سے اس کا معاہدہ نہ ہوتا تو شاید وہ موتمر اسلامی کے انعقاد کے وعدہ کو پورا کرتا۔ مگر جب کہ وہ خود مختار ہی نہیں تو موتمر کا انعقاد

فضول ہے۔ اگر واقعی یہ معاہدہ ابن سعود اور سلطنت برطانیہ میں ہوا ہے تو ہمارے خیال میں گورنمنٹ برطانیہ نے بڑی عقل مندی سے کام لیا اور اپنے تمام تعلقات کو مسلمانوں سے مخفی رکھا۔ اس طرح سے خلافت کمیٹی نے ابن سعود کی حمایت کی اور گورنمنٹ کے ارادوں کی تکمیل کا ذریعہ بن گئی۔ اگر دنیا کے لوگوں پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ شریف حسین سے گورنمنٹ برطانیہ کا بگاڑ ہو چکا اور جزیرۃ العرب سے اب اقتدار اُٹھ گیا۔ اور گورنمنٹ نے اسلام اور مسلمانوں کے قدیمی دشمن اور اپنے صادق العقیدہ وفادار کے ذریعے سے حجاز کو اپنے اقتدار میں لانے کی کوشش کی ہے اور خود الگ تھلگ ہے۔ تو خلافت کمیٹی تائید نہ کرتی اور ہندوستان کے چند وہابیوں کے سوا سب مسلمان صدائے احتجاج بلند کرتے۔ اور بہت ممکن تھا کہ گورنمنٹ کا مطلب فوت ہو جاتا۔ مگر اس اخفا سے گورنمنٹ کا مطلب بھی حاصل ہو گیا اور ایسی جماعت نے اس میں اِمداد دی جو گورنمنٹ کی سخت مخالف ہے۔ یقیناً گورنمنٹ کا یہ خیال ہو گا کہ شریف حسین نے اپنے محسن آقاؤں سے بغاوت کی تو وہ گورنمنٹ برطانیہ سے بھی کسی نہ کسی موقع پر ضرور بگڑے گا اور اس کے مقابلہ میں خاندانِ نجد اپنے نشو و نما کے زمانہ میں اب تک برابر گورنمنٹ کا وفادار رہ چکا ہے اور اسلام و مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے اور ہر طرح قابلِ اعتبار ہے۔ اس لیے گورنمنٹ کی نظروں میں اس کا شاہِ حجاز ہونا بہت مفید ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہلِ حدیث اس حقیقت سے پورا واقف ہے اس لیے اس نے قبل از وقت ہی یہ لکھ دیا کہ عرب کے گرد کا سمندر سارے کا سارا انگریزی قبضہ میں ہے۔ اور عرب کا بڑا بندر گاہ عدن ترکوں کے زمانہ سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ تو ابن سعود حدیث اخرجوا الیہود والنصارٰی من جزیرۃ العرب پر کس طرح عمل کر سکتا ہے۔ نیز یہ تو جو ہوا، ہوا۔ اب اس کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اسی طرح کا کوئی سامان پیدا کرے جس طرح کہ شریف حسین کے اخراج کے لیے پیدا ہوا۔

مگر ہندوستان کے حنفی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے شریف حسین کے ہم مذہب ہونے کی بنا پر اس کی بغاوت کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا اور مخالفت کرتے رہے مگر وہابیوں نے محض ہم عقیدہ ہونے کے باعث اسلام اور مسلمانوں کے قدیمی دشمن بلکہ عدو

اللہ اور عدو الرسول کی حمایت کی اور اس کی غداری اور بے دینی کو محض ہم عقیدگی کی آڑ میں چھپالیا۔ خلافت کمیٹی کو ابن سعود کے اعلان سے ہوش آیا اور اب اسے معلوم ہوا کہ ابن سعود کی حمایت دراصل اسلام سے عداوت تھی۔ مگر قرن الشیطان کے وظیفہ خوار اخبار زمیندار کو اس سے بھڑکنے کا موقع مل گیا۔ اور کٹا چھنی شروع ہوگئی۔ دیکھیں آئندہ کیا کیا انکشافات ہوتے ہیں۔ مگر آخر حق ظاہر ہو کر رہے گا اور باطل مٹ جائے گا۔ ان الباطل کان زھوقا۔

[۲۱/ جنوری، ۱۹۲۶ء ص ۲]

نجدی اور انگریزی کمپنی کا معدنیات سے متعلق معاہدہ اور ابن سعود کی تصدیق

نجدیوں نے ۱۹۳۴ء میں ایک انگریز کمپنی کے ساتھ معدنیات نکالنے کا معاہدہ کیا یہ معاہدہ ۵۸ سال کے لیے طے ہوا۔ اس میں معدنیات نکالنے کے ساتھ دیگر اختیارات بھی دیے گئے جیسے سڑکیں بنانا مزدوروں کے لیے مکانات اور ٹراموے ریل وغیرہ۔ یہ معاہدہ ۲۳/ دسمبر ۱۹۳۴ء میں ہوا لیکن ابن سعود نے ۱۲/ فروری ۱۹۳۵ء کو اس معاہدہ کی تصدیق کی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت سعودیہ اور ایک انگریز کمپنی میں معدنیات نکالنے کے متعلق معاہدہ ہو چکا ہے ۲۳/ دسمبر کو حکومت سعودیہ کی طرف سے شیخ عبداللہ سلیمان وزیر اعظم اور کمپنی کے وکیل نے اس معاہدہ پر دستخط کیے اور ۱۲/ فروری ۱۹۳۵ء ملک عبدالعزیز ابن سعود نے ریاض میں اس معاہدہ کی تصدیق کی۔ یہ معاہدہ ۵۸ سال کے لیے ہے اور اس کی رو سے کمپنی کو حق دیا گیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف تیس تیس کیلو میٹر اور مکہ مکرمہ کی حدود حرم کے ماسوا تمام حجاز میں معدنیات کا کام نکالنے کا کام شروع کرے اور اس فرض کے لیے وہ ٹراموے ریل وغیرہ نکال سکتی ہے اور سڑکوں اور مزدوروں کے لیے مکانات بھی بنا سکتی ہے۔“ [۲۸، ۲۱/ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۲۲]

اخبار مزید لکھتا ہے۔:

”ابن سعود نے اس معاہدہ پر جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے حسب ذیل حکم کے ساتھ

اس کی تصدیق کی۔ ہمیں اس معاہدہ کی اطلاع ملی جو جدہ۔ میں ۱۷ رمضان المبارک ۵۳ھ مطابق ۲۳ر دسمبر کو ہمارے وزیر مال اور مسٹر کے سی توتش نمایندہ کمپنی تعین عربیہ سعودیہ متعینہ لندن میں ہوا۔ لہذا ہم مجلس وزراء کے تائید کرتے ہوئے حکم دیتے ہیں۔ کہ

۱۔ کمپنی ہذا کو اس زمین سے جس کی حدود اس معاہدہ میں متعین ہیں تیل کے ماسوا تمام معاون نکالنے کی اجازت ہے یہ زمین ہماری مملکت عربیہ سعودیہ کی ہے جس کی حدود اس معاہدہ میں مذکور ہیں جس پر ہمارا وزیر مال اور نمایندہ کمپنی مذکور ۱۷۔ رمضان المبارک ۵۳ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء کو جدہ میں مہر تصدیق ثبت کر چکے ہیں۔

۲۔ ہمارے وزیر مال پر اس کا نافذ کرنا لازم ہے۔ یہ معاہدہ ہمارے قصر ریاض میں ۸ ذیقعدہ ۵۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۳۵ء کو پیش ہوا۔ اور ہم نے اس کی تصدیق کی۔

(دستخط عبد العزیز)

معاہدہ۔ یہ معاہدہ ۱۷ رمضان المبارک ۵۳ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۳۴ء کو شیخ عبد اللہ سلیمان الحمد ان نائب حکومت سعودیہ فریق اول اور فریق ثانی مٹر کارل سائن توتش کے مابین ہوا۔ جو نائب ہیں کمپنی ابن عربیہ سعودیہ کے جو رجسٹرڈ ہے۔ اور اس کا ہیڈ کوارٹر ۵۵۔۶۱ مارکیٹ شہر لندن (انگلستان) میں ہے یہ معاہدہ حکومت اور کمپنی کے مابین مندرجہ ذیل شکل میں طے پایا ہے۔

دفعہ اول۔ حکومت اس معاہدہ کی رد سے ان شرائط پر جو بیان کی گئی ہیں اس کا حق صرف اس کمپنی کو دیتی ہے کہ وہ ادنیٰ و اولیٰ ہر قسم کی معدنیات کو تلاش کرے ان کو کھود دے یا سوراخ کر کے نکالے اور وہ سطح زمین پر ہوں۔ یا اس کے اندر اس حدود کے مطابق جن کی تصریح دفعہ دوم میں کر دی گئی ہے اور اس فرض کے لیے کمپنی کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ چھوٹے بڑے گڑھے، نیچی و اونچی جگہ اور پہاڑوں وغیرہ کو بھی کھود سکتی ہے۔ اور وہ سوراخ وغیرہ بھی کر سکتی ہے۔ حکومت اس بارے میں تمام ممکن وضروری آسانیاں کمپنی کے لیے اغراض ہذا کی خاطر بہم پہنچا دے گی جن کی تصریح اس معاہدہ میں کر دی گئی ہے۔ اور کام شروع ہونے سے ۲ سال تک حکومت یہ تمام آسانیاں بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہو گی۔

دفعہ دوم۔ یہ حق تفتیش و کان کنی جس کا ذکر دفعہ اول میں ہوا۔ اس تمام قطعہ ارض میں دیا جاتا ہے جو سر ہمبر خریط میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور جس پر نمبر کا نشان ہے اس کی حدود یہ ہیں اس قطعہ ارضی کے حدود شمال و مشرق میں طولاً درجہ ۲۸ سے شروع ہوتی ہے۔ اور عرضا۲۹ درجہ ۳۵ دقیقہ ہے۔ اور یہاں سے غرباً یہ خط ممتد ہوتا ہے۔ ان بلاد کی منتہا تک جو اس وقت حکومت سعودیہ کے قبضہ میں ہیں جہت مشرق دن سے جہت غروب و خلیج مقہ اور بحر احمر تک اور یہاں سے جنوباً نور الرک تک وخط عرض۵....فائق تک شمالاً برگ سے خط ممتد ہو گا۔ قریہ اندان اور وہاں سے شمال برث ساموده تک۔ اس کے بعد مختلف مقامات کی تصریح ہے۔ جو نقشہ حجاز سے متعلق ہے۔ اور جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ معاہدہ تمام ارض حجاز پر شامل ہے۔ اور اس میں حسب ذیل دو مقامات مستثنیٰ کیے گئے۔ مدینہ منورہ ہر جانب کی شہر بناہ سے تیس کیلو میٹر تک اور مکہ مکرمہ کی وہ حدود جو شرعی طور پر حرم میں داخل ہیں۔ اور یہ سعید سے میل تک اور یہاں سے شمال و غروب میں گزرتے ہوئے عنفان تک اور وہاں سے جنوباً بحرہ سے سعدیہ تک۔

دفعہ سوم۔ (الف) اس معاہدہ کی تاریخ نفاذ سے تین ماہ کے اندر اس تمام رقبہ میں کان کنی اور تفتیش کا کام شروع ہو جائیگا۔ اور اس وقت یہ کمپنی کام جاری رکھ سکتی ہے۔ جب تک کہ قوی موانع پیش نہ آئیں۔ آلات کان کنی وغیرہ کمپنی تیس دن کے اندر اندر تاریخ نفاذ سے منگا سکتی ہے۔

(ب) اس معاہدہ کے ہونے سے ایک سال کے ختم ہونے تک یا اس سے پہلے کمپنی اس زمین و قطعہ کو منتخب کرے جہاں سے معدنیات کے نکلنے کا اغلب گمان ہو۔ نیز کمپنی کو چاہیے کہ وہ معاہدہ سے ایک سال گزرنے کے بعد جدہ میں اپنی اقامت گاہ متعین کر لے۔

(ث) معاہدہ کے ہونے سے ایک سال کے ختم ہونے تک یا اس سے پہلے کمپنی کو چاہیے کہ وہ ان مقامات اور زمینوں کو پسند کرے جنہیں وہ کان کنی کے لیے۵۸ برس کے لیے ٹھیکہ پر لے رہی ہے تا کہ وہ خود کان کنی کرے یا اس غرض کے لیے کوئی اور کمپنی چند کمپنیاں بنائے

دفعہ چہارم۔ (الف) پہلے سال کے دوران میں کمپنی حکومت کو زمین کا معاوضہ نہ

دے گی اس کام کے لیے جس کا دفعہ سوم فقرہ الف میں تذکرہ ہے۔
(ب) دوسرے سال میں کمپنی ہر فدان (ایک فدان ۴۲۰۴ میٹر ہوتا ہے۔ اور ایک میٹر قریباً ایک گز دو انچہ کا ہوتا ہے) کے معاوضہ میں چار شلنگ آسٹرین کے حساب سے سالانہ حکومت کو دے گی۔ اگر وہ کانکنی میں دفعہ سوم کے فقرہ ب سے زیادہ کا کرے گی۔
(ت) کمپنی حکومت کو ہر فدان کے عوض میں اس زمین کے لیے جسے وہ دفعہ سوم کے فقرہ (ت) کے مطابق منتخب کرے ایک گنی سالانہ دیا کرے گی۔
(ث) کمپنی حکومت کو مدت کان کنی میں ان معاون کی قیمت کا جو بر آمد ہوں پانچ فیصدی ادا کرے گی بفرطیکہ اس کا عوض اوسط ہر فدان کے عوض میں چار شلنگ سے زیادہ ہوتا ہو۔ یعنی اگر آخر الذکر حساب سے لینے میں حکومت کا زیادہ فائدہ پانچ فیصدی میں ہے تو یہ لیا جائے گا ورنہ چار شلنگ فی فدان کے اعتبار سے لے لیا جائے گا۔
(ج) یہ تمام رقوم اس بنک اور اس عملہ کی معرفت ادا کی جائیں گی جس کو حکومت پسند کرے گی۔
(ج) قبل اس کے کہ کمپنی کسی اور کمپنی کو اپنے حقوق و منافع کسی قطعہ زمین کے متعلق عطا کرے یہ ضروری ہے کہ وہ حکومت سے استصواب کر کے اس کی منظوری حاصل کرے۔ حکومت کے لیے ضروری ہو گا کہ جب تک کافی اسباب کی بنا پر صریح نقصان اس میں نہ دیکھے تو اس کی اجازت دیدے۔
دفعہ پنجم: حکومت اس امر کی پابند ہے کہ
(ا) کمپنی یا اس کے قائم مقاموں کو ایک ٹھیکہ یا چند ٹھیکہ جات اس شکل کے مطابق جو دفعہ سوم میں ہے عطا کرے۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب کمپنی کی جانب سے ان ٹھیکہ داروں کو پیش کیا جائے گا۔
(ب) حکومت اس کا ذمہ لیتی ہے کہ وہ کمپنی اس کے ملازمین اور تمام مملوکات کی حفاظت کرے گی۔ اگر یہ حفاظت شکل ہو گی تو ایک خاص مکتوب کے ذریعہ جس کا تبادلہ حکومت و کمپنی کے مابین ہو گا۔ ان موانع کو بیان کیا جائے جو پیش آئیں۔ نیز دونوں ایسے اسباب مہیا

کریں گی جن سے یہ موانع رفع ہو جائیں۔اس بارے میں محافظین کا خرچ جو باہمی مشورہ سے قرار پائے گا کمپنی حکومت کو ادا کرے گی۔

(ت) حکومت کمپنی اور اس کے قانونی خلفا کے لیے ہر قسم کے محصولات علانیہ و خفیہ اور حاصل شدہ معدنیات پر در آمد کا محصول معاف کرتی ہے البتہ وہ تمام اشیا جو بر آمد کی جائیں ان پر دس فیصدی قیمت کے لحاظ سے چنگی لی جائے گی۔اور قیمت کا اندازہ منڈیوں کی قیمت کے اعتبار یا تجارتی شرح یا سعودی شرح کے اعتبار سے ہو گا۔اور جب یہ باتیں اس مقام پر جہاں سے معدنیات نکلتی ہیں مفقود ہوں تو پھر کسی معتد پنچ یا محکمہ وغیرہ سے قیمت کا اندازہ کرایا جائے گا کمپنی کے لیے حاصل شدہ معدنیات میں کوئی چیز بلاد عرب میں بیچنے کا حق اس وقت تک حاصل نہ ہو گا جبتک کہ وہ دس فیصدی چنگی ادا نہ کر دے۔

(ث) حکومت کمپنی کو وہ تمام وسائل استعمال کرنے اور آسانیاں بہم پہچانے کا حق عطا کرتی ہے۔جو کان کنی کے لیے ضروری یا نافع ہوں۔ان وسائل و ذرائع میں یہ بھی داخل ہے کہ سڑکیں بنائی جائیں اور انہیں استعمال کیا جائے۔خیمے کھڑے کرنا، مکانات بنانا، سواریوں کا انتظام اور ہر قسم کے راستے بنانا اور وسائل آمد و رفت اختیار کرنا بھی اس میں شامل ہے۔نیز سامان اور آلات کان کنی و تفتیش کے لیے مکانات بنانا اور ان مکانات و زمین کو اس غرض کے لیے استعمال کرنا یا معاون کو منتقل کرنے یا جاری رکھنے یا اس کی اصلاح کرنے یا اس کو ڈھالنے وغیرہ کے لیے مکانات بنانا خیمے کھڑے کرنا کمپنی ہذا یا دیگر کمپنیوں کے مزدوروں کے لیے گھر تعمیر کرنا معدنیات جمع کرنے کے لیے خزانے تعمیر کرانا یا کارکنوں و مزدوروں کی پناہ کے لیے مکانات بنانا، بحری بار برداری راستے اور ہر قسم کے ذرائع مزدوروں اور سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے یا سونے چاندی اور دیگر معدنیات و حاصل شدہ چیزوں کو اٹھانے کے لیے ہر قسم کے ذرائع اختیار کرنے کا حق کمپنی کو حاصل ہے۔وہاں اگر اندرون حدود میں کمپنی کو لاسلکی قائم کرنے اور ہوائی جہازوں کے استعمال کرنے کی ضرورت ہو گی تو اس کے لیے صرف حکومت و کمپنی میں ایک جداگانہ معاہدہ ہو گا۔ کمپنی کی ریلوے لائن اور بنائے ہوئے راستے یا مفاد عامہ کی قیام گاہیں جو کمپنی نے بنائی ہیں استعمال کرنے کا حق حکومت کو بھی

حاصل ہو گا بشر طیکہ اس سے مصالح کمپنی کو نقصان نہ پہنچے اس غرض کے لیے بوقت ضرورت کمپنی و حکومت کے مابین کوئی فوری معاہدہ بھی ہو سکے گا۔

(ج) حکومت کمپنی کو پانی کے لیے کنوئیں کھودنے اور نل لگانے اور اس پانی کو ہر طرح استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق عطا کرتی ہے اسی طرح کمپنی اس پانی کو بھی اپنی ضرورتوں میں استعمال کر سکتی ہے۔ جو حکومت کے لیے مخصوص ہے بشر طیکہ اس سے موجود گھروں، اراضی اور گھاٹوں پر مویشی و انسانوں کو نقصان نہ پہنچے اور وہاں ہر وقت پانی کافی مقدار میں موجود رہے۔

(ح) حکومت کمپنی کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ ضروری حد تک ان معدنیات کو جو حکومت کی ملک ہیں مثلاً مٹی پتھر چونہ گارہ اور دیگر اسی قسم کی اشیاء استعمال کر سکتی ہے لیکن لکڑی اور سوختہ صرف خانگی ضرورت کے ماسوا مکانات تعمیر کے لیے بلا معاوضہ استعمال کرنے کا حق نہیں۔

(خ) ان حقوق کے معاوضہ میں کمپنی حکومت کو خاص وسائل نقل و حرکت و آمد و رفت استعمال کرنے کا حق خطرات کے وقت عطا کرتی ہے۔ اگر اس استعمال کی وجہ سے نقصان پہنچے تو اس کا معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ خواہ وہ نقصان ان وسائل کی اندرونی خرابی کی وجہ سے ہوا ہو یا حکومت کے استعمال اور اس کے سامان کی نقل و حرکت کی وجہ سے۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت ان تخمینی منافع کا معاوضہ نہ دے گی جو اس زمانہ استعمال میں کمپنی اس وسائل سے حاصل کر سکتی تھی یا یہ کہ اتفاقیہ یہ وسائل کسی اچانک غیبی۔ سبب کی بنا پر بیکار ہو جائیں یا نقصان پہنچ جائے تو اس کا معاوضہ بھی حکومت کمپنی کو نہ دے گی۔

(د) اگر کوئی زمین کسی شخص کے ٹھیکہ یا ملک میں ہو اور کمپنی کو کان کنی یا معدنیات کی تحقیقات یا اس کی درستگی کے لیے اس زمین کی ضرورت ہو کمپنی اس زمین کے مالک یا ٹھیکہ دار کو مناسب معاوضہ دے کر اسے حاصل کر سکتی ہے۔ اور اس بارہ میں حکومت بھی اس حصول کے لیے کمپنی کی مدد کریگی خواہ کمپنی کا مفاد اس زمین کی سطح یا اس کو کھودنے سے وابستہ ہو۔

دفع ششم۔ (الف) کان کنی وغیرہ مذہبی اور مقدس مقامات مثل مقابر و مساجد میں

نہیں ہو سکتی اور نہ کمپنی ان مذہبی مقامات کو کسی اور غرض کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔

(ب) کمپنی اوقات دفتر میں مجاز عمال حکومت کے سامنے حکومت کی اطلاع کے لیے تمام رجسٹرڈ پیش کرے گی اور متعلقہ معلومات میں آسانیاں بہم پہنچائے گی۔

(ت) کمپنی کے تمام عمال و کارکن حکومت کے انتظامی سیاسی اور دینی معاملات میں مملکت عربیہ کے اندر کوئی مداخلت نہ کریں گے۔ اور جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا اسے قانون حکومت کے مطابق جلاوطنی اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس بارہ میں عمال کمپنی کے ساتھ وہی قانونی سلوک کیا جائے گا جو حکومت کی رعایاکے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(ث) کمپنی کے محکمہ انتظامی میں چند ایسے اشخاص ہوں گے جنہیں خود کمپنی منتخب کرے گی کہ وہ کمپنی کے کام کے لیے اجنبی رعایا کو ملازم نہ رکھیں بلکہ سعودی رعایا کو مقدم سمجھیں۔ جب تک کہ انہیں کمپنی کے کام کے لیے ایسے آدمی ملتے رہیں۔ ہاں جب اس کے خاص کاموں کے لیے یہاں آدمی میسّر آئیں تو وہ انہیں مقرر کرنے سے پہلے حکومت سے مشورہ کریں گے۔ اور ان کے ناموں کی اطلاع ایک ماہ قبل دیں۔ اگر حکومت نے اس مدت میں ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو کمپنی اسے حکومت کی رضامندی سمجھے اسی طرح منتظمین کمپنی کے لیے اس کا بھی حق نہیں کہ وہ سعودی رعایا سے ایک ماہ سے زائد کا معاہدہ کریں مگر حکومت کے مشورہ کے بعد ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر پندرہ روز کے اندر حکومت کمپنی کو اس قسم کے استفسار کا جواب نہ دے تو کمپنی اس سکوت کو حکومت کی رضامندی سمجھے۔

(ج) کمپنی اس امر کا لحاظ رکھے گی کہ وہ اپنے عمال کے لیے اندرون مملکت میں کام لینے کے متعلق ایسے ضوابط منظور کرے گی جو حکومت عربیہ سعودیہ کے مروجہ قوانین سے یا جو آیندہ وضع کیے جائیں متصادم نہ ہوں۔

(ح) کمپنی حکومت کے لیے چند نسخے ان تمام ضوابط و احکام کے پیش کرے گی۔ جو معاہدہ ہذا کے مطابق اس کام کو انجام دینے کے لیے اس نے وضع کیے ہیں (خ) کمپنی حکومت کے سامنے خاص خاص معلومات بہم پہنچانے کے لیے چھ ماہ کے اندر گزشتہ چھ ماہ کے کاموں کی

رپورٹ پیش کرے گی۔

(د) کمپنی عہدہ داران حکومت یا وکلاے حکومت کے لیے جو اپنے فرائض انجام دینے آئیں وسائط نقل و حرکت و ذرائع آمد و رفت میں آسانیاں بہم پہنچائے گی۔

(ذ) فی الحال حکومت نے کمپنی کو یہ ٹھیکہ دفعہ سوم کے فقرہ (ت) کی اور دفعہ پنجم کے فقرہ **(الف)** کی شرائط مذکورہ بالا کے مطابق دے دیا ہے۔ لیکن کمپنی جب معلومات حاصل کرے اور ان معلومات سے عملی فوائد حاصل کرنے کا قبضہ کرے تو وہ ایک یا چند ماتحت کمپنیاں معدنیات کو نکالنے انہیں صاف کرنے یا کان کنی کا سامان بہم پہنچانے کے لیے قائم کرنا چاہے۔ تو یہ بڑی کمپنی حکومت کو ماتحت کمپنی یا چند کمپنیون کے اہل المال میں پندرہ فیصدی حصہ دے گی۔ اور ماتحت کمپنیوں پر شرط لازم ہو گی جو قرار داد (ب) میں بیان کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ بڑی کمپنی حکومت عربیہ سعودیہ کی رعایا کے سامنے دس فیصدی حصص پیش کرے گی جن کا قبول کرنا یا رد کرنا تین ماہ کے اندر تاریخ پیشی سے ضروری ہے۔

اس ماتحت کمپنی یا کمپنیوں کے لیے یہ امر ضروری ہو گا کہ وہ اپنے فرائض پوری محنت و کوشش سے انجام دیں۔ یہاں تک کہ کم وقت میں وہ معدنیات فن تعدین کے مطابق تجارت کے قابل ہو جائیں۔ کانکنی کے اعمال میں تمام آلات و سامان کان کنی کا منگانا اور انہیں بلاد عربیہ سعودیہ میں پہنچانا شامل ہے۔ مزید براں اس میں کھودنا زمین کو برمانا، معدنیات کو صاف کرنا، سڑکیں بنانا، خیمے کھڑے کرنا، سواریاں رکھنا، وسائل آمد و رفت و ذرائع نقل و حرکت مہیا کرنا۔ مکانات کو استعمال کرنا اور وسائل کھدائی کے لیے تین قسمیں ہیں۔

(۱) دیامو درلنج **(۲)** شان درلنج **(۳)** ردناوی درلنج۔ نیز اسی طرح کان کنی کے اعمال میں یہ داخل ہے کہ زمین کے نیچے علم طبقات الارض کے اصول پر کھدائی کے ذریعہ پانی اور دیگر قسم کے مواد کی معلومات بہم پہنچائی جائیں۔

(۱) مذکورہ بالا شروط کے مطابق ایک ٹھیکہ یا چند ٹھیکے اس شرط پر دئے جائیں گے کہ ایک کمپنی یا چند کمپنیاں جو مذکورہ بالا اغراض کے لیے قائم ہوں وہ ٹھیکہ ملنے کی تاریخ سے نصف سال کے اندر غیر صاف شدہ معدنیات کی قیمت کا پانچ فیصدی حصہ حکومت کو ادا کریں

گی اور اس بنا پر دوران کان کنی کی دفعہ چہارم کے فقرہ ت میں جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ زر معاوضہ خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ (ام القریٰ)" [اخبار الفقیہ: ۷/ستمبر ۱۹۳۵ء ص ۸ تا ۱۱]

فرانس اور ابن سعود کے روابط

یوں تو ابن سعود نے برطانیہ سے مکمل سانٹھ گانٹھ کرلی تھی مگر فرانس سے بھی دوستانہ تعلقات بنانے میں کوشش جاری تھی اس تعلق سے ایک خبر لندن کے اخبار ڈیلی ایکسپریس کے نامہ نگار کی طرف سے شائع ہوئی جس میں لکھا تھا کہ:

"اس امر کی کوشش کی جارہی ہے کہ فرانس اور ابن سعود سلطان نجد اور ملک الحجاز کے مابین دوستانہ تعلقات پیدا کیے جائیں اسی غرض سے ایک فرانسیسی نمائندہ حال ہی میں حجاز پہنچا ہے اور ابن سعود کے ذاتی طبیب کی وساطت سے ملا۔ ابن سعود نے حال ہی میں پیرس کی سیاحت بھی کی ہے۔ نامہ نگار مذکور پیش گوئی کرتا ہے کہ ابن سعود کے ساتھ فرانسیسی معاہدہ برطانیہ کے لیے خوفناک نتائج پیدا کرے گا۔" [اخبار الفقیہ: ۲۱/اگست ۲۵ء ص ۱۱]

کامران پر انگریزی قبضہ

کامران پر انگریزی قبضہ سے متعلق اخبار الفقیہ میں حلیم بوٹ فیکٹری کانپور کے ایک سوداگر کے حوالے سے ایک مکتوب درج ہے اسے بھی یہاں درج کیا جاتا ہے۔ تا کہ انگریزی معاہدوں سے متعلق کسی طرح کی کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"مکرمی مخدومی جناب شاہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف مورخہ ۲۹ جون کے سیاست میں ایک شذرہ بعنوان معاصر خلافت کی نظر عنایت نظر سے گزرا۔ معلوم ہوتا ہے کامران پر انگریزی قبضہ ہونے میں آپ کو بھی شک ہے لہٰذا ایک کارڈ ارسال ہے، اس کو ملاحظہ فرمایئے۔ ۲۱/ مئی کو کامران سے چلا ہے کارڈ وہی ہے جو ہندوستان میں دو پیسہ کو ملتا ہے ٹکٹ کے اوپر مہر بھی اسی صورت کی ہے۔ جیسی ہندوستان کی دیگر ممالک کے ٹکٹوں میں انگریزی ٹکٹوں میں بہت فرق ہے جو ایک نظر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس بین ثبوت کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ کامران پر انگریزی قبضہ نہیں ہے۔ اس کے متعلق آپ

ایک شذرہ تحریر فرمائیں تاکہ لوگوں کو حقیقت معلوم ہوجائے نجدیوں کے مظالم بڑھتے جاتے ہیں خدا ان کو غارت کرے۔" ظہورالحسن (سیاست) [۱۴ر جولائی ۲۶ء ص ۴]

حجاز مقدس پر نجدی تسلط یا انگریزی؟

شریف حسین اور ابن سعود کی حجاز مقدس پر حکومت کے سلسلے میں یہ بات تو ظاہر تھی کہ اس میں برطانوی حکومت کا مکمل عمل دخل تھا اس نے جب چاہا کہ حجاز مقدس پر شریف حسین کو قبضہ دلا دیا جائے تو اس نے شریف حسین کا ساتھ دیا اور اس کے بعد جب شریف حسین برطانیہ کی شرطوں پر کھرا نہیں اترا تو اس نے ابن سعود کی حمایت کرکے شریف حسین کو حجاز سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور اس طرح ابن سعود کے ذریعہ برطانیہ نے حجاز مقدس پر قبضہ کر لیا۔ اور جائز وناجائز ہر طرح کے معاہدے ابن سعود سے کرالیے۔ حجاز مقدس میں ہر عمل دخل کی اجازت حاصل کرلی۔ اگر یوں کہا جائے کہ، ابن سعود کے ذریعہ برطانوی حکومت نے حجاز مقدس پر قبضہ کر لیا تو غلط نہ ہو گا۔ مدیر اخبار سیاست لاہور مولانا سید حبیب شاہ صاحب اس برطانوی سامراج کی سازشوں، اس کے اسلام شکن فتنوں، شریف حسین اور ابن سعود کی انگریز غلامی، اور ان کے ناپاک جرائم وحرکات، نیز حجاز مقدس پر انگریزی عمل دخل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا
ستار العیوبی و قاضی الحاجاتی

زر کی تعریف میں فارسی کا جو شعر درج عنوان ہے۔ اس کی صداقت کی بہترین شہادت حالات حجاز سے ملتی ہے۔ حجاز میں بیت اللہ شریف ہے۔ اور رب کعبہ کے رسول امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو ارض حجاز سے نکال دو۔ اس فرمان رسالت پناہ کے فلسفہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ بلقان کی ریاستوں کے سیاسی حالات سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ترکی میں ارمینوں اور یونانیوں نے، یونان میں بلغاریوں نے، بلغاریہ میں یونانیوں نے کیسی کیسی آفتیں پیدا کیں۔ اور کسی طرح موجودہ
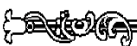
زمانہ تہذیب و تمدن میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اپنی اپنی آبادی کے اس عنصر کو جو فریق مخالف کی قومیت سے تعلق رکھتا ہو اپنی قوم کے اس حصہ سے بدل لیں۔ جو فریق ثانی کے ہاں آباد ہو۔ جرمنی سے یہود کا تازہ ترین اخراج حالات حاضرہ کا سب سے نمایاں واقعہ ہے۔ اور اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی قوم کے مرکز کو اغیار کی بود و باش سے پاک رکھنا پرلے درجہ کی دانشمندی کی بات ہے۔ بہر کیف جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم ناقابل انکار حد تک ہر گروہ مسلمانان عالم کو تسلیم ہے کہ حضور نے حجاز سے یہود و نصاریٰ کی اخراج کا غیر مشروط حکم دیا۔ ہم بد نصیب مسلمانان دور حاضرہ کی قسمت میں لکھا تھا۔ کہ ہمارے بادشاہ اور ہمارے خلیفہ اسلام میں جنگ ہو۔ اس موقعہ پر مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے قصر خلافت کو برباد کیا۔ اور اس لیے ایسا کیا کہ ہمارے بادشاہ کی حکومت نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہمارے مقدس مقامات غیر مسلم تصرف سے پاک رہیں گے۔ کربلاے معلی کاظمین مشرق، اردن اور بیت المقدس کی قسمت کے آخری فیصلہ نے ہمیں بتادیا کہ ہمیں جل دیا گیا تھا۔ لیکن یہ داستان درواب کہنہ ہو چکی ہے۔ اور اگرچہ اس کی کسک نہ مٹ سکے گی تاہم زمانہ کی بد ترین جراحت کو مندمل کرنے کے لیے بہترین حکیم ہے اس زخم دل کو تازہ نہیں رہنے دیا۔ لیکن اس جنگ میں انگریزوں نے جو کچھ کیا وہ "الحرب خدع"

عربی کے اصول کے مطابق سراسر بجا تھا۔ تاہم اس کا بد ترین مظاہرہ یوں ہوا کہ حجاز اور نجد کے عرب حکام نے انگریزوں کی انگیخت پر خلیفہ اسلام کے خلاف بغاوت کی۔ حجاز کا سردار شریف حسین حنفی تھا اور نجد کا سردار ابن سعود وہابی تھا۔ دونوں نے انگریزوں سے روپیے لیکر بد ترین اسلام دشمنی ذلیل ترین بے ایمانی اور مقہور ترین شیطانی کو گوارا کیا۔ ترکوں اور ان کے نمک حلال عربوں کے زن و فرزند کو شریف حسین اور ابن سعود نے یکساں ذبح اور ذلیل کیا۔ اور ترکی افواج کے خلاف غدارانہ سرگرمیوں سے نصرانیوں کو نفع اور حزب اسلام کو ضرر پہنچایا اور...... شریف حسین کے لڑکے عراق اور۔ شرق اردن کے بادشاہ بنے۔ شریف حسین ارض حرم کا تاجدار بنا دیا گیا اور ابن سعود کو ستارہ ہند کا خطاب دے کر برطانیہ

نے نجد کا بادشاہ بنا دیا۔ یہاں تک واقعات نا قابل انکار ہیں اور ابن سعود کے زر خرید ہندوستانی بھانڈوں یا اخبار نویسوں میں سے کسی کی زبان یا قلم میں یہ طاقت نہیں کہ وہ واقعات کو اس حد تک جھٹلا سکے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ شریف حسین سے انگریزوں نے اس کرنیل لارنس لارض کی معرفت جو آج ایک حادثۂ موٹر کی وجہ سے لندن کے کسی شفاخانہ میں موت و حیات کی کشاکش میں مبتلا ہے، اور بزودیا بدیر حاکم حقیقی کے روبرو جواب دہی کے لیے جانے والا ہے۔ یہ وعدہ کیا تھا کہ تمہیں ان تمام ممالک کا بادشاہ بنا دیا جائے گا جو عربی بولتے ہیں۔ یوں وہ سمجھ رہا تھا کہ عراق، شام، فلسطین شرق اردن، حجاز، بخد بحرین اور یمن تک اس کی سلطنت میں شامل ہوں گے۔ اور وہ وحدت۔ عرب کا بانی اور پہلا تاجدار ہو گا۔ اس احمق کو یہ نہ سوجھی کہ یہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ عیسائی اپنے ہاتھوں سے مرکز اسلام کو ایک زبردست اور نا قابل مقابلہ سلطنت کی صورت میں تبدیل کر دیں۔ لہذا جب شام اور فلسطین کو بالکل علاحدہ کر کے فرانس اور برطانیہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ شرق اردن اور عراق کی جداگانہ حکومتیں قائم کر دی گئیں۔ اور نجد و یمن کے الحاق کے متعلق اس کا خواب پریشان ہو گیا۔ اگرچہ اس کے لیے حجاز اور اس کے بچوں کے لیے عراق شراق اردن بطور مزدود نائٹ مختص کر دیے گئے، تاہم یہ اس کی بدعہدی ہی سمجھا۔ اس پر اس میں اور انگریزوں میں بگاڑ ہو گیا۔ اور نجد کو وہ بدو حکمران جو انگریزوں کی شہ پا کر خلیفۃ المسلمین کی غداری کا طوق لعنت قبول کر چکا تھا، یعنی ابن سعود پھر برطانیہ کے اشارہ پر آگے بڑھا۔ اور اس نے شریف حسین کو بہ نوک شمشیر اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ غداروں کی حکومت کے پاؤں نہیں ہوا کرتے وہ اپنے آقاؤں کے رحم پر زندہ ہوتے ہیں۔

اور جب وہ اپنے ولی نعمت کو ناراض کر لیتے ہیں تو پھر ازیں سوماندہ وازاں سو درماندہ کو عزلت و ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعود انگریزوں کی ہمت سے تاجدار حجاز بنا۔ اور شریف حسین مزید گنا یعنی طلائی ٹھیکروں کے اس ڈھیر کو جو انگریزوں نے اسے دی ہوئی تھی ساتھ لے کر قبرص میں چلا گیا۔ اور وہیں گوشہ ذلت میں اسے موت نے اٹھا کر رب العزت کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ اس کے بعد اس کا واسطہ خداوند

کریم سے ہے۔ اور ہمارے لیے بغیر ازیں چارہ کار نہیں کہ ہم اس کے تذکرہ کو یہاں ترک کردیں۔ شریف حسین کے بعد امیر علی کا ابن سعود سے مقابلہ محض ایک بہانہ تھا۔"

[اخبار الفقیہ، ۲۱/جون ۱۹۳۵ء ص ۲،۳]

مزید لکھتے ہیں:

"حدیث پر مر مٹنے والوں کو یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ ابن سعود انگریزوں کا غلام ہے۔ اس کے وسیلے سے نصاریٰ کی حکومت حجاز پر قائم ہو جائے گی۔ میں نے اس زمانہ میں ہزارہا کاوش سے ابن سعود اور انگریزوں کا معاہدہ حاصل کر کے شائع کیا۔ ابن سعود نے اس کی صحت کو تسلیم کیا۔ اس کی تحریر تاحال میرے پاس موجود ہے۔ اس سے حجاز پر انگریزوں کے بالواسطہ تسلط کا ثبوت عریاں طور پر مل رہا تھا۔ لیکن افسوس کہ میرے اہل حدیث بھائیوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ عقبہ اور عمان حجاز کا جزو لانیفک ہیں۔ ابن سعود نے زبانی احتجاج کے بہانہ کی پناہ لے کر ان کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ آج جو لوگ حج کو جاتے ہیں ان سے پوچھ کر دیکھ لو جدہ پر انگریزوں کے نائب قونصل احسان اللہ خاں بہادر صاحب کی حکومت ہے۔ اور یوں ابن سعود کے ماتھے پر کلنک کا وہ ٹیکہ لگ چکا ہے۔ جس کی مثال اسلام کی تقریباً چودہ سو سال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یعنی ارض مقدسہ حجاز کے اکثر حصوں پر نصاریٰ کی بلاواسطہ حکومت قائم ہو چکی ہے۔ مگر افسوس ہے اہل حدیث جماعت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ابن سعود کے بندہ برطانیہ ہونے میں اگر کوئی شک ہو سکتا تھا تو اس کا افشا اس معاہدہ سے کماحقہ ہو چکا ہے جو سیاست میں آج سے چند روز پہلے شائع ہوا۔ اس کی رو سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے نواح کو چھوڑ کر باقی تمام حجاز میں انگریزوں کو معدنیات کی تلاش کے لیے زمین کھودنے کا ٹین بنانے، جہاز چلانے، سمندر میں نشانات لگانے، ٹریموے اور ریل بنانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ریلوے لائن فی الحقیقت زنجیر غلامی ہے جو ایک ملک کو اسی طرح بے بس کر دیتی ہے جس طرح کوئی فرد ہتھکڑی پہن لینے کے بعد بے بس ہو جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سمندر میں نشان لگانے کے معنی یہ ہیں کہ انگریز جنگی جہازوں کے لیے مواقع پیدا کر لیں گے۔ ساحل کو قابو میں لے آئیں گے۔ حجاز میں اپنے مال

کے تحفظ کے بہانے سے فوجیں ڈال دیں گے۔ چھاؤنیاں بنالیں گے۔ اور جس طرح آج تیل کا اجارہ دینے کے باعث ایران انگریزوں کے مقابلہ میں بے بس ہے، اسی طرح حجاز بھی بے بس ہو کر مستقل طور پر نصاریٰ کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ بلکہ یوں کہیے کہ جا چکا۔ ع

فاہا ثم آہا ثم آہا

اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا اس معاہدہ سے مستثنیٰ ہونا بھی بے معنی ہے۔ انگریزوں کا ایک افسر مسمیٰ فلبی اسلام کا سوانگ۔ بھر کر مکہ مکرمہ میں بیٹھا جو ابن سعود کی غداری کی وجہ سے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ خود حجاز پر اسلام کی جگہ صلیب کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اور ہم مسلمان ہیں اس انقلاب عظیم سے ذرہ بھر متاثر نہیں ہوتے۔ کل تک نصاریٰ کا کعبہ یعنی بیت المقدس ہمارے قبضہ میں تھا۔ آج ہمارا خانہ کعبہ اور نصاریٰ کا قبلہ دونوں نصاریٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اور ملال کی بات یہ ہے کہ نصاریٰ اپنے قبلہ کے لیے مضطرب تھے۔ انہوں نے صدیوں تک ہم سے جنگ کی شکستیں کھائیں۔ برباد ہوئے، مر مٹے۔ لیکن آخر اپنا کعبہ چھڑا لے گئے۔ لیکن اس کے برعکس ہم اپنا قبلہ کھو کر مطمئن ہیں، بے پرواہ ہیں، غافل ہیں۔ اور اگر ہمیں کوئی بیدار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنا دشمن سمجھ کر گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔"

[اخبار الفقیہ، ۲۱/جون ۱۹۳۵ء ص ۴]

اخبار الفقیہ کی یہ خبر بھی اس سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں۔:

"اشاعت ماسبق میں قارئین کرام اس معاہدہ کو پڑھ چکے ہیں جو مابین سلطنت برطانیہ و ابن سعود کے ہوا تھا اس معاہدہ کی چھٹی شرط کے رو سے ابن سعود عہد کر چکا ہے کہ علاقہ جات کویت بحرین علاقہ جات رئوسا (شیوخ) عرب عمان یا دیگر ملحقہ مقامات کے متعلق جو برطانیہ کے حمایت میں ہیں کسی معاہدہ کے رو سے ان پر حملہ نہ کرے گا۔

اس شرط کے رو سے نجدی نے اس وقت تک عرب پر کوئی حملہ نہیں کیا جب تک شریف حسین اپنے معاہدہ کے رو سے برطانیہ کی حمایت میں تھا اگر اس وقت وہ عرب پر حملہ کرتا تو سلطنت برطانیہ کو شریف حسین کی حمایت و امداد پر مجبور ہونا پڑتا لیکن جب اس معاہدہ کی میعاد گزر گئی اور سلطنت برطانیہ و شریف کے مابین کوئی معاہدہ باقی نہ رہا تو ابن سعود ملعون

نے عرب پر حملہ کر دیا۔ اسی سے دو امر ثابت ہوے ایک تو یہ کہ حملہ ابن سعود کے وقت حجاز مقدس پر سلطنت برطانیہ کا بالواسطہ کوئی اقتدار نہ تھا دوسرا یہ کہ ابن سعود کو حملہ ہرگز اس نیت پر نہیں کہ حجاز مقدس کو غیر مسلم اقتدار سے بچاے اور نجات دے یہ دعوی غلط اور دنیاے اسلام کو دھوکا دینے کے لیے جاتا ہے ہاں ہم ابن سعود کی اس نیت کے قائل ہو جاتے اگر وہ بحرین وعمان وغیرہ پر حملہ آور ہوتا وہ بھی تو آخر عرب میں شامل ہے مگر ان مقامات پر وہ کس طرح حملہ کرتا وہ علاقے برٹش اقتدار میں ہیں الغرض پروپگینڈا کو کامیاب اور موثر بنانے کے لیے کس قدر دروغ بافیاں اور کذب بیانیاں کی جاتی ہیں اس کا اندازہ قارئین کرام خود کر سکتے ہیں۔“[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴]

مدیر سیاست کو ابن سعود کی سیاسی تدبیروں سے اختلاف

یہود و نصاری کے ساتھ اس طرح کے معاہدے جن سے حجاز مقدس کے تقدس کے پامال ہو جانے کا اندیشہ بلکہ یقین تھا ظاہر ہے اہل اسلام کے لیے تکلیف دہ تھے۔ آئے دن نت نئے معاہدے اور انگریزوں کو اس پاک سرزمین پر اختیارات تفویض کرنا یقینا باعث تشویش تھا۔ اس لیے مدیر سیاست مولانا حبیب الرحمن صاحب نے اس درد کا احساس کرتے ہوئے، ابن سعود کی ان سیاسی تدبیروں سے اختلاف راے کیا اور اپنے خیالات کو اس طرح سپرد قرطاس کیا لکھتے ہیں:

”سیاست کو سلطان نجد سے نہ شخصی عداوت ہے نہ ذاتی پرخاش۔ صرف اتنا گلہ ہے کہ اس کی خارجہ حکمت عملی منافی مفاد اسلام ہے۔ سلطان کا مسٹر فلبی کو وزیر خارجہ مقرر کرنا مناسب نہیں۔ ان تاثرات کو وہ مسلمان زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے اپنی عمر کا کوئی حصہ یورپ کی حکمت عملی اور اہل یورپ کی دسیسہ کاریوں کے سمجھنے میں بسر کی ہے۔ سلطان ابن سعود کا ٹھیکوں یا اجارہ یا معاہدوں کے ذریعہ انگریزی اقتدار کو عرب میں نشو و نما حاصل کرنے کا موقع دینا پرلے درجے کی عاقبت نااندیشی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب محدث ہیں یہ حدیث کئی ایک مرتبہ اہل حدیث کے صفحات

پر بھی شائع ہو چکی ہے کہ 'اخرجوا الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب' یہودیوں اور نصرانیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا چاہیے کسی نصرانی کو عرب میں مدافعت کا موقع دینا یقیناً اس حدیث پاک کی مدوح اور منشا کے خلاف ہے۔ مولانا کو چاہئے کہ ابن سعود کی محبت کو حدیث کی محبت پر ترجیح نہ دیں۔ ہمارے اس اصولی اختلاف کو مولانا جس نظر سے دیکھتے ہیں یہی بہتر ہے کہ اسے مولوی صاحب کے الفاظ میں سن لیا جائے اس لیے کہ ؎

کہاں سے لائے گا قاصد دہن ان کا زباں ان کی
یہی بہتر ہے مولانا سے سن لیں داستاں ان کی

فرماتے ہیں:

''آج کل مسلمان باوجود سیاست دان بلکہ ایڈیٹر اخبار سیاست ہونے کے کسی اسلامی حکومت کو محض مذہبی نقطہ نگاہ سے پرکھتے ہیں۔ اس لیے جوں ہی ان کو کسی اسلامی حکومت سے ذرا سا اختلاف رائے ہوتا ہے فوراً اس کی مخالفت پر تل جاتے ہیں ۔حالانکہ یہ معیار شناخت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس طریق سے کوئی اسلامی سلطنت ساری اسلامی دنیا میں مقبول نہیں ہو سکتی ۔ہاں یہ کسوٹی ہو سکتی ہے کہ حکومت اپنا پرنسپل (اصول سلطنت) ان انتظامی احکام کو بنائیے۔ جو خدا اور رسول کے مقرر کردہ ہیں یہی ایک معیار ہے اور یہی ایک محور ہے جس پر کوئی اسلامی سلطنت اچھی یا بری پرکھی جا سکتی ہے۔''

(اہل حدیث: ص۸، ۱۵، ۳۰، ۳۵)

مولوی صاحب کو گلہ یہ ہے کہ ایڈیٹر سیاست نجدی حکومت کو ''مذہبی نقطہ نگاہ سے پرکھتا ہے'' حالانکہ اسے اس حکومت کو خدا اور رسول کے مقرر کردہ اصول کے مطابق پرکھنا چاہیے۔ ہمارے ناقص علم میں مذہبی نقطہ نگاہ کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کی بنیاد خدا اور سول کے ارشادات پر مبنی قرار دینا اور دوسروں کو اس سے بے نیاز تصور کرنا ہی وہ مخصوص فقہی نقطہ نگاہ ہے جسے مولانا مذہبی نقطہ سمجھ کر مطعون فرما رہے ہیں۔ مذہبی نقطہ نگاہ کو غیر مستحسن قرار دینا اور اپنی پسندیدہ روش کی تعریف ان الفاظ میں کرنا کہ جو مذہبی نقطہ نگاہ سے مبائن نہ ہو۔ اور پھر اپنے عمل سے اپنے آپ کو مذہبی نقطہ نگاہ کا موید ظاہر کرنا منطق کا کوئی ایسا کلیہ ہے

جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ سر مستان منطق الطیر است جامی لب بہ بند

مولانا فرماتے ہیں:

"کہ حکومت حجاز اس کے مستوجب تحسین ہے کہ اس نے امن وامان تمام کر دکھایا اور یہ کہ وہ عربی لباس کی ترویج و بحالی میں کوشاں ہے۔ بخلاف فارس ایران اور افغانستان میں مغربی لباس رواج پذیر ہے۔ مولانا فوٹو اور تصاویر کو غالباً دیکھنا پسند نہیں فرماتے۔ ورنہ جناب اگر ابن سعود کے فرزند رشید کا لندن میں فوٹو ملاحظہ فرمائیں اور جن مشاغل میں آپ مصروف رہے۔ اگر ان سے آپ کو آگاہی حاصل ہو تو شاید آپ اس باب میں بھی اپنی رائے میں کسی قدر ترمیم پر آمادہ ہو جائیں۔ شاہ ایران مغربی لباس پہنتا ہے لیکن اس کے سینہ پر صلیب کا نشان آویزاں نہیں ہے۔ باقی رہا امن وامان۔ ایک امن وامان وہ ہے جسے مارشل لا کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ قبروں میں خاص کر سکوت ہوتا ہے لیکن اس کو سیاسی سکوت نہیں کہہ سکتے۔ ابن سعود حجازیوں کو فاقہ مستی کی موت مار رہا ہے۔

اسلامی نظام میں امن وامان کا مفہوم رعایا کا اطمینان اور ان کی خوشی وفارغ البالی ہے۔ مدینہ منورہ کے مساکنوں اور جیران رسول تو روٹیوں کے ٹکڑوں کو ترسیں ان کے بدنوں پر تو چیتھڑے ہوں۔ نجد کا سلطان ان کی فاقہ مستی اور انتہائی افلاس پر کوئی توجہ نہ کرے اور حاجیوں سے جو آمدنی ہو اس میں سے بھی معتد بہ حصہ حجاز کے لیے وقف نہ کرے بلکہ جس طرح پنج پانی کو چوس لیتا ہے اسی طرح نجدی اقتدار حجاز کی دولت سمیٹ سمیٹ کر نجد میں لے جائے۔ اور اہل حجاز کی بے کسی اور بے بسی اور بے چارگی کو قیام امن وامان سے تعبیر کرے تو اس نوعیت کے جابرانہ سرمایہ دارانہ امن وامان کو مدیر سیاست اپنی علمی بے بصری کے باعث مستحسن نہیں کہہ سکتا۔ اس کے لیے ایک فاضل کا دماغ اور ایک رئیس المناظرین کا قلم درکار ہے۔ (نامہ نگار) [الفقیہ، ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۵ء ص ۹]

برطانیہ کے ابنِ سعود کو شاہِ حجاز تسلیم کر لینے پر صدائے احتجاج

برطانوی اور سعودی معاہدے سے متعلق جو تفصیلات گزریں ان میں یہ بات بھی
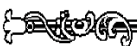
مذکور ہے کہ برطانیہ نے ابن سعود کو شاہ حجاز تسلیم کیا ہے۔ جب یہ خبر ہندوستان موصول ہوئی تو اس کے برخلاف آوازِ احتجاج اٹھائی گئی۔ سلیم پور کے راجہ نے حضور وائسرائے کے پرائیویٹ سیکریٹری کے نام ایک تار ارسال کیا۔ جس میں برطانوی اور سعودی معاہدہ کی مخالفت کرتے ہوئے برطانیہ کے ابن سعود کو شاہ حجاز تسلیم کر لینے پر مخالفت کا اظہار کیا ہے۔ اور مسلمانان ہند کے جذبات کے مشتعل ہونے کی خبر دیتے ہوئے استدعا کی ہے، کہ وہ اس کے برخلاف کوئی اقدام کرے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار کی مندرجہ ذیل خبر:

”راجہ صاحب سلیم پور مرکزی جمعیت خدام الحرمین کے نائب خادم المخدوم نے حضور وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کو مندرجہ ذیل تار ارسال کیا ہے۔ خدام الحرمین کی طرف سے جو ہندی مسلمانوں کے خیال کی منظم نمائندہ جماعت ہے۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور ان کی حکومت سے باادب عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس خبر کی بڑی تشویش ہو رہی ہے، جو حکومتِ عظمٰی کی طرف سے سر گلبرٹ گلیٹن اور ابنِ سعود کے درمیان طے پایا ہے۔ اور جس میں ابنِ سعود کو شاہِ حجاز تسلیم کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ابنِ سعود کے ملحدانہ کردار اور انہدامِ مآثر مقدسہ کے باعث سے تمام ہندی مسلمانوں کی رائے اس معاہدہ کے مخالف ہے۔ اور اگر برطانیہ نے اس کو شاہِ حجاز تسلیم کر لیا تو اس سے مسلمانوں کے جذبات اور بھی مشتعل ہو جائیں گے۔ میری جمعیت استدعا کرتی ہے کہ جناب وائسرائے اور ان کی حکومت مسلمانانِ ہند کے خیالات کو اپنی زبردست حکومت کے ساتھ حکومتِ عظمٰی تک پہنچا دیں۔“ [۲۱/جولائی ۱۹۲۷ء ص ۱۰]

حکومت یمن اور ابن سعود کے تعلقات میں کشیدگی

حج کے دوران سعودی حکومت کی شہہ پر نجدیوں نے چار ہزار یمنی حجاج کرام کو بحالت خواب قتل کر دیا جس کے سبب ملک یمن اور سعودی حکومت کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”حکومت سعودیہ کے لوگ بڑے زور شور سے اعلان کر رہے ہیں کہ حجاز و نجد اور

یمن میں کسی قسم کی عداوت نہیں۔ ابنِ سعود اور جلال امام یحیی کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں جن میں کوئی کدورت نہیں ہے۔ لیکن واقعات ہمیں اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ فی الحقیقت ان دونوں ہمسایہ ملکوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں جس قدر بیان کیے جاتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ عسیر پر سعودی حمایت کے اعلان سے ایک اہم واقعہ پیش آیا تھا جس نے یمن اور سعودی تعلقات کو بہت کشیدہ کر دیا تھا۔ وہ چار ہزار حاجیوں کا قتلِ عام ہے۔ تقریباً چار ہزار یمنی حج کے لیے جا رہے تھے۔ ایک رات کو جب کہ وہ اپنے تئیں اللہ کے حرم اور اس کی وادی مقدس میں محفوظ و مامون سمجھ کر سوئے تھے نجدیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر ڈالا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی نہیں بچا۔

اس واقعہ نے تمام یمن میں ہیجان برپا کر دیا اور خود امام یحیی پر اس کا بہت برا اثر ہوا۔ اور اسی واقعہ سے دونوں سلطنتوں کی موجود کشیدگی کی بنیاد پڑ گئی پھر اس کے بعد ہی معاہدہ... کی ترتیب کا معاملہ پیش آیا جس میں عسیر کے علاقہ پر ابنِ سعود کی حمایت قائم ہو گئی۔ حالانکہ امام یحیی اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ حکومت نجد کی طرف سے اب تک حکومت یمن کے پاس حاجیوں کے قتل کے متعلق کوئی معذرت بھی نہیں آئی ہے جس سے شکوک و شبہات اور بڑھ رہے ہیں۔ یہ واقعات ایسے ہیں جن کے باعث دونوں ہمسایہ سلطنتوں کے درمیان دوستانہ صفائی فی الحقیقت موجود نہیں ہے۔ اگرچہ مصلحت وقت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے متعلق دوستانہ خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔" [۱۴؍ اگست ۱۹۲۷ء سرورق]

یمن، برطانیہ اور نجد کے سیاسی معاملات اور ابنِ سعود کی پریشانی

ابن سعود ایک طرف یمن کی سیاسی الجھنوں میں مبتلا تھا تو دوسری طرف اپنے ہی ہم نوا اور ہم جماعت نجدی گروہ کی طرف سے چند سیاسی اور مذہبی پہلوؤں کو لے کر پریشان تھا۔ مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب برکاتی جو حجاز مقدس سے جہانگیر جہاز کے ذریعہ واپس ہوئے تھے وہاں کے سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"آج کل ابنِ سعود بذاتِ خود بے حد شش و پنج میں ہیں۔ اس لیے کہ مشہور ہے کہ

یمن کی طرف کچھ شورش ان کے خلاف برپا ہے۔ امام یحیی سے کوئی جنگ نہیں۔ مگر یمن اور نجد کے آخری سرحد پر بعض قبائل سلطان ابنِ سعود کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ابنِ سعود طائف میں بہت کچھ استحکام اور فوجی سامان کر رہا ہے۔ خود طائف میں بہت کچھ خبریں مشہور ہیں۔ چناں چہ مکہ کے امرا بغرض تبدیل آب وہوا طائف گئے تھے وہ بھی طائف میں شورش کا رنگ دیکھ کر واپس چلے آئے۔ سلطان کی کوشش یہ ہے کہ مکہ میں اس کی خبریں مشہور نہ ہوں اور چند شرفا نے اِس کا کچھ ذکر کیا تھا تو انہیں قید کر دیا گیا اور سختی سے منع کیا گیا کہ اس شورش کی خبر کو کوئی نہ پھیلائے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ عبد اللہ ابن بلیہ نے ابنِ سعود کے خلاف نجد واپس جا کر سخت شورش پھیلانی شروع کی ہے۔ عبد اللہ ابنِ بلیہ کے جانے کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ مدینہ منورہ میں جو ابنِ سعود کے مقرر کردہ امام تھے ان کے پیچھے بھی غطغط نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس لیے بیک وقت دو جماعتیں ہوتی ہیں یعنی جیسے سرکاری امام نماز شروع کرتا۔ غطغط کا امام الگ اپنی جماعت کو نمازیں پڑھاتا اور اس جماعت کو کافر و مشرک بتاتا۔ اس وقت ابنِ سعود بڑے مخمصے میں مبتلا ہے اگر وہ انگریزوں سے صلح کرتا ہے تو خود اس کے مشرقی یعنی نجدی اس سے بالکل خفا اور ناراض ہو جائیں گے اور اگر انگریزوں سے صلح نہیں کرتا تو امام یحیی کا دھڑکا اور خوف لگا ہوا ہے۔ خیال یہ ہے کہ دو تین ماہ کے اندر یہ حالت پوری ظاہر ہو جائے گی۔"

[اخبار الفقیہ: ۷/ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۷]

یمن اور حکومت ابن سعود کے مابین جنگی آثار

یمن اور ابن سعود کے مابین سیاسی حالات سدھرنے کا نام نہیں لے رہے تھے آئے دن حالات ناساز گار ہو رہے تھے۔ یمن اور حجاز میں جنگ کے آثار نظر آرہے تھے۔ ابن سعود نے ادریسی اور ارکان عسیر کے حمایت میں یمنی حاکم امام یحییٰ کے خلاف محاذ آرائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ ملاحظہ کریں درج ذیل خبر:

"ڈیلی ٹیلی گراف کے سیاسی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ اس اشاعت کی تائید واقعات

سے ہو گئی ہے۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ادریسی اور ارکان عسیر نے ابنِ سعود سے حال میں مدد طلب کی ہے تا کہ وہ امام یحیی کے معاندانہ حملوں کی مدافعت کر سکیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ابنِ سعود نے مدد دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ عنقریب ابنِ سعود کی طاقتور سپاہ مدافعت کا کام شروع کرنے والی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ سعود نے ملک عسیر کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس کاروائی کے نتائج خطرناک نکلیں اور امام یحیی سے جھگڑا بڑھ جائے۔ مشرقی معاملات سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص جزیرہ عرب کے اس مناقشہ کو بہت غور سے دیکھ رہے ہیں۔" [اخبار الفقیہ: ۱۴؍ فروری ۱۹۲۷ء سرورق]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"مشرق قریب سے جو افواہیں آرہی ہیں ان سے اس افواہ کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ ادریسی سرداروں نے سلطان ابنِ سعود سے درخواست کی تھی کہ وہ امام یحیی یمنی کے حملہ سے عسیر کو بچائیں۔ سلطان ابنِ سعود نے اس درخواست کو سنا اور ارادہ کر لیا کہ اس کے مشہور وہابی سپاہی ادریسی علاقہ کی بھی آئندہ سے حفاظت کریں گے اور اس کے عوض میں ادریسی سردار اپنے ملک سے باہر کی سیاسیات میں کوئی دخل نہ دیں گے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ سلطان ابنِ سعود نے عسیری حکومت کو اپنی سیادت میں لے لیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ یمن والوں سے سلطان ابنِ سعود کی عنقریب کوئی نہ کوئی جنگ ہو جائے وہ لوگ جنہیں مشرقی معاملات سے کچھ بھی دلچسپی ہے ان خبروں کے نتائج کا انتظار کر رہے ہیں۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸؍ فروری ۱۹۲۷ء ص ۲]

حکومت ابن سعود خطرے میں

ابن سعود کی ظالمانہ روش کے خلاف یوں تو جابجا احتجاج ہو رہے تھے، خود اہل حجاز اس سے نالاں تھے اور اس کے ظلم سے نجات کے لیے ہر ممکن کوشش میں مصروف تھے۔ لیکن جب مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو حجاز میں اس کے ظلم کے شکار افراد میں سے کچھ نے ایک جماعت تشکیل دے دی جس کے ارادے ٹھیک نہیں تھے وہ ایک فوج تیار کر کے سارے نجدی گروہ

کو ختم کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔اس طرح کا گروہ ہر ملک کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔اس سے دشمن کے علاوہ اپنے بھی محفوظ نہیں رہ پاتے اور ہزاروں بے قصور جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔اسی خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے مدیر ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف محدث اعظم ہند رقم طراز ہیں:

”مصری اخبارات میں یہ خوفناک خبر آرہی ہے کہ نجدی بربریت و مظالم سن کر بالآخر عرب میں ایک انارکسٹ جماعت پیدا ہو گئی ہے جس نے جان دینے پر حلف اٹھالیا ہے یہ جماعت مسلح ہے اور رنگروٹ کے لیے سامان مہیا کر رہی ہے جب یہ بے قاعدہ فوج مرتب ہو گی تو چن چن کر ایک ایک نجدی سرغنہ کو ختم کر دے گی اور مطمئن ہو کر جان دیدے گی ایسی جماعت ہمیشہ ہر ملک میں خطرناک سمجھی گئی ہے اور چونکہ اس جانبازی پر آمادگی مذہبی جذبات کے ہیجان کا نتیجہ ہے لہٰذا اس کے دل ہلا دینے والے کارنامے زلزلہ انداز ہوں گے حق سبحانہ و تعالیٰ حجاز و اہل حجاز پر رحم فرمائے۔“

[ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، محرم الحرام ۱۳۴۵ھ مطابق جولائی ۱۹۲۶ء ص ۴]

درج ذیل تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت ابن سعود سیاسی طور پر خطرے سے جوجھ رہی تھی ملاحظہ کریں:

”ابنِ سعود جیسے باحوصلہ اور ہوشیار شخص کی حکومت کے متعلق کوئی پیشین گوئی کرے بڑی جسارت کا کام ہے۔ میں یہاں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ دراصل ان اشارات و کنایات کا استنباط ہے جو وقتاً فوقتاً ذمہ دار اصحاب سے سنے گئے مجھے اس کا پتہ چلا کہ موجودہ حکومت خود کو محفوظ خیال نہیں کرتی۔ مجھے یہ تو نہیں معلوم ہے کہ کس کا ڈر ہے۔ حجاز کی اندرونی بغاوت کا یا غیر ملکی حملہ کا؟ یہ انگریزوں کی... دست برداری ہے۔ مگر ایک بات یقینی ہے یعنی حکومت سارا مال اس طرح نجد بھیجتی جاتی ہے۔ گویا کہ وہ یہاں پر عارضی طور پر مہمان کے ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ عمال ریاست حجاز کی پیچیدگیوں سے پریشان ہیں۔ اور نجد کی سیدھی سادی زندگی کے خواہاں ہیں اس کے متعلق خود سلطان کے الفاظ ہیں۔ایک نیک دل اور نیک نیت بدو شہر کی پر شور زندگی میں الجھ گیا ہے۔ جس کے پاس قابل... بھی نہیں ہیں۔

(خادم الحرمین، بحوالہ مسلمان کلکتہ)[۷ر اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۹]

ابنِ سعود کے خلاف سازش

ابن سعود کے تسلط سے جہاں اہل حجاز پریشان تھے اوراس کی ہلاکت کی دعائیں کررہے تھے تو دوسری طرف اس کے خود کے اہل خاندان اس کے جان کے دشمن بن چکے تھے۔ اوراس کی ہلاکت وبربادی کے سامان مہیا کرنے پر تلے تھے درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

”بصرہ، اگست۔ خبریں آئی ہیں جن کی تصدیق ان حجاج کے بیانات سے بھی ہوتی ہیں جو ارغل حجاز سے واپس آئے ہیں۔ خبر یہ ہے کہ ابنِ سعود اور ان کے صاحبزادہ امیر سعود کے خلاف لوگوں نے ایک ناکامیاب سازش کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سازش کے روحِ رواں ابنِ سعود کے بھائی امیر محمد اور ان کے بیٹے امیر خالد تھے۔ موخر الذکر کے شخص نے غلاموں کو ساتھ لے کر ریاض میں امیر سعود کے محل میں گھسنا چاہا۔ لیکن وہ نظر پڑ گئے، محافظین قصر نے فیر کیے اور بعض آدمی زخمی ہوئے اور دس آدمی گرفتار کیے گئے تھے، جنہوں نے بڑے بڑے سازش کنندوں کے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ لہذا ان سب کو قتل کر دیا گیا۔“

[اخبار الفقیہ:۱۴/ر اگست ۱۹۲۷ء سرورق]

ابن سعود مصر میں

سیاسی حالات کو سازگار بنانے کے لیے ابن سعود نے ہر ممکن کوشش کی اپنے حواریوں کو اپنے بیٹے کو اور خود بھی متعدد ممالک کے دورے کیے۔ مصر کے ایک دورے کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

”مصری معاصر المقطم اپنی ۱۷/ر اگست کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ: ابن سعود منصورہ جہاز میں اتوار کے روز ۸، اگست کو نہر سویز کے بندر گاہ میں پہنچے گا ذکریا آفندی تاجر موٹر کاران نے اس کو اپنے عالیشان مکان میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا ہے۔ ابن سعود کے ساتھ دس بارہ آدمی ہیں جن میں حافظ وہبہ بھی ہیں۔“ **[اخبار الفقیہ:۲۸/ر اگست ۲۶ء ص ۱۰]**

سعودی گورنر حجاز بمبئی میں

ہندوستان میں بھی چوں کہ سیاسی و مذہبی طور پر ابن سعود کی مخالفت زوروں پر

تھی۔ اور جابجا احتجاجی جلسے جلوس ہو رہے تھے۔ علماے کرام اور دیگر تنظیمات کی طرف سے التواے حج کا اعلان کیا جارہا تھا۔ اسی درمیان ابن سعود کا مقرر کردہ گورنر حجاز حافظ وہبہ ہندوستان کے حالات کو ابن سعود کے مطابق کرنے اور ابن سعود کے تئیں لوگوں کے نظریات کو بدلنے نیز اہل حدیث وغیرہ اپنے ہمنوائوں کے ساتھ التواے حج کی تحریک کو ناکام کرنے کے لیے ہندوستان دورے پر آیا۔ حافظ وہبہ کے اس دورے سے کہیں تحریک التوے حج وغیرہ پر اثر نہ پڑے اس لیے جمیعت بمبئی کے سیکریٹری ابو یوسف اصفہانی نے درج ذیل تحریر اپنے خدشات کو ظاہر کرتے ہوئے لوگوں کو ابن وہبہ کے مقصد سفر سے آگاہ کرنے کے لیے اخبار الفقیہ کو ارسال کی ملاحظہ کریں:

”۲۲/ نومبر کو علوی جہاز سے حافظ وہبہ گورنر حجاز و تنشار ابن سعود قویت جاتے ہوئے راستہ میں اُتر پڑنے کے حیلہ سے بمبئی آیا ہے وہابی اور مذہب سے آزاد افراد اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور انڈین مسلم حجاز کانفرنس لکھنؤ کے پاس کردہ ریزولیوشن امتناعِ حج کے خلاف عقائد عبد الوہاب کے موافق زبردست پروپیگنڈے کی اسکیم نافذ العمل کرنے پر غور کررہے ہیں۔ نامبردہ حافظ وہبہ حاکم حجاز ہونے کی حیثیت سے مقابر، مآثر اور مساجد کے انہدام واہانت کا بڑا ذمہ دار ہے نیز ان تمام ناقابل سماعت وبیان اعمال کا بھی مسئول ہے جو حجاز میں ہوئے اور جن کے دیکھنے وسننے کے لیے ہم لوگوں کو زندہ نہ رہنا چاہئے تھا۔ آپ حضرات کو اس فتنہ کی ابتدا سے آگاہ کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ حضرات اپنے اپنے مقام پر فوراً ایسی تدابیر اختیار کریں کہ اس فتنہ کے ماتحت کوئی اسکیم ہندوستان میں کامیاب نہ ہو اور حافظ مذکور کا یہ سفر ہر حیثیت سے ناکامیاب ہو۔ یقین ہے کہ آپ حضرات بلا توقف ساعتے جو کچھ کرسکتے ہیں اس پر عمل کریں گے اور ادنی تساہل بھی روانہ رکھیں گے۔“

(ابو یوسف اصفہانی یکے از سیکرٹریاں جمیعت بمبئی)[اخبار الفقیہ: ۷/ دسمبر ۲۶ء ص ۷، ۸]

فیصل ابن سعود کی یورپی سیر اور خلاف شرع حرکات

ابن سعود کے صاحبزادہ فیصل نے اپنے والد کی حکومتی سطح پر ہر ممکن مدد کی فیصل

نے اپنے والد کے شانہ بشانہ چل کر حکومت کے سیاسی حالات کو ساز گار بنانے کے لیے یورپی سیر کی اور لنڈن برطانیہ فرانس وغیرہ پہنچ کر ان کی خوشنودی کے لیے وہ سارے کارنامے انجام دیے جو شریعت کی رو سے حرام و ناجائز تھے۔ ہم یہاں مرادآباد کے مشہور رسالہ السواد الاعظم میں الجمیعۃ، اخبار تیج، وغیرہ کے حوالے سے درج، فیصل کی یورپی سیر اور انگریزوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اس کے خلاف شرع کارناموں کی قدرے تفصیل پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

”آج کل دولت حجازیہ کے نائب عام اور سلطان ابن سعود کے صاحبزادے امیر فیصل صاحب یورپ کا سفر کر رہے ہیں اور انگلستان، فرانس، ہالینڈ، اٹلی وغیرہ یورپین ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی سعی مفید میں مشغول ہیں۔ اس سفر کے دوران میں انہوں نے تمسک بالکتاب والسنۃ کی بہت سی مثالیں پیش کیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاح نجد میں اس لفظ کے کیا معنی ہیں۔

مثلاً ایک دفعہ وہ لندن کے ایک مشہور تھیٹر کی زیارت کو تشریف لے گئے جہاں فرنگی مزامیر کے سامعہ نواز نغموں اور حسن عریاں کے ہیجان انگیز نظاروں اور رقص و سرور کی روح پرور تفریح نے انہیں بہت لطف اندوز کیا اور اس طرح یہ باریک نکتہ بھی حل ہو گیا کہ زیارت قبور حرام مگر زیارت تھیٹر حلال و طیب، محفل میلاد ناجائز مگر محفل رقص جائز ہے۔ ایک اور موقع پر وہ فٹبال دیکھنے گئے اور کھیل بہت پسند آیا کہنے لگے کہ حجاز میں بھی اسے رائج کرنا چاہئے ٹیم کا کیپٹن کوئی چالاک اور استعماری آدمی تھا۔ موقع غنیمت سمجھ کر اس نے عرض کیا کہ ہم اپنی ٹیم حجاز میں لانے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ یہ تجویز قبول کر لی گئی۔ لیکن سب سے زیادہ سبق آموز واقعہ یہ ہے کہ جب انہیں شہنشاہ انگلستان کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو ہز میجسٹی نے انہیں کمانڈر آف دی آرڈر سینٹ مائیکل اینڈ سینٹ جارج کا تمغہ عطا کیا جسے انہوں نے خوشی سے قبول کر کے سینے پر لگایا۔ اس پر ایک صلیب بنی ہوئی ہے دو تصویریں ہیں اور سونے چاندی کے اسٹار ہیں۔ دنیادار تو خیر اپنے آقائوں کی خوشنودی کے لیے اس سے زیادہ شدید معصیتوں کے مرتکب ہوتے ہیں، مگر ان دین داروں سے جن کی

زبان پر تمسک بالکتاب والسنہ اورماکان علیہ السلف الصالح کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے یہ صلیب پوشی اور یہ تصویر آرائی موجب حیرت ہے۔ اگر نجد کی کوئی اور کتاب وسنت ہے جس میں صلیب پہننااور سینہ پر تصویر لٹکانا جائز ہے تو یہ دوسری بات ہے ورنہ اگروہ بھی اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ کی سنت پر ایمان رکھتے ہیں جس میں یہ افعال سخت حرام بلکہ منجر الی الشرک ہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے دعوائے اتباع شریعت کے ساتھ یہ فعل کیوں کر نبھ سکتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس معصیت کا ارتکاب مصلحتاً کیا گیا تو ہم عرض کریں گے کہ اس سے بدرجہا اہم اور اس کے مقابلہ میں اغراض اسلامی کے لیے بدرجہا مفید مصلحتیں اور بھی تھیں جن کے لیے شاید اس سے بہت ادنی درجہ کی معصیت کا ارتکاب بھی کافی ہو سکتا تھا۔ پھر اس وقت کیوں کہا گیا کہ یہاں تو صرف وہی ہو گا جو خلفائے راشدین کے عہد میں ہوتا تھا کیا یہ مصلحتیں صرف کفار کی خوشنودی حاصل کرنے ہی کے لیے ہیں ان میں سے مسلمانوں کو کچھ بھی حصہ بھی نہیں مل سکتا الجمیعۃ کا یہ مضمون پڑھنے کے بعد لکھنؤ کے اخبار سچ نمبر ۱۴ جلد ۲ مورخہ ۲۵/ اکتوبر ۲۶ء صفحہ تین کا ایک مضمون بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حجاز کا شاہزادہ آستانہ فرنگ پر

پچھلے ہفتہ ولایتی اخبارات کی جو ڈاک موصول ہوئی وہ امیر فیصل فرزند سلطان ابن سعود کے حالات سے لبریز ہے جو سیاحت فرہنگ کے لیے تشریف لے گئے تھے ٹائمس منسٹر گزٹ مانچسٹر گارڈین ڈیلی ہیرلڈ سنڈے ٹائمز مارننگ پوسٹ ڈیلی نیوز شاید ہی لنڈن اور مضافات لنڈن کا کوئی اخبار ایسا ہو جس میں شہزادئہ موصوف کی تصویر نہ شائع ہوئی ہو۔ حالانکہ ابو الہیاج اسدی کی جس حدیث سے اہل نجد مزارات کے گرانے پر دلیل لاتے ہیں ٹھیک اسی حدیث میں بالکل برابر درجہ کا حکم تصویر شکنی کا بھی موجود ہے۔

اس سے بھی قطع نظر کیجیے شہزادہ کا سن ۲۰ سے زائد نہیں اس عمر میں آپ کے مشاغل کی جو فہرست شائع ہوئی ہے وہ سنڈے ٹائمز کی روایت کے مطابق حسب ذیل ہے انگریزی

معاشرت کا مشاہدہ عجائب خانوں کی سیر یونیورسٹیوں کا معائنہ گھوڑدوڑوں اور فٹ بال میچوں کی سیر سرکاری لنچ اور ضیافتوں میں شرکت اور تھیٹروں کی سیر۔ گویا خدا کے گھر کا نظارہ کرتے کرتے آنکھیں تھک چکی ہیں اب خدا کی شان اور قدرت کے نمونے دیکھنا منظور ہیں چنانچہ بعض تصویروں میں آپ کا فٹ بال میچ اور تھیٹر کے لیے تشریف لے جانا بھی دکھایا گیا ہے۔

گویا یہ مشاغل عین اتباع کتاب و سنت ہیں۔ ولایتی اخبارات آپ کی آمد پر جن خیالات و جذبات کا اظہار کر رہے ہیں اس کا خلاصہ بھی خود انہیں کی زبان سے سننا بہتر ہو گا۔

"مشرقی مہمان ہماری سر زمین پر بہت سے آچکے ہیں لیکن اس کمسن شاہزادہ کا سا حسین کوئی نہیں آیا شہزادہ کا بیان ہے کہ میں پہلی ہی نظر میں لنڈن پر عاشق ہو گیا ہوں" [**اسٹار**]

ہمارے نمائندہ سے شہزادے نے کہا کہ میں تو لنڈن کی زندگی دیکھ دیکھ کر قدم قدم عش عش کرتا جاتا ہوں مجھے آپ کے ملک کی سیر کی تمنا سالہا سال سے تھی اور میں شاہ انگلستان کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کہ انہوں نے میرے والد کی حکومت حجاز کو تسلیم کر لیا۔ (سنڈے ٹائمز)

شہزادے نے جس وقت پلیٹ فارم پر قدم رکھا ہے یہ معلوم ہوتا تھا کہ الف لیلہ کے کسی باب کا عملی نمونہ نظروں کے سامنے ہے چہرہ پر تبسم حسن و رعنائی میں ممتاز لباس زرتار صدہا مغربی عورتیں اس حسن کی داد دے رہی تھیں۔ (ڈیلی نیوز)

ان کنواریوں کی مسرت کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے جنہیں مدتوں کی آرزو کے بعد اس حسین و جمیل جواہر پوش و خوش پوشاک نوجوان کا دیدار نصیب ہوا ہے (ایسٹ ڈیلی ٹائمس)

یہ کس کا تذکرہ ہو رہا ہے؟ صحرائے عرب کے ایک سپاہی زادہ کا یا اندر سبھا کے شہزادہ گلفام کا؟ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا یا فسانہ عجائب کے جان عالم کا؟ سب سے بڑھ کر عبرت انگیز بیان برمنگھم پوسٹ کا ہے جو ۲۳ ستمبر کے پرچہ میں بکمال مسرت و اطمینان لکھتا ہے:

کہ لیجئے اب عالم اسلامی کا سب سے بڑا سردار بھی اپنا ہو گیا۔ ایک زمانہ تھا جب ہم کو سلطان نجد کی دوستی و ہمدردی کا سودا کرنے کے لیے ۶۰ ہزار پونڈ (نوے لاکھ روپیہ) سالانہ کی قیمت دینا پڑی ہے۔"

[**السواد الاعظم مراد آباد، جمادی الاولیٰ، ۱۳۴۵ھ ص ۱۵، ۱۶**]

(باب ۵)

موتمر حجاز کی تفصیل

موتمر ابن سعود بنام موتمر اسلامی

جب ابن سعود مکمل طور پر حجاز مقدس پر قابض ہو گیا تو اپنی حکومت کا اعلان و پرچار کرنے کے لیے ابن سعود نے ایک موتمر بنام موتمر اسلامی کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے لیے عرب سمیت دیگر ممالک کے سیاسی لیڈروں خاص کر اپنی جماعت کے نمائندوں کو مدعو کیا۔ شہرت یہ دی گئی کہ اس موتمر کے ذریعہ جو فیصلہ ہو گا وہ قابل قبول ہو گا، اور اس موتمر میں جمہوری حکومت کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ اسی لیے اس کا نام موتمر اسلامی رکھا گیا ہے حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس تھا۔ موتمر تو بس برائے نام تھی وہاں ہونا وہی تھا جو ابن سعود چاہتا۔

ہندوستان سے خلافت کمیٹی، جمیعۃ العلماء اور اہل حدیث تنظیم کو مدعو کیا گیا۔ اور اس سے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ تینوں جماعتیں ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کے لیے موتمر میں شرکت کریں گی۔ حالانکہ یہ سراسر غلط تھا۔ کیوں کہ ان تینوں جماعتوں سے ہندوستانی مسلمان متفق نہیں تھے ان کے عقائد و نظریات ان کے سیاسی مفادات، اور ان کے فاسد رجحانات سے مسلمانان ہند بخوبی واقف تھے اور ان کی چالبازیوں سے کافی کچھ نقصان اٹھا چکے تھے۔ اور ان کی موجودہ روش سے بھی بخوبی واقف تھے کہ کس طرح یہ تینوں جماعتیں ابن سعود کی بے جا حمایت میں مصروف ہیں۔ اور کس طرح اس کی قصیدہ خوانی میں زور صرف کر رہی ہیں۔ ان تینوں جماعتوں کو خالص ہندی اسلامی نمائندگی کے لیے نامزد کیا جانا بھی ابن سعود کی شاطرانہ چالوں میں سے ایک چال تھی۔

ابن سعود کو خبر تھی کہ یہ تینوں جماعتیں ہندوستان میں میری حمایت میں سرگرم ہیں اسی لیے ان تینوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔ الغرض جب ہندوستان میں موتمر اسلامی کے حوالے سے خبریں پھیلیں تو اسلامی حلقہ میں بھونچال سا آگیا مسلمانوں نے اپنے اپنے طور پر غم وغصہ کا اظہار کیا، اخبارات میں اس موتمر کی پرزور مذمت کی جانے لگی اور خاص کر موتمر کے اسلامی ہونے اور ہندوستان سے غیر معتبر و مجروح الوقار جماعتوں کی اسلامی

نمائندگی کے حوالے سے عوام وخواص میں صداے احتجاج بلند کی جانے لگی۔ اخبار الفقیہ کی درج ذیل طویل تحریر سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"گزشتہ سال جب لاہور میں انجمن خدام الحرمین کا جلسہ ہوا تھا ان دنوں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری تمام جلسوں کی ممانعت کر دی ہوئی تھی۔ اس لیے انجمن خدام الحرمین کا جلسہ ایک محدود مکان میں کیا گیا داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ اور اس امر کا خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی مخالف جلسہ میں شامل ہو کر فساد پیدا کر کے انجمن خدام الحرمین کے جلسہ کو بدنام یا ناکام کرنے کی کوشش نہ کرے چونکہ مقاصد انجمن کے مخالف وہابیہ اور شیطانی ایجنٹوں کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ اس لیے ایسے لوگوں کو ٹکٹ نہ دیا گیا۔ جلسہ ہوا قرار دادیں منظور ہوئیں اس پر اخبار اہل حدیث نے تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا:

"کہ اس جلسہ کی قرارداد کس طرح ہو سکتی ہے جب کہ یہ خاص خیالات کے لوگوں کا مجمع تھا۔ لیکن اب قرن الشیطان ثانی ابن سعود نے جس موتمر کے انعقاد کا اعلان کیا ہے اس کا نام موتمر اسلامی رکھا جاتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس موتمر کے لیے دنیا کے تمام مسلمانوں کو نمائندہ بھیجنے کے لیے نہیں لکھا گیا بلکہ محض اپنے مویدین اور ہم خیالوں کو دعوت دی گی ہے کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں۔

چناں چہ ہندوستان میں سے صرف خلافت کمیٹی جمعیۃ العلما اور اہل حدیث کانفرنس کے نمائندے طلب کیے گئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستان میں قرن الشیطان کی موید اور حامی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن سعود ملعون صرف انہیں تین جماعتوں کو جانتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں ہیں تو بالکل لغو اور سر تا پا غلط خیال ہے۔ ابن سعود ملعون اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اب خلافت کمیٹی کا اقتدار ہندوستان میں نہیں۔ ایمان دار دیانت دار اور سمجھدار ہستیاں اس سے متنفر ہو کر الگ ہو چکی ہیں۔ جمعیۃ العلما کی اب قطعاًوہ عزت نہیں بلکہ جس طرح عام طور پر اپنے پرائیویٹ تذکروں میں خلافت کمیٹی کو حماقت کمیٹی اور خباثت کمیٹی کے ناموں سے موسوم

کر رہے ہیں اسی طرح جمیعۃ العلماء کے لیے جمیعۃ الحمقا کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔

یہی دو جماعتیں ہیں جو منافقانہ طرز کو اختیار کر کے اپنے آپ کو کھلم کھلا وہابی نہیں کہتیں۔ اور در حقیقت ان کا مذہب کوئی ہے بھی نہیں اور ابن سعود نا مسعود اچھی طرح جانتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف ہے اس کی مخالف انجمنیں کچھ چھپی ہوئی نہیں بلکہ انجمن خدام الحرمین کا وفد اس ملعون کا ناطقہ بند کرنے اور اس کی بے ایمانیوں، شیطنتوں اور بد کرداریوں کا راز فاش کرنے اور وفد خلافت کے صدر کی طرح ایمان اور ملت فروشی سے انکار کرنے کے جرم میں قید ہو کر عرب سے نکال دیا گیا ہے تو ابن سعود ملعون کی لا علمی کا خیال خیال باطل اور جنون سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرن الشیطان ملعون نے در حقیقت موتمر اسلامی کا جلسہ طلب نہیں کیا بلکہ اس موتمر کا صحیح نام ''موتمر شیطانی'' ہو سکتا ہے۔

ہمارے غیر مقلد دوست عموماً اور اخبار اہل حدیث خصوصاً بتائیں کہ ان کے اپنے اصول کے مطابق جو لاہور کے جلسہ خدام الحرمین کے متعلق انہوں نے قائم کیا ہے ابن سعود ملعون کا یہ جلسہ اسلامی جلسہ کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے ہر گز نہیں۔ بلکہ یہ تو شیطانی کوؤں کا اجتماع ہو گا۔ اور تمام ممبران جماعت قرن الشیطان کائیں کائیں کر کے اڑ جائیں گے۔

مسلمانان عالم کا نہ یہ جلسہ ہو گا اور نہ اس کی قرار دادوں کو اسلامی قرار دادیں کہنے کا شیطان نجدی کو حق ہو گا۔ چونکہ یہ جماعتیں تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ اس لیے ہندوستانی مسلمانوں نے بار بار یہ اعلان کر دیا ہے کہ ابن سعود ملعون کی مجوزہ موتمر ہر گز اسلامی موتمر نہیں ہے اور ان اعلانوں کا علم بھی مردود مذکور کو ہو چکا ہے اس لیے اب کوئی احمق ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس شیطانی مجمع کا نام موتمر اسلامی رکھے بلکہ مسلمان اس سے بالکل الگ ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک اس موتمر کا وجود یقینی طور پر عدم کا حکم رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسٹر محمد علی چونکہ ابن سعود کی دعوت کو مہمل اور غیر تسلی بخش اور نا مکمل بتا چکے ہیں اور وہ بھی بحیثیت نمائندہ کے اس شیطانی موتمر میں شریک ہوں گے تو تشکیل حکومت حجاز کا فیصلہ تمام مسلمانوں کی رائے پر ہو گا لیکن ایسا خیال بھی غلط ہے کیوں کہ

خلافت کمیٹی والوں کا اب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ لوگ حق پرست نہیں بلکہ زرپرست ثابت ہو چکے ہیں۔ اب تک وجہ مخالفت صرف یہ تھی کہ مسٹر ظفر علی نے جو روپیہ ابن سعود ملعون سے بیعت کی قیمت میں حاصل کیا تھا وہ سارے کا سارا خود ہضم کر لیا تھا اور خلافی لوگوں کو حصہ نہیں دیا تھا۔

آخر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق کوئی پرائیویٹ سمجھوتہ ہو گیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ موتمر کی دعوت کے وقت تک مسٹر محمد علی کا جو رویہ تھا وہ دفعتۃً بدل جائے اور وہ پھر ابن سعود ملعون کی حمایت شروع کر دے۔ اس لیے ایسے عبد الدراہم والدنانیر سے کسی ایماندارانہ فعل کی توقع رکھنا عبث ہے۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مسٹر محمد علی تشکیل حکومت حجاز کے لیے عالم اسلامی کی تمام جماعتوں کی نمائندگی کی ضرورت کا ریزولیوشن پیش کر دیں گے تو ظاہر ہے کہ جہاں اس کے مقابلہ میں شیطانی جماعت کی اکثریت ہو گی وہاں اس کی آواز نقار خانہ میں طوطی کی آواز سے بڑھ کر ثابت نہ ہو گی۔ تو اس ایک رائے کی وقعت بھی کیا ہو سکتی ہے۔ کثرت رائے سے ان کی تجویز مسترد ہو جائے گی اور قرن الشیطان ملعون من مانی کارروائی کرے گا۔ شیاطین کی مجلس میں ہو گا وہی کچھ جو شیطان کے دل میں سمایا ہوا ہے [الفقیہ، ۲۸/اپریل ۱۹۲۶، ص ۳]

موتمر حجاز سے متعلق محدث اعظم ہند کا تبصرہ

"ابن سعود تو محض شاہ شطرنج ہے لیکن کھلاڑی کی داد دیجیے کہ ایک خانگی موتمر بنام موتمر اسلامی مکہ معظمہ میں ہو رہی ہے جس میں ہر ملک کے حاجی پکڑ پکڑ کر نمائندہ بنائے گئے ہیں۔ ہاں صرف ہندوستان وہ مقام ہے جہاں سے لوگ محض شرکت موتمر کے لیے گئے ہیں اگرچہ وہ مسلمانانِ ہند کے نمائندے نہیں ہیں۔ انہیں میں علی برادران بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ موتمر کی بے قاعدگی انتخاب میں بے اصولی مسائل مبحوثہ میں پابندی کہ وہی کہو جو ہم کہیں ان امور نے علی برادران کو بھی بیدل کر دیا ہے۔ لیکن جس طرح ہم عرصہ ہوا کہہ چکے ہیں کہ موتمر اسلامی ایک چال ہے اور در حقیقت موتمر نجدی ہے جس کو بالآخر زمانہ نے مشاہدہ

کرادیا۔اسی طرح ہم آج بھی کہتے ہیں کہ علی برادران کی بیدلی ایک پالیسی ہے جو ہرگز اس زخم کے اندمال میں نفع بخش نہیں ہے جو دونوں بھائیوں نے مسئلہ حجاز میں مسلمانان ہند کے قلوب میں پیدا کر دیا ہے۔جب حرمین کا امن لٹ گیا اور ظالم غاصب کا قدم مضبوط ہو گیا تو یہ بیدلی وہی توبہ ہے جس کو کہتے ہیں کہ ؎

اے حسن توبہ آن زمان کردی

کہ ترا طاقت گناہ نماند

موتمر کی طرف سے ایران کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن حکومت ایران نے اس دعوت کو ٹھکرادیا اور سعودی مظالم پر احتجاج کرتے ہوئے شرکت موتمر سے قطعی انکار کر دیا جلالۃ الملک شاہ ایران کی حکومت کا خیال ہے کہ دیگر اسلامی سلطنتوں سے متحد ہو کر حجاز میں وہابیوں کے دستبرد کا خاتمہ کر دیا جائے۔ہر مجسٹی امیر افغانستان کی ایسی تقریریں اخبارات میں ابھی آنے لگی ہیں جن میں حجاز کا درد نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔اور وہ وقت بالکل سامنے ہے جب کہ توہب کا تخم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ربع ارض مسکون میں نہ رہے گا۔ وما ذلك على الله بعزيز۔'' [ماہنامہ اشرفی، محرم الحرام ۱۳۴۵ھ مطابق جولائی ۱۹۲۶ء ص۱،۲]

موتمر حجاز کا حال پنچوں کا حکم سر آنکھوں پر مگر پرنالہ وہیں بہے گا

حضور محدث اعظم ہند فرماتے ہیں:

''ایک صاحب نے اپنے گھر کا پرنالہ جدید طریقہ سے ایسا نکالا جس سے محلہ والوں کو سخت تکلیف ہوئی مگر وہ صاحب کچھ ایسے مزاج کے تھے کہ لوگ اپنی عزت کے خیال سے ان سے بول نہیں سکتے تھے جب محلہ والوں کی تنگی بڑھ گئی تو مجبور ہو کر پنچایت قائم کی اور متفقہ طور پر تجویز پاس کر کے ان صاحب سے سب نے کہا کہ یہ پرنالہ بند کر دیجیے اور قدیم پرنالہ سے پانی لکالیے۔ وہ بولے کہ پنچوں کا حکم سر آنکھوں پر ہے اور محلہ والوں کی دشواری کا بھی مجھ کو علم ہے لیکن یہ پرنالہ اسی طرح بہے گا۔ہندوستان کے خود رو وفود حجاز سے واپس آگئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نجدی بربریت نے حرمین میں کفر کی آگ لگادی ہے بے انتظامی

کا یہ عالم ہے کہ ہر حاجی کی جان مال ایمان پر دن دوپہر ڈاکے پڑتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں ہے تکفیر مسلمین کا بازار گرم ہے مزارات وموالد ومساجد منہدم کردیے گئے ہیں قبہ خضری خطرہ میں ہے عالم اسلامی اس ظالم غاصب پر لعنت بھیجتا ہے سب کچھ ہے لیکن اب تک خدام الحرمین کے متفقہ رزولیوشن کا یہی جواب دیتے ہیں کہ ابن سعود بلاشبہہ مردود ہے اور اب تو جمہوری حکومت کا بھی صدر نہیں ہو سکتا مگر حجاز میں رہے گا ابن سعود ہی۔

ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا کہ ہم آپ کے یہاں آئیں گے تو کیا دیجیے گا۔ اور آپ ہمارے یہاں آئیں گے تو کیا لائیں گے؟ موتمر نجدی ختم ہوگئی اور طے پایا کہ جو حج کو جائے وہ ابن سعود کا نذرانہ لے کر جائے اور ابن سعود جہاں جائے وہاں اس کی مٹھی گرم کی جائے۔ چناں چہ وہ مصر جا رہا ہے دیکھیے کیا پاتا ہے۔

[ماہنامہ اشرفی، صفر المظفر، ۱۳۴۵ھ مطابق اگست، ۱۹۲۶ء ص ۲۵]

امروہہ میں موتمر حجاز کے خلاف جلسہ

ابن سعود کی اس موتمر کے خلاف جا بجا احتجاجات ہوئے عام جلسے کیے گئے۔ اور اس کی حکومت کے خلاف آواز احتجاج بلند کی گئی۔ ۶/ مئی ۲۶ء شب کو امروہہ میں جناب مولانا عبد العزیز صاحب کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا جس میں موتمر کے خلاف درج ذیل تجویز باتفاق رائے پاس ہوئی:

”موتمر حجاز نجدی موتمر ہے سوائے وہابیہ کے دنیاء اسلام کا کوئی طبقہ اس سے متفق نہیں۔ اور ابن سعود سے بیزار۔ اس کے عقائد سے ناراض اس کے تسلط کو حرمین طیبین پر کسی طرح گوارا نہیں کرتا۔ محرک عالی جناب مولانا حکیم اسرار الحق صاحب امروہوی

موید عالیجناب ابو الاسرار محمد عبد اللہ صاحب مرادآبادی۔

موید ثانی عالی جناب قاضی محبوب احمد صاحب عباسی امروہوی۔

الراقم سید علی محتشم خان ناظم انجمن اہل سنت امروہہ ضلع مرادآباد۔“

[اخبار الفقیہ: ۲۱/ مئی ۲۶ء ص: ۱۱]

شرکت موتمر سے ایران کا انکار

حکومت ایران اس موتمر سے متفق نہیں تھی اس لیے موتمر میں شرکت سے صاف انکار کر دیا۔ الاہرام مصر کے حوالے سے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"ابن سعود نے ایران کو موتمر میں شرکت کی دعوت دی تھی لیکن بعد کو انہدام قبور کی خبر سن کر حکومت ایران سے احتجاجاً اس موتمر میں شرکت سے انکار کر دیا ہے۔ اور حکومت کا یہ خیال ہے کہ دیگر اسلامی سلطنتوں سے متحد ہو کر حجاز میں وہابیوں کی دستبرد کا سد باب کرے۔" [اخبار الفقیہ: ۲۱ر جولائی، ۲۶ء ص ۱۱]

ثناء اللہ کا سفر حج اور موتمر میں شرکت کا اعلان

ابن سعود کی جانب سے جماعت اہل حدیث کو بھی چوں کہ دعوت دی گئی تھی اور دعوت کا حق بھی تھا کہ ہندوستان میں ابن سعود کی بے جا حمایت و طرف داری میں اس جماعت نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ ہندوستان کی وہابی جماعت کی طرف سے جماعت کے نامور مولانا ثناء اللہ امرت سری کو نامزد کیا گیا تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے جہاں اجتماعی طور پر ابن سعود اور اس کے حواریوں کی مذمت ہو رہی تھی وہیں اخبارات میں فرداً فرداً ابن سعود کے ہر حمایتی کو بر محل اور حقیقت کے پس منظر میں مطعون کیا جا رہا تھا۔ مولوی ثناء اللہ امرت سری اس موتمر میں جانے کے لیے جب مدعو کیے گئے اور لوگوں نے جب آپ کو نامزد کر دیا تو حج کا ارادہ بھی کر لیا اس سے پہلے انہیں حج کی نہ سوجھی تھی۔ مولوی صاحب کے اس سفر حج یا شرکت موتمر کے حوالے سے بڑی ہی دل چسپ تحریر اخبار الفقیہ میں درج ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

"صحیح بخاری ص ۱، انما الاعمال بالنیات و انما لامری مانوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امراۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ،

تمام اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی ہو۔ لہٰذا جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہو گی تا کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کے لیے ہو گی تا کہ

اس سے نکاح کرے تو اللہ کے یہاں اس کی ہجرت اسی کام کے لیے لکھی جاتی ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔ حاصل یہ کہ انسان جو کام جس نیت سے کرے گا اسے وہی حاصل ہو گا اب سوال یہ ہے کہ حضرات اہلِ حدیث نے اس سال جس خوشی کے ساتھ حج کی تیاریاں کی تھیں کیا اس سے قبل بھی ایسی ہی تیاریاں کی تھیں؟ غالباً جواب نفی میں ہو گا ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ہاں اہلِ حدیث کے اخبار دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے ایسا امن قائم کر رکھا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا اچھا اس سے پہلے جیسا کہ امن تھا اس وقت حضرات اہل حدیث میں سے کسی نے حج کیا یا نہیں؟ یقیناً حج کیا ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس وقت اکثر اہل حدیث زیادہ تعداد میں حج کریں امن کی پکار ایک ظاہر داری ہے ورنہ دلی مقصد کچھ اور ہے عام اہل حدیث تو صرف سیر و سیاحت و ابن سعود کا ملکی انتظام دیکھنے کی غرض سے جا رہے ہیں اور خاص تو کچھ امید مراعات دل میں رکھتے ہیں۔ ۲۳/ اپریل ۱۹۲۶ء کا اہل حدیث اپنی اس امید مراعات کی جھلک یوں ظاہر کرتا ہے

بنا کر فقیری کا بھیس غالبؔ
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

پرچہ مذکور کے ص ۲ کے کالم ۱، میں مولوی ثناء اللہ صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ حجاز میں جو موتمر اسلامی ہونے والی ہے اس کے لیے شاہ حجاز سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ نے ہندوستان کی اسلامی آبادی سے تین ممبر مانگے تھے جن کی تعداد از خود یوں فرمائی تھی۔

(۱) مرکزی خلافت سے (۲) جمعیۃ العلماء دہلی سے (۳) اہلِ حدیث کانفرنس سے۔

اہلِ حدیث کانفرنس نے اس خدمت کے لیے مجھے منتخب کر دیا اور کہہ دیا کہ چوں کہ آپ سفر حج کو جاتے ہیں ایک پنتھ دو کاج کے طور پر یہ کام بھی کرتے آیئے۔

دوستوں! بخاری شریف سے ہم نے پہلے انما الاعمال بالنیات کی حدیث درج کی ہے دیکھو! اللہ بزرگ برتر جو انسان جیسی نیت کرتا ہے اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے نام

آوری اور امید مراعات کے اسباب یوں پیدا ہو گئے کہ ادھر ابن سعود نے اہل حدیث کانفرنس سے ایک ممبر طلب کیا اور ادھر اہلِ حدیث کانفرنس نے مولانا کو منتخب کیا۔
''وانما لامری مانوفمن کانت ھجرتہ''
قادیانی بھی بڑے دقیقہ شناس ہوتے ہیں آخر انہوں نے مسجد چینیانوالی سے لاہور میں ایک جلسہ کیا اور یہ اعلان بھی کر دیا کہ:
”سلطان ابن سعود کے سامنے مولوی ثناء اللہ ہندوستان کے اہل حدیثوں کا صحیح نمائندہ نہیں ہے۔“[**الفضل ۹/اپریل ۲۶ء**]
اور اس جلسہ میں غزنوی اہل حدیثوں کو ملا کر اس تجویز کو پاس بھی کر دیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی امیدوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کی کیوں کہ اس تجویز کے پاس ہوتے ہی مختلف اصحاب کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تائید میں جلسے کیے گئے جن کی تفصیل اخبار اہلِ حدیث میں موجود ہے۔ مگر قادیانیوں کی اس تجویز سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو رنج ہوا اور رنج ہونے کی بات بھی ہے کیوں کہ یہ تجویز ممکن ہے کامیاب ہو جائے مگر حضرات قادیاں کا یہ خیال خام ہے ؎

ابن سعود از خزانہ تو شاہ لندن وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

کیا یہ ممکن ہے کہ وفد خلافت تو دعوت اڑائے، شاہ لندن وظیفہ کھائے اور مولوی ثناء اللہ صاحب جن کے اخبار ابن سعود کی تعریف میں سیاہ ہوں، وہ مراعات سے محروم رہیں؟ حاشا یہ کبھی نہ ہوگا ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

سفر حج اس نیت سے کیا جا رہا ہے تو اللہ اس کے اسباب کیوں نہ پیدا کرتا یقیناً پیدا کیا اور پیدا کرے گا ہم بھی ایسے سفر کی مولوی صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا انہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ اگر صاحب موصوف نے اس
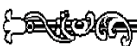
آخری عمر میں حقیقی سفر حج کا ارادہ کیا ہے تو خدا انہیں راہ راست پر لائے اور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا کرے۔ اور پیغمبر کے ساتھ خیال برادری دل سے جاتا رہے۔ اور حقیقی عظمت جاگزین ہو زبانی دعوی محبت حقیقی محبت کے ساتھ بدل جائے۔ ائمہ اربعہ واولیاء اللہ کی عظمت دل سے کرنے لگیں۔ الغرض بد اعتقادی صفحہ دل سے محو ہو جائے ورنہ زبان حال سے ہمیں لکھنا پڑے گا

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود

چوں بیاید ہنوز خر باشد

[۲۱ر مئی ۲۶ء ص ۷، ۸]

مولوی ثناء اللہ کے اس سفر موتمر بنام سفر حج پر مولانا حامد علی ظہور آبادی کا درج ذیل تبصرہ بھی قابلِ مطالعہ ہے ملاحظہ فرمائیں:

”یہ نیا مذہب اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے یہ بات صحیح ہے کہ وہابی اہل حدیث ہیں ان کے اہلِ حدیث ہونے کا کیا ثبوت ہے کیا ان کے علماء مثلاً مولوی ثناء اللہ و مولوی ابراہیم وغیرہما کسی جلسہ یا مناظرہ میں سوائے سواری ریل یا موٹر کبھی گدھے پر بھی سوار ہو کر گئے ہیں؟ کیوں کہ گدھے پر سوار ہونا مسنون ہے۔ غالباً مولوی ثناء اللہ ۲۶ر اپریل ۱۹۲۶ء کو مکہ معظمہ مع ایک جم غفیر کے روانہ ہو گئے ہیں پہلے اس سے اگر اس سنت کو ادا نہ کیا تو یہ ان کی سراسر غلطی اور حدیث کے عمل سے گریز پر دال ہو گی۔ چوں کہ یہ سفر حج کا ہے اس کو مع اپنے رفقا گدھوں پر سوار ہو کر طے کرنا چاہئے ثانیاً مولوی ثناء اللہ اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ ایک ایک کدال بھی ضرور ہو گی، اس واسطے کہ بظاہر تو حج کا بہانہ ہے مگر اس حج کے بہانہ کے اندر حضور پر نور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے انہدام کا معاذ اللہ ارادہ بھی ہے۔ ثالثاً سرغنہ وہابیہ مولوی ثناء اللہ اس مصلے کو بھی اپنے ساتھ ضرور لے جا رہے ہوں گے جس کے اوپر جا بجا کلمہ لکھا ہوا ہے اس کے اوپر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہ فتوی اہل حدیث کے پرچہ ۲۸ر رجب کی اشاعت میں درج ہے۔ خواہ قیام کی حالت کلمہ طیبہ دونوں قدموں کے نیچے ہو خواہ جلسہ کی حالت میں دونوں ٹخنوں کے تلے ہو ایسے مقدس

مقام میں مولوی صاحب کو ایسے متبرک مصلے کی اشد ضرورت ہے کہ اس پر باب کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور اپنا عامل بالدین ہونا وہاں ثابت کر دیں۔ کہ دیکھو میں ایسے مصلے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہوں کہ جس کے اوپر ہر طرف کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ رابعاً مولوی ثناء اللہ کا ایک فتوی اس سے بھی بڑھا چڑھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دادی سے پوتا کا نکاح جائز ہے۔ واہ واہ میاں ثناء اللہ صاحب! خوب فتوی دیا ایسے فتوی کو ہزار سلام۔

خامساً اس مسئلہ میں وہابیوں کا زیادہ زور ہے کہ سنت مردہ کو زندہ کرو سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہو گا۔ کیا ہندوستان میں وہابیوں نے گدھوں پر سوار ہونے اور عورتوں کے ختنہ کرانے پر یعنی ان دونوں مردہ حدیثوں کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کی ہے اور نہ خود عمل کیا ہے تو ایسی صورت میں اپنے آپ کو اہل حدیث کے لقب سے بری سمجھیں کیوں کہ یہ لقب عمل بالحدیث کا ہے نہ ایرے غیرے پنچ کلیان کا۔

کتبہ: بندہ حامد علی ظہور آبادی غازیپوری امام مسجد بانکورہ۔

[اخبار الفقیہ: ۲۱/ مئی ۲۶ء ص ۸]

موتمر مکہ سے قبل مندوبین ہند کی ابن سعود سے ملاقات اور مطالبات

ہندوستان سے خلافت کمیٹی کے ارکان نے موتمر سے پہلے ابن سعود سے ملاقات کی اور حجازِ مقدس کی پامالی آثار و تبرکات کی بحالی کی درخواست کی اور حجاز مقدس پر بادشاہت و ملوکیت کے بجائے شرعی حکومت کے نفاذ کا مطالبہ کیا، روزنامہ خلافت کے نام مکہ معظمہ سے آئے ہوئے درج ذیل خط میں تفصیل ملاحظہ ہو۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"بمبئی ۸/ جون روزنامہ خلافت کے نام مکہ معظمہ سے ۵/ تاریخ کا ایک خاص تار مظہر ہے کہ موتمر اسلامی ۸/ جون تک ملتوی کی گئی ہے۔ جاوا، مصر، سوڈان، فلسطین اور شام کے نمائندے پہنچ چکے ہیں۔ سلطان ابن سعود نے ۲۳ نمائندے نامزد کیے ہیں جو حجاز اور نجد کے خیالات کی ترجمانی کریں گے۔ ہندوستانی مندوبین نے تین دفعہ ابن سعود سے ملاقات کی اور انہوں نے علما کی دو مجالس میں بھی حصہ لیا اور تبادلہ خیالات کیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی

نے اعلان کیا کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کا انہدام وعدہ کی خلاف ورزی ہے۔ اور مصدقہ مسلم یادگاروں کی حفاظت اور بحالی کی ضرورت پر زور دیا۔ نیز مشورہ دیا کہ حجاز مقدس میں شریعت کی حکومت قائم کی جائے۔ مولانا محمد علی نے ابن سعود سے درخواست کی کہ وہ بادشاہ کی بدعت کو ترک کر دے، اور کسری کی بجائے خلفاے راشدین کی تقلید کرے۔ مولانا شوکت شوکت علی نے کہا کہ مزارات کی بحالی کا مسئلہ علماے عالم پر چھوڑ دیا جائے۔ مولانا عبدالحلیم نے تکفیر اہل قبلہ کی مذمت کی جو نجدی عموماً کرتے ہیں۔ ملاقاتوں کا نتیجہ اب تک غیر تسلی بخش ہے۔ موتمر میں قبور اور دیگر یادگاروں کی بحالی اور جزیرۃ العرب کو مذہبی آزادی اور جدّہ میں غیر مسلموں کی طرف سے مسلمان قونصل مقرر کرنے سرائے بنانے اور غلامی کو دور کرنے کی تجاویز پیش ہوگی۔" [۲۸ رجون ۱۹۲۶ء ص ۱۱]

موتمر سے پہلے ابن سعود کے مناظرانہ جلسہ کی روداد مسٹر محمد علی صاحب کے مکتوب کی روشنی میں

ابنِ سعود نے موتمر سے قبل جون ۱۹۲۶ء کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بعد نماز ظہر دو روزہ اجلاس بشکل مناظرہ منعقد کیا جس میں مختلف وفود نے شرکت کی اور حجاز کے حالات پر کھل کر تبصرہ کیا۔ مقامات مقدسہ کے انہدام پر کافی بحث ہوئی اور بادشاہت و ملوکیت کے بجاے اسلامی حکومت بنائے جانے پر کافی زور دیا گیا۔ اس دو روزہ مناظرانہ جلسہ کی مختصر کی کارروائی بشکل خط مولوی محمد علی صاحب نے اخبار الفقیہ کے نام ارسال کی ملاحظہ کریں:

"مولانا محمد علی صاحب کی طویل خاموشی اور مختصر نویسی نے ان کا ساتھ ارض پاک حجاز میں بھی نہ چھوڑا اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے موجودہ مفصل خط کے انتظار میں آنکھیں پتھرا چلیں۔ مولانا کی عادت سے ہم واقف ہیں کہ وہ خطوط نویسی کی جانب اس وقت توجہ کیا کرتے ہیں کہ جب انہیں کوئی اور فکر نہ ہو اور کسی واقعہ کے متعلق کچھ لکھنے کے لیے اس وقت قلم اٹھایا کرتے ہیں جب اس کے تمام جزئیات کے متعلق انہیں یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ انہیں معلوم ہیں۔ اس افتاد طبیعت کے علم کے باوجود اگر ہم ہر ہفتہ مولانا کے لمبے چوڑے خطوں

کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ عامۃ المسلمین انتہائی اضطراب کے ساتھ موتمر کی کارروائیوں کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے منتظر ہیں۔

مولانا کا خط اس ڈاک سے آیا ضرور ہے مگر نہایت مختصر اور اس سے صرف اسی قدر معلوم ہو سکا کہ مدینہ منورہ کے مقابر و مآثر منہدم کرا دئے گئے ہیں ہندی وفد نے سلطان ابن سعود سے اس خلاف وعدہ کارروائی کے متعلق دل کھول کر گفتگو کی مگر ابھی تک جواب نہیں ملا ہے سلطان نے ایک مذہبی مناظرہ منعقد کیا تھا جس میں سب شریک ہوئے۔ نجدی عالم عبد اللہ ابن بلیہ بھی شریک جلسہ تھے سلطان نے ہدم قبور کا یہ عذر پیش کیا کہ میں نے اس مسئلہ کو موتمر کے فیصلہ کے لیے چھوڑا تھا مگر علماے نجد نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم ایسا نہ کروگے تو ہم خود آکر اس کام کو سر انجام دیں گے۔ اس پر مولانا محمد علی نے اپنی مخصوص عربی میں ایک پر جوش تقریر کی اور کہا کہ یا سلطان! آپ نے موتمر کو دعوت دی ہے آپ ہی نے یہ مباحثہ کا جلسہ کیا ہے اور آپ ہی نے سب سے پہلے تقریر کر کے بدعات کو ترک کرنے پر زور دیا ہے۔ میں خدا اور سول اور خلفاے راشدین کا نام لے کر آپ ہی سے درخواست کرتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ ہی بدعت کو ترک کریں۔ اور وہ بدعت ملوکیت ہے، آپ بار بار تمسک بالکتاب والسنۃ کا نام لے رہے ہیں الحمد للہ۔

لیکن سب سے پہلے آپ ہی اس سنت پر چلیے جسے دانتوں سے پکڑنے کا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ آپ خلفاے راشدین کی سنت پر چل کر جمہور اسلامیہ قائم کیجیے۔ اور اس ملکیت کو جو سنت قیصر و کسری ہے ترک کر دیجئے۔ اس تقریر کا بہت اثر ہوا اور مجلس پر سناٹا چھا گیا اور ایک مرتبہ تو سلطان کو بھی دبی آواز سے ضرور ضرور کہنا ہی پڑا۔ اس کے بعد ہدم قبور اور مسلمانوں کو کافر و مشرک کہنے کے متعلق علما کی تقریریں ہونے لگیں۔ مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی کی تقریر پر سلطان بگڑے اور عبد اللہ بن بلیہہ نے بھی جرح کی اس پر مولانا کفایت اللہ صاحب بولنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس سے مولانا عبد الحلیم کی ہمت بھی بڑھ گئی۔ مذہبی مباحثوں کا نتیجہ نہ کبھی کچھ نکلا ہے نہ اس موقع پر نکلا۔ اور نماز کے لیے جلسہ برخاست ہو گیا۔ دوسرے روز پھر یہی سلسلہ شروع ہوا اور س

جلسہ میں مصر کے رشید رضا صاحب ضرورت سے زیادہ دخل در معقولات کرنے لگے یہ حالات دیکھ کر مولانا محمد علی نے دریافت کیا کہ صدر جلسہ کون صاحب ہیں جواب ملا کہ عبد اللہ ابن بلیہہ۔ مولانا نے پھر پوچھا کہ انتخاب عمل میں آیا تھا یایوں ہی انہیں صدر بنادیا گیا؟ اس سوال پر باقاعدہ انتخاب صدر کی کارروائی عمل میں آئی۔ اور عبد اللہ ابن بلیہہ منتخب کیے گئے۔ اس کے بعد مولانا محمد علی نے کہا کہ شرک سے ہم سب لوگوں کو نفرت ہے اس لیے صدر صرف ایک ہونا چاہیے۔ اور رشید رضا صاحب بے قاعدہ دخل نہ دیں۔ اس پر فرمائشی قہقہہ پڑا۔ اور رشید رضا صاحب کی صورت دیکھنے کے لائق تھی۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے ایک زبردست تقریر فرمائی۔ اس کے بعد مولانا شوکت علی صاحب نے کہا کہ آخر اس بحث سے حاصل کیا ہے انہیں مباحثوں میں ایک عمر گزر چکی ہے۔ اور یہ اختلافی باتیں نہ کبھی طے ہو سکی ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔ بہتر ہو کہ اس معاملہ کو موتمر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اور لوگوں کے لیے بھی اس کے سوا چارئہ کار کیا تھا۔ اس لیے نشستند و گفتند و برخاستند پر عمل درآمد کیا گیا اور جلسہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ (ہمدرد)"[۱۴/ر جولائی ۱۹۲۶ء، ص ۳،۴]

موتمر ابن سعود کی تفصیلی روداد۔ موتمر کا پہلا اجلاس

۲۶/ر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۸/ر جون ۱۹۲۶ء بروز دوشنبہ موتمر کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جس کی مختصر روداد اخبار الفقیہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ تفصیل کے لیے "مسئلہ حجاز رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء کا مطالعہ کریں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"۲۰/ر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ روز دوشنبہ کو ہمارے نامہ نگار خصوصی مکہ معظمہ سے اطلاع دیتے ہیں۔ یہ جلسہ عام نہ تھا اس میں صرف وفد کے ممبر اور چند اعزازی لوگ شریک تھے جن کو حکومت کی طرف سے شرکت کے رقعے تقسیم کیے گئے تھے اس میں حسب ذیل وفود شریک ہیں۔ مصری، سوڈانی، شامی، نجدی، روسی، جاوی وغیرہ ابھی افغانی اور ترکی وفد نہیں آیا ہے سنا گیا ہے کہ وہ جدہ میں آچکا ہے بلا انتظار آج ہی سے کارروائی شروع ہو گئی۔ ٹھیک سوا دس بجے سلطان ابن سعود موٹر میں سوار ہو کر جس کے اطراف مسلح سپاہی تھے آئے۔

باقاعدہ فوج نے ۲۱ر توپوں کی سلامی دی۔ وفود کے لیے علاحدہ جگہ مختص تھی اور سامعین کے لیے الگ۔ کل تعداد شرکا کی تقریباً پانچ سو تھی۔ ابن سعود صدارت کی کرسی پر متمکن ہوئے اور تمام حاضرین کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں حافظ وہبہ نے جو ابن سعود کی طرف سے مکہ معظمہ کے گورنر ہیں۔ قرأت پڑھی اور ابن سعود نے اپنا خطبہ حافظ وہبہ کو دیا جو ۱۵ منٹ تک پڑھتے رہے۔ بعد ختم خطبہ سلطان موتمر کی کارروائی شروع کرنے کی اجازت دے کر مکان چلے گئے۔ یہاں پر قابل نوٹ چیز یہ ہے کہ ہندوستان کے اہل حدیث کی کثیر جماعت نے جو قریب ڈیڑھ مہینے سے آئے ہوئے ہیں سلطان کے پاس اپنا اچھا خاصہ اثر پیدا کر لیا ہے صرف اہل حدیث اس خاص جلسہ میں سو سے زائد شریک تھے۔ چنانچہ عارضی طور پر سلطان کے جانے کے بعد عبد اللہ اسدی غزنوی اہل حدیث کو کرسی صدارت پر لا کر بٹھا دیا۔

مولانا محمد علی صاحب نے یہ تحریک پیش کی کہ ابھی ترکی کا وفد نہیں آیا ہے ان کا انتظار کیا جائے اور اس موتمر کا صدر ان میں سے ایک کو مقرر کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے مجالس کے چلانے کی اچھی طرح مہارت رکھتے ہیں۔ تمام دنیائے اسلام میں آج ان کی قوت بڑھی ہوئی ہے اور عجمی ہونے کی حیثیت سے بھی وہ مستحق ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو گا کہ عربی عجمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مولانا کی اس تحریک پر توجہ نہ کی گئی۔ مولانا نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ صدر کا انتخاب بغیر کسی اصول کے کیا گیا ہے۔ صدر کے انتخاب کے لیے ووٹ لینے چاہیے۔ بلا ووٹ صدر بنا لیا گیا ہے یہ خلاف اصول ہے۔

عبد اللہ واحدی غزنوی صاحب اہل حدیث نے مولانا محمد علی صاحب پر یہ اعتراض کیا کہ نفسانیت کی بنیاد پر یہ تحریک کی گئی ہے۔ مولانا شعیب قریشی صاحب نے یہ کہا کہ اس موتمر کے کل وفود کے ممبروں کی تعداد بتلائی جائے اور اس کے ساتھ یہ بھی بتلایا جائے کہ ہر ملک سے ہر وفد میں کتنے ممبر شریک ہیں؟ اور انہیں کو اظہار رائے کا اختیار حاصل ہو گا۔ دوسرے غیر متعلق کوئی اعتراضات اور اظہار رائے نہیں کر سکتے۔ کل ممبروں کی ۵۹ کی تعداد بتلائی گئی۔ اس کے بعد مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتلایا جائے کہ اہل حدیث کی جماعت کی علاحدہ حیثیت کیوں قرار دی گئی ہے؟ وہ بھی ہندوستان میں ہمارے شریک ہیں۔

ہندوستان کی آبادی کے لیے موتمر میں اس کثرت سے ممبروں کی ضرورت تھی ہر ملک سے ان کی آبادی کے لحاظ سے ممبروں کا انتخاب کیا جائے۔ اور جو آزاد ملک ہیں ان کی طرف سے چوگنی تعداد میں ووٹ شمار کیے جائیں۔ چنانچہ اس پر ہر طرف سے گڑبڑ مچی۔

ایک نے تو اپنی تقریر میں کہا کہ: تفریق پیدا کر رہے ہیں اور وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مولانا شوکت علی صاحب نے للکار کر کہا کہ: ہم موتمر کے ہر کام کو صحیح اصول پر چلانا چاہتے ہیں۔ ہم یہ ہر گز پسند نہیں کرتے کہ کوئی کام موتمر کا بے اصول ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدر کا انتخاب بذریعہ ووٹ کیا گیا۔ اور اسی طرح نائب صدر اور معتمد کا بھی انتخاب ہوا۔ شریف عدنان جو اہل مکہ ہیں ۴۴ ووٹ سے ان کا انتخاب صدارت کے لیے کیا گیا۔ ترکوں کے لیے ۹ ووٹ دیے گئے تھے وہ بھی تمام خلافت و جمعیۃ العلما کی طرف سے تھے۔ دو نائب صدر کا انتخاب ہوا۔ جس میں سے ایک تو ضیاء الدین رئیس الوفد روسی ہیں اور دوسرے سید سلیمان ندوی معتمد شریف توفیقی ہوئے تھے۔ پہلے اجلاس کی کارروائی یہاں تک ہو کر ختم ہو گئی۔ اعلان کیا گیا کہ دوسرے روز صبح ۹ بجے سے اجلاس شروع ہو گا۔ ترکی وفد اب تک نہیں آیا ہے اس کا سخت انتظار ہے۔ صرف مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی شریک جلسہ تھے لیکن زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے سلطان کی واپسی کے تھوڑی دیر کے بعد چلے گئے۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴ر جولائی ۱۹۲۶ء، ص ۲]

موتمر کا دوسرا اجلاس

دوسرے روز ۹ر جون ۱۹۲۶ء سہ شنبہ کو موتمر کا دوسرا اجلاس تھا جس کی اجمالی روداد اخبار الفقیہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں: اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"۲۷ر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ روز سہ شنبہ کا اجلاس ۹ بجے صبح شروع ہوا۔ آج بھی سلطان ابن سعود شریک موتمر نہ تھے۔ آج کا جلسہ مخصوص تھا سامعین کو بھی داخلہ کی اجازت نہ تھی، صرف وفود کے ممبر شریک ہو سکے۔ ابتداءً ایک عرب نے اتفاق پر تقریر کی۔ دو گھنٹہ تک آپس میں اختلافی تقاریر ہوتی رہیں۔ صدر جلسہ اس امر پر مصر تھے کہ کارروائی جلسہ

شروع کردی جائے، لیکن شعیب قریشی مولانا شوکت علی، مولانا سید سلیمان ندوی آخر تک برابر اڑے رہے کہ جب تک جلسہ کی کارروائی باضابطہ طریقہ پر نہ ہوگی ہم کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔۔ پہلے اس کا فیصلہ کیا جائے گا کہ کون رائے دے سکتا ہے اور کون نہیں۔ ہر ایک اظہار و اعتراض کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

ایک طویل بحث و تمحیص کے بعد یہ تصفیہ ہوا کہ اس کے لیے ایک سبجیکٹ کمیٹی بنائی جائے اور وہ تمام امور داخلی کا تصفیہ کرے۔ چنانچہ اس کے ارکان مولانا شوکت علی الحاج امین حسین رئیس وفد شامی، ضیاء الدین رئیس وفد روسی، مولانا کفایت اللہ صاحب رئیس وفد جمیعۃ العلما حافظ وہبہ وزیر اعظم سلطان عمر سعید رئیس الوفد جاوی ہوئے۔ جلسہ ۱۲ بجے برخاست کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ ساڑھے آٹھ بجے پھر جلسہ شروع ہوگا۔ یہ منتخب جماعت وہیں کل کے جلسہ کی کارروائیوں پر غور کرنے کے لیے بیٹھ گئی۔ آج کے جلسہ میں مولانا محمد علی بوجہ علالت جلسہ میں شریک نہ ہوسکے۔ کل کے جلسہ میں ضرور شریک ہوں گے۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ جولائی ۱۹۲۶ء، ص ۳]

موتمر کے نتائج اور حجاز کے حالات پر کراچی میں مولوی محمد علی کی تقریر

موتمر سے واپسی پر خلافت کمیٹی کے ایک اہم رکن مولوی محمد علی کراچی ٹھہر گئے اور وہاں خالق دینا ہال میں ایک جلسہ میں شرکت کی اور جلسہ میں موتمر کی روداد اور اس کے نتائج بیان کیے۔ اور ساتھ ہی حجاز مقدس کے روح فرسا حالات کا آنکھوں دیکھا منظر بیان کیا۔ اخبار زمیندار کے حوالے سے اخبار الفقیہ نے مولوی محمد علی کی پوری تقریر نقل کی ہے۔ ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"حضرات! جیسا کہ میں بندر پر کہہ چکا ہوں کہ مجھے ۵ سال سے لے کر کراچی والوں کی محبت دامن گیر ہے اسی طرح باشندگان کراچی کو بھی مجھ سے محبت تھی لیکن خدا کو مجھے یہاں پر اپنے گھر دکھائے بغیر نہ لانا تھا۔ یہ وہ خالق دنیا ہال ہے جس میں مجھ کو عاصی جان کر اور گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جیل روانہ کیا گیا تھا۔ پھر بھی خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ

جیل سے رستگاری کے بعد خدا نے مجھ کو اپنے گھر پر بلا کر زیارت نصیب کی اور پاک کیا۔ اور میرے پرانے گناہوں کی گندگی نکال کر مجھ کو صاف کر کے پھر یہاں کراچی میں لایا، جس جگہ سے اسلام کی نشو و نما ہوئی، اور جو باب الاسلام ہے۔

حضرات! ابن سعود کا خط ہم کو کانپور کانفرنس میں ملا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا کی قسم ہے کہ حجاز پاک میرے ہاتھوں میں بطور امانت ہے۔ موتمر اسلامی فیصلہ کر کے جس کے حوالے کرے اس کا اختیار ہے۔ ہم نے حجاز پاک میں جا کر معاملہ اس کے برخلاف پایا۔ جمعیۃ خلافت سے ابن سعود نے جتنے وعدے کیے تھے ان کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نہ حجازیوں کا اور نہ اسلام کا ابن سعود نے کوئی خیال رکھا۔ یہاں پر میں آپ کو مفصل بیان نہیں سناتا مگر موتمر کی رپورٹ کے شائع ہونے پر آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

حضرات! ہم کو راستے میں یہ خبر مل چکی تھی کہ ابن سعود نے دنیا کو دھوکہ دیا ہے اس نے قبوں کے ساتھ ماثر اور قبروں کو بھی گرا دیا ہے۔ ہم نے یہ خبریں ہندوستان میں بھی سنی تھیں، مگر ہم نے ابن سعود کے جھوٹے وعدوں پر اعتبار کیا تھا۔ یہ ہماری غلطی تھی جس کا آج میں اعتراف کرتا ہوں، کیوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھا کہ ایک طرف جنۃ المعلی اور جنت البقیع میں قبے گرائے گئے ہیں، تو دوسری طرف ماثر منہدم کیے گئے ہیں۔ وہاں پر تو قبر نہ تھی جو بدعت کے خیال نے ابن سعود کو آن گھیرا تھا۔ جیسا کہ مسجد جن جس میں سورہ جن نازل ہوئی۔ اور مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جس جگہ حضرت عمر ایمان لائے ان سب متبرک جگہوں کو گرایا گیا ہے۔

ان کی زبوں حالت میں نے خود جا کر دیکھی۔ جس سے میرا دل پارہ پارہ ہو گیا۔ اور زیادہ مجھ سے ٹھہرا نہ گیا کہ وہاں کھڑا ہو کر ان متبرک جگہوں کی بے حرمتی دیکھوں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے بنایا تھا۔ جب ان پاک جگہوں پر میں نے پاخانہ دیکھا گویا وہ پاخانے تھے جہاں پر لوگ بول براز پھرتے ہیں، تو میری آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ پھر تیسری طرف قبروں کی یہ حالت تھی گویا کہ ان پر ہل چلا دیا گیا ہے۔ اور ان کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ حضرت عائشہ کی قبر کا کوئی نشان نہ تھا۔ ایسا بے دردی کا کام سلطان

ابن سعود نے اپنے غرور اور تکبر سے کیا ہے۔ موتمر میں اس فعل کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے خیال اچھی طرح سے پیش کیے گئے، اور موتمر میں ماثر کے پھر بننے کی تجویز ہم نے لڑ جھگڑ کر منظور کرائی۔ اذناب سعود اور اس کی قوم کا فرض ہے کہ موتمر کے منظور کردہ تجاویز پر عمل کریں۔ ہم تو ان تجاویز کو خدا کے سپرد کر کے آئے ہیں۔

موتمر کو اپنے حق میں کامیاب بنانے میں ابن سعود اور ان کے حامیوں نے بڑا زور لگایا۔ مولوی ثناء اللہ اہلحدیث موتمر میں آکر کہتا تھا کہ ابن سعود کے خلاف یہ نہ لکھو اور یہ نہ کرو۔ ہم نے ایسی بے ایمانی نہ کی اور کامل جرأت سے اپنے خیالوں کو پیش کرتے رہے۔ ہم نے موتمر میں یہ صدا بلند کی کہ ابن سعود قبوں کی بدعت کو مٹانے کے لیے تیار ہوا ہے، مگر ملوکیت کی بدترین بدعت کو وہ نہیں چھوڑتا۔ بلکہ وہ خود اس میں مبتلا ہو کر حجاز پاک میں شریف حسین کی متابعت کر کے بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ اول اس بدعت کو تو نکالو۔ لیکن یہ تجویز موتمر میں پیش کرنے پر ہم کو روکا گیا اور سخت بے ایمانی اور دباؤ اور زبردستی سے کام لے کر ابن سعود کے نمائندوں نے اس مفید اور معقول تجویز کو رد کر دیا۔

ان سب باتوں کو ملاحظہ کریں میں نے بآواز بلند موتمر میں کہہ دیا کہ مجھ کو ابن سعود کا کوئی خوف نہیں ہے۔ میں نے جب برطانیہ جیسی زبردست طاقت کو بھی بادشاہ تسلیم نہ کیا، کراچی میں مجھ پر مقدمہ چلتے وقت میں نے جج سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں جیل اور پھانسی سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن تم کو بادشاہ ہرگز تسلیم نہ کروں گا۔ تو اب جب کہ میں خدا کے گھر میں امن کی جگہ پر پہنچا ہوں تو مجھ کو کوئی خوف و خطرہ نہیں ہے۔ اور پھر ابن سعود کی شخصی حکومت کا سخت مخالف ہوں۔ اس پر اگر مجھ کو ابن سعود اس امن والی جگہ میں مار کر غسل دے گا تو بھی مجھ کو پرواہ نہیں ہے۔ لیکن میں کبھی بھی ابن سعود کو بادشاہ تسلیم نہ کروں گا۔ یہ تھے میرے الفاظ جو میں نے بلند آواز سے موتمر میں تمام اسلامی دنیا کے نمائندوں کے سامنے عرض کیے۔ تین چار مرتبہ ابن سعود سے ملا تھا اور اس کو ہاتھ جوڑ کر میں نے کہا کہ اے نجدیوں کے سلطان! ہماری فریادوں کو سن! یہ ہماری فریاد آخر اثر کیے بغیر نہ رہے گی۔ خدا سے ڈر! تو یہ تو خیال کر کہ خلفاے راشدین نے اس سرزمین پاک پر اپنی شخصی حکومت

قائم نہ کی پھر تو کیوں کر بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ تو نے ہمیشہ یہ دعوی کیا ہے کہ میں بدعت کی بیخ کنی کرنے والا ہوں پھر سلطنت شخصی کا قائم کرنا بدعت نہیں ہے۔ خدا کے لیے اول تو اس بدعت سے پاک ہو۔ دنیاے اسلام میں قبوں کے گرانے سے اتنی بدعت نہیں ہوئی ہے جتنی یہاں پر شخصی سلطنت کے قائم کرنے سے ہوئی ہے۔ سلطان نے کہا کہ یہ جو میں نے کیا ہے وہ بموجب احکام الٰہی اور سنت نبوی کے مطابق کیا۔ ہم نے ابن سعود کو ثبوت پیش کیے مگر اس نے پھر بھی نہ مانا۔ وہ اپنی حکومت کے نشہ میں مست ہے۔

حضرات! ہم سے آگے سال گزشتہ آپ نے مولانا ظفر علی خان کو اپنا نمائندہ بنا کر ابن سعود کی طرف روانہ کیا تھا۔ انہوں نے ابن سعود کو جا کر کہا تھا کہ ہندوستان غلام ہے وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ آپ کے جو جی میں آئے کیجیے۔ یہ نمائندگی مولانا ظفر علی نے جا کر کی تھی۔ اگرچہ خلافت کمیٹی کی ہدایات اس کے بالکل بر خلاف تھیں۔

حضرات! موتمر میں ہم نے یہ تجویز پیش کی کہ بموجب ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اخرجوالیھود والنصاری من جزیرۃ العرب یہود اور نصاری کے تسلط سے سارے جزیرۃ العرب کو پاک کرنے کے لیے جدوجہد جاری کی جائے۔ مگر ابن سعود کے حامیوں نے اس تجویز کو بھی پیش نہ کرنے دیا اور کہہ دیا کہ شام اور دوسرے مقاموں پر یہود اور نصاری کی حکومتیں ہیں وہ اس تجویز کو دیکھ کر ابن سعود پر ناراض ہوں گے اور ابن سعود مشکلات میں مبتلا ہو جائے گا۔ لہٰذا تجویز ہم نے موتمر میں پیش کی کہ اگر دوسری سلطنتیں اپنے نمائندے حجاز میں مقرر کریں تو وہ مسلمان ہوں جیسا کہ ہالینڈ اور روس نے مسلمان رکھے ہیں۔ مگر ابن سعود کے حمایتیوں نے کہا کہ یہ ہمارا کام ہے آپ ہمارے خارجی معاملات میں دست اندازی نہ کریں۔ لہٰذا یہ مفید تجویز بھی پاس نہ ہوئی۔ اخیر میں مولانا صاحب نے ابن سعود کے انتظام کا حال سنایا کہ ابن سعود نے راستوں میں اچھا امن قائم کیا ہے۔ اس کے لیے میں اس کا شکر گزار ہوں لیکن اس کی بدیاں اس کی نیکیوں پر چھائی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان نیکیوں کا اعتراف کرنا فضول ہے۔ مولانا خاتمہ تقریر پر قبوں کے گر جانے پر صداے احتجاج بلند کرتے ہوئے رو دیے اور پھوٹ پھوٹ روئے۔ اور زیادہ دیر تقریر کو جاری نہ رکھ سکے۔

اور حاضرین بھی اس درد کو دیکھ کر آنسو بہانے لگے۔ اخیر میں مولانا اختر علی صاحب نے مولانا محمد علی صاحب کی ایک پر درد نظم پڑھی جس سے پھر لوگوں کے دلوں میں ڈھارس بندھ گئی اور جلسہ بخیر وخوبی ختم ہو گیا۔(نامہ نگار)"[اخبار الفقیہ:۲۸/اگست ۲۶ء ص ۴،۳]

موتمر حجاز کی کارروائی حاجی محمد اعظم رئیس لدھیانہ کے بیان کے مطابق

حاجی محمد اعظم رئیس لدھیانوی اس موتمر کے چشم دید گواہ تھے انہوں نے جو روداد پیش کی اسے بھی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"جہاز ارمنستان سے چہار شنبہ کو حاجی خواجہ محمد اعظم صاحب رئیس لدھیانہ معہ اپنے برادر مکرم و دیگر ہمراہیوں کے بمبئی پہنچے بقول معاصر خلافت حجاز کے متعلق آپ کا بیان آج تک جتنے حاجیوں کے بیان آئے ہیں سب میں زیادہ واضح اور بالتفصیل ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ خود سلطان سے ملے موتمر میں بھی بحیثیت وزیٹر شریک ہوئے۔ اور مولانا شوکت علی صاحب و دیگر اراکین وفد خلافت و جمیعۃ العلما کے ساتھ شروع سے رہے۔ آپ نے فرمایامیں سلطان سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ملا ہم نے اپنا وزیٹنگ کارڈ بھیجا مگر وہ واپس مل گیا۔ اور عربی میں نام بھیجا۔ سلطان مکہ سے باہر نجد کے راستے پر ایک مکان میں رہتے ہیں۔ آپ کی وضع بالکل عام بدوؤں کی ہے۔ سارے نجدی ایک ہی لباس میں تھے۔ خود سلطان کا بھی لباس بالکل معمولی تھا۔

اصلی موتمر سے پہلے ایک پرائیویٹ موتمر ہوئی جہاں کتاب وحدیث کا بار بار اعادہ کیا جارہا تھا۔ اس پر مولانا محمد علی نے کہا کہ کتاب وحدیث کی رو سے ملوکیت کی بدعت ترک کر کے اسی خانہ خدا میں عامۃ المسلمین پر خلافت کا معاملہ چھوڑ دو تو سب سے پہلے میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں ۔ اس پر ہر طرف سے سناٹا ہو گیا۔ غزنوی صاحب نے کہا کہ بعض لوگ ہندوستان کی طرح یہاں بھی سلطان کو گالیاں دینے آئے ہیں، مگر سلطان نے ان کو روک دیا۔ خیر یہ کانفرنس ختم ہو گئی۔

مولانا محمد علی سے سخت گفتگو

ایک دن سلطان کا آدمی وفد خلافت کو طلب کرنے آیا۔ یہ لوگ گئے، معلوم ہوا کہ وہاں مولانا محمد علی سے بہت سخت گفتگو ہوئی۔ پھر سلطان نے کہا کہ ہم تو تمہارے بھائی ہیں۔ مولانا محمد علی نے کہا کہ ہم تو تمہارے دوست ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں محض اسلامی اخوت وہمدردی کی بناپر کہتے ہیں۔ پھر علما سے بے ضابطہ ملاقاتیں شروع ہوئیں ہر عالم سے سلطان کتاب کے حوالے سے قبہ بنانے کا ثبوت طلب کرتا تھا۔ معلمین کو ممانعت تھی وہ مزارات وقبہ جات کے پاس نہ جائیں۔ وہاں سخت پہرہ تھا جو جاتا اسے پہرہ والے مارتے ہیں۔ مولانا محمد علی نے سلطان سے وہاں جانے کی اجازت مانگی تو سلطان نے کہا کہ وہاں قاضی اجازت دے دے گا۔ مگر نہ قاضی نے اجازت دی نہ سلطان نے۔

مولانا شبیر الحسن صاحب دیوبندی نے ایک حدیث پیش کی، جسے شیخین نے صحیح لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں جاتے جاتے ولادت حضرت مسیح علیہ السلام پر اور نیز جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جلوہ ایزدی ظاہر ہوا تھا، وہاں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفلیں پڑھیں۔ اس سے استدلال کیا کہ مولد اور جاے نزول وحی کا احترام شرعاً جائز ہے۔ سلطان نے جواب میں کہا کہ اچھا میں اپنے علما سے کہوں گا کہ اس کا جواب دیں لیکن پھر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ نجدیوں کے علم کا رنگ سبز وسفید ہے۔

ترکی کے سابق ملٹری کالج میں موتمر کا اجلاس ہوا۔ ایک نجدی ٹکٹ دیکھ کر لوگوں کو اندر جانے دیتا۔ کمرہ اچھا خاصہ آراستہ تھا۔ پنکھے لگے ہوئے تھے، چپڑاسی باضابطہ پوشاک میں تھے، نشست کے لیے کرسیاں تشکل توس لگی ہوئی تھیں، میز پر کاغذ وغیرہ رکھے ہوئے تھے، ہر وقت سرد پانی اور قہوہ ملا کرتا تھا، اس میں ممبر اور وزیٹر کی تخصیص نہ تھی۔ پہلے سلطان کا خطبہ ہوا۔ مولانا محمد علی نے چاہا تھا کہ جملہ وفود کے آنے پر موتمر شروع ہو، ورنہ جن ممالک سے وفود نہیں آئے ہیں ان کا جواب تو آنے دیا جائے۔ لیکن یہ بات مانی نہیں گئی، اور موتمر

شروع ہوگئی۔ ۱۳۱ر توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ اور سلطان کی تقریر پڑھی گئی۔ علامہ رشید رضا بہترین مقرر ہیں انہیں سلطان کی طرف سے اجرت پر بلایا گیا تھا۔ ایڈیٹر ام القری بھی اچھی تقریر کرتے تھے۔ پھر ایک مسئلہ یہ پیش ہوا کہ صدر موتمر کہاں رہے؟ اور آیا تنخواہ دار ہو یا مفت؟ کثرت آرا سے پاس ہوا کہ صدر مکہ میں رہا کرے۔ مولانا محمد علی صاحب نے کہا کہ تنخواہ دار نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے کہا کہ ہندوستان کی اسمبلی و کونسل کا صدر تنخواہ کیوں لیتا ہے؟ مولانا محمد علی نے کہا کہ لیگ اڈیشن خلافت کمیٹی اور کانگرس وغیرہ کے صدر تنخواہ نہیں لیتے۔ مولانا ثناء اللہ خود بھی اہلحدیث انجمن کے صدر ہیں یہ تنخواہ کب لیتے ہیں۔ اسی طرح موتمر اسلامی کا صدر بھی بلا تنخواہ ہو۔ اس کے جواب میں ایک صاحب نے ہندوستانی غیر مقلدوں کے اشارے سے خلافت کمیٹی پر کچھ حملے شروع کر دیے۔ بالآخر کثرت رائے سے تنخواہ دار صدر کا ہونا منظور ہو گیا۔

موتمر میں کسی کو تقریر کرنے کی ممانعت نہ تھی۔ ہمارے آنے تک افغانی وفد پہنچ گیا تھا۔ اور ترکی وفد آنے کے بعد غیر نجدی پارٹی کی کثرت ہو جائے گی۔ شیبی نے سب کی دعوت کی تھی۔ مصری محمل کے ساتھ جو عالم آیا تھا وہ مولانا شوکت علی سے لپٹ کر رونے لگا مولانا نے فرمایا کہ اپنے مصریوں کو سمجھاؤ کہ وہ موتمر میں مفاد اسلام کو پیش نگاہ رکھیں۔"

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴۔ اگست ۲۶ء ص ۱۲]

حاجی محمد اعظم لدھیانوی مزید کہتے ہیں

"سارے وفود میں ہندستان کے وفد خلافت اور اس کے بعد جمیعۃ علما نے نہایت سر گرمی سے کام کیا۔ مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی کی قابلیت کا اعتراف دنیا کے مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ پنڈال میں انہیں دو بھائیوں کا غلغلہ تھا۔ ان کو یمن افغانستان و ترکی سے دعوت آئی ہندی اہلحدیث ان سے اکثر الجھ پڑتے تھے۔ یہ دونوں بھائی جب موتمر میں انگریزوں کے متعلق کچھ کہتے تھے تو صدر صاحب روکتے تھے، یہ سیاسی امر ہے۔ مگر یہ دونوں بھائی مناسب موقع پر برطانوی پالیسی پر روشنی ڈالا کرتے تھے۔ ایک دن مولانا شوکت علی نے برطانوی و حجازی تعلقات پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ انگریزوں کے خلاف کچھ بولتے تو روک دیے جاتے،

مگر وہ لا سیاسی کہہ کر اپنا مدعا کہہ ڈالتے۔ چند روز کے بعد وفد خلافت نے سلطان کو اطلاع دے دی کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کریں گے۔ سلطان نے خواہش ظاہر کی کہ وہ خشک جنس بھیج دیں گے مگر ان لوگوں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔

اس سوال پر کہ آخر صورت حال کے تصفیہ کی کوئی امید ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تک میں موجود تھا وفد خلافت اور جمیعت العلما کے طرفدار بہت کم لوگ تھے۔ مگر ہم لوگوں کو یہ امید تھی کہ جس وقت دیگر وفود آجائیں گے تو پھر ان کی رائے بڑھ جائے گی۔ مگر چوں کہ ترک وغیرہ میرے بعد آئے اس لیے مجھے علم نہیں کہ حج کے بعد والی نشست میں کیا صورت رہی۔ یہ بھی خبر تھی کہ مصری حکومت نے بھی اطلاع دی ہے کہ وہ نمائندے بھیج رہے ہیں، جو غالبا دوسری نشست یعنی بعد از حج والی نشست میں شریک ہوئے ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے ذاتی طور پر سلطان سے امید نہیں کہ وہ قبات اور مآثر کو درست کرائیں گے۔ اس لیے ایک طرف تو نجدی علما اور غط غط و دخنہ اور دوسری طرف ہندوستان کے اہلحدیث انہیں کسی طرح اپنے راستہ سے ہٹنے نہیں دیتے۔ اور مجھے تو خوف ہے کہ کہیں بعد کو گنبد خضری پر بھی خدا نخواستہ بے ادبی نہ کی جائے۔"

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴۔ اگست ۲۶ء ص ۱۳، ۱۴]

(باب ٦)

اہل حجاز پر نجدی مظالم

ساکنان مکہ و طائف پر ظلم و ستم کی بارش

سابقہ ابواب میں حجاز مقدس سے شریف حسین کے بھاگنے سے لے کر ابن سعود کے تسلط و اعلان ملوکیت تک کے سیاسی اور جنگی حالات قدرے تفصیل سے بیان کیے گئے۔ اب ہم ابن سعود کے دور تسلط میں اہل حجاز پر ابن سعود اور اذناب ابن سعود کی طرف سے اہل حجاز پر کیے گئے مظالم کی جگر سوز و روح فرسا تفصیل قلمبند کرتے ہیں۔

ابن سعود نے حرمین پر قابض ہوتے ہی سب سے پہلے طائف پھر اس کے بعد مکہ کے لوگوں کو اپنی پیروی کرنے پر مجبور کیا۔ اور جب لوگ نہیں مانے تو پھر ظلم و تشدد کے وہ پہاڑ توڑے جنھیں بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہم اولاً اہل طائف و مکہ پر کیے گئے جانی و مالی ظلم و جبر کی تفصیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔:

اہل طائف کی جان، مال، عزت اور ایمان سب پر نجدیوں کا حملہ

طائف میں نجدی فوج نے داخل ہوتے ہی اولاً امان کا اعلان کیا۔ لوگوں نے خوب مہمان نوازی کی نجدیوں نے رات سو کر گزاری اور صبح کو اٹھتے ہی اپنی اصلی رنگ میں آ گئے اور قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی، اور جوان و خوب رو خواتین کی عصمت دری، عفت مآب عورتوں کے جسم کی بے پردگی، شیر خوار بچوں، عورتوں کی گردن زنی، اہل طائف کو گھر سے بے گھر اولاد کو ماں باپ سے دور اپنے ہم مسلک و مشرب نہ ہونے والوں پر کفر کے فتوی اور ان کے ساتھ جبر و استبداد علما و شرفا کی تذلیل و تحقیر، الغرض ظلم و بربریت کا ننگا ناچ شروع کر دیا۔ مولانا حاجی حکیم احمد علی قصوری صاحب جنھوں نے ان واقعات کے معتبر چشم دید گواہوں سے سن کر اور کچھ دیکھ کر اپنا بیان اخبار الفقیہ کو ارسال کیا تھا، ملاحظہ فرمائیں۔

”ہم لوگ براہ عقبہ مدینہ منورہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ وہاں سے مورخہ .... کو واپس جدّہ پہنچے۔ جدّہ میں وجہ جہاز نہ ملنے کے ہم ۱-۹-۱۹۲۴ء تک مقیم رہے۔ ابھی جدّہ میں پہنچے ہوئے ہمیں چند یوم ہی گذرے تھے کہ خبر پہنچی کہ نجدیوں نے طائف پر قبضہ کر لیا ہے۔ چوں کہ اہلِ مکّہ گرمی کے موسم میں اکثر طائف چلے

جاتے ہیں۔ اِس سال بھی بعد ایامِ حج کے وہ لوگ کثرت سے طائف گئے ہوئے تھے۔ اس خبر میں چار پانچ یوم بعد بہت سے اہلِ مکّہ جدہ میں پہنچے۔ جب ہم نے ان سے طائف کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم لوگوں میں سے بہت سے طائف سے ہی واپس آئے ہیں۔ جو کچھ حالات نجدیوں کے ظلم و ستم کے متعلق ان لوگوں نے ہمیں سنائے ہمارے دل دہلا دیے ہمارے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے۔ جو کچھ طائف میں نجدیوں نے لوگوں پر سختیاں اور مظالم توڑے ہیں اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

ان لوگوں نے بیان کیا کہ دو دن کی لڑائی کے بعد شریف مکّہ کی فوج مغلوب ہونے پر جب نجدی شہر میں داخل ہوئے تو اہلِ شہر نے امان طلب کی۔ جس پر نجدیوں نے رعیت کو امان دے دی اور فوج سے ہتھیار رکھوا کر قید میں کر لیا۔ شہر کے لوگ امان کی وجہ سے مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں میں باامن بیٹھ گئے اور ایک رئیس شہر نے بہت سے دُنبے ذبح کر کے نجدیوں کی دعوت کی۔ انہوں نے نہایت سکون سے کھانا تناول کیا اور رات کو آرام سے سو رہے۔ صبح اُٹھتے ہی میزبان پر یہ تہمت لگائی کہ تم بھی ہمارے خلاف فوج لے کر شریف کے ساتھ مل کر جنگ میں شامل تھے۔ ہر چند میزبان نے قسم و سوگند سے تسلی کی کہ اہلِ شہر میں سے ہر گز کوئی شخص بھی جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ صرف فوج نے ہی مقابلہ کیا۔ اہلِ شہر اگر جنگ میں شامل ہوتے تو تمہارا قبضہ قیامت تک طائف پر ہونا محال تھا۔ اہلِ شہر کو تو شریف مکّہ سے ہر گز ہمدردی نہ تھی۔ اس لیے وہ الگ بیٹھے تماشا دیکھتے رہے ہیں۔

مگر مان لینا یا تحقیق سے کام لینا یہ تو ان کی فطرت کے خلاف ہے۔ ان کی ایک نہ سُنی اور بقول ''خوئے بدرا بہانہ بسیار'' اسی بہانہ پر پہلے میزبان کی میزبانی کا حق ادا کیا۔ تمام اہل و عیال بمعہ زن و بچہ اس کا تہہ تیغ کیا۔ اور گھر بار اس کا تمام لوٹ لیا۔ شہر کا محاصرہ کر کے شہر میں قتل عام شروع کر دیا۔ بلا تمیز جو سامنے آیا، عورت، بچہ، بوڑھا، عربی، جاوی، ہندی سب کو قتل کر دیا۔ اور مال و اسباب لوٹ لیا۔ جب قریباً پندرہ سو کے آدمی قتل ہو چکے تو لوگ واویلا کرتے ہوئے بقیہ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ بعض لوگ گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔ دوسرے روز پر امان کا حکم جاری ہوا اور ساتھ ہی یہ حکم صادر ہوا کہ تمام

لوگ گھروں میں باہر نکل آئیں۔ جو شخص دروازہ بند کر کے اندر رہے گا اس کا مکان گرا کر مال اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ بال بچہ قتل کر دیا جائے گا۔ تمام لوگ گھروں میں سے باہر نکل آئے۔ سب کو ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا اور حکم دیا کہ مکّہ والے طائف والوں سے الگ ہو جائیں۔ جب الگ الگ ہو گئے تو اب چند لوگوں کو تلوار دکھا کر پوچھا گیا کہ بتاؤ کہ ان میں امیر آدمی کون ہیں۔ موت کے ڈر سے انہوں نے بتا دیا۔ اُمرا کی مشکیں باندھ دیں اور حکم دیا کہ بتاؤ تمہارے پونڈ کہاں ہیں؟ نہ بتانے پر سخت مارنا پیٹنا شروع کیا۔ اس قدر شور ہنگامہ برپا تھا کہ قیامت کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ جس قدر جس سے میسر ہوا لے لیا۔ اور سب مکّہ والوں اور ان لوگوں سے جو ساکنانِ طائف سے نہ تھے تمام مال اسباب چھین لیا۔ مَردوں، عورتوں اور بچوں کے جسم پر سے تمام کپڑے اُتار لیے۔ اور ایک ایک رومال پس وپشت ڈھانکنے کے لیے دے دیا اور ٹھوکریں مار کر حکم دیا کہ نکل جاؤ۔ معاذ اللہ۔ وہ عورتیں جن کا ناخن تک کبھی کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا تھا، آج وہ بے چاریاں صرف زانو سے کمر تک ایک رومال لپیٹے ہوئے تمام بدن ننگا دوڑی ہوئی جارہی تھیں۔ جو کبھی چند قدم بھی پیدل نہ چلی تھی، مگر آج وہ ساٹھ میل سفر بھوکی پیاسی ننگے بدن ننگے پاؤں جان اور عزت کے خوف سے بے ہوشی کی حالت میں چند قدم چل کر گر پڑتی ہیں۔ مگر حواس باختہ پھر اُٹھ کر دوڑتی ہیں کہ کہیں نجدی آ کر بے عزتی نہ کریں۔ پاؤں سوجے ہوئے ہیں، تلوؤں اور پنڈلیوں میں زخم اور چھالے پڑ گئے ہیں (یہ حالت تو ہماری بھی چشم دید ہے) اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی جوان عورت جو اِن کے ہاتھ آئی خواہ وہ باکرہ ہے یا شادی شدہ مشکل سے اپنی عصمت محفوظ رکھ سکی۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ ہر شخص کے سامنے یہ کلمہ پیش کرتے ہیں لا الہ الّا اللہ مالك یوم الدین محمد کان رسول اللہ۔ جس شخص نے اس سے انکار کیا، فوراً قتل کر دیا گیا۔ ائمہ اربعہ کے مقلد سب ان کے نزدیک کافر ہیں۔ جس نے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونا ظاہر کیا فوراً قتل کر دیا گیا۔

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک طائف میں ہے۔ ان ظالموں نے اس کو مسمار کر دیا۔ اور لوگوں کے سامنے اس پر معاذ اللہ بمعہ جوتا کھڑے ہو کر (حالانکہ حدیث مبارک میں عام قبروں پر بھی ایسا کرنے کی ممانعت ہے) کہا کہ بلاؤ اس کو اب یہ

تمہاری امداد کرے یا ہمارا کچھ بگاڑے۔ ایک واقعہ نہایت ہوش رُبا ان لوگوں نے سنایا کہ ایک عورت کو مکان سے قفل توڑ کر نکالا گیا۔ اس کی گود میں شیر خوار بچہ تھا۔ اس نے بہت منت سماجت کی۔ مگر اس کے سامنے پہلے اس کے لڑکے کو قتل کیا اور بعد میں اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔ ہندوستان میں سے ان کے ہم مشرب لوگوں نے ان افعالِ شنیعہ پر ان کو مبارک باد کے تار دیے ہیں، جو مصری اخباروں میں چھپ کر عام شائع ہو چکے ہیں۔ یہی خبریں بعینہ ہم نے اخبار ''القبلہ'' عربی اور ''الفلاح'' عربی میں جدّہ مکرمہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔''

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۴، ۵]

طائف اور مکہ کے حالات پر قاری محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان

قاری محمد اسمٰعیل بن قمر الدین میانجی ساکن باسنگ پور، پوسٹ رام گنج، ضلع نواکھالی سے جب حضرت مولانا مولوی سلیم صاحب نے اس موقع پر یہ پوچھا کہ آپ ان واقعات پر روشنی ڈال سکتے ہیں جو طائف میں پیش آئے تو انہوں نے بتایا کہ

'' طائف میں جو مظالم ہوئے ہیں ان کا خیال تک انسان کے دل و دماغ میں نہیں آسکتا۔ وہابیوں نے طائف میں داخل ہو کر بندوقوں سے تمام باشندوں کو تقریباً برباد کر ڈالا۔ مکّہ مشرقہ میں جب یہ لوگ پہنچے تو تمام مزاراتِ مقدسہ اور مساجد کو ڈھا دیا گیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ آنحضرت و نیز دیگر مزارات کو مسمار کر ڈالا۔ جس وقت یہ لوگ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی مسجد کو گرا رہے تھے اس وقت تین نجدی بےتوفیق عمارت کے نیچے آگئے اور ملبہ میں دب کر داخلِ جہنم ہوئے۔ مَیں مکّہ میں لوگوں میں سینکڑوں آدمیوں سے ملا ہوں گا۔ لیکن مَیں نے کسی کو وہابیوں کی حکومت سے راضی نہیں دیکھا۔ وہ ابنِ سعود اور ان کی ناپاک حرکات سے سخت نالاں ہیں۔ اور ملک علی کو دل و جان سے اپنا بادشاہ چاہتے ہیں۔ حاجی عبد الغنی صاحب جو قاری صاحب کے شاگرد ہیں، انہوں نے بھی مذکورہ بالا بیانات کی تصدیق کی۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ قبوں کو گولیوں سے مارتے تھے اور تمام ملبے کو قبر پر گراتے تھے۔ قاری صاحب کے

مذکورہ بالا بیان کی تصدیق حسبِ ذیل حاجیوں نے فرمائی:
(۱) عبد الغنی اسد علی بہیاساکن کالنط پوسٹ ہالورلی، ضلع فرید پور (۲) قاری منیر الدین ازل آلِ غوثِ پاک حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ (۳) مولانا حاجی عبد الکریم قادری فتح جنگ، لکھنؤ (۴) عبد الکریم سیٹ بن حاجی اسحٰق (۵) حاجی موسیٰ حاجی یعقوب مقادم قوم کچھ ساکن موٹاہرا (۶) محمد اسمٰعیل عبد الستار محمد کچھ ساکن مڑ (۷) حاجی یوسف حسین قوم کچھ۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۴]

طائف کے حالات پر حاجی عبد الستار صاحب کا بیان

حاجی عبد الستار صاحب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے

"حاجی عبد الستار صاحب (جو ایک معزز اور متمول خاندان کے رُکن ہیں اور گزشتہ سال حج بیت اللہ کر چکے تھے۔ مگر اِمسال محض تحقیق حالات کے لیے تشریف لے گئے تھے) اپنا حسبِ ذیل حلفیہ بیان دیا، جس کا ملخص درجِ ذیل ہے:

طائف شریف میں نجدیوں نے داخلے سے پیشتر امان اللہ امان الرسول اور امان ابن سعود کا اعلان کر دیا۔ اور کھلے دروازوں شہر میں بغیر کسی مزاحمت کے داخلے ہو گئے۔ معززین طائف کو مجبور کر کے دعوتیں کھائیں اور پھر اس کے گھر میں بغیر کسی اشتعال کے قتلِ عام اور لُوٹ مار کی گئی۔ عبد اللہ میاں کھنڈوانی جو ایک معزز اور مالدار تاجر تھے۔ اُن کا مکان لُوٹنے کے بعد بکرے کی طرح ان کو سرِ بازار ذبح کیا گیا۔ اسی طرح شیخ عبد القادر صاحب شیبی کلید بردار مکّہ مکرمہ کے بچوں کو شہید کیا گیا۔" [اخبار الفقیہ: ۱۴/ اگست، ۱۹۲۵، ص ۶، ۷، ۸]

اہل طائف کا قتل عام

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بھرائچ بیان کرتے ہیں:

"میں سالِ گذشتہ مکّہ مکرمہ گیا۔ طائف کی جنگ کے وقت میں مکّہ میں تھا۔ طائف سے آنے والوں میں سے معتبرین افراد سے معلوم ہوا کہ وہابی نجدیہ نے قتلِ عام کیا۔ تقریباً بارہ سو آدمی خاص اہلِ مکّہ سے جو طائف میں موجود تھے ان کو قتل کیا۔ اوّل کہتے تھے

کہ تمھیں امان ہے۔ دروازہ کھولو جب لوگ باہر نکلے اور سلام کرتے تو بجاے جواب سلام گولی سے مارتے تھے۔ قاضی القضاۃ عبد اللہ ابو الخیر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے جاتے تھے۔ اور وہ ان کو گولیاں مارتے جاتے تھے۔ ایک دو گولی پر وہ شہید ہو گئے۔ سید عبد اللہ ذوابی شافعی مفتی محدث مفسّر بہت زبر دست عالم تھے۔ جب ان کے یہاں پہنچے اور انھوں نے ان لوگوں کو دیکھا فوراً کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ نجدیہ نے ہذا انصاریٰ ہذا مشرک کہتے ہوئے گولی مار دی۔ وہ بھی شہید ہوئے۔ اسی وقت ان کے خاندان میں آٹھ آدمیوں کو شہید کیا۔“

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۴،۵]

حاجی علی خان ساکن بریساں سویٹ، مقام موٹ بریا بیان دیتے ہیں:

”مَیں سالِ گذشتہ جہاز دارا سے گیا تھا۔ چوں کہ نجدیوں اور حجازیوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لیے مَیں نہ آسکا۔ جس وقت نجدیہ افواج طائف میں داخل ہوئیں مَیں وہیں موجود تھا۔ ہم زیارت کے لیے گئے تھے۔ چونکہ وہاں لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لیے وہیں پھنس گئے۔ جس وقت نجدیہ فوجیں بستی میں داخل ہوئیں تو ایک طرف سے تمام مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا گیا۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں سب کو قتل کرتے تھے۔ مکان میں گھس کر پہلے سب کو قتل کرتے۔ پھر سامان لوٹ لیتے۔ عورتوں کی شرم گاہ تک سے حیض کے کپڑے بھی نکال کر دیکھتے تھے۔ دو روز تک برابر اس قتلِ عام کا سلسلہ جاری رہا۔ ہم دو رز تک مکان میں محصور رہے۔ دو دن کے بعد مکان سے نکلے۔ دروازہ کھولتے ہی نجدیوں نے ہمارے کپڑے اُتار لیے۔ اور بندوقوں، چھڑیوں اور کندوں سے مارنا شروع کیا۔ مشرک مشرک کہتے جاتے تھے اور مارتے تھے۔ ایک چھوٹا سا ٹکڑا صرف آگا پیچھا دیکھنے کے لیے میرے پاس رہ گیا تھا۔ تمام روپیہ اور جو کچھ ہمارے پاس تھا، سب چھین لیا۔ روپیہ کی تلاش میں مکانات تک کو ڈھا دیا۔ اور زمینوں کو کھود دیا۔ چوں کہ چند جگہ اس طرح کچھ روپیہ ان کو مل گیا تھا۔ وہاں سے ہم کو پکڑ کر مشیر امیں لے جا کر بند کر دیا۔ اُدھر تین روز رکھا۔ فجر کو ہمیں طائف لے جاتے تھے۔ مقتولین مَردوں کے پیروں میں رسّی باندھ کر ہمیں کہا کہ اسے کھینچو۔ یہ مشرک ہیں۔ ان کو کھنچوا کر کڑاہوں اور کنوؤں میں ننگا کر کے اوندھا پھینکواتے

تھے۔ تین دن کے بعد ہم کو چھوڑ دیا۔ کہ جاؤ مکّہ پیدل چل کر جاؤ۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۵، ۶]

عبد اللہ دیوان صاحب، ساکن فرید پور، موضع شوخی پورہ کی گواہی

"مَیں حاجی علی خان کے بیان سے حرف بہ حرف متفق ہوں۔ خود مجھ پر ایسی ہی مصیبتیں طائف میں آئیں۔ میری جوان لڑکی کو برہنہ طائف سے مکّہ آنا پڑا۔ بڑی مشکل سے ہم نے اپنی جان بچائی۔ (نشان انگوٹھا: عبد اللہ دیوان صاحب)
مَیں بھی اس بیان سے متفق ہوں۔ (غلام مولا) ساکن فرید پور"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۶]

طائف کی تباہی

مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب برکاتی صاحب بیان کرتے ہیں:

"طائف پر جو مظالم ہوئے اور جس طریقہ پر وہاں کے باشندوں کو تباہ کیا گیا اس کا اظہار زبان سے ممکن نہیں۔ یہاں وہ ظلم ہوئے جو چنگیز و ہلاکو نے بھی نہ کیے ہوں گے۔ اب طائف برائے نام ایک شہر ہے ورنہ مکانات سب بند ہیں، اور اب کچھ کچھ بازار کھل رہے ہیں"

[اخبار الفقیہ: ۷/ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۸]

مکہ میں ایک کنبہ کے چھتیس لوگوں کا قتل

میاں اسد اللہ و غلام محمد صاحبان چوک فرید امرتسر کہتے ہیں:

"ایک شخص نے رو رو کر بیان کیا کہ ہمارے کنبے کے ۳۶ آدمی تھے، نجدیوں نے سب کو قتل عام میں مار دیا ہے۔ اب میں کنبے بھر میں سے ایک ہی آدمی باقی ہوں۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۵، ۱۶]

باب(۷)

نجدی حکومت کی بدانتظامیاں
اور حجاج واہل حجاز کے زہرہ گداز حالات

نجدی حکومت کی بدانتظامیوں کے سبب حجاج کی پریشانیاں

اخبار دبدبہ سکندری رامپور، ہمدرد دہلی کے حوالے سے حجاج کے آرام و آسائش سے متعلق نجدی حکومت سے توقعات پوری نہ ہونے پر افسوس جتاتے ہوئے لکھتا ہے:

"گذشتہ ماہ شعبان المعظم سے لے کر شوال المکرم تک جن ایام میں ہندوستان کے مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوتے ہیں، ہندوستان سے مسلمانوں کو کثیر تعداد میں حج کے لیے بھیجنے کا بڑا شور تھا۔ اکثر لوگ یہ توقع کرتے تھے کہ اگر عازمان حج کو اتنے زور و شور کے ساتھ دعوت دی جارہی ہے تو حاجیوں کے آرام و آرئش کے لیے بھی سلطان ابن سعود غیر معمولی انتظام اور کوشش کریں گے کہ کسی کو وہاں کی بدانتظامی اور مصائب کی جن کا بعض حلقوں سے اندیشہ کیا جاتا تھا شکایت پیدا نہ ہو۔ سلطان ابن سعود اور ان کی حکومت سے اس قسم کی توقعات وابستہ رکھنے والوں کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے کہ افسوس وہ پوری نہیں ہوئیں۔ جوں جوں ہندوستان کے حاجی واپس آرہے ہیں سفر حج اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ منا اور عرفات کی بدانتظامیوں اور صعوبتوں کی داستانیں پھیل رہی ہیں۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۴]

رویت ذی الحجہ کے معاملہ میں بدنظمی کے نتائج

ماہ ذی الحجہ کی رویت و شہادت کے سلسلے میں نجدی حکومت کی لاپرواہی کے سبب حجاج پر جو مصیبتیں وارد ہوئیں اور ان کو جو تکالیف پہنچیں ان کا ذکر کرتے ہوئے اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"ہمیں ایک نہایت معتبر اور قابل وثوق بھائی کی زبانی جو حج سے واپس آئے ہیں معلوم ہوا ہے کہ امسال ہلال ذی الحجہ کی رویت میں اختلاف کی وجہ سے جیسی دقت ہوئی ہے شاید کبھی نہ ہوئی ہو گی سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ تک تو رویت تیس کی یعنی چہار شنبہ کی اور پہلی ذی الحجہ پنجشنبہ کی مانی گئی۔ لیکن ۷/ ذی الحجہ کو یکایک باہر کی اطلاعات کی بنا پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ رویت سہ شنبہ یعنی ۲۹ کی تھی۔ اور اعلان کیا گیا کہ آج ۸ ذی الحجہ ہے اس لیے کل صبح کو منی

جا کر نہ رکو بلکہ سیدھے عرفات چلے جاؤ۔ ظاہر ہے کہ اس عجلت اور تنگی وقت کا یہی نتیجہ ہوا ہوگا کہ لوگ بے تحاشہ بھاگے ہوں گے اور جسے جس قیمت پر سواری میسر آئی ہوگی وہ چل دیا ہوگا۔ اگر مکہ معظمہ کی رویت کا اعتبار کرنا مقصود نہ تھا تو کیا ملک الحجاز کے لیے یہ ناممکن تھا کہ پہلی یا دوسری ذوالحجہ کو رویت کا تصفیہ کر دیتے۔ اگر دوسرے ملکوں کی رویت پر انحصار کرنا تھا تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ تین چار دن پہلے اس کی تحقیقات کر لی جاتی۔ وہ ۔... اور ٹیلیفون کے سلسلے اب کہاں تھے؟ کیا چار لاکھ حجاج کی آسانی اتنی اہمیت نہیں رکھتی تھی کہ ۷/ ذی الحجہ سے پہلے یہ طے ہو جاتا کہ رویت کب کی ہے؟ اس بے توجہی کا نتیجہ کیا ہوا؟ تنگی وقت کی وجہ سے عجلت۔ راستوں کی خرابی اور پھر تو اور گرمی کی شدت سے لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ حالت یہ تھی کہ چلے جا رہے ہیں تین چار لاشیں اس طرف نظر آ رہی ہیں اور تین چار اس طرف۔ ریگستان عرب کی گرمی اور لو کی شدت کا ہندوستان سے کیا مقابلہ پیاس برداشت کرنا آسان نہیں۔ لیکن ایک ایسے ملک میں اس سے جو تکلیف پہنچی ہوگی اس کا آپ خود اندازہ کیجیے۔" **[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۴]**

ابن سعود کی بد انتظامیاں، ساکنان حجاز مقدس کی خستہ حالی وفاقہ کشی اور بیت اللہ کی بے حرمتی وپامالی

الفقیہ نے اخبار دبدبہ سکندری ۲۴/ فروری ۱۹۳۶ء کے حوالے سے ابن سعود کی عیاشیوں، اس کے ہندی دلالوں کی دسیسہ کاریوں، اہالیان حجاز مقدس کی فاقہ کشی اور خستہ حالی اور کعبہ بیت اللہ کی پامالی وبے حرمتی میں ابن سعود کی ناپاک حکومت کی بد انتظامیوں پر مشتمل ایک مضمون نقل کیا ہے ہم یہاں اسے من وعن نقل کرتے ہیں۔:

"ابن سعود نے بعض دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی اپنے چند دلال یا کمیشن ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں جن کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ ابن سعود کی حمایت میں جھوٹا پروپگنڈا کریں اور شیدائے مذہب سیدھے سادھے حاجیوں کو بڑی تعداد میں پھانس کر لے جائیں تاکہ حجاز کا غاصب حکمران اپنی شرعی حرامکاریوں کے لیے گراں بار کی صورت میں

غریب حاجیوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں۔ ننگ اسلام ابن سعود کے زر خرید پٹھو اسے عاشق اسلام اور متبع سنت ظاہر کرتے ہیں اور دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے ظالم و غاصب اور ایک سو پانچ بیویوں کے شوہر حکمران نے سرزمین حجاز کو ظاہری اعتبار سے بھی بہشت کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سے ابن سعود کا منحوس قدم سرزمین حجاز میں پہنچا ہے اس مقدس زمین سے خیر و برکت اٹھ گئی ہے۔ ابن سعود نے اپنے ناپاک تعصب مذہبی پر قیام امن کا پردہ ڈال کر حجازی نوجوانوں کو چن چن کر تہ تیغ کیا ہے۔ ہر طرف بیکاری کا دور دورہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم وطن بھوکے مر رہے ہیں۔ ترکوں کے عہد میں شام و فلسطین کے زرخیز علاقوں کی پوری آمدنی جو تین چار کروڑ روپیہ سالانہ کے درمیان ہوتی تھی اہل حجاز کی مالی امداد پر صرف کر دی جاتی تھی اور اہل حجاز ہر قسم کے ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے۔ ابن سعود کی غاصبانہ دور حکومت میں ایک طرف تو بد نصیب حجازی ترکوں کی بیش قرار مالی امداد سے محروم ہو گئے۔ اور دوسری جانب ابن سعود حاجیوں سے وصول کیے ہوئے۔ روپیہ کی ایک پائی بھی اہل حجاز کی فلاح بہبود پر صرف نہیں کرتا اور سب کچھ اپنی شرعی بدکاریوں کے لیے شیر مادر یا اونٹی کے دودھ کی طرح ہضم کر جاتا ہے۔ بد نصیب اہلِ حجاز کو چھوڑئے جو شیدائے اسلام ابن سعود کی نوازش کا شکار ہو کر فاقہ کشی کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ اور جن کے ننھے ننھے معصوم بچے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنی پر محن زندگی کی آخری گھڑیاں پوری کر رہے ہیں۔ خود مسلمانوں کے مرکز..... ظالم ابن سعود کی شکم پروری کے سہارے کعبۃ اللہ کی حالت کس قدر افسوسناک اور موجب شرم ہو رہی ہے اس کا اندازہ ذیل کے الفاظ سے کیجئے۔ بیت الحرام میں اب تک سایہ نہیں۔ ستر کروڑ مسلمانوں کی سب سے بڑی مسجد کے صحن میں فرش نہیں وضو کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں روشنی کافی نہیں بعض نوابوں ہندوستانی والیان ریاست کے مسافر خانے ہیں جن کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔

مندرجہ بالا الفاظ ہمارے نہیں بلکہ مولوی اسماعیل غزنوی امرتسری کے ہیں جنہیں ہندوستان میں ابن سعود کی پبلسٹی افسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو ان مسلمانوں

سے ناراض ہوتے ہیں جو حج سے واپس آکر ابن سعود کے مظالم کا پردہ چاک کریں۔ اور جن کے خیال میں فریضہ حج کو زیادہ پر ثواب بنانے کا عمل یہ ہے کہ مسلمان قابل نفرت حکومت حجاز کا خزانہ بھرتے رہیں خوشی سے رضاکارانہ طور پر حصہ لیں۔

مولوی اسمعیل غزنوی کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن سعود کی حالت کسی بڑی درگاہ کے ایسے خائن اور بے ایمان متولی سے زیادہ نہیں ہے جو درگاہ کی تمام آمدنی خورد برد کر جاتا ہے اور جو درگاہ کی مرمت یا اس کے انتظام پر ایک پائی بھی صرف کرنے کے بجائے سب کچھ اپنے عیش و آرام کی نذر کر دیتا ہو۔ معمولی سی معمولی مسجد میں بھی نمازیوں کے لیے وضو کا انتظام رہتا ہے۔ اور غریب اہلِ محلہ چندہ کر کے اس کے مرمت وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔

لیکن دنیاے اسلام کے لیے کس قدر شرم کی بات ہے کہ وہ کعبۃ اللہ جس کی معماری کے فرائض ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انجام دئے تھے، جو عالم اسلامی کی تمناؤں کا پہلا اور آخری مرکز ہے، اور جس کی زیارت کے لیے ہر سال لاکھوں مسلمان تمام دنیا سے کھنچ کر آتے ہیں، اس کی حالت لا مذہب ابن سعود کے دور میں ایک معمولی مسجد سے بھی گئی گزری ہے۔ اور اس کے صحن میں نہ فرش ہے نہ وضو کا کوئی انتظام اور نہ کافی روشنی ہے۔ ہم ایک سو پانچ شادیاں کرنے والے ابن سعود اور اس کے دلالوں سے پوچھتے ہیں کہ ہر سال حاجیوں سے جو کروڑوں روپیہ وصول کیا جاتا ہے آخر وہ کہاں جاتا ہے؟

حالانکہ حجاز میں ٹیکسوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی حاجی سے بارہ پونڈ موٹر کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تو اس میں سے صرف تین پونڈ موٹر والے کو ملتے ہیں اور نو پونڈ سعودی خزانہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر ظالم ابن سعود اہل حجاز کو فاقہ کشی سے نجات دلانے کے لیے اپنی لوٹ مار کے روپیہ سے ایک پیسہ بھی صرف کرنا نہیں چاہتا، اگر اسے اتنی توفیق نہیں ہوتی ہے کہ جن حاجیوں کو وہ دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے ان کے لیے سڑکیں اور مسافر خانے بنوا دے، تو کیا اس کا یہ بھی فرض نہیں ہے کہ کم سے کم اس حرم اقدس کی مرمت و انتظام ہی پر چند روپے صرف کر دیے جائیں جس کی مجاوری کے صدقے میں اس کو اپنی شرعی عیاشیوں

کے لیے ہر سال کروڑوں روپیہ وصول ہوتا ہے۔

روضہ نبوی کے پردے تک بوسیدہ ہوگئے۔ مسجد نبوی جسے ترکوں نے بیدریغ روپیہ صرف کر کے دنیا کی حسین ترین مسجد بنا دیا تھا، اس کا سارا قیمتی سامان تلف ہوگیا۔ روضہ اقدس کے جواہرات کا پتہ نہیں۔ بیت الحرام کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ نہ اس کا فرش درست ہے نہ کافی روشنی اور نہ نمازیوں کے لیے وضو کا انتظام۔ لیکن ہمیں ابن سعود کے زر خرید پٹھوؤں کی بے شرمی اور دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے کہ ان تلخ حقائق کے باوجود مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ بڑی تعداد میں حج کرنے جائیں۔ اور عیاش ابن سعود کے اس جہنمی خزانہ کو بھرنے سے خوشی سے رضاکارانہ طریقہ سے حصہ لیں، جس کی آخری پائی بھی عیاشیوں پر صرف کردی جاتی ہے اور جس سے ایک پھوٹی کوڑی بھی بیت الحرام اور مسجد نبوی کی مرمت نگہداشت پر صرف نہیں ہوتی۔ اگر مسلمان لامذہب ابن سعود کے حواس درست کرنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ اس وقت تک حج کے لیے نہ جائیں جب تک ابن سعود اپنی سیاہ کاریوں سے تائب نہ ہو جائے۔"

[اخبار الفقیہ: ۷؍مارچ ۱۹۳۶ء ص ۲، ۳]

عرفات وغیرہ میں گندگی و غلاظت نجدی حکومت کی بدنظمی کی منھ بولتی تصویر

"عرفات میں خیموں کی بے ترتیبی قافلوں کی بدنظمی اور ہر جگہ گندگی اور غلاظت کا امسال بھی تقریباً وہی حال تھا جو گزشتہ سال تھا۔ گزشتہ سال ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ابھی ابتدا ہے اتنے کم عرصہ میں کچھ نہ ہو سکا ہوگا۔ ممکن ہے کہ آئندہ سال تک کچھ ہو جائے لیکن امسال کے جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ راستوں کے انتظام اور صفائی وغیرہ کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک اتنا عظیم الشان اجتماع ہوا اور وہاں گندگی اور غلاظت تھی۔ یہی اسباب ہوتے ہیں کہ ہیضہ اور چیچک وغیرہ کی وبا پھیل جاتی ہے اور لوگ مرتے ہیں۔ افسوس! خدا کے نہ ماننے والوں کا تماشہ سیر اور نمائش کے لیے اگر کہیں چھوٹے سے چھوٹے اجتماع ہوتے ہیں تو وہاں بھی صفائی اور ستھرائی کا یہ حال

ہوتا ہے کہ وہ ایک کشش بن جاتی ہے۔ لیکن آہ اسلام کے اس مرکز....اور بلد الامین میں جو ساری دنیا کے مسلمانوں کا ملجا وماوی ہے تمام عالم کے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہو مگر وہاں کی صفائی اور انتظام پر کوئی نہیں ہے کہ توجہ کرے۔ پانی کے چند قطروں اور راستوں کی تنگی کی وجہ سے سینکڑوں وارفتگان اور عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانیں ضائع ہو جائیں لیکن آہ کوئی نہیں ہے جو اس پر متوجہ ہو یہ ہماری بد نصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص۵]

مولوی حاجی سید احسن صاحب کا بیان ہے:

"صفائی کا انتظام بالکل ناکافی تھا بلکہ تکلیف دہ تھا گلی کوچوں میں کوڑا تعفن بڑی بڑی جگہوں پر صفائی برائے نام پائی گئی۔" مزید لکھتے ہیں:

"اندرون شہر مدینہ شریف جس کی تفصیل لکھنے سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ خیر نہایت افسوس کے ساتھ کچھ تھوڑا حال لکھنا پڑا۔ آہ وہ حرم شریف اور اس کی زیر دیوار صفائی ندارد۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی غریب زیر دیوار حرم شریف ناک سے رومال لگا کر راستہ طے کر رہا ہے۔ اور باب المجید کے بائیں جانب ایک مکان مسمار ہے اس قدر بول وبراز افتادہ ہے کہ خدا کی پناہ۔ میں پندرہ یوم رہا اور اس تلاش میں بھی رہا کہ دیکھوں یہ کون بے ادب لوگ ہیں مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ چونکہ رات کے دس بجے سب زائرین کو نکال دیا جاتا ہے اور صرف نجدی رہ جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ گندگی نجدیوں کی ہے چونکہ مولانا شوکت علی صاحب نے گزشتہ پرچہ خلافت میں تحریر کیا تھا کہ میں بزمانہ حج ایک نجدی کو مولد گاہ نبوی جو کہ اس وقت مسمار ہے بچشم خود پاخانہ پھرتے دیکھا تو ممکن ہے کہ پلیدی نجدی کرتے ہوں"　　**[اخبار الفقیہ: ۱۴/ نومبر ۱۹۲۹ء ص۷]**

ایک سید صاحب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"جنت البقیع اور جنت الماوی کی کس مپرسی بلکہ شکستگی موجودہ انتظام پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہے۔ ان کے قریب غلاظت اور گندگی کے انبار لگے رہتے ہیں، حاجی مجبوراً انہیں کے قریب بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کر لیتے ہیں۔ سرور عالم کی پیدائش مبارک جائے

مقدس تک پہنچنا اب اجنبیوں کے لیے ناممکن ہے۔ ترکوں کے عہد میں تمام انتظام تسلی بخش بلکہ مسرت خیز تھے حرم کعبہ مسجد نبوی میں تو ہندوستانی رئیسوں نے برقی روشنی کا انتظام کر دیا ہے۔ لیکن روضہ نبوی میں گھٹاٹوپ اندھیرا اور تاریکی چھائی رہتی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ وہاں کی صفائی بھی اب شاید دنوں اور ہفتوں کا سوال بن گئی ہے۔"

[۲۱/جون۱۹۳۶ء ص۸]

مساجد میں گندگی نجدیوں کی خباثت کا نمونہ

حاجی محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

"مسجد نمرہ جس کو قرآنِ کریم میں جناب باری عزاسمہ نے مشعر حرام کے محترم لقب سے یاد فرمایا ہے، اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مسجد میں سوائے دُنبوں اور بکریوں کے مینگنیوں اور بحری کے کچھ بھی نہ تھا۔ شاید کہ خلیفہ نے اس کو اس لیے صاف نہیں کرایا کہ مسلمانانِ عالم اس مسئلہ سے کہ خشک نجاست پر بھی اگر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی جائے تو ہو جاتی ہے آگاہ ہو جائیں، ورنہ اور تو کوئی مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔"

[اخبار الفقیہ:۲۸/اگست۱۹۲۴ء، ص۱۰]

عازمین حج کے لیے بندر گاہ عقبہ بند

اخبار لکھتا ہے:

"شملہ سے ۱۳/مئی کو تار آیا ہے کہ بیت المقدس سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حکومت شرق اردن نے محکمہ حفظان صحت فلسطین کے ڈائرکٹر کے مشورے پر کاربند ہو کر فیصلہ کیا ہے کہ یکم مئی سے یکم ستمبر ۲۶ء تک بندر گاہ عقبہ عازمین حج بیت اللہ کے لیے بند کر دیا جائے گا۔" [دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷/مئی۱۹۲۶ء ص۲۲]

حجاج اور جدہ اور کسٹم آفس کی دشواریاں

اخبار الفقیہ میں حاجی محمد طیب صاحب، حج کے دوران ہونے والی لاپرواہی اور بدنظمی کسٹم آفس کے انتظام بد اور پولیس وغیرہ کی لاپرواہیوں کا آنکھوں دیکھا حال 'مقدس ارضِ

حجاز کے چشم دید حالات' کے عنوان سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"راقم السطور ۱۹/ مئی کو انگلستان سے حجاز ارضِ مقدس روانہ ہوا۔ روانگی سے پہلے کیا کیا افواہیں سنتا ہوا گیا وہ ہند کی پبلک بخوبی جانتی ہے۔ مولوی عبد القدیر صاحب اس احقر کے قافلے کے سر گروہ ہیں جدہ پہنچ کر بھی حکومت ہاشمیہ کے خوش انتظامیوں کی تصویر سامنے تھی۔ اللہ اللہ جن مسلمانوں نے تمام عالم کی متمدن اقوام کو تمدن سکھایا آج اس قوم کے دعوے دار خلافت کا یہ انتظام ہے کہ غیر تو غیر اپنے بھی سوائے بد انتظامی کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جدہ اور کسٹم آفس: جہاز سے اُتر کر کشتیوں کا سفر اور ایک دن کا قرنطینہ جو جدہ سے دس میل کے فاصلہ پر ایک اوجڑ جزیرہ میں ہوتا ہے ترکی سلطنت کے زمانہ سے یہاں قرنطینہ کے مکانات وغیرہ بنے ہوئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اپنے اصل معنوں میں قرنطینہ ہوتا ہوگا مگر اب محض رات بھر یہاں پڑے رہنے کے معنے قرنطینہ ہے۔ دوسرے روز صبح انہیں کشتیوں کے ذریعہ سے جدہ شریف پہنچے۔ بندر گاہ معمولی قسم کا ہے عمارت پر شکستگی کے آثار جابجا نظر آئیں گے۔ ایک چھوٹا سا دروازہ اور اسی میں سے ایک جہاز کے کل دو رہائے ہزاروں مسافروں کی نکاسی۔ تھوڑی دیر کے لیے یوم النشور کی یاد... کو دلا دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ موجودہ حکومت کے لالچ اور زر پرستی بھی ہے۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو کھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ دروازہ سے نکلنے پر ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ اُس کا کام محض یہ ہے کہ وہ دو روپیہ آٹھ آنہ فی کس وصول کرے اور اس سے کچھ مطلب نہیں۔ آپ کے پاس ٹکٹ تو جہاز کا تھا یا نہیں۔ اور آیا آپ معہ پاسپورٹ آئے یا بغیر پاسپورٹ کے۔ اُن کو محض اپنے دو روپیہ آٹھ آنہ چاہیے اور بس۔ اب تماشا سنیے۔ آپ کہیں اسباب کہیں۔ معلّم صاحبان کے گھر گئے۔ اب آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ایک دو گھنٹہ کھڑے رہنے یا ٹہلنے کے بعد کسٹم آفس انہیں گرگوں میں سے کسی کے ساتھ جاکر اسباب تلاش کیجیے۔ اسباب کی جانچ کی نہایت سخت قواعد ہے لیکن زر بر سر فولاد ہے نرم شود... کے مصداق کچھ دے دلا کر جان بچ بھی سکتی ہے اور اسی سے رسولِ کریم کے پاک اخلاق کی موجودہ عمّال حکومت ہاشمیہ میں مفقود ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ کسٹم دنیا بھر سے یہاں زائد ہے

اور ۵/ فیصدی نام کو در حقیقت ۷۵ اور ۸۰/ فی صدی یہاں شرح ہے۔ ہر چیز کی قیمت کسٹم آفیسر خود تجویز کرتا ہے اور اس پر کسٹم دینا ہوتا ہے۔ تمباکو پر محصول اور وہ بھی صد فی صد۔ نہ معلوم سکرات میں ہوتے ہوئے کس شرع نے جائز کیا ہے۔ شاید کہ متذکرہ بالا ہر سہ عہدہ جات کے بعد امامت کی خدمت اور شرعِ محمدی کی تراش خراش کا منصب بھی خلیفہ کو حاصل ہے۔

زمزم شریف پر دو روپیہ فی پیپہ محصول بر آمد گی خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ اور اس سے ذکاوت کا پتہ چلتا ہے۔ غالباً مقصود یہ ہے کہ حجاج جس چیز پر روپیہ صرف کریں گے اُس کو بے دردی سے خرچ نہیں کریں گے اور زمزم شریف کی عظمت بڑھانے کی یہ ترکیب نکالی گئی ہے۔

فوج اور پولیس: فوج اور پولیس کی حالت قابلِ دید ہے اور ایک تو فوراً صائب مرحوم کا شعر بے اختیاری میں پڑھنے لگا۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

واقعتاً ایک غصب شدہ سلطنت کی جو حالت ہونی چاہیے وہ نقشہ موجودہ سلطنتِ ہاشمیہ کا ہے۔ حج میں منا (منیٰ) کے مقام پر جناب جلالت الملک کا جلوس فوج کے ساتھ قابلِ یادگار تھا۔ افسوس کہ کیمرا میرے پاس نہ تھا ورنہ چھوٹا موٹا خاکہ اپنے الفاظ کے ثبوت میں پیش کر سکتا۔ جس نے خلفاے بغداد بنی امیہ کے حالات پڑھے ہوں گے وہ اس جلوس کو دیکھ کر سواے اس کے فاعتبروا یا اولی الابصار پڑھنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

یا یہ کہ اگر میری طرح ہو تو لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم قرآنِ کریم کی آیت کا وِرد کرے اور پانی کے گھونٹ کے بجاے خون کے آنسو پی لے اور چپ ہو رہے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۴ء، ص ۹، ۱۰]

مکہ اور مدینہ کے مابین آمد و رفت کے ذرائع اور حجاج کی پریشانیاں

ابن سعود نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تک زائرین کے لیے کیا انتظام کیا ہے؟ اس سے متعلق دبدبہ سکندری لکھتا ہے کہ

"جدہ سے مکہ مکرمہ تک موٹروں کی آمد و رفت جاری ہو گئی ہے مگر اب تک کہیں یہ نہیں پڑھا گیا کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کیا وسائل و ذرائع اختیار کیے گئے ہیں۔ دراصل جدہ سے مکہ مکرمہ تک کا سفر اونٹوں پر بھی دشوار نہ تھا نہ اس سفر میں کوئی شکایت کسی کو تھی صحیح آسان آمد و رفت اگر مدینہ منورہ تک ابن سعود نے پوری کر دی تو عام مسلمانوں کا یہ خیال جاتا رہے گا کہ ابن سعود کو زیارت روضہ اطہر سے مخالفت موجود ہے اور دیار حبیب تک پہنچنے کی آسانیاں کر دی گئی ہیں موٹر لاری کا انتظام اس راہ میں بھی آسان ہے بشرطیکہ وہ کیا جائے یا کیا گیا ہو بدوؤں کی آمدنی اسی موسم میں حجاج کی آمدورفت سے ہوتی ہے کوئی مسافر حجاز اور فدائے رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں ہے کہ وہ بدوؤں کو کچھ دینے میں بخل کرے گا۔" **[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵ر جولائی ۱۹۲۷ء ص ۴]**

جناب مولانا حاجی سید احسن صاحب کشمیری ریاست رامپو کا بیان ہے:

"راستہ موٹر کا بہت خراب کہیں پر پتھروں پر موٹر چلتا ہے اور کہیں پر ریگستان میں دھنس جاتا ہے بہت سے موٹر ٹوٹے ہوئے راستہ میں پڑے ہیں اکثر حاجیوں کے سر پھوٹ جاتے ہیں ایک موٹر ٹوٹ جانے کی وجہ سے ایک حاجی جان بحق اور دو زخمی ہوئے تو ہمارے شیخ صاحب محمد ابراہیم خاں صاحب دامت فیوضہم نے مبلغ پانچ روپیہ کا نوٹ ڈرائیور کو انعام میں دیا کہ ہم کو آہستہ لے چلو جب کہ ابن سعود لاکھوں گنی وصول کرے اور راستہ کو خراب رکھے تو یہ وبال بھی ابن سعود کی گردن پر رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ" **[اخبار الفقیہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷]**

سڑکوں کی خرابی

سڑکوں کی خرابی اور اس کے نام پر بھاری ٹیکس کی وصولیابی حجاج کو سفر کے دوران ٹوٹی پھوٹی سڑکوں کے سبب ہونے والی پریشانیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے:

"دوسری شکایت یہ ہے۔ کہ اگرچہ سڑکوں کے نام سے بہت بھاری ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن تمام عرب میں کہیں کوئی سڑک نہیں۔ کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہزارہا حاجی جاتے ہیں۔ اور بیشتر حصہ موٹر کے ذریعہ سفر کرتا ہے۔ لیکن یہ سفر اتنا تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے کہ کہیں موٹر کے پورے پہیے زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ کہیں موٹریں پتھروں پر سے اُچھل کر گرتی ہیں اور مسافروں کے ہاتھ پیر ٹوٹ جاتے ہیں۔ ڈرائیور اس بے پروائی سے چلاتے ہیں کہ بیٹھنے والے سخت مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں کسی کا چہرہ زخمی ہو جاتا ہے کسی کا سر پھٹ جاتا ہے۔

شیخ صاحب کا بیان ہے کہ تمام عربوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ ان میں ایک مجاہد اعظم پیدا ہوگا۔ جو ملت اسلامیہ کو متحد کر کے ساری دنیا پر اپنا سکہ جمائے گا کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ کے کسی بزرگ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص جس کے خدوخال مصطفیٰ کمال پاشا سے ملتے ہیں، ممبر پر کھڑا ہو کر یہ سمجھاتا ہے کہ اجنبی تسلّط ممالک اسلامیہ پر سے عنقریب اٹھ جائے گا اور اس کے بعد جو حکومت قائم ہوگی وہ خدا کی بادشاہت ہوگی۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸ر مئی ۱۹۳۵ء ص ۱۹]

ایک سید بزرگ حاجی کے حوالے سے حجاج کرام کے حجاز میں سفر کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے اخبار الفقیہ لکھتا ہے۔

"حجاج کی سب سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ آج تک مکہ شریف سے مدینہ منورہ تک ایک انچ سڑک بھی پختہ یا ہموار نہیں بن سکی لیکن حاجیوں سے معلم ۴ر کرایہ آمدورفت پیشگی وصول کر کے حکومت کے خزانہ میں داخل کر دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جدہ شریف میں جہاز سے اترتے یہ مبلغ ۶۷ روپیہ ایک آنہ بابت محصولات حج وصول کر لیے جاتے ہیں۔ لیکن اتنی معقول رقم ادا کرنے کے بعد حاجیوں کو لاریوں میں اتنے ہچکولے لگتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ اول تو ان لاریوں کو لاریاں کہنا بھی گناہ ہے کیوں کہ ان چھت ندارد ہر لاری کے اوپر کھدر یا لٹھے کی چادر بندھی ہوتی ہے۔ قدم قدم پر ایسے زبردست ہچکولے اور دھکے لگتے ہیں کہ ہر گھڑی حاجیوں کی ہڈی پسلی ٹوٹنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ یہ امر واقع ہے کہ مدینہ

شریف تک پہنچتے پہنچتے کئی آدمی زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک آدھ غریب الوطن مسافر کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی ایسا ہوا ہے۔ یہ لاریاں ٹوٹے پھوٹے چوبی تختوں کا مجموعہ ہوتی ہیں جن پر نہ کوئی گدیلا ہوتا ہے نہ حاجیوں کے آرام کی کوئی صورت۔ ان کے بعد ان بچاروں کے اسباب کی داستان بیکسی اور حالت کس مپرسی بھی کچھ کم تاسف انگیز نہیں ہے۔ ذرا امان کی کیفیت بھی سن لیجیے اسباب کو اوپر تو رکھ نہیں سکتے کیوں کہ لاری کی چھت تک ندارد باہر کی طرف پہلوؤں کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ سڑک پر قدم قدم پر گڑھے اور نشیب و فراز موجود ہیں اس لیے زبردست ہچکولوں کی وجہ سے راستہ میں مسافروں کا اسباب کھل کر گر پڑتا ہے۔ بس جس حرمان نصیب کا اسباب گر گیا پھر اس کا خدا حافظ۔ اسباب کا ملنا خیال است و محال است و جنون۔

غضب یہ ہے کہ لاری سسٹم سارے کا سارا اب حکومت کے قبضہ میں ہے عرب ڈرائیوروں کو نہایت معمولی تنخواہ پر ان لاری نما چھکڑوں کا انچارج بنا دیا جاتا ہے۔ قلیل تنخواہوں کی وجہ سے ان کی نظر حاجیوں کے مال پر رہتی ہے جو جس کے ہتھے چڑھ گیا وہ اس کے باپ دادا کی جاگیر ہے۔ علاوہ بریں یہ لوگ بڑا ظلم یہ کرتے ہیں کہ پندرہ پندرہ بیس بیس روپیہ لے کر وہ راستہ میں زائد سواریاں لاریوں میں ٹھونس لیتے ہیں جس سے وہ حاجیوں کے لیے جیل خانوں کی سنگین کوٹھری سے بھی زیادہ تکلیف دہ بن جاتی ہے۔ اگر سلطان ابن سعود اپنی توجہ مدینہ منورہ اور مکہ شریف کی درمیان سڑک کی تعمیر و مرمت پر مبذول کریں تو بہت تھوڑے خرچ پر یہ مبارک کام تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ کیوں کہ حجاز مقدس میں پتھر کی افراط ہے۔ نیز عرب مزدور دو وقت روٹی پر بھی پتھر توڑنے اور کوٹنے پر ہزاروں کی تعداد میں آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کار خیر پر ابن سعود اپنی توجہ مبذول کریں تو ان کے عہد کی ایک ایسی یادگار قائم ہو سکتی ہے جس پر عرب و عجم ہمیشہ کے لیے بجا طور سے فخر کر سکتے ہیں۔ نہر زبیدہ کے بعد مدینہ اور مکہ کی درمیانی سڑک تا قیامت صدقہ جاریہ کی صورت میں قائم رہے گی جس سے سارے عالم اسلام کے حاجیوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۱/ جون ۱۹۳۶ء ص ۸،۷]

حجاج سے کرائے وغیرہ میں لوٹ

ابن سعود کے حکم پر اونٹ مالکوں پر جبر کر کے حجاج سے ناجائز کرایہ کی وصولیابی کی گئی چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"حاجیوں کے ساتھ نرمی اور سلوک یہ ہوا کہ رابغ سے مکہ مکرمہ تک چار گنی (پونڈ) کرایہ مقرر ہوا تھا۔ حاجیوں سے وصول کر لیا گیا۔ مگر ہمارے روبرو اونٹ والوں کو ایک گنی فی حاجی دیا گیا۔" [۱۴/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۲]

حاجی عبد الستار صاحب کا بیان ہے:

"رابغ بندر سے مکّہ مکرمہ تک اونٹ کا بمع شغذف کے مبلغ ۵۰/ روپے کرایہ حاجیوں سے وصول کیا گیا۔ مگر اونٹ والوں کو صرف ایک ایک پونڈ دیا گیا۔ واپسی پر حاجیوں نے واویلا کیا۔ اور کہا کہ ہم لوٹ لیے گئے۔ ہم اتنا سخت کرایہ نہیں دے سکتے۔ ہم کو اجازت دے دی جائے کہ ہم جدّہ شریف کے راستے چلے جائیں۔ کونسل نے اطلاع دی ہے کہ راستہ کھلا ہے۔ اس پر مکّہ معظمہ سے رابغ شہر تک مبلغ ۸/ ۲۲ کرایہ لیا گیا اور اونٹ والوں کو مبلغ ۸/ دیے گئے۔ رابغ شہر سے رابغ بندر گاہ تک حاجیوں سے کرایہ مبلغ ۵۴/ وصول کیا گیا۔ اور اونٹ والوں .... کو دیا گیا۔ اور بقیہ مبلغ ۵۴/ فی اونٹ ابنِ سعود نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے حاجیون سے ناجائز وصول کیے۔" [اخبار الفقیہ: ۱۴/ اگست، ۱۹۲۵، ص، ۷]

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی کا بیان ہے:

"مَیں جہاز کرجستان سے راہِ مکہ ہوا۔ راہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ رابغ سے مکہ تک بھی امن سے پہنچے۔ رابغ میں نجدیہ کی حکومت ہے۔ مجھ سے معہ شغدف چھپن روپیہ اور خالی اونٹ کی اڑتالیس روپے لیے گئے۔ لیکن تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اونٹ والوں کو فقط ۱۲/ مجیدی فی اونٹ دیئے گئے۔ ہم نے اس کے متعلق عبد اللہ صاحب ٹھیکے دار لدھیانہ کی معرفت محکمہ سے سوال کیا: کہ اشتہارات میں تو پندرہ یا سترہ روپے لکھے گئے تھے، اب اس قدر زاید کیوں لیا گیا؟ تو اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ البتہ واپسی کے وقت فی اونٹ گیارہ

مجیدی وصول کیے گئے۔ مجیدی آج کل ۲۰؍ قرش کو چلتی ہے۔ اور روپیہ ۱۸؍ قرش کو۔ واپسی کے وقت شغدف کی ۱۲؍ مجیدیاں لی گئیں۔" [اخبار الفقیہ: ۲۸؍ اگست ۱۹۲۵ء، ص۶]

مولانا حاجی حسام الدین صاحب... ساکن کاشغر (چین) بیان کرتے ہیں کہ

"میں جہاز جہانگیر سے راہیِ مکہ ہوا۔ رابغ سے مکہ تک امن تھا۔ شندف کا کرایہ ۵۶؍ روپیہ لیا گیا۔ اور خالی اونٹ کا کرایہ ۴۴؍ روپیہ ۴؍ دن میں رابغ سے مکہ پہنچے۔ راستہ میں تکلیف نہیں ہوئی۔" [اخبار الفقیہ: ۲۸؍ اگست ۱۹۲۵ء ص۸]

مولانا امام الدین صاحب لکھنوی کہتے ہیں:

"ایک بات جو خاص طور پر قابل ذکر ہے یہ ہے کہ ہم سے اولاً یہ کہا گیا تھا کہ رابغ سے مکہ تک ۲۴ روپیہ وصول کیے جائیں گے۔ لیکن اس اعلان کے خلاف ارکان خلافت کمیٹی سے مشورہ کرنے کے بعد پھر دوسرے ۲۴ روپیہ وصول کیے گئے۔ یہ ۴۸ روپیہ صرف اونٹ کے تھے۔ اس میں آٹھ روپیہ اور شغدف کے لیے طلب کیے گئے، گویا اس طرح پر فی وانٹ مع شغدف کے چھپن روپیہ وصول کیے گئے۔ ہماری ہندوستانی خلافت کمیٹی کے مہربان حضرات نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اور جوان کے جبے اور عمامے کی صورت میں وصول ہوا ہندوستانی حاجیوں کی جیبیں یہ کہہ کر کٹوادیں کہ اس سال ہم اپنے ساتھ کنگال حاجیوں کو نہیں لائے ہیں بلکہ ہمارے ساتھ نہایت مالدار حاجی آئے ہیں۔ ابن سعود کی عقلی کیفیت اور قوت فیصلہ کا اس سے ثبوت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حجاج کو حکم دیا کہ حمیدیہ (کچہری) میں سب لوگ اپنا پاسپورٹ لے کر دستخط کرنے کے لیے آئیں اور فی پاسپورٹ نصف مجیدی ہمراہ لیتے آئیں۔ لیکن جب حاجیوں سے آدھی مجیدی وصول کرلی گئی تو انہیں ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے مشورے کے بموجب آدمی مجیدی کا.... ہندوستان کی خلافت کمیٹی کے ارکان کا مشورہ تھا۔'

[اخبار الفقیہ: ۷؍ ستمبر ۱۹۲۵، ص۷، ۸]

چٹاکانگ کے سب انسپکٹر عزیز الرحمن صاحب جنہوں نے حالات حجاز خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، بیان کرتے ہیں کہ:

"مکہ معظمہ میں پانی کی کچھ قلت تھی اور اشیاء خوردنی کی قیمتیں زیادہ تھیں جو حج کے

عین قریب آئے ان کو کرایہ زیادہ دیناپڑا وجہ یہ تھی کہ اکثر لوگ اپنے اپنے اونٹ لے کر نہیں آئے تھے کیوں کہ وہ زیادتی ٹیکس کے مخالف تھے لیکن سڑکیں پر امن تھیں اور حج امن سے گزر گیا۔"

[الفقیہ: ۲۹ر جولائی ۱۹۲۶ء ص ۴]

حجاج نجدی بد انتظامیوں سے پریشان

حاجی اسد اللہ اور غلام محمد صاحبان بیان کرتے ہیں کہ

"پھر ہم عرفات گئے اخراجات کے لیے معلموں نے ہم سے فی کس دس دس روپیہ بطور بیعانہ لیا اور کہا کہ کمی بیشی کا بعد میں حساب کر لیں گے۔ اور پھر منا میں اونٹوں پر لے گئے۔ اور کسی کو پانچ نمازیں نہ پڑھنے دیں کسی کو نہیں اتارا باوجود اس کے کہ ایک ایک ماہ قبل لوگوں نے اونٹوں کا کرایہ دے دیا تھا۔ مگر پھر بھی سخت بد انتظامی کی وجہ سے اونٹ نہ ملے اور پیدل جانا پڑا۔ حج کے موقع پر خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ واپسی کے وقت نجدیوں نے بری طرح اونٹ چلائے جس سے کئی عورتیں اور مرد نیچے دب کر مر گئے۔ اور جب ہم شیطانوں کو کنکریاں مارنے گئے تو اژدحام کی وجہ سے اونٹ والا ہمیں وہاں تک نہ پہنچا سکا۔ آخر ہم کو وہ اونٹوں کے نیچے سے لا کر واپس لے گیا۔ خطرہ تھا کہ کہیں ہم بھی نہ کچلے جائیں پھر جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو معلموں نے عرفات کا کل خرچ فی کس تینتیس تینتیس روپے لیا۔ ہم نے کہا کہ یہ ظلم تو شریف کے زمانہ میں بھی نہ تھا کئی غریب آدمی تھے ان کو اگر اتنے خرچ کا پتہ لگتا تو پیدل چلے جاتے کہ بعض غریب آدمی ہیں جو اتنی رقم نہیں دے سکتے اس پر انہوں نے ڈانٹ کر کہا کہ اگر کوئی نہیں دے گا تو ابن سعود اسے قید کر لے گا۔ نہر زبیدہ کا ۷ تاریخ سے پانی بند تھا۔ عرفات میں پانی خاطر خواہ تھا واپسی پر بھی پانی بدستور نہر زبیدہ میں بند رہا چھ سات روز وہاں رہے بدستور پانی بند رہا۔ بارش کا پانی ایک مشکیزہ سوا روپے میں ملتا ہے ایک شخص سے ہم نے قلت آب کا شکوہ کیا تو اس نے زور سے کہا کہ کون کہتا ہے کہ پانی نہیں ملتا میں نے اڑھائی مجیدی (فی مجیدی...) کا ایک کنستر لیا ہے ہم نے کہا کہ جس کے پاس اڑھائی مجیدی نہ ہو تو وہ

کیا کرے پھر وہ خاموش ہو گیا واپسی کے وقت جدہ تک فی کس اکیس اکیس روپے لیے گئے ہم نے جب معلموں سے گرانی کرایہ کا شکوہ کیا تو وہ بولے کہ ابن سعود کی طرف سے اعلان ہے اس میں نہ ہمارا دخل ہے نہ بدوؤں کا۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ ابن سعود ہم معلموں کو جو دس روپیہ ملتے ہیں اس میں سے آٹھ روپیہ لے لیتا ہے اور ہمیں صرف دو روپیہ ملتے ہیں۔ جدہ پہنچ کر وکیل کو ٹکٹیں دیں۔ یہ ٹکٹیں اگر صبح دیدیں تو چار بجے مل جایا کرتی تھیں لیکن ہمیں ۴ یوم تک ٹکٹیں نہیں ملیں اور وقت خراب کرتے رہے۔ ہم نے ٹکٹیں نہ ملنے کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی زیادہ رشوت دے اتنی جلدی اس کو ٹکٹیں مل جاتی تھیں۔ آخر قہر درویش بر جان درویش، ہم نے بھی پانچ روپیہ دے کر مشکل سے رات کے دس بجے چوتھے دن ٹکٹیں لیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹری کے فی کس سوا پانچ پانچ روپیہ ہم سے لیے۔ ڈاکٹری وغیرہ تو کچھ نہیں صرف ایک کاغذ پر مہر لگا کر دے دی۔ پھر کہیں خدا خدا کر کے کشتی پر سوار ہوئے۔ مگر پھر بھی فی کس کشتی والوں کو ایک روپیہ چھ آنہ چڑھاوا چڑھانا پڑا۔ پوچھا یہ کیوں؟ کہا کہ حکومت کا حکم ہے یہ ابن سعود کے آدمی تھے جو کشتیوں پر روپیہ وصول کر رہے تھے پھر اسباب چڑھانے کے لیے فی آدمی چار چار آنہ دیئے مگر پھر بھی انہوں نے اسباب نہ چڑھائے جہاز والوں نے چڑھائے پھر یہ مصرع پڑھتے ہوئے ہندوستان کی طرف رخ کیا ؎

صدقے اس انتظام کے کیا انتظام ہے

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴/ اگست ۲۶ء ص ۱۶]

حاجی محمد امرت سری بیان کرتے ہیں:

”جدہ سے مکہ کی طرف روانہ ہونے کے وقت موٹروں کا حال دریافت کیا تو موٹروں کا انتظام بہت خراب تھا سب موٹریں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ ۱۱ ذیقعدہ کو جدہ سے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے کرایہ فی اونٹ ۲۳ روپیہ مقرر رہے۔ مزید کہتے ہیں:

”واپسی کے وقت کوئی انتظام ٹکٹوں کا نہ تھا جو معلم اس لیے مقرر کیے وہ بہت پریشان کر کے ٹکٹیں دیتے تھے، معلم دھکے مارتے تھے۔ اور جدہ میں کوئی عدالت اس کی نہیں ہے جدہ میں عدالت نصاریٰ یعنی انگریز کرتے تھے۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ سب نجدیوں

سے بیزار ہیں یہ بد انتظامی دیکھ کر حکومت نجدیہ پر چار حرف بھیجتے ہیں۔"

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷]

حج کے دوران اونٹوں کی قلت

اونٹ مالکان پر جبر کیا گیا۔ انہیں حجاج سے زیادہ کرایہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ اور خود انہیں اس میں سے بہت تھوڑی رقم دی گئی جس کے سبب اونٹوں کے مالک گھروں کو چلے گئے اور اس وجہ سے حجاج کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حاجی محمد اعظم لدھیانوی کہتے ہیں:

"چند دیہاتی بدو اپنے اونٹ لے کر سلطان سے ناراض ہو کر واپس چلے گئے۔ تقریباً ۸ ر ہزار اونٹ واپس گئے۔ اس وجہ سے اونٹ ملنے میں بڑی دقت ہوئی۔ اونٹ کا کرایہ ۲۳ ر روپے تھا (مکہ سے عرفات تک) مزدلفہ میں بعد نماز عشاء اونٹ نہیں ملے۔ تین بجے شب تک لوگ روانہ ہوتے رہے۔ اونٹ نہ ملنے سے کوئی رکا نہیں۔ حج میں تمام لوگ گئے گو تکلیف سے گئے مگر سب کو حج ملا۔ منا کی گولہ باری کے بعد بہت سے حاجی مکہ واپس چلے مگر سلطان نے راستہ سے واپس بلا لیا، اس پر لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ بہتوں کو حج نہیں ملا۔

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص، ۱۳، ۱۴]

ٹائمز آف انڈیا کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"معلوم ہوتا ہے کہ حاجیوں کو سواریوں کے بارے میں سخت تکلیفیں ہوئیں اور بہت سے حاجیوں کو بغیر حج واپس آنا پڑا۔ اونٹ کے سوا اور کوئی سواری نہ تھی اور وہ بھی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا کیوں کہ ابن سعود کی حکومت نے اونٹوں پر بھاری ٹیکس عاید کر دیا تھا اس لیے اونٹوں والوں نے اپنے اونٹ سواریوں کے لیے نہیں بھیجے .... حاجیوں کو اس بات کی شکایت بھی تھی کہ نجدی پولیس میں خرابیاں موجود تھیں لیکن سڑکیں نہایت پر امن تھیں۔ [اخبار الفقیہ: ۲۸ ر جولائی ۱۹۲۶ء ص، ۴]

میاں مہر غلام رسول صاحب امرتسری کا بیان ہے:

"جدہ میں موٹروں کا کرایہ دریافت کیا تو پہلے روز فی کس پندرہ روپیہ تھے۔ پھر

تیسرے روز دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فی کس بیس روپے ہو گئے ہیں، مگر بغیر اسباب کے یعنی اسباب ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے۔ پھر ہم نے ایک معلم سے اونٹوں کا بندوبست کیا، فی کس اکیس روپیہ طے ہوا، روانہ ہوئے۔ مقام جدہ میں ذیقعدہ کا چاند نظر آیا۔ جمعہ مکہ معظمہ میں ادا کیا۔ صرف ایک روز مکہ معظمہ قیام کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، فی کس اونٹ آمد و رفت از مکہ تا مدینہ ایک سو چالیس روپیہ مقرر ہوئے۔"

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷]

ناجائز ٹیکس

حرمین طیبین خاص کر مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے والوں پر ناجائز ٹیکس عائد کر دیا گیا، جس کے سبب بہت سے حجاج کرام مدینہ طیبہ جیسے شہر میں اپنی حسرتیں پوری کرنے سے محروم رہے۔ ایک سید صاحب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"حکومت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ ایمان داروں اور عشق رسول کے متوالوں کو اس مبارک شہر میں ایک ہفتہ یا آٹھ روز سے زیادہ عرصہ کے لیے وہاں ٹھہرنا چاہے تو اس کو فی ہفتہ ایک گنی ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے تو یہی نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ نجدیوں کو مدینہ الرسول کی آبادی ایک آنکھ نہیں بھاتی، بلکہ وہ جبر او حکماً عشاق رسول کو شہر سے خارج کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حصول مقصد کے لیے انہوں نے نئے نئے ٹیکس اور سنگین محصول جاری کر رکھے ہیں۔ اخبار مزید لکھتا ہے:

"بعض اوقات عورتوں پر ایسے مظالم ڈھائے جاتے ہیں کہ جن کو بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور زبان خامہ پھٹ جاتی ہے۔ مدینہ شریف میں احترام کے پیش نظر حائضہ عورتیں زیارت نہیں کر سکتیں، لیکن وہاں انہیں ایک ہفتہ سے زیادہ ٹھہرنے کا حکم نہیں، اگر ٹھہریں تو فی ہفتہ ایک گنی ٹیکس ادا کریں۔ یہ بڑا ظلم ہے عشق رسول اور زیارتِ روضۂ اقدس کے شوق میں ایک عورت ہزارہا میل کا سفر طے کر کے مدینہ شریف پہنچتی ہے لیکن قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے وہ روضہ اطہر کی زیارت نہیں کر سکتی اور اگر اس کے پاس

ایک گنی زائد خرچ نہ ہو تو سلطان ابن سعود کے ظالم کارندے اسے بیک بینی و دو گوش مدینہ طیبہ سے خارج کر دیں گے اور وہ دست بدست دگر سے یا بدست دگر سے مدینۃ الرسول سے نکال دی جائے گی بغیر ایک گنی ٹیکس دیے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔"

[۲۱ر جون ۱۹۳۶ء ص ۸]

حضرت مولانا حاجی الحرمین الشریفین آغا خواجہ محمد حسن جان صاحب قبلہ سرہندی مجددی نقشبندی ساکن کوئٹہ لکھتے ہیں:

"شریف مکہ اور ترکوں کے زمانے میں زائرین فقرا مدینہ طیبہ کو کھلی اجازت ہوتی تھی کہ جب تک چاہیں اقامت پذیر ہوں، حکومت کی طرف سے نہ ان کو کوئی گرفت تھی اور نہ زر نقدی کا مطالبہ تھا۔ مگر اس حکومت نجدیہ نے یہ ظلم ڈھایا ہے کہ صرف آٹھ یوم کے لیے زائرین کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت ہوتی ہے، آٹھویں دن یا تو انہیں واپس کیا جاتا ہے یا اگر وہ زیادہ رہنا چاہیں تو فی یوم کے حساب سے ۲ر روپیہ تک جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس حرکت نازیبا سے جو شائقین دور دراز سے سفر طے کر کے وہاں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ابھی ان کے دل کے ارمان پورے نہیں ہوتے تو حکومت کا ڈنڈا انہیں مجبوراً واپس کر دیتا ہے، جس سے وہ شکستہ خاطر ہو کر حکومت نجدیہ پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے واپس ہو جاتے ہیں۔ اس مصیبت کے علاوہ ان کو ایک مالی مصیبت بھی در پیش آجاتی ہے کہ جدہ سے مدینہ طیبہ تک پونے تین سو میل کا فاصلہ ہے جس کا کرایہ ترکوں کے زمانہ میں ۳۰، ۵۰، تک تھا۔ شریف مکہ کے زمانہ میں ۸۰ خ ۷۰، تک پہنچ گیا تھا آج کل حکومت نجدیہ ۱۸۰، وصول کرتی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ زائد اخراجات اور راستوں کی سہولت میں خرچ کیے جاتے ہیں۔ آج ۱۴ر سال گزر رہے ہیں حکومت نجد نے ایک سڑک بھی تیار نہیں کرائی جو مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر منی تک پہنچ گئی ہو مگر ہاں منی کے قریب میں ایک شاہی محل ضرور نظر آتا ہے جس میں حاکم مکہ مع اپنی فوج کے رونق افروز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دقت زائرین مدینہ طیبہ کو یہ بھی پیش آتی ہے کہ جو مسلمان اپنی مستورات کو ساتھ لے جاتے ہیں کئی ایک عورتوں کو وہاں پہنچتے ہی حیض کا عارضہ پیش آجاتا ہے اس کی وجہ سے وہ

مسجد نبوی میں داخل ہو سکتی ہیں نہ روضۂ اطہر سے مشرف ہو سکتی ہیں اب آٹھویں دن بے نیل و مرام خائب و خاسر ہو کر حکومت نجد کے حق میں معلوم نہیں کیا کیا کہتی ہوئیں بدل تپاں بچشم گریاں واپس ہوتی ہیں مال بھی گیا تکالیف سفر کو بھی برداشت کیا مگر حکومت نجد کے ظلم و ستم نے پھر بھی ان کو کامیاب ہونے نہ دیا۔" [الفقیہ، ۷/ستمبر ۱۹۳۸ء ص۹، ۱۰]

ابن سعود اور چنگی کی وصولی

حجاج کرام سے ان کے مال کی چونگی، لی جاتی تھی فقراے حجاز پر خرچ کرنے کے لیے جو غلہ دوسرے ملک سے آتا اس پر بھی چونگی وصول کی جاتی تھی۔ کفن کے لیے جو کپڑا حجاج لے جاتے اس پر بھی چونگی لی جاتی تھی۔ مولانا مولوی ابویوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی، اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

"ناظرین اخبار پر مخفی نہیں کہ نجدیوں نے حاجیوں سے ان کے مال و اسباب کی چونگی لی۔ چنانچہ وہ غلہ گندم جو فقراے حجاز میں تسلیم کرنے کے لیے خدام الحرمین کا وفد ہمراہ لے گیا تھا ابن سعود نے اس کا محصول چونگی بھی وصول کیا۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ اس کا محصول معاف کیا جاے۔ مگر اس نے معاف نہ کیا۔ ۱۴/مارچ ۱۹۲۶ء کے الفقیہ میں مولانا احمد مختار صاحب کا ایک مراسلہ چھپا ہے جس میں مولانا فرماتے ہیں:

"کراچی سے ہمارے ساتھ صدر الوفد کے نام پر پچاس بوری گندم اسٹیمر جہانگیر میں آئیں ہیں پرسوں معافی حصول کسٹم کے لیے میں نے عبد اللہ زین العلی رضا صاحب گورنر جدہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ امر میرے اختیارات سے بالاتر ہے اختیار معافی حصول نائب السلطنت یا سلطان کو ہے۔ میں فوراً نائب السلطان کے پاس گیا اس سے کہا کہ یہ غلہ فقراے حجاز پر تقسیم ہو گا لہٰذا محصول معاف کیا جائے، تو مجھ سے وعدہ کیا گیا کہ کل صبح آدمی بھیج دینا میں افسر جمرک کے نام چٹھی دے دوں گا۔ کل اسی مضمون کا خط لکھ کر آدمی روانہ کیا اس کا جواب ملا، محصول معاف کرتے ہیں بشرطیکہ ہمارے مقرر کردہ لوگوں کے ذریعہ سے تقسیم کرو۔ یہاں سے فوراً جواب لکھ دیا کہ غلہ وغیرہ ضرور حجاز کے سربرآوردہ اور

واقف حال بزرگوں کی جماعت کے ذریعہ تقسیم ہوگا مگر سرکاری مداخلت کے بغیر اگرچہ ہم کو محصول ہی ادا کرنا پڑے۔" (چنانچہ محصول ادا کیا گیا)

اور الفقیہ حجاز نمبر میں حضرت مولانا نثار احمد کا بیان بطور سوال جواب طبع ہوا ہے۔ ان سے سوال ہوا۔

(س) داخلہ کا ٹیکس کس قدر دیا؟

(ج) فی ٹکٹ سات روپے لیے جاتے تھے بچہ بھی اگر ساتھ ہو تو اس پر بھی ٹیکس ہے جو ابن سعود لیتا ہے۔

(س) سامان کی چنگی اور حفاظت کا جدہ میں کیا انتظام ہے؟

(ج) چنگی بہت زائد لی جاتی ہے حتی کہ لوگ کفن کے لیے تھان لے جاتے ہیں ان پر بھی چنگی لی جاتی ہے رشوت بھی خوب چلتی ہے۔"

علاوہ اس کے جو لوگ حج کر کے آئے ہیں وہ سب متفق ہیں کہ نجدیوں نے حاجیوں سے چنگی لی۔

ابن سعود نجدی پر ایک غیر مقلد مولوی کا فتوے

نجدی حکومت کی اس چونگی سے متعلق انہیں کی جماعت کے ایک نامور مولوی نے حرام و ناجائز کا فتوی جاری کیا، مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی، اس فتوی کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اب چنگی لینے والوں پر مولوی عبد الاحد خانپوری غیر مقلد مقیم راولپنڈی کا فتوی سنئے۔ وہ اپنے چور وقہ میں جو انہوں نے ابھی شائع کیا ہے لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہئے کہ ملازمت چونگی کی حرام و سخت ہے اور گناہ کبیرہ و زنا سے بدتر علاوہ رشوت خوری ہے۔ دیکھو (مشکوۃ شریف ص ۳۱۰ سطر ۲۸)

ایک طویل حدیث ایک عورت غامدیہ کے بارہ میں جس نے زنا کا اقرار کیا اور سنگسار کی گئی اور رجم کی حالت میں خالد نے اس کو برا کہا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مهلا یا خالد فوالذی نفسی بیده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفر

ل رواہ مسلم۔

یعنی اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر یہ توبہ چنگی والا کرتا تو بخشا جاتا اس کو۔ اور مجمع البحار میں لکھا ص ۳۰۹ سطر ۱۵ حرف میم میں حدیث لا ید خل الجنة صاحب مکس اور سطر ۱۷ میں لکھا:

وفیہ ان المکس اعظم الذنوب وذلك لكثرة مطالبات الناس ومظلماتهم وصرفها

فی غیرو جہا انتہی۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونگی والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ چونگی کی ملازمت تمام گناہوں سے بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ بسبب کثرت مطالبات لوگوں کے قیامت میں اس کے اور حقوق ومظالم ان کے۔ اور صرف کرنا ان حقوق کا بیچ غیر وجہ ان کے، انتہی۔

اور علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اپنی کتاب زواجر جلد ا ص ۱۴۱ کبیرہ ایک سو اکتیس میں لکھا سطر ۲۸ میں جبایة المکوس والدخول فی شیء من توابعها الخ۔ اور وہ داخل ہے بیچ قول اللہ تعالیٰ کی، انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب الیم، یعنی سوائے اس کے نہیں کہ راستہ ملامت وسزا کا ان لوگوں پر ہے کہ ظلم کرتے ہیں لوگوں پر ناحق اور زیادتی کرتے ہیں زمین میں ناحق ان لوگوں کے واسطے عذاب ہے دردناک"

بجائے عربی عبارت کے ترجمہ لکھوں گا جس کو شک ہو وہ اصل کتاب دیکھ لے۔ ہم نے صفحہ وسطر وجلد و نمبر کبیرہ لکھ دیا ہے۔ اور چونگی والا ساتھ تمام اپنے اقسام کے لینے والا چونگی کا اور لکھنے والا اس کا اور گواہ اس کا اور تولنے والا اس کا اور ماپ کرنے والا اس کا، اور غیر ان کا یہ سب بہت بڑے مددگار ظالموں کے ہیں۔ بلکہ وہ خود ظالم ہیں اس واسطے کہ وہ لیتے ہیں وہ مال جس کے وہ مستحق نہیں ہوئے اور دیتے اس کو غیر مستحقین کو اور اسی واسطے نہ داخل ہوگا چونگی والا جنت میں۔ اس واسطے کہ گوشت اس کا پیدا ہوتا ہے حرام سے۔ چنانچہ آگے

آئے گا۔ اور نیز اس واسطے کہ انہوں نے اپنی گردن پر لیے حقوق و مظالم اللہ کے بندوں کے اور کہاں سے ہو سکے گا واسطے چونگی والے کے قیامت میں یہ کہ ادا کرے واسطے لوگوں کے وہ مال جو مال لیا ہے ان سے سوائے اس کے نہیں کہ وہ لیں گے اس کی نیکیاں اور وہ چونگی والا داخل ہے بیچ اس قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیا جانتے ہو تم کہ کون مفلس و نادار ہے؟ کہا صحابہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفلس بیچ ہمارے وہ ہے جس کے پاس نہ روپیہ ہو نہ رخت، فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے کہ آئے گا دن قیامت میں ساتھ نماز اور زکوۃ اور روزوں کے اور حال یہ کہ اس کو گالی دی اور اس کو مارا اور اس کا مال لیا۔ پس لے لے گا یہ شخص اس کی نیکیوں سے اور وہ اس کی نیکیوں سے۔ پس اگر فنا ہو گئیں اس کی نیکیاں پہلے ادا ہونے حق کے جو اس پر ہے لیے جائیں گے گناہ ان کے اور ان کے ڈالے جائیں گے اس پر۔ پھر وہ ڈالا جائے گا آگ میں۔ پھر حدیث بروایت احمد لایا، اس میں ہے: فان هذه الساعة يستجيب الله فيها الدعا الا يساحر او عشار،

یعنی رات کی اس ساعت میں اللہ عزوجل قبول کرتا ہے دعا ہر ایک کی سوائے جادوگر اور چونگی والے کے۔ اور ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت لایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لایدخل الجنة صاحب مكس، اور بہت احادیث لایا چونگی والے کے حق میں ایک حدیث میں فرمایا ان صاحب مکس فی النار یعنی چونگی والا دوزخ میں ہے۔ اور بہت بیان کیا تا ص ۱۴۴ سطر ۱۳۔ اور اقوال علما کے بھی لایا۔ اور ص ۱۴۳ سطر ۱۷ میں فرمایا،

وصح انه صلى الله عليه وسلم قال لايدخل الجنة لحم بنت مت سحت النار اولى به،

یعنی جنت میں نہ داخل ہو گا وہ گوشت کہ پیدا ہو حرام سے دوزخ کی آگ بہت لائق ہے ساتھ اس کے اور چونگی بدترین حرام ہے اور بہت بڑے حرام سے ہے۔

وقد جعل العلماء والمكاسين من جملة اللصوص وقطاع الطريق بل اشر واقبح،

یعنی تحقیق گردانا علما نے چونگی والوں کو چوروں اور رہزنوں کی جماعت سے بلکہ ان سے شریر زیادہ اور بدتر زیادہ انتھیٰ۔ پھر اسی چو ورقہ کے ص ۵ میں لکھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونگی والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

(۱۳) اور یہ چونگی کی ملازمت تمام گناہوں سے بہت بڑا گناہ۔

(۱۴) اور ظلم کرنا لوگوں پر اور تعدی بغیر حق کے۔

(۱۵) اور ان کے واسطے عذاب الیم ہے۔

(۱۶) اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے بحکم حدیث کی اس واسطے کہ ان کا تمام گوشت پوست حرام سے اگا ہوا ہے۔

(۱۷) اور اس واسطے کہ چونگی والوں نے اپنی گردن پر بیشمار بندگان خدا کے مظالم اور حقوق اٹھاتے ہیں ۔ ان چونگی والوں کی اگر حسنات ہوئیں تو قیامت میں حقوق والوں کو دئے جائیں گے۔ بعد ختم ہونے حسنات کے لوگوں کے گناہ چونگی والوں کے کے اوپر ڈال کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

(۱۸) اور چونگی والا مفلس ہو گا قیامت میں حسنات سے۔

(۱۹) اور چونگی والا دوزخ میں ہو گا بحکم حدیث کے۔

(۲۰) اور چونگی کی ملازمت بہت بری حراموں سے اور بہت بڑے حراموں سے ہے۔

(۲۱) اور بحکم حدیث جنت میں داخل نہ ہو گا وہ گوشت کہ حرام سے پیدا ہوا ہے دوزخ کی آگ لائق تر ہے ساتھ اس کے۔(انتھی مافی الفتوی)

قابل توجہ حامیان ابن سعود

اے ابن سعود کو آسمان پر چڑھانے والو اور اس کی توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والو اور اس کی ملوکیت کو خلافت راشدہ بنانے والو اور اس کے دور حکومت میں امن کے گیت گانے والو! لاہور کے زمیندارو! امرت سر کے سردارو! سیالکوٹ کے حامیو! ابن سعود نامیو! کیا آپ کا ابن سعود اس فتوی کے بق ظالم، جنت سے محروم نہیں؟ کیا اب بھی آپ اس کو مطابق اس فتوی کے مستحق عذاب الیم، دوزخ میں جانے والا، چوروں رہزنوں سے بھی زیادہ شریر اور بدتر اور قیامت میں مفلس نہ سمجھیں گے۔ کیا اب بھی کچھ عذر ہے۔ بینوا توجرو۔

نوٹ: اس فتوی کا لکھنے والا کوئی حنفی عالم نہیں ہے، بلکہ ایک مستند اہل حدیث غیر مقلد ہے۔
اس ملک میں چونگی کا محکمہ میونسپل کمیٹی کے ماتحت ہے۔اس لیے جو غیر مقلد مولوی ممبر کمیٹی ہیں وہ بھی اس فتویٰ میں داخل ہوں گے۔ لہٰذا غیر مقلدین کو لازم ہے کہ ہر گز کمیٹی کی ممبری نہ لیں۔ اور چونگی میں جتنے غیر مقلد محرر ہیں یک قلم سب کو مستعفی ہو جانا چاہیے۔
ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ۔

[الفقیہ: ۱۴ر ستمبر ۱۹۲۶ء ص ۲، ۳]

حجاج سے ناجائز وصولی میں ابن سعود کا فائدہ

جناب مولانا حاجی سید احسن صاحب کشمیری ریاست رامپور، ابن سعود کی حکومت میں حجاج کرام کے مال واسباب کے لوٹے جانے میں ابن سعود کا مالی فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”معلموں سے معلوم ہوا اور خود تجربہ ہوا کہ ابن سعود کو فی حاجی چودہ پندرہ گنی پہنچ جاتی ہیں۔ ہر معلم سے فی حاجی سلطان تیرہ روپیہ چودہ آنہ وصول کرتا ہے اور معلم فی حاجی ساڑھے سینتیس اس سے کم زیادہ پچیس روپیہ تک وصول کرتا ہے۔ موٹر مدینہ طیبہ کو ۱۶ گنی سے شروع ہوا آخر کو دس گنی تک ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارا موٹر سوا گیارہ گنی کو ہوا۔ ہم کو موٹر کمپنی سے معلوم ہوا کہ ابن سعود فی کس ساڑھے چھ گنی ہم سے لیتا ہے اور ڈہائی ریال شیخ البصر و فین کے اور کچھ رقم معلم کی بھی خفیہ ہوتی ہے۔ غرض موٹر والے کو تین گنی سے کچھ زیادہ ملتا ہے۔ اور ایسا ہی اونٹ میں اونٹ والے اور موٹر والے دونوں ابن سعود کو کوستے ہیں اور محصول بھی بہت سے ہیں صفائی نہر زبیدہ ایک روپیہ مدینہ طیبہ داخل ہو تو فی کس گیارہ آنہ جدہ میں جہاز سے اُترتے ہی کشتی کا ایک روپیہ جدہ کے وکیل کے تین روپیہ واپسی میں بھی جدہ میں تین روپے لیے جاتے ہیں غرض یہ ہے کہ چودہ گنی وصول کرتا ہے۔“

[اخبار الفقیہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷]

حجاج کے مال واسباب کی لوٹ مار

اخبار الفقیہ ایک حاجی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ

"معلموں کے خلاف عام حاجیوں کو شکایت ہے وہ چونکہ فصل حج کے کاٹنے اور بھیڑوں کی اون اتارنے میں حکومت کے دست وبازو کا کام دیتے ہیں اس لیے حکومت ان کے سیاہ وسفید کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوتی ہے۔ وہ حاجیوں پر بے حد مظالم کرتے ہیں بیچارے غریب الوطنوں کو ہر طریق پر لوٹتے ہیں۔ ان سے روپیہ ہتھیا لیتے ہیں، جیب کاٹ لیے جاتے ہیں، مال خورد برد کر لیا جاتا ہے۔" [۲۱ر جون ۱۹۳۶ء ص۸]

حرم شریف میں حجاج کا مال غیر محفوظ

ابن سعود کی بد نظمی کا اثر یہاں تک تھا کہ خاص حرم شریف میں چوری، کی جارہی تھی جیبیں کاٹی جارہی تھیں۔ معاصر اخبار انیس کے مکتوب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"حرم میں روزانہ چوریاں ہوتی ہیں جیبیں کاٹی جاتی ہیں کل شب کو ایک مصری عورت کے پاجامے سے پونڈ کاٹ لیے گئے" [اخبار الفقیہ: ۱۴ر جولائی ۲۶ء ص۴]

حاجیوں کے خلاف خلافت کمیٹی کی نجدی افسروں سے سانٹھ گانٹھ

مولانا امام الدین صاحب لکھنوی کہتے ہیں کہ:

"جس وقت کہ امیر علی کا یہ حکم مکہ میں پہنچا کہ حجاج جدہ سے جاسکتے ہیں تو تمام بخاری اور افغانی حاجی اور ایک کثیر تعداد میں ہندوستانی حاجیوں کی جدہ سے جانے کے لیے مصر تھی کیوں کہ اس راستہ سے ان کو بہت سہولت پہنچتی۔ لیکن خلافت کمیٹی کے ارکان نے حاجیوں کے اس آرام کا لحاظ نہ کرتے ہوئے حافظ وہبہ سے جو کہ ابن سعود کے افسر اعلیٰ ہیں کہا کہ حاجیوں کو سرکاری طور پر منع کر دیا جائے کہ حاجی جدہ سے نہ جانے پائیں۔

بالآخر حکومت نجدیہ نے اس کے مشورہ پر عمل کر کے حاجیوں کو رابغ کی ہی جانب سے جانے پر مجبور کیا واپسی کے وقت حاجیوں سے بارہ روپیہ فی کس وصول کیے۔ اور اس تخفیف کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ حاجیوں نے کہا کہ ہمارے پاس زائد روپیہ نہیں ہے ہم اس

سے زائد نہیں دے سکتے وگرنہ ہم جدہ سے جائیں گے۔"[اخبار الفقیہ:۷ر ستمبر ۱۹۲۵،ص۸]

وفد خلافت کمیٹی کا حاجیوں سے غلط برتاؤ

مولانا امام الدین صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:

"مجھ کو ارکانِ خلافت سے ایک خاص شکایت یہ رہی کہ بمبئی سے جاتے وقت تمام راستہ میں میں نے ان کا طرز عمل حاجیوں کے ساتھ حقارت آمیز دیکھا بخلاف اس کے کہ یہ لوگ جھک جھک کر انگریزوں کو سلام کرتے تھے۔"[۷ر ستمبر ۱۹۲۵،،۸]

ابن سعود کو اہل مکہ سے ٹیکس وصول کرنے کا خلافت کمیٹی کا مشورہ

مولانا امام الدین صاحب لکھنوی مزید کہتے ہیں:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت ارکان خلافت پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اہل مکہ ابن سعود کو قبول نہیں کرتے تو انہوں نے ابن سعود کو مشورہ دیا کہ جب یہ لوگ آپ کے اس قدر مخالف ہیں تو آپ ان پر ٹیکس کیوں نہیں لگاتے جس کے بعد سے ابن سعود نے ہر معلم پر فی نفر دو روپیہ ٹیکس کا مقرر کیا ہے۔"[اخبار الفقیہ:۷ر ستمبر ۱۹۲۵،ص۸]

ہندوستانی خیراتی رقم وفد خلافت کے ذریعہ، وہابیہ میں تقسیم

وفد خلافت ہندوستان سے اہل حجاز کے لیے جو مالی امداد حاصل کر کے لے گیا تھا وہ حجاز کے اصل حقداروں تک نہیں پہنچی۔ اراکین وفد خلافت نے عبد اللہ نامی وہابی کو ساری رقم سونپ دی اور اس نے قصداً وہابیہ ہی میں اس رقم کو تقسیم کر دیا اس طرح اصل حقدار ہندوستانی امداد سے محروم رہے۔ حاجی علی خان ساکن بریساں سویٹ، مقام موٹ بریابیان دیتے ہیں کہ

"خیرات کا جو روپیہ ہندوستان سے خلافت کے لوگ لے کر گئے تھے، وہ عبد اللہ وہابی کے ذریعے تقسیم کرایا۔ نیز عمر گھڑی ساز بھی اس تقسیم میں شریک تھا۔ یہ لوگ صرف چھانٹ چھانٹ کر وہابیہ ہی کو تقسیم کرتے تھے۔ اگر کوئی سُنی کسی طرح بے حیائی کر کے مانگ ہی بیٹھا تو ایک آدھ مجیدی پر ٹال دیتے۔ مجاورین حرم و خدام حرم شریف کو بھی بہت سے

بہت چار مجیدی دے کر ٹال دیا۔ ہاں وہابیہ کو ۳۰۔۳۰ مجیدی دیئے گئے۔ بچہ سے لے کر بڑے تک امیر علی کو چاہتے ہیں اور ابنِ سعود کی حکومت ایک آن کے لیے نہیں چاہتے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۶]

مکہ والوں کے ساتھ مالی خیانت

حاجی عبد القادر صاحب بیان کرتے ہیں:

"یہی عرب صاحب جو اس وقت قصور میں تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے کچھ مجیدیاں ایک دوکاندار کے پاس امانت رکھی ہوئی تھیں۔ اور رسید اس کے دستخط اس کے بعد موجود تھے۔ مجیدیاں طلب کرنے پر اُس نے انکار کر دیا تو یہ صاحب قاضی صاحب کے پاس رسید لے کر گئے۔ اور سارا قصّہ سنایا۔ قاضی صاحب نجدی ہیں۔ آپ نے دوکاندار کو بلایا۔ وہ بھی نجدی ہی ہو گا۔ روبرو ہونے پر رسید کو قاضی صاحب نے پھاڑ دیا اور کہا کہ جاؤ۔ یہ شریف کے زمانہ میں تم نے روپیہ امانت رکھا تھا اور شریف کے زمانہ میں ہی لے سکتے ہو۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۲]

حاجی عبد الستار صاحب بیان کرتے ہیں:

"ایک عرب نے کسی شخص سے کچھ قرضہ لینا تھا۔ گورنر مکہ کی خدمت میں مدعی نے حاضر ہو کر دادرسی چاہی اور رسید پیش کی۔ گورنر نے پوچھا: قرضہ کب دیا تھا؟ مدعی نے جواب دیا: شریف حسین کے عہد میں۔ گورنر نے بلا تامل رسید پھاڑ دیا اور کہا جب شریف حسین پھر آئے گا، وصول کر لینا۔ یہ ہے انصاف۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ اگست، ۱۹۲۵، ص ۶، ۷، ۸]

اہل مکہ اور نجدیوں کے مابین لڑائیاں

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی کا بیان ہے کہ

"ذرا ذرا سی بات پر اہلِ مکہ و نجدیہ میں لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلقات نہایت کشیدہ ہیں۔ اہلِ مکّہ نجدیہ سے تنگ ہیں۔ اور اس کو پسند نہیں کرتے

ہیں کہ ایک منٹ کے لیے نجدیہ کی حکومت وہاں رہے۔ وہ شریف حسین کے متعلق یہ کہتے تھے کہ شاید ابن سعود اس سے بہتر ہوگا۔ مگر اب انہوں نے اس سے بدرجہا بدتر پایا اور سخت نالاں ہیں۔ مکہ میں صرف دہلی والے علی جان کے لوگ ابن سعود کے طرف دار ہوتے ہین۔ باقی کوئی نہیں۔" [اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۶، ۷]

حاجی علی خان ساکن بریساں سویٹ، مقام موٹ بریا بیان کرتے ہیں:

"حج کے بعد دوروز مکہ والوں اور نجدیوں میں ان کے مظالم کے سبب لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں عبد اللہ عبد الحکیم پھر حالات ...... پتھر لگا اور سنا ہے کہ قمر احمد صاحب نے بھی بعض نجدیوں کے ہاتھوں بہت سے بید کھائے اور اُن کے بہت چوٹ آئی۔ باوجودیکہ خلافت کے آدمیوں کی ابن سعود کی طرف سے بہت خاطر و مدارات کی گئی۔ ہم جن معلّم کے یہاں ٹھہرے تھے، وہیں قمر احمد بھی ٹھہرے تھے۔ معلّم کا نام عبد الوہاب قمر الدین ہے۔ باناجی کے مکان میں خلافت وفد کا مجمع ہوتا تھا۔ سائن بورڈ لگایا گیا تھا۔ اس معلّم کی معرفت خلافت کے چار آدمیوں کے لیے اگال، مشلح، سمادہ، عبا وغیرہ سر سے پیر تک پورے جوڑے بھیجے گئے۔ ان چار آدمیوں میں قمر احمد بھی شامل تھے۔ ہم نے یہ بھی سنا کہ ۷۰۔۷۰ اشرفیاں اُس طرف سے دی گئی تھیں۔ لیکن گنتیوں کے متعلق کوئی خاص گواہی ہمیں نہیں ملی۔

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۵، ۶]

حجاز کے علما و رؤسا کے ساتھ ابن سعود کی زیادتی

ابن سعود نے حجاز اور گردونواح کے علمائے کرام اور شیوخ وغیرہ کو مدعو کیا۔ اور ان کے شایان شان انہیں آرامگاہ بھی نہیں دی گئی۔ بس یوں ہی جھوپڑیوں پر راتیں گزاریں اور ان پر مالی تعاون کا جبری حکم سنا دیا گیا۔ جس کی تعمیل کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اگر انکار کرتے تو سوائے ذلت و رسوائی کچھ ہاتھ نہ آتا۔ اس لیے بادل ناخواستہ اس کے اس جبری فرمان کو قبول کیا۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"حال میں سلطان ابن سعود نے سارے حجاز اور ملحقات کے علما اور روسا اور شیوخ

کو ریاض میں بلایا اور حجاز میں جتنی موٹریں چل رہی ہیں وہ بیگار کے طور پر اس موقع پر کام میں لائی گئیں۔ کرایہ ملنا کجا پٹرول بھی انہیں موٹر والوں کا خرچ ہوا۔ اس کا بھی دام نہیں ملا اتنی دور دراز کی مسافت راستہ کی پریشانی اور پھر ریاض پہنچ کر یہ صورت ہوئی کہ ہر شخص کو دو دو وقت کھانا اور تین وقت چائے دی جاتی تھی۔ جھوپڑیاں سونے کے لیے مل گئی تھیں۔ کئی روز تک ان سب کی نشست رہی کام صرف اتنا تھا کہ سلطان کو اس پر اصرار تھا کہ روپیہ سے مدد کرو تاکہ سامان حرب منگایا جائے، کیوں کہ مجبوراً شرق اردن یا عراق عرب پر حملہ کرنا پڑے گا اور جہاں ہم ان ممالک پر قابض ہو گئے پھر ساری مالی دقتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور سلطنت وسیع ہو جائے گی۔

مہمان سمجھے ہوئے تھے کہ اگر کچھ چون وچرا کی تو طویل موٹر کمپنی کے مالک کی طرح ریاض سے باہر جانا نہ ملے گا۔ چارو ناچار سب نے وعدہ کیا کہ اسی جلسہ میں یہ بھی طے ہوا کہ اگر جنگ چھڑی تو ہر ایک موٹر کمپنی سے پانچ پانچ موٹریں لے لی جائیں گی اور ان کا کوئی معاوضہ کمپنیوں کو نہیں ملے گا۔ فراہمی زر کے لیے سارے حجاز سے فی کس ایک پونڈ انگریزی چندہ لیا جا رہا ہے۔ نیز نجد و حجاز میں ان حملوں کے لیے فوجی بھرتی بھی جاری ہے۔ مگر حجازی لوگ اندر ہی اندر اس کی سخت مخالفت کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ انقلاب ہو کر رہے گا اور عہد سعودی چند دنوں کا مہمان ہے۔ یہاں یہ خبر گرم ہے کہ سلطان اخبار خلافت و اخبار ہمدرد کا کا داخلہ حجاز اپنے ہندوستانی مشیروں کی رائے سے بند کرنا چاہتا ہے۔“

[الفقیہ، ۷؍مارچ ۱۹۲۹ء ص ۹،۱۰]

اہل حجاز کی فاقہ کشی اور تنگ دستی

اخبار ہمدم کے حوالے سے الفقیہ میں حجاز مقدس کی رعایا کی تنگدستی کے حوالے سے ابن سعود کی سفاکانہ حرکتوں کا ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

”پیسہ اخبار لاہور نے آخر اس افسوسناک حقیقت کا پردہ فاش کر دیا جس سے ہندوستان کے خوش عقیدہ مسلمان بہت کم واقف تھے۔ اور ابن سعود کے پروپگنڈا کرنے

والے ان کو کسی طرح واقف نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ یہ کہ سلطان عبدالعزیز اگرچہ بڑے ہی منتظم قابل اور زمانہ رس حکمران ہیں، اور انہوں نے سرزمین عرب میں ایسا امن وامان قائم کیا ہے جو اس کو شاید کبھی بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کو کھانے کو نہیں ملتا۔ عرب بھوکوں مر رہے ہیں۔ ہم سے بھی اس کے متعلق عربوں نے بڑے رنج کے ساتھ شکایت کی بلکہ یہ بھی خواہش کی کہ ہم اہل ہندوستان سے اپیل کریں کہ وہ اپنے مصیبت زدہ اور فاقہ مست عرب بھائیوں کی مالی امداد فرمائیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ خود بھوکوں مر رہے ہیں ان کے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ وہ عربستان بھیجیں۔ لیکن ہم عصر پیسہ اخبار نے غریب عربوں کی فاقہ مستی اور خستہ حالی کی جو تفصیل شائع کی ہے وہ اس قدر درد ناک ور سنسنی پھیلانے والی ہے کہ ہمارے خیال میں ہر مسلمان اس کو سن کر کانپ اٹھے گا۔ اور اپنی زبان سے نہیں تو دل سے ضرور پوچھے گا کہ سلطان عبدالعزیز اپنی رعایا کی مصیبتوں سے کیوں متاثر نہیں ہوتے اور ان کی فاقہ کشی کا علاج نہیں کرتے آج کل یہ افسوسناک صورت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کسی شخص کو پروپگنڈا فردوسی کی طرح... تو اس کے تمام عیوب اور خامیاں نظر انداز کر دی جاتی ہیں ہر شخص بلا سوچے سمجھے اس کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے اس کی تعریف وتوصیف کے سوا جائز نکتہ چینی بھی قابل تعزیر سمجھی جاتی ہے۔

یہی حال سلطان عبدالعزیز کا ہے ایک غدار وطن کو ہزیمت دینے کے بعد سلطان عبدالعزیز سریر آرائے سلطنت حجاز ہوے بعدازاں ان کے مدحت سرائوں اور پروپگنڈا کرنے والوں نے ان کی تعریفوں کے ایسے پل باندھے کہ لوگ یہ بھی بھول گئے کہ سلطان عبدالعزیز کے معتقدات ایک زمانہ میں کیا تھے وہ کس طرح دولت برطانیہ کے خوشہ چیں یا پٹھو بنے رہے ایک عرصہ تک وہ اسلامی ریاست کو تماشہ بنائے رہے۔ اسی طرح ان کے حسن انتظام کی اتنی دھوم مچی ہوئی ہے کہ لوگوں کو اس بات کی بھی خبر نہیں کہ جس قوم سے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے اور جو ہر مسلمان کے لیے واجب التعظیم ہے۔ ابن سعود کی دل گستری کی بدولت بھوکوں مر رہی ہے سلطان نے جس قدر وہابیت پر توجہ کی اگر اسی قدر اصلاح کی طرف توجہ کرتے تو نہ ان کی رعایا آج بھوکی مرتی نہ

اہل حجاز کو یہ ڈر ہو تا کہ ایک روز اٹلی ان کے وطن کو ہڑپ کرلے گا۔

عرب کی بنجر زمین پر جو نا قابل زراعت ہے نہ باغبانی کے لائق نہ صنعتی ترقی کی استعداد رکھتی ہے اگر اس اقتصادی پستی کے زمانہ میں دوسرے ممالک کی نسبت زیادہ متاثر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ عربوں کی خوشحالی کا دارومدار ملکی پیداوار پر نہیں بلکہ حجاج کی آمد اور کثرت تعداد پر ہے۔ لیکن حکومت نے حج کے مصارف اس قدر بڑھا دیے ہیں کہ ازمنہ سابقہ کے مقابلہ میں وہ نہ صرف نا قابل برداشت بلکہ تباہی خیز درجہ پر پہنچ گئے ہیں جب حاجی اپنے ذاتی اخراجات پورے نہیں کر سکتے تو وہ محتاج عربوں کی کیا مدد کریں اسی طرح عربوں کی تنگدستی کی تمام تر ذمہ داری سلطان ابن سعود پر عائد ہوتی ہے موٹروں نے شتربانوں کا کاروبار اور روزگار بند کردیا۔ ٹیکسوں کی زیادتی سے حاجیوں کی تعداد گھٹ گئی رعایا بھی بھوکی مر رہی ہے اور ٹیکس بڑھ جانے کے باوجود اب سلطان کو اتنی آمدنی نہیں ہوتی جتنی کثرتِ حجاج کے سبب پہلے ہوا کرتی تھی۔ ظاہر ہے کہ مرض کی شدت کے لحاظ سے اس کا علاج بھی قوی ہونا چاہیئے تھا لیکن افسوس کہ سلطان کو سیاسی گتھیوں اور منصوبہ بازیوں سے فرصت ہی نہیں ملتی تا کہ وہ اقتصادی ترقی کی طرف متوجہ ہوں۔" [**اخبار الفقیہ: ۷/ اگست ۱۹۳۴ء ص ۸، ۹**]

ایک سید بزرگ حاجی کے حوالے سے اہل حجاز کی فاقہ کشی وبدحالی کا ذکر کرتے ہوے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"یوں تو سارے عرب کی تنگدستی اور افلاس عالم اسلام کے لیے تشویش کا باعث بن رہے ہیں اور حاجی اپنے چشم دید حالات کی بنا پر بیان کرتے ہیں کہ جنگل میں بھی اگر کہیں چند حاجیوں کو ٹھہرنے یا اترنے کا موقع پیش آجاے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گداگر عرب زمین سے نکل آئے ہیں اور خیرات کے لیے دست سوال دراز کر رہے ہیں نہ کوئی وہاں مکان نظر آتا ہے نہ گاؤں بیچارے درختوں پر گھانس پھونس ڈال کر اس کے نیچے شب بسری کرتے ہیں اور بخششیں وخیرات کی امید پر جیتے ہیں اگر تربوز کا چھلکا بھی پھینکو تو اٹھا کر چٹ کر جائیں گے کیوں کہ ان کے پیٹ معلوم نہیں کتنے دنوں سے بھوکے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک خوش پوش اور خوش وضع آدمی تمہاری طرف ملاقات کے لیے آرہاہے اس کی شکل صورت سے بھی دھوکا لگتاہے کوئی عالم ہے بابا فراغت شریف آدمی ہے لیکن تمہارے پاس پہنچتے ہی وہ ہتھیلی پھیلا دیتاہے۔ اور جو لفظ سب سے پہلے اس کی زبان سے نکلے گاوہ خیرات خیرات کالفظ ہوگا یہ سن کر حاجی ششدر و حیران رہ جاتاہے کہ یہاں گداگروں اور بھیک منگوں کی کتنی کثرت ہے۔ مدینہ کاافلاس تو شہرہ آفاق ہورہاہے۔ حکومت کی غفلت اور بے توجہی سے مدینہ الرسول جو عروج اسلام کے وقت دارالخلافت تھاجہاں سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلاجو کبھی عروس البلاد تھا، آج ایک اجڑی ہوئی بستی اور بے رونق شہر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا۳/۴ حصہ بے آباد پڑاہواہے اور صرف ۱/۴ حصہ میں مفلس اور غریب باشندے غریبانہ زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۱/جون ۱۹۳۶ء ص ۷،۸]

عربوں کا افلاس

شیخ علی احمد صاحب کا بیان ہے کہ

"سارے عرب پر ناداری اور افلاس کی مصیبت چھائی ہوئی ہے۔ جہاز سے اُتر کر زمین حجاز پر قدم رکھتے ہی ننگے بھوکے عرب خیرات مانگنے دوڑتے ہیں۔ اور ایک ٹکڑے روٹی کے لیے آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ اور تربوز کے چھلکے اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے جو پھینک دیئے جاتے ہیں، نعمت مترقبہ سمجھ کر کھالیتے ہیں۔ کھجور کی گٹھلیاں اور کہا جاتاہے کہ ہڈیاں تک پیس کر کھا جاتے ہیں۔ دیہاتی لوگوں یعنی بدوؤں میں سخت جہالت ہے۔ اگرچہ سلطان عبد العزیز کی انتظامی قابلیت نے جرائم کی روک تھام کر دی ہے لیکن بدّو جان دینا اور لینا کوئی بات نہیں سمجھتے۔ کہاجاتاہے کہ پہلے تمام عرب مسلح تھااور کوئی شخص ایسانہ ہواتھاجس کے پاس توڑے دار بندوق نہ ہو۔ لیکن اب تو کسی کے پاس تلوار بھی نظر نہیں آتی۔"

[۲۸/مئی ۱۹۳۵ء ص ۱۹]

علی احمد صاحب چوں کہ ابن سعود کے نظام کے قدرے مداح معلوم ہوئے، اس

لیے اخبار الفقیہ نے ان کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"شیخ علی احمد صاحب اور ڈاکٹر محی الدین صاحب دونوں سلطان عبد العزیز کے زمانہ شاہی اور... قابلیت کے مداح ہیں لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے ملک سے افلاس دور کرنے اور رعایا کی حالت درست کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی نہ حفظان صحت کا کوئی خیال ہے نہ کسی شہر میں کوئی محکمہ صفائی ہے سڑکوں کا کنارہ غلیظ پڑا رہتا ہے۔ اور پانی کی اس قدر قلت ہے لوگ مہینوں نہیں نہاتے۔" [اخبار الفقیہ: ۲۸ر مئی ۱۹۳۵ء ص ۱۹]

نہر زبیدہ کی صفائی کے سلسلے میں حکومت کی لاپرواہی

سن دو ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید کی اہلیہ محترمہ زبیدہ خاتون نے مکہ میں پانی کی قلت اور اس کے سبب اہل مکہ اور حجاج کو درپیش مشکلات کے پیش نظر ایک نہر تعمیر کرائی جس کا نام عین المشاش رکھا گیا لیکن پوری دنیامیں یہ نہر زبیدہ کے نام سے ہی مشہور ہو گئی۔ لیکن افسوس ابن سعود کے دور تسلط میں اس نہر کو پاٹ دیا گیا اور اس کے استعمال سے لوگوں کو روک کر انہیں پیاسا مارا گیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"معلوم ہوا کہ جدہ شریف میں پانی صاف کرنے کی مشین نصب کر دی گئی ہے تاکہ پانی صاف اور شیریں حجاج کو مل سکے مگر سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ کی صفائی کا انتظام کر دیا جائے یہ دنیا کی ایک مشہور نہر ہے اور اس سے اچھی نہر نظر نہیں آتی مگر افسوس ہے کہ اب وہ بالکل پٹ گئی ہے اور اس کے فوائد بہت کم ہوتے ہیں۔" [دبدبہ سکندری، ۱۷، ۲۴ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۲]

چاہ زم زم کو حجاج کے لیے بند کر دیا گیا

آب زم زم کی برکتوں سے کون محروم رہنا چاہے گا ہر مومن مکہ میں آب زم زم پینے کا خواہش مند ہوتا ہے مگر افسوس کہ ابن سعود نے اس مقدس پانی سے مسلمانوں کو محروم کرنے کی کوشش کی اور خاص چاہ زم زم کو بند کر دیا گیا تاکہ حجاج کرام اس سے پانی نہ پی سکیں۔ ملاحظہ فرمائیں، اخبار لکھتا ہے:

''کہا جاتا ہے کہ آب زم زم کے متعلق بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ اسے صرف چلو سے پینا چاہیے کیوں کہ یہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاہ زمزم ۱۵ر دن تک بند رہا ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس سے کس قدر لوگوں کو صدمہ و تکلیف ہوئی ہو گی۔'' [دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵ر جولائی ۱۹۲۷ء ص ۵]

پانی کی قلت اور حجاج کی اموات

نہر زبیدہ پاٹ دیا گیا۔ چاہ زم زم بند کر دیا گیا ایسی صورت میں عرب کے ریگستان میں پانی کی کس قدر اہمیت بڑھ گئی ہو گی یہ تو حجاج ہی جان سکتے ہیں۔ اسی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن سعود نے پانی بیچنا شروع کر دیا اور وہ بھی بھاری قیمتوں پر جس کے سبب غریب و نادار حجاج کرام پیاس کی شدت سے جان بلب ہو گئے اور بہت سے حجاج کرام پانی نہ ملنے کے سبب انتقال کر گئے۔ اخبار لکھتا ہے:

''عرفات میں پانی کی قلت کا یہ حال تھا کہ پانچ پانچ روپیہ میں پانی کا ایک چھوٹا سا کنستر ملتا تھا وہ لوگ جو اس قدر کثیر قیمت برداشت کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، ذی استطاعت لوگوں کے پاس جاتے تھے اور چلو بھر پانی مانگ کر اپنی پیاس بجھاتے تھے اور اگر نہیں ملتا تھا تو اس دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خشک زبان اور خشک لبوں کی حالت میں موت ہی اپنے جام سے ان کی پیاس بجھاتی تھی۔ بیشک ان کے لیے جنھوں نے اس طرح پیاس کی تکلیف سے اور صرف ایک پانی نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جانیں دی ہیں اللہ کے یہاں ایک اعلیٰ درجہ ہو گا لیکن جن پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے خدا ہی اپنی پکڑ اور عذاب سے انہیں بچا سکتا ہے پیاس اور گرمی کی یہ مصائب و شدائد کسی ایک قوم کے لیے محدود نہیں جس طرح لوگ عرفات میں مرے اسی طرح مزدلفہ میں بھی مرے البتہ منی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں زیادہ مرے نجدی وحوش کی حالت سب کو معلوم ہے۔ سخت دلی اور خود غرضی کا یہ حال ہے کہ اپنی آسائش کے سامنے انہیں کسی پر رحم نہیں آتا کہتے ہیں کہ اس سال حج میں ان کی تعداد اتنی نہ تھی جتنی گزشتہ سال تھی تاہم بیان

کیا جاتا ہے کہ ان کے اونٹوں کے قدوم نے بہتوں کو جام شہادت پلایا منی میں ہی استیلام کے وقت جب یہ اپنے اونٹوں پر آتے تھے تو گزشتہ سال کی طرح امسال بھی انہیں دوسروں اور پیدل چلنے والوں کی تکلیف اوران کے کچلنے کا ذرا خیال نہ آتا تھا۔ مکہ معظمہ میں پانی کی بہم رسائی کا سب سے بڑا ذریعہ نہر زبیدہ ہے۔ مکہ کے آگے بھی اسی نہر کا پانی نلوں کے ذریعہ سے لے جاتے ہیں۔ چناں چہ جن ایام میں مکہ سے آگے پانی لے جانا مقصود ہوتا ہے تو مکہ والوں سے کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے برتنوں میں چار پانچ دن کے لیے پانی رکھ لیں۔ گزشتہ سال منی کی واپسی پر پانچ دن پانی بند رہا۔ امسال بھی یہی شکایت تھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں مقیم تھے انہوں نے ایسی صورت کا اندازہ کر کے اتنا پانی رکھ لیا ہو کہ انہیں دقت نہ ہوئی ہو۔ لیکن جو لوگ اب واپس آئے تھے انہیں ظاہر ہے اس سے کس قدر تکلیف ہوئی ہو گی۔ پانی بند ہونے اور رکنے کے اسباب کا ہمیں علم نہیں، ممکن ہے کہ معقول وجہ ہو۔ لیکن اگر اس کا پہلے سے انتظام اور خیال کر لیا جاتا تو شائد وہ سد راہ نہ ہو سکتی۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۴]

مولانا سید احسن صاحب کا بیان ہے:

"پانی کی کئی ایک سبیلیں للہ دیکھیں پانی فیٹین دو آنہ مشک تین آنہ کو ملتی تھی... جبل رحمت یعنی عرفات پر بھی پانی کا انتظام ٹھیک تھا سبیلیں بھی کئی ایک دیکھیں نجدی پانی پلاتے تھے مگر پانی پلا بھی نہیں سکتے۔" [الفقیہ، ۱۴/ نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷]

ایک سید صاحب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"مرکز اسلام میں پانی ارزاں ہونا چاہیے لیکن افسوس کہ پانی کی گرانی حاجیوں کی پریشانی میں اضافہ کرتی رہتی ہے بیت اللہ شریف اور روضہ اقدس کے باہر وضو کے لیے حکومت کی طرف سے کوئی سبیل یا معقول انتظام نہیں ہے حاجیوں کو پانی قیمتی یا اجرت دے کر حاصل کرنا پڑتا ہے۔

[الفقیہ، ۲۱/ جون ۱۹۳۶ء ص ۸]

پیاس سے دس ہزار حجاج کی موت کا سانحہ

حاجی محمد طیب صاحب منیٰ میں افسروں کی لاپراوہیوں کے سبب پانی کی قلت اوراسی سبب سے قریب دس ہزار حجاج کرام کی شدت پیاس سے جاں بلب ہو کر دم توڑ دینے کا سانحہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

”اب منیٰ کا خیال آتے ہی حج کے واقعات پیش نظر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قبل حج افسر نہر اطلاع دے دی تھی کہ نہر کی درستگی ضروری ہے ورنہ حج میں پانی کفایت نہ کرے گا۔ چناں چہ اس کی طرف حکومت نے کوئی التفات نہ فرمایا۔ اور غالباً اس لیے کہ جس قدر حجاج مر جائیں گے اتنے ہی مسلمان بقاے دوام حاصل کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منیٰ، مزدلفہ، عرفات کے موقع پر ۴/ دن کے اندر دس ہزار بے چارے شدتِ تشنگی سے راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اور گور و کفن کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ کہیں عمّالِ حکومت نے ترس کھا کر پچاس پچاس کو ایک ہی گڑھے میں دبا دیا۔ کہیں گڑھا بھی نہیں کھودا صرف آس پاس سے مٹی کوڑا جمع کر کے نعش پر ڈال دیا۔ اور کہیں ایسا بھی نہ کیا کہ دیکھنے والے بچشم خود اس عبرت خیز منظر کو دیکھ لیں اور موت کو قریب تصور کر کے خدا سے ڈریں۔ مسجد خیف کے سامنے کچھ نہیں ۴۰۰۔ ۵۰۰ نعشیں بے گور و کفن پڑی تھیں۔ یہاں تو نہر کی خرابی سے یہ حالت حجاج کی تھی اور وہاں شریف صاحب کو چندہ بیت المقدس کی فکر۔“ **[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۴ء، ص ۱۰]**

سات ہزار حاجیوں کی جانوں کا اتلاف

نامہ نگار زمیندار کراچی نے حجاز سے واپس آمدہ حجاج کے حوالے سے پیاس سے وفات پانے والے حجاج کرام کی تعداد سات ہزار تک بتائی، جس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”زمیندار کے نامہ نگار کراچی نے واپس آنے والے حجاج سے معلوم کر کے جو کوائف ہمعصر موصوف کو لکھ کر بھیجے ہیں۔ ان کی ذیل میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امسال حاجیوں کو سالہاے گذشتہ سے کہیں زیادہ پانی کی تکلیف رہی۔ اور منیٰ و عرفات کے درمیان

قلتِ آب، شدتِ گرما، کثرتِ اژدحام کی وجہ سے قریباً سات ہزار حاجیوں کی جانیں عین ایامِ حج میں تلف ہوئیں۔ پانی کی گرانی کا یہ حال تھا کہ ٹین کا ایک کنستر اکثر چار مجیدی (تقریباً پانچ روپے) کو فروخت ہوتا تھا۔ یہ اطلاع انتہا درجہ دردناک ہے۔ اور اگرچہ ہمارے عقیدہ کے بموجب سات ہزار ایماندار بھائی یقیناً جنت کے مستحق ہیں، جنھوں نے اپنی جان حج کے اہم فریضہ دینی کی ادائیگی کے دوران جانِ آفرین کو سونپی۔ لیکن سلطان ابنِ سعود اور ان کی گورنمنٹ بڑے درجہ تک ان لوگوں کی اتلافِ جان کی ذمہ دار ہے۔ جس نے حاجیوں سے لاکھوں روپیہ ٹیکس وصول کیا۔ اور پھر بھی ان کی آسائش اور پانی جیسی اشد ضرورت زندگانی کا حسبِ دلخواہ انتظام نہ کر سکی۔

شریف حسین کے زمانہ میں ایک بار ساربانوں کی سختی کے باعث جو شریف کے زیادہ ستانے کے شاکی تھے۔ حاجیوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ منورہ سے دو منزل ادھر صحرا میں پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گئی۔ جن کی ہلاکت کا شریف ذمہ دار ٹھہرایا جاتا تھا۔ لیکن تعجب و افسوس ہے کہ سلطان ابنِ سعود باوجود اپنے وسائل کی وسعت کے مکہ معظمہ کے متصل اور حج کے مقام پر حاجیوں کی حفاظتِ جان کے لیے کافی انتظامات نہیں کر سکے۔" [الفقیہ: ۲۱ر جولائی ۱۹۲۷ء ص ۹]

اخبار دبدبہ سکندری میں ہمدرد دہلی کے حوالے سے لکھا ہے:

"ہمدرد کی ایک گزشتہ اشاعت میں ہم نے اپنے نامہ نگار کے بیان پر نہیں بلکہ اخبار زمیندار کے ایک نامہ نگار مقیم کراچی کے بیان کے حوالے سے شدید گرمی کی حالت میں بدانتظامی کثرت اژدحام اور قلت پانی کی تکالیف کی وجہ سے سات ہزار نفوس کے اتلاف جان کی اطلاع دی تھی۔" [دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵ر جولائی ۱۹۲۷ء ص ۴]

سات ہزار حجاج کی جانوں کا اتلاف اور ایک سو دس حاجیوں کی المناک گرفتاری

پیاس کے سبب سات ہزار حجاج کرام کی موت اور ۱۱۰ر حاجیوں کی گرفتاری سے متعلق اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"معزز معاصر روزانہ زمیندار لاہور کے نامہ نگار کراچی نے واپس آنے والے حجاج سے معلوم کر کے جو کوائف ہمعصر مذکور کو جو خود سعودی آرگن ہے لکھ کر بھیجے ہیں، ان کی ذیل میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ: امسال حاجیوں کو سالہائے گزشتہ سے کہیں زیادہ پانی کی تکلیف رہی۔ اور منی اور عرفات کے درمیان قلتِ آب کی وجہ سے قریباً سات ہزار حاجیوں کی جانیں عین ایام حج میں تلف ہوئیں۔ افسوس ہزار افسوس۔

حجاز سے واپس شدہ حاجیوں کی زبانی اطلاع ملی ہے کہ سلطان ابن سعود کی حکومت نے ۱۱۰/ جاوی حاجیوں کو گرفتار کر کے حکومت ہالینڈ کے سپرد کر دیا ہے۔ جزیرہ جاوا میں کچھ عرصہ قبل قوم بربر جماعت نے ڈچ حکومت کی سختیوں سے پریشان ہو کر آزادی کی جدوجہد شروع کی تھی مگر ہالینڈ کی حکومت اپنے وسیع ذرائع کی مدد سے ان کی تحریک کو دبانے میں کامیاب ہو گئی۔ غالباً یہ ۱۱۰ جاوی قوم بربر جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کو خدا کے گھر میں بھی امان نہیں ملی۔ اور گرفتار کر کے حوالے کر دیے گئے۔ یہ ایک موحد اور دیندار حکمراں کا کارنامہ ہے۔ [**دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۵**]

نجدی اونٹوں سے حاجیوں کی موت

حاجی محمد حسین کہتے ہیں:

"حج کے موقعہ پر خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ نہ کوئی سانڈنی ہی آئی۔ جس جگہ کنکریاں پھینکی جاتی تھی وہاں قیامت تھی لوگ پیدل دوڑتے تھے مگر نجدی اونٹوں پر دوڑتے تھے۔ بہت سے لوگ ان کے اونٹوں کے نیچے آکر مر گئے۔ بہت سی عورتیں پاؤں تلے دب گئیں۔ چناں چہ ایک مصری عورت اسی طرح مری پڑی پائی جن کے ساتھ بچے تھے۔ وہ سخت پریشانی کی حالت میں تھے۔ صفا اور مروا پہاڑ پر کوئی روشنی کا انتظام نہ تھا۔ اکثر نجدی اونٹوں پر سوار ہو کر گزرتے تھے۔ کئی لوگ اندھیرے میں آکر اونٹوں سے ٹکرا کر گر گئے۔ کئی مر گئے۔ رات اسی طرح مرے پڑے رہے۔ صبح اُٹھ کر ان کو نجدیوں نے پہاڑیوں کے نیچے پھینک دیا۔" [**الفقیہ، ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۷**]

زمانہ حج میں تقریباً بیس ہزار حجاج کی اموات

زمانہ حج میں دھوپ کی شدت راستوں کی بندش، پانی کی قلت اور نجدی اونٹوں سے دب کر مرنے والے حجاج کرام کی تعداد قریب بیس ہزار بتائی گئی۔

مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب برکاتی بیان کرتے ہیں:

"زمانہ حج میں پانچ سو اموات روزانہ مکہ میں ہوتے تھے اور وہ گندگی رہتی تھی کہ بازار، سڑک، محلہ حتی کہ حرمِ مبارک تک بلاناک بند کیے ہوئے پہنچنا مشکل تھا۔ جنت المعلی کے مقابر اور قبوں کے تمام ملبے لاکر انہیں سعی میں یعنی صفا و مروہ کے درمیان ڈال دیا گیا ہے۔ یہ پتھر بالکل ناتراش اور تکلیف دہ ہیں جس سے حجاج کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ موتیں مزدلفہ اور منی کے درمیان میں ۱۰؍ ذی الحجہ کو ہوئیں جس کی وجہ یہ تھی کہ اونٹوں کے باعث راستہ بند تھا۔ اور جو جہاں تھا وہیں بیچ راستہ میں دھوپ کی شدت میں پڑا رہا۔ جس سے بہت سے لوگ شعذقوں میں اور پاپیادہ تپتی زمین پر مر گئے۔

موتوں کی تفصیل اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ ۱۴؍ ذی الحجہ کو جب میں مکہ معظمہ سے طائف جانے لگا تو منی سے عرفات تک لاشیں ہی لاشیں نظر آئیں۔ مغرب کی نماز کے وقت ان لاشوں کے تعفن سے کسی جگہ ٹھہر کر نماز پڑھنا مشکل ہو گیا۔ بمشکل مزدلفہ میں نماز ادا کی۔ جب دس روز بعد طائف سے واپس آئے اس وقت ہم کو لاشے نہیں ملے۔ میدان صاف تھا۔ حاجیوں کی موت کی صحیح تعداد بتانی مشکل ہے مگر یہ تصدیقی طور پر معلوم ہے کہ صرف دس ہزار جاوی مرے کل تقریبا بیس ہزار اموات ہوئے ہوں گے۔ تین دن زمانہ حج میں جو موتیں ہوئیں ان کی تعداد ۷،٦، ہزار بتائی جاتی ہے۔"

[الفقیہ، ۷؍ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۷، ۸]

حاجی محمد اعظم لدھیانوی کہتے ہیں:

"منی میں نجدیوں کے اونٹوں سے متعدد آدمی دب کر مر گئے۔ مولانا حبیب

الرحمن لدھیانوی بھی تھے۔ بال بال بچے نجدیوں کی اونٹنیاں بڑی تیز رفتار ہوتی ہیں جن کو نہایت لاپرواہی سے چلایا جاتا ہے نجدی عورتوں میں پردہ شدت سے ہے۔

[۱۴،۷:اگست۲۶ء ص،۱۴]

جہازی کمپنیوں کا حجاج کے ساتھ ناروا سلوک

مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب برکاتی صاحب بیان کرتے ہیں

''سب سے بڑی مصیبت حجاج کو جدہ میں واپسی کے وقت ہوتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جدہ میں اگر حاجی کو جہاز کے انتظار میں دن سے زیادہ رہنا پڑتا ہے تو جہازی کمپنیوں کو فی کس ایک روپیہ کے حساب سے حکومت کو دینا پڑتا ہے۔ اس تاوان سے بچنے کے لیے جہازی کمپنیاں یہ کرتی ہیں کہ وہ حجاج کو دن جدہ میں ہونے کو آئے کشتی میں حجاج کو بھر کر دو دو دن تک سمندر میں رکھتے ہیں۔ ایک جدہ کی مصیبت جہاں نہ رہنے کا ٹھکانا ہے اور نہ پانی کا انتظام وہاں کی دن کی مصیبت کے بعد دو دو تین تین دن تک حجاج کے لیے سمندر میں کشتیوں پر پڑا رہنا حد درجہ مصیبت کا سبب ہے۔

اور یہ سب مصیبت اس لیے آتی ہے کہ جہازی کمپنی تاوان سے بچنا چاہتی ہے۔ اس طرح جو مصیبت حجاج پر آتی ہے اس کی ذمہ داری ابنِ سعود پر نہیں ہے۔ اگر کسی پر اس کی ذمہ داری ہے تو جہازی کمپنیوں پر جو تاوان سے بچنے کے لیے حجاج کو مصیبت میں ڈالتی رہتی ہیں یا پھر تو قونصل خانہ جدہ پر جس کا فرض ہے کہ وہ حجاج کے آرام کا خیال کرے۔ قونصل خانہ نے منشی مامور کیا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ انہیں اسی میں لطف آتا ہے کہ حجاج صبح شام جا کر ان کی درباری کیا کریں۔ اب حاجیوں کے لیے جہاز میں جو مصیبت ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ علاوہ اس کے کہ وہ جانوروں کی طرح بھر دیے جاتے ہیں۔ انہیں اس کا بھی موقع نہیں ملتا کہ وہ آرام سے نماز پڑھ سکیں۔ بعضوں کو تو محض اشارہ سے نماز پڑھتے دیکھا گیا۔ حالانکہ ہونا چاہیے کہ ہر جہاز پر نماز کے لیے ایک جگہ محفوظ اور صاف رکھی جائے۔

[۷/اکتوبر۱۹۲۷ء ص۷]

حجاج کے ساتھ جہاز میں جو جانوروں جیسا سلوک کیا گیا اس کے نتیجہ میں ۲۳ حجاج وفات پا گئے۔ اخبار لکھتا ہے:

''بمبئی میں جب سروستان جہاز داخل ہوا تو اس میں سے ۱۵۸۰ حاجی اترے ان میں سے ۲۳/ حاجی راستہ ہی میں جاں بحق ہو گئے تھے اوران کی میتوں کو سمندر میں ہی ڈال دیا گیا۔'' [الفقیہ، ۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء ص، ۴]

مقام منیٰ میں نجدیوں اور مصریوں کے درمیان جنگ

ابن سعود کی حکومت میں اس قدر بد نظمی تھی کہ حجاج کے ساتھ نجدی بد سلوکی کرتے انہیں کافر کہتے ان کو اپنے مذہب کے مطابق تعلیم دیتے وہ بھی جبراً ان کے مطابق شریعت اعمال پر طنز کرتے بلکہ ہاتھا پائی پر اتر آتے اسی نتیجہ میں مصری حجاج سے لڑائی ہو گئی جب کہ وہ محمل شریف سجا کر لے جا رہے تھے۔ چٹاکانگ کے سب انسپکٹر حاجی عزیز الرحمن جو اس واقعہ کے عینی گواہ ہیں اخباران کے حوالے سے لکھتا ہے:

''جب مصری محمل شریف کو سجا کر عرفات میں لے جا رہے تھے، تو نجدیوں نے طعنے دئے اور کہا یہ تو بدعت ہے اس کی وجہ سے مصریوں کو طیش آ گیا اور نوبت لفظوں سے گزر کر مکوں اور گھونسوں تک آ گئی۔ اس اثنا میں انہوں نے ہوا میں فائر کرنے شروع کر دیے۔ یہ واقعہ قافلہ کے عین بیچ میں ہوا اور لوگ خوف کے مارے ہر طرف منتشر ہو گئے۔ میں نے سنا ہے کہ ۲۵ آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ ۱۵/ منٹ کے بعد ابن سعود اپنے آدمیوں کے سمیت موقع پر پہنچ گیا۔ اور اس نے امن قائم کر دیا ورنہ نتائج خوفناک ہوتے۔ یہ واقعہ منیٰ میں ہوا جو عرفات کے راستہ میں ہے۔ اور حج سے پہلی رات کو ہوا میں اس حادثہ کی جگہ سے قریباً سو گز کے فاصلے پر تھا۔'' [الفقیہ، ۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء ص، ۴]

اخبار الفقیہ میں ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار کے حوالے سے ہے:

''مصریوں اور نجدیوں کی لڑائی کی بابت حاجیوں نے بیان کیا کہ نجدیوں نے مصریوں کو کافر کہہ دیا تھا۔ لیکن ابن سعود اپنے بیٹے سمیت موقع واردات پر فوراً پہنچ

گیااور جب وہ نجدیوں کو ٹھنڈا کرنے پر ناکام رہاتو اس نے مصریوں کو فائر کرنے کا حکم دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند نجدی ہلاک ہوگئے۔"[**الفقیہ،۲۸رجولائی۱۹۲۶ء ص،۴**]

حاجی محمد اعظم لدھیانوی نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

"تقریباً پانچ سو مصری خوبصورت سپاہی محمل کے ساتھ اپنی خوبصورت سرکاری وردی میں تھے۔ محمل کی شکل مثل صندوق کے ہے۔ اس پر یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھاہوا تھا۔ مصری کسی نجدی کو پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ نجدی غط غط و وخنہ قبیلہ کے آئے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی نے کہا کہ بھائی منیٰ میں پتھر مارنے کی کیاضرورت ہے۔ ھٰذا احمر عجیب۔ اسی پر پتھر مارو۔

چناں چہ انہوں نے محمل پر پتھر پھینکے۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جہاں مصری محمل ٹھہرا کرتا تھا اس جگہ غط غط نے بستر جمایا تھا وہاں سے انہیں ہٹانے میں لڑائی ہوئی۔ میرے خیال میں مشین گن سے ۳ منٹ تک مصریوں نے فائر کیے۔ نجدیوں نے بھی فائر سے جواب دیے۔ روایت ہے کہ مصری فوراً فوجی طور پر جنگی ترتیب سے تیار ہوگئے ان کے کمانڈر نے فوراً ان کو ملٹری طریقہ پر محفوظ پوزیشن میں کر دیا۔ پھر سلطان آئے اور امان امان پکارتے ہوئے موقع پر پہنچے۔ مصری کمانڈر نے اپنی حکومت کو تار دیا کہ اس فوج کی حفاظت میں محمل مدینہ پہنچ نہیں سکتا۔ سلطان نے مصری کمانڈر سے بہت معذرت چاہی۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اس فائرنگ میں غط غط کے پانچ شیخ مارے گئے۔ اور یہ لوگ مطالبہ کررہے تھے کہ مصریوں کو ہمارے حوالے کردو۔ اور سلطان کو دھمکی دیتے تھے کہ تم پر مقدمہ چلایا جائے گا کہ تو نے محمل کو ایسی صورت میں کہ اس پر یامحمد کا پنجہ لگا ہے کیوں آنے دیا۔ چناں چہ حج کے بعد دو روز غط غط اور سلطان منی میں رہے۔

قبیلہ غط غط کے لوگ بڑے تعلیم یافتہ اور عقائد کے بڑے سخت ہیں۔ ان کا ہشت سالہ لڑکا بھی نہایت فصیح و بلیغ تقریر کرتا اور احادیث بیان کرتا۔ مگر بہت وحشی ہیں ملتان کے رہنے والے ہندوستانی نہر زبیدہ کے انچارج و سلطان کے ملازم ہیں وہی رپورٹر کو خبریں دیا کرتے ہیں۔"[**۱۴،۷:اگست ۲۶ء ص ۱۳**]

حاجی محمد امرت سری کہتے ہیں:

"جس وقت مصریوں کا محمل جدہ میں آیا تو ان کے ساتھ اسلحہ بھی تھا۔ نجدیوں نے کہا کہ محمل کا جلوس نہ نکالو یہ تو شرک ہے۔ انہوں نے ہرگز نہ مانا۔ چناں چہ ان کے ہمراہ توپ خانہ تھا عربی گھوڑے تھے، سپاہی با اسلحہ تھے۔ مکہ کے لوگ سب جلوس کے انتظار میں تھے۔ چناں چہ رات کو بعد عشا کے محمل کو نکالا گیا۔ مقام منیٰ میں ان کی نجدیوں سے تکرار ہوگئی اور گولی چلی۔ پہلے نجدیوں نے حملہ کیا بعد میں مصریوں نے۔ پھر ابن سعود نے معافی مانگی۔ بہت سے اونٹ اور نجدی مرے۔" [الفقیہ، ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۷]

ابن سعود اور حکومت مصر کے تعلقات میں کشید گی

محمل شریف کو لے کر نجدیوں اور مصریوں میں مقام منی میں جو لڑائی ہوئی اس کے سبب مصری حکومت، سعودی حکومت و تسلط سے ناخوش تھی جس کے لیے امیر سعود نے مصری حکومت سے تعلقات کو استوار کرنے کے لیے مصر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"اسکندریہ سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امیر سعود (سلطان ابن سعود کا بڑا بیٹا) عنقریب مصر جانے والا ہے۔ اس کے ہمراہ مصری قونصل متعینہ جدہ بھی ہوں گے۔ امیر مذکور کی غرض یہ ہے کہ حکومت مصر اور حکومت حجاز کے تعلقات کو خوشگوار بنائے جو حال ہی میں مصری محمل پر بعض کٹر وہابیوں کے حملہ کی وجہ سے کسی قدر ناگوار ہو گئے ہیں۔"

[الفقیہ، ۲۱/ اگست ۲۵ء ص ۱۱]

مصری محمل مکہ مکرمہ نہیں جائے گا مصری حکومت کا اعلان

مصری حکومت نجدی حکومت سے پہلے ہی سے متفق نہیں تھی اور اب تو یہ جنگی معاملہ بھی سامنے آگیا تھا اس لیے مصری حکومت نے ایک سال کے لیے محمل شریف کو ملتوی رکھنے کا اعلان کر دیا۔ اور مصر میں سعودی نمائندہ کو کسی طرح کی رعایات دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ وہ مصری حکومت کی شرطیں منظور نہ کر لے۔ اخبار ملاحظہ کریں:

”قاہرہ ۱۸؍مارچ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مصری حکومت اس سال مکہ مکرمہ کو محمل شریف معمولی محافظ دستہ اور غلہ و نقدی کے تحائف کے ساتھ روانہ نہیں کرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ چوں کہ مصری حکومت نے سعودی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور ابن سعود نے مصر میں جو نمائندہ مقرر کیا تھا اسے اس وقت تک رعایات دینے سے انکار کر دیا ہے جب تک حکومت حجاز محمل شریف کے محافظ دستہ کے داخلہ کے متعلق حکومت مصر کی شرائط منظور نہیں کرتی۔ اس لیے دونوں حکومتوں کے درمیان تعلقات بہت کشیدہ ہو گئے ہیں۔ ابن سعود اوّل نے تو اپنی حکومت مصر کی روش کے جواب میں مصری سفیر کے کام میں روڑے اٹکانے شروع کر دیے ہیں۔ یہ سفیر ۱۹۲۴ء سے حکومت حجاز کی اجازت سے جدہ میں مقرر تھا اب مصری حکومت نمائندہ کو واپس بلانے کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔“

[الفقیہ: ۱۴؍اپریل ۱۹۲۹ء ص ۱۰]

ابن سعود کی محمل شریف سے متعلق رائے

اخبار لکھتا ہے:

”مسٹر قرن الشیطان ثانی کو جب مصریوں کی توپیں اور بندوقیں چلتی ہوئی نظر آئی تو بے ساختہ بول اٹھا کہ خبردار مصریوں کو کچھ نہ کہو محمل شریف کی عزت کرو محمل مقدس اور قابل تعظیم ہے۔ حالانکہ اس محمل کی حقیقت بقول مولوی ثناء اللہ صاحب صرف یہ ہے کہ یہ ہندوستان کے تعزیوں کی ایسی ایک چیز ہے جو تعزیہ کی طرح کاندھوں پر اٹھائی جاتی ہے۔ حضرت شیعہ خوش ہوں گے کہ اب شیخ نجدی کی ذریت ان کے تعزیہ کو برانہ سمجھیں گے۔ کیوں کہ ان کے روحانی مقتدا پیشوا امام نے محمل کو جو محض تعزیہ کی شکل کی ایک چیز ہے مقدس اور قابل تعظیم قرار دیا۔ اگرچہ اس رائے کو صرف مصریوں کی توپوں و بندوقوں نے پیدا کیا ہے۔“ [۷؍اگست ۱۹۲۶ء ص ۳]

دبدبہ سکندری میں محمل شریف کے ساتھ جو بینڈ باجے جاتے تھے ان سے متعلق ابن سعود کا بیان درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔:

"سلطان ابن سعود نے اعلان کیا ہے کہ مصر کے محمل شریف کے ساتھ بینڈ باجہ ہر سال جو آتا ہے وہ اس سال جدے میں روک دیا جائے گا اس لیے کہ میرے ہم مذہب اس بدعت کو مکہ مکرمہ میں پسند نہیں کرتے۔" [دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷ رمئی ۱۹۲۶ء ص ۲۱]

حرم کعبہ میں خونریزی

اسلام نے جس مقام پر مکھی مچھر تک کو مارنے کی اجازت نہ دی ہو وہاں انسانی خون بہانا بھلا کب روا ہو سکتا ہے؟ مگر ابن سعود نے حکومت واقتدار کی ہوس میں یہ کالا کارنامہ بھی انجام دیا۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر:

"حرم الشریفین اور مساجد میں خوں ریزی کرنا از روے احکام اسلام منع ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ابن سعود جس روز کعبۃ اللہ میں حرم مبارک کا تین دفعہ طواف کر چکے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے پیش قدمی کر رہے تھے کہ چند یمنیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ ایک حملہ آور کے ہاتھ میں خنجر تھا وہ سلطان پر خنجر سے وار کرنے کو ہی تھا کہ ولی عہد امیر سعود نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دھکیل دیا۔ ولی عہد کی بروقت مداخلت اور غیر معمولی جسارت کی وجہ سے ابن سعود کی جان بچ گئی۔ اسی وقت باڈی گارڈ کے ایک سپاہی نے گولی سے حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد ازاں کچھ اور آدمی ابن سعود پر لپکے مگر انہیں بھی گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اس طرح ولی عہد کی جانیں بچ گئیں۔ ابن سعود کے عہد میں حرم شریف میں بھی خوں ریزی ہوئی یہ ایسی بدنامی ہے جو قیامت تک یاد گار رہے گی۔ لیکن دانائوں نے سچ کہا ہے۔

بدنام ہوئے تو کیا نام نہ ہو گا

[الفقیہ: ۱۴ر اپریل ۱۹۳۵ء ص ۶]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ صحابہ کبار اور امہات المومنین کے مزارات کی بے حرمتی تو در کنار انہیں صفحہ زمین سے مٹا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا تھا۔ ابن سعود کے عہد نامسعود کی ایک یاد گار یا کسر باقی رہ گئی تھی اب وہ بھی پوری ہو گئی۔ یعنی حرم

پاک میں اب تک خونریزی نہیں ہوئی تھی اب وہ بھی ہو گئی۔ ابن سعود پر جس شخص نے قاتلانہ حملہ کیا برا کیا۔ لیکن چوں کہ ابن سعود اور ولی عہد سلطنت کی جان بچ گئی تھی اس لیے ابن سعود کو شاہانہ فراخدلی اور اسلامی فیاض سے کام لے کر حملہ آوروں کو معاف کر دینا چاہیے تھا۔ لیکن اگر ان کا ظرف اتنا وسیع نہیں ہے تو کم از کم وہ حملہ آوروں کو گرفتار کر کے باہر لے جاتے اور ان کے ساتھ بے حد ظالمانہ اور منتقمانہ سلوک کرتے۔ اس صورت میں بھی ان کی سفاکی پر کچھ نہ کچھ پردہ پڑا رہتا۔ جتنے حاجی حرمین شریفین سے واپس آتے ہیں وہ ابن سعود کے طرزِ عمل کے شاکی ہیں۔ ہمیں ہر سال متعدد حاجیوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے وہ سب متفق الزبان ہیں کہ ابن سعود کا سلوک حاجیوں کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے حاجیوں کو لوٹ رہا ہے۔ کمال پاشا اور رضا شاہ پہلوی پر کیوں قاتلانہ حملے نہیں ہوتے صرف اس لیے کہ وہ پبلک کے خادم ہیں لٹیرے نہیں ہیں۔ ہم نے گزشتہ سال بھی لکھا تھا کہ ابن سعود کو پبلک آواز سنی چاہئے اور جن امور کے متعلق عوام کو شکایت ہے بلکہ شکایت نے اب انقلابی صورت اختیار کر لی ہے اس کا ضرور سدباب کرنا چاہیے۔ پبلک کے مطالبہ کو کلام اللہ اور حدیث شریف کی روشنی میں پورا کرنا ضروری ہے۔

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

[الفقیہ: ۱۴/ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۶، ۷]

حرم کعبہ میں خونریزی کے صحیح حالات

ابن سعود کے سپاہیوں کی خون آشام چیرہ دستیاں

جب ابن سعود کے حواریوں نے مذکورہ بالا واقعہ کو چھپانے کی ناپاک کوششیں کیں تو اخبار الفقیہ کے مدیر محترم نے اصل واقعات کو من وعن بیان کرتے ہوئے لکھا:

”معزز معاصر پیسہ اخبار اپنی اشاعت ۱۸/ اپریل میں واقعات حرم کعبہ میں خوں ریزی کے متعلق لکھتا ہے جس کو ہم بھی اپنے معتبر حاجیوں کی زبانی سن چکے ہیں جو من وعن درست ہے۔ جس کو ابن سعود اور اس کے حواریوں نے دوسرا رنگ دے کر مسلمانان عالم

پر ظاہر کیا ہے جو غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں ہم اصل واقعات درج ذیل کرتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں (ایڈیٹر)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید فرقان حمید میں مکہ معظمہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

ھٰذا البلد الامین یعنی یہ دیار مقدس امن کا شہر ہے جو شخص یہاں پہنچ گیا وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آگیا۔ پس ہر ایمان دار کا فرض ہے کہ اس کے اندر کسی جان دار پر قاتلانہ حملہ نہ کرے ایام حج میں حرم کعبہ کے اندر توجوں مارنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ اللہ کی مساجد بیت اللہ شریف یا آستانہ نبوی پر شاہ و گدا سب برابر ہیں۔ اسلامی مساوات ایسی بے نظیر اور عدیم المثال چیز ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسی مساوات کو دیکھ کر اقوام دنیا حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ اور اسی مساوات اسلامی سے متاثر ہو کر لاکھوں انسان آغوش اسلام میں آجاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک جاذب اصول ہے کہ خدا کے حضور سب انسان برابر ہیں وہاں اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم، تحقیق اللہ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ بزرگ ہیں جو پرہیزگار اور متقی ہیں۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنے نفسانی تکبر اور ذاتی فخر و غرور کی خاطر نظر انداز کر رہے ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں کیوں کہ اسلام کی خوبیوں اور اس مقدس مذہب کی قابل فخر روایات کو اپنے افعال سے مٹا رہے ہیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ منافق ہیں یا قرآن و حدیث کو عملی طور پر نسیاً منسیا کرنے کی آرزومند ہیں۔

خون ناحق:۔ دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ سلطان ابن سعود پر عین حالت طواف میں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ چناں چہ یہ خبر بجلی کی طرح اطراف واکناف عالم میں پھیل گئی۔ سلطان کی سلامتی پر شاہان فرنگ نے مبارکباد کے تار بھیجے۔ لیکن جب حاجی لوگ بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر واپس پہنچے تو ان کی زبانی جو حالات معلوم ہوئے ہیں وہ بے حد قلق انگیز اور رنجدہ ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ ایک زیدی طواف کے دوران میں حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھا لیکن ابن سعود کے باڈی گارڈ کا ایک سپاہی اسے چلا کر کہنے لگا تم یہاں سے ہٹ

جاؤ! سلطان آرہے ہیں۔ زیدنے جواب دیا یہاں پر اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے خدا کے گھر میں شاہ و گدا کا کوئی فرق نہیں ہو سکتا نہ ہونا چاہیے۔ اپنی باری پر سلطان ابن سعود شوق سے بوسہ دیں اس پر سعودی سپاہی نے زیدی کو بندوق کا کندہ مارا اس نے سپاہی کو تھپڑ رسید کیا۔ ان دونوں کا معاملہ تو برابر ہو چکا تھا۔ لیکن ایک دوسرے سپاہی نے زیدی کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اپنے بے گناہ ساتھی کو قتل اور خون ناحق سے متاثر ہو کر ایک دوسرے زیدی نے سلطان ابن سعود پر حملہ کرنا چاہا لیکن وہ بیچارہ بھی وہیں قتل کر دیا گیا۔ ہم زیدیوں کے طرفدار نہیں لیکن ابن سعود کو اپنے سپاہیوں سے شریعت حقہ اسلام کی روشنی میں بازپرس کرنی چاہیے۔ انہیں حرم کعبہ کے اندر قتل کرنے کا کوئی حق نہیں تھا جس سپاہی نے زیدی حاجی کو قتل کیا وہ واقعی مجرم ہے۔ بلکہ البادی اظلم یعنی ابتدا کرنے والا ظالم ہے کے ماتحت اس نے ظلم کیا جس کی سزا اسے ضرور ملنی چاہیے۔

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ سلطان ابن سعود کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا نیز ان کے کسی محافظ کو بھی گزند نہیں پہنچا تھا پھر حرم کعبہ کے اندر خونریزی کیوں گئی۔ سلطان کو اس وقت محافظ حرمین شریفین کی پوزیشن حاصل ہے انہیں اول تو عفو شاہانہ سے کام لے کر اپنی عالی حوصلگی، علو ہمتی اور اخلاق عالیہ کا ثبوت پیش کرنا چاہیے تھا، لیکن اگر وہ ان سے عاری ہیں تو زیدی حاجیوں کو گرفتار کر کے حرم شریف سے باہر لے جاتے اور ان کے ساتھ جو سلوک چاہتے کرتے۔ حاجیوں کی زبانی جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے قتل و مقاتلہ کی ذمہ داری سلطان ابن سعود اور ان کے سپاہیوں پر عائد ہوتی ہے۔ سلطان کے نادان دوست اخبارات میں لمبے چوڑے مضامین شائع کر رہے ہیں اور کرتے ہیں، لیکن ان کے لاطائل مضامین واقعات پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس قسم کے افسوسناک اور نامشروع حوادث کا یہ اثر ہوگا کہ عالم اسلامی سعودی حکومت کی سختیوں سے روز بروز بدظن ہوتا جائے گا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجیوں کی تعداد اور بھی گھٹ جائے گی۔ فی الحال نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جہاں پر ہر سال لاکھوں حاجی جمع ہوتے تھے اب ان کی تعداد گھٹ کر چالیس ہزار تک رہ گئی ہے۔ حاجیوں سے گراں محصول اور بھاری ٹیکسوں کی وصولی سے سلطان اور اس کی حکومت نقصان

اٹھا چکی ہے۔ بدانتظامی اور حرم کعبہ میں خونریزی کا اثر اور بھی زیادہ مذموم ہو گا۔ ہم محض اصلاح اور خیر خواہی کے پیش نظر سلطان ابن سعود اور عمال حکومت سے پرزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ حاجیوں کے آرام وآسائش اور انتظام حج کی اصلاح میں لگ جائیں۔ ورنہ عربوں کا افلاس اور تنگدستی پہلے ہی مشہور آفاق ہے، ایسا نہ ہو کہ حاجی گھٹتے گھٹتے سینکڑوں تک جا پہنچیں۔ اور عربوں کا یہ ذریعہ آمدنی بھی مسدود ہو جائے اور ایک جلیل القدر قوم دنیا سے مٹ جائے۔" [۲۸/ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۱۷، ۱۸]

اخبار ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"سلطان کا ایک وظیفہ خوار اخبار حرم کعبہ پر خونریزی پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ من دخلہ کان امنا، لیکن باوجود اس کے بڑی دیدہ دلیری سے لکھتا ہے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم پاک کی حدود میں قاتلوں سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ افسوس ہے کہ چاندی کی چند ٹکلیاں اچھے بھلے سمجھ دار انسان کو گمراہ کر کے اسے کیسی کیسی مذبوحی حرکات اور کتنے بڑے افترا پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ یہ خدا کے بندے اتنا نہیں سوچتے کہ حرم پاک میں کونسا قتل ہو گیا تھا جس کا قصاص لینا ضروری تھا۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ احرام باندھنے کے بعد حاجی لوگ کون سے اسلحہ اپنے ساتھ حرم کعبہ کے اندر لے جاسکتے ہیں۔ بالفرض اور جھوٹی تاویلیں اور گڑھی ہوئی خبریں سچ بھی مان لی جائیں تو بھی سلطان اور اس کے سپاہی الزام قتل سے بری نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ ان کا کوئی فرد نہ قتل ہوا نہ کسی کے قتل کا امکان ہو سکتا تھا کیونکہ سلطانی باڈی گارڈ کے سپاہی مسلح تھے۔ جب ایک سپاہی نے مقتول حاجی کو بندوق کا کنداک مارا۔ تو زیادہ سے زیادہ اس بیچارے نے یہ کیا کہ ابتدا کرنے والے کے منہ پر کنداک یا تھپڑ کے بدلے صرف تھپڑ رسید کیا۔ حالانکہ حرم کعبہ میں جو مسلمان داخل ہو جائیں وہ حفظ امن میں آجاتے ہیں۔ علاوہ بریں چونکہ شاہی پارٹی کا کوئی فرد قتل نہیں ہوا تھا اسلیے قصاص لازم نہیں آتا۔ سلطان ابن سعود کے سپاہیوں کی سراسر زیادتی ہے کہ انہوں نے دو تین بے گناہوں کو حرم کعبہ کے اندر شہید کر دیا۔ مسلمان کو قاتلوں سے باز پرس کرنی چاہیے اور مقتولین کے ورثا کو خون کا قصاص دلانا چاہیے۔ ورنہ وہ جانتے ہیں کہ انجام ظلم کا برا ہوتا ہے۔ اور منتقم حقیقی

کا انتقام کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ ظالم کو یاد رکھنا چاہیے۔ دیر گیر د سخت گیر د مر ترا۔"

[الفقیہ:۲۸/ مئی ۱۹۳۵ء ۲۰]

حرمین شریفین کی بدحالی

مولانا سید احسن صاحب حرمین شریفین کی بدحالی کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

"حرم شریف کے اندر کھجور کے درخت جو آپ نے نقشہ میں دیکھے ہیں، امسال وہ بھی اکھاڑ دیے گئے۔ اور بیر فاطمہ مقفل کر دیا گیا کہ بدعت ہوتی ہے۔ حرم شریف کے دیواروں پر گرد جمی دیکھی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر جو پردہ سبز رنگ کے پڑے ہیں وہ ترکی زمانہ کے ہیں مگر دریدہ بریدہ ہو چکے ہیں۔ قالین استنبولی ریاض کو بھیج دیے گئے۔ اور قیمتی سامان طلائی وغیرہ جھاڑ وغیرہ سب اٹھا لیے گئے۔ امام تین سو ساٹھ موقوف کر دیے گئے۔ یہاں پر بھی نجدی امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں۔ غرض ابن سعود حرم شریف میں ایک پیسہ لگانا بھی نہیں چاہتا۔ مگر حرم سے کھانا خوب چاہتا ہے۔ خدا جانے یہ کون سا مذہب ہے جس چیز کو برا بتائیں اور اس کی کمائی خوب کھائیں۔ تو ریہ حلال بوٹی مردار۔ اگر آپ چاہو تو مرمت کرادو۔ قلعی کرادو۔ مگر اجازت لینا ہوگی۔ بقیع طیبہ یہاں پر بھی ایک گارڈ معہ گولی کھڑے ہو کر پہرہ دیتا ہے کہ بوسہ وغیرہ نہ لے۔ یہاں پر بڑے بڑے صاحبان کے نشان قبر موجود ہیں۔ باقی ایک آراضی مزروعہ کی شان ہے۔ ایسی ہی سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان قبر موجود ہے۔ اور قبہ اور مسجد مسمار کر دیا۔ غرض بزمانہ حج ہر متبرک مقام پر پہرہ رہتا ہے۔ مسجد قبا وغیرہ۔ خیر دیکھا گیا کہ مدینہ طیبہ تین حصہ ویران ہے اور باشندے نہایت مفلس ہیں۔ بڑے علیم باتواضع سوال نہیں کرتے فاقہ کر لیتے ہیں۔ صورتیں نہایت نورانی دیگر یہ کہ اس وقت قریباً پانچ سو لڑکیاں جوان العمر محروم القسمت موجود ہیں۔ مگر مرد موجود نہیں۔ سابقہ لوٹ مار میں طائف شریف اور مدینہ شریف کے لوگ بہت قتل کیے گئے بدیں وجہ مردوں کی کمی۔ بیوائیں زیادہ ہیں۔

ناظرین! میں واللہ سچ عرض کرتا ہوں کہ مدینہ شریف خزاں رسیدہ ہے۔
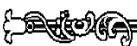
مسلمانوں کو چاہیے کہ کچھ حصہ ضرور لیں اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی حاصل کریں۔ چودہ محرم الحرام کو مدینہ شریف میں خبر تھی کہ نجدیوں پر عبد اللہ نے شب خون مارا سرحد پر اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ہم کو راستہ میں بہت موٹر سرحد پر جاتے ملے ابن سعود نے بھی صفا مروہ کے بازار میں جنگ کا اظہار کیا غرض جنگ شروع ہو گئی ہے۔"

[الفقیہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷، ۸]

حاجی محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

"ملک کی رعایا پر جناب جلالت الملک کا اثر اس درجہ ہے اور اس درجہ بدوی قبائل مانتے ہیں کہ قافلہ جات مدینہ طیبہ بربادی کا تحفہ لیے ہوئے منزلوں نکل کر واپس آتے ہیں۔ اب آخر میں بعد حج معدودے چند خواص کو براہ دریا محض یہ دھبہ دور کرنے کے لیے اور اخبارات میں لمبے چوڑے مضامین لکھنے کے لیے کہ راستہ پُر امن ہے قافلہ جاتے ہیں، بھیجا گیا ہے۔ اس سال حج میں ۴ لاکھ یا ۵ لاکھ آدمی ہے اب اگر یہ دیکھا جائے کہ کتنے نفر اس میں سے مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو سکے تو حکومت کے اقتدار و طاقت کو جو کہ خلافت کے لیے جزا عظم ہے کافی پتہ چل جائے گا۔" **[الفقیہ: ۲۸ر اگست ۱۹۲۴ء، ص ۱۰]**

حرمین میں نجدیوں کی امامت

مولانا سید احسن صاحب کشمیری بیان کرتے ہیں:

"بیت اللہ شریف کے اندر چاروں مصلوں پر نجدی امام نماز پڑھاتے ہیں اور حجر اسود کے بوسہ لینے پر بید سے مارتے ہیں... اور پہاڑی جس پر امام خطبہ پڑھتا ہے اب اوپر جانے کا حکم نہیں۔ جیسے ترکی زمانہ میں بعد خطبہ کے رومال وغیرہ ہلا کر لبیک کا غلغلہ ... ہوتا تھا اب بالکل نہیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کب خطبہ ہوا۔" **[الفقیہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء ص ۷]**

افغانستان اور بخارا کے لوگ اپنی نماز الگ پڑھتے ہیں

اخبار الفقیہ اخبار انیس کے حوالے سے لکھتا ہے:

"لوگ حکومت کے حق میں دعا کرنے پر متذبذب ہو جاتے ہیں۔ نجدی امام کے

نماز پڑھانے کے بعد افغانستان کے لوگ اپنی جماعت کراتے ہیں یہی حال بخارا کا ہے۔"

[الفقیہ: ۱۴؍ جولائی ۲۶ء ص ۴]

حرم نبوی میں رات بھر اندھیرا

مولانا غلام محی الدین صاحب برکاتی کا بیان ہے:

"مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد کے اندر جو قصیدہ بردہ سلطان عبد المجید خان کے وقت میں تحریر ہوا تھا مٹا دیا گیا۔ اور کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے۔ حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بجلی کی روشنی جو ترکوں کے زمانہ میں تھی وہ قائم ہے۔ مگر روغنِ زیتون کی روشنی فقط روضہ اقدس کے اندر ہوتی ہے۔ باہر والی زیتون کی روشنی اب نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پہلے جو طریقہ تھا کہ نمازِ عشا کے وقت بجلی کی روشنی رہتی اور بعد نمازِ صبح تک زیتون کی روشنی رہتی۔ اب وہ نہیں ہے بلکہ نمازِ عشا کے بعد بجلی کی روشنی بجھا دی جاتی ہے۔ اور نمازِ فجر کی اذان کے وقت پھر روشنی کی جاتی ہے۔ درمیان میں اندھیرا رہتا ہے۔

[۷؍ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۷]

کلید کعبہ کے بردار کی حق تلفی وزیادتی

کعبہ مقدسہ کی چابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے جس خاندان میں وراثتاً چلی آرہی تھی اس خاندان کے فرد عظیم جناب محترم شیبی صاحب سے نجدیوں نے چابی لینے کی کوشش کی جس پر انہوں نے احتجاج کیا۔ درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"معلوم ہوا کہ خانۂ کعبہ کی کنجی شیبی سے جن کے مورث اعلیٰ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عطا فرمائی تھی، مانگی جارہی ہے۔ چنانچہ شیبی صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے کہ جس میں اپنے حق کی تائید کی اور یہ رسالہ تمام علمائے مکہ کے پاس بھیجا ہے۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵؍ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۵]

بیت اللہ شریف میں استلام حجر اور طواف کعبہ میں دشواریاں

حاجی میاں اسد اللہ اور حاجی غلام محمد امرتسر کا بیان ہے:

"طواف کے وقت ابن سعود کا باپ جب آیا تو تمام لوگوں کو نجدیوں نے چھڑیاں مار مار کر باہر نکال دیا اور صرف اسی کو طواف کراتے رہے۔ نجدیوں کا وحشی پن دیکھ کر سخت حیرت ہوتی تھی۔ لوگ سنگ اسود کو بوسہ دیا کرتے تھے اور نجدی ان کو چھڑیاں مارتے تھے اور کہتے تھے جلدی ہٹو۔ بیت اللہ شریف کے اندر ہم داخل ہونا چاہتے تھے لیکن جب دیکھا کہ وہاں جانے والوں سے روپیہ لینے کے علاوہ ان کو بے حرمت بھی کیا جاتا ہے اور گھونسہ مکے سے خاطر تواضع ہوتی ہے تو ہم الامان والحفیظ کہتے ہوئے واپس آگئے۔ ایک روز بیت اللہ شریف میں مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی چند اشخاص سے باتیں کر رہے تھے اتفاقاً ہم بھی وہاں موجود تھے وہ کہہ رہے تھے کہ واقعات سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ نجدیوں کا اصل منشا حقیقت کو دنیا سے مٹانے کا ہے۔ اور نیز یہ بھی کہتے تھے کہ آثار بتلاتے ہیں کہ نجدی مقام ابراہیم کو بھی یقیناً گرا کر رہیں گے۔ اور معاذاللہ معاذاللہ روضہ اطہر و گنبد خضری پر بھی ان کی نظر ہے۔ پھر بیت اللہ شریف کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگے کہ میں فتوی نہیں دیتا اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتا ہوں کہ اگر نجدی اس گھر کو بھی گرا دیں تو میرے دل کو اتنا صدمہ نہیں ہوگا جتنا کہ معاذاللہ گنبد خضری کو گرانے سے ہوگا۔ اور یہ بھی کہا کہ افسوس آج تک ہم ہندوستان میں ابن سعود کی بیجا حمایت میں پروپیگنڈہ کرتے تھے ہم سخت غلطی پر تھے۔ پھر ایک ہندوستانی کو جو ابن سعود کا شاہی مہمان اور موتمر کا نمائندہ تھا اس کو بلا کر کہا کہ تم نے ہمیں سخت دھوکا دیا ہے، یاد رکھنا ہندوستان میں جا کر تمہارے گلے رسی پڑے گی۔" [الفقیہ: ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۶]

حاجی محمد اعظم لدھیانوی کا بیان ہے کہ

"حجر اسود کو بوسہ دینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ رکن یمانی کا بوسہ لینے پر وہ نجدی ڈنڈے لگاتے تھے۔ یا وہ تین سروں میں سے سے کسی نے اپنا سر نکال کر بوسہ لینا چاہا تو مارتے تھے۔ حجر اسود کو بوسہ دینے میں نجدی بہت شغف کرتے ہیں۔ البتہ غیر نجدیوں کے ہجوم کو سختی سے منتشر کیا جاتا ہے۔ جب سلطان یا اس کا باپ آتا تو نجدی زائرین کو نہایت تشدد اور بے رحمی کے ساتھ مار کر ہٹاتے تھے۔ زدوکوب کی عام شکایت ہے۔ انتظام حجاز کے متعلق

کہا کہ حجاز میں اس وقت فوجی حکومت ہے، اس لیے امن سکون معلوم ہوتا ہے۔"

[۷، ۱۴ ر اگست ۲۶ء ص، ۱۴]

بیت اللہ میں حاجیوں کے داخلہ پر فیس وصولی

اخبار الفقیہ میں اخبار انیس کے حوالے سے ہے:

"بیت اللہ میں داخلے کے وقت ہر حاجی سے تین روپیہ وصول کیے جاتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کلید بردار صاحب جسے چاہتے ہیں سیڑھی پر چڑھنے دیتے ہیں باقیوں کی گھونسوں اور لاتوں اور مکوں سے تواضع کی جاتی ہے۔" [۱۴ ر جولائی ۲۶ء ص ۴]

طوافِ کعبہ میں اختلاط مرد وزن

حضرت مولانا حاجی الحرمین الشریفین آغا خواجہ محمد حسن جان صاحب قبلہ سرہندی مجددی نقشبندی ساکن کوئٹہ نے فارسی زبان میں مظالم نجدیہ پر مشتمل ایک تحریر الفقیہ کو روانہ کی جسے الفقیہ نے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا وہ اس میں لکھتے ہیں:

"دوسری تکلیف جو مسلمانوں کو پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ شریف مکہ اور ترکوں کے زمانہ میں بیت اللہ شریف کے طواف کرانے میں خاص خاص اوقات مقرر ہوتے تھے مگر آج حکومت نجد نے یہ حکم دیا ہے کہ زن و مرد بیک وقت بلا تمیز شریف و وضیع طواف کیا کریں۔ اب شرفائے اسلام کو یہ مصیبت درپیش آجاتی ہے کہ نہ تو خود آزادی کے ساتھ طواف کر سکتے ہیں اور نہ مستورات کو اطمینان سے طواف کرا سکتے ہیں۔ اور وہاں تو توانا و ناتواں پر برتاو پر اور غریب و امیر کے درمیان وہ اودھم مچا ہوا ہوتا ہے کہ نہ کسی مستورات کی پاکدامنی محفوظ رہ سکتی ہے اور نہ شرفا کا تعصب مذہبی اور غیرت اسلامی کا جوش ظاہر ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ ایک بھیانک منظر دیکھ کر مسلمان اور بھی دم بخود ہو جاتے ہیں کہ مستورات مردوں کے ساتھ دوش بدوش پھرتی ہیں اور کولہے سے کولہا لگتا ہے، سینے سے سینے ٹکراتے ہیں۔ نہ عزت و حرمت کا پاس نہ عفت و پارسائی کا خیال۔ طواف کیا ہوا ایک بازاری کھیل ہوا۔ مگر مسلمان کی زبان حال یہ شعر پڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ؎

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
اگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

[الفقیہ: ۷/ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۱۰]

حجر اسود کی گمشدگی کی خبر

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”لکھنؤ ۷/ مئی شیخ علی احمد صاحب سابق کورٹ انسپکٹر سلطنت نظام اس خبر کے ذمہ دار ہیں، کہ وہ مقدس پتھر جس کو حجر اسود کہتے ہیں۔ اور جس کو اُٹھا کر بیت اللہ کی دیوار میں نصب کرنے کے لیے عرب کے مختلف قبائل میں تلواریں کھینچ گئی تھیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا تاکہ ہر قبیلہ کا سردار چادر کو پکڑ لے اور حجر اسود کو اٹھانے کی سعادت حاصل کرلے۔ اور جو تیرہ سو برس سے بیت اللہ میں لگا ہوا..... گاہ مسلمان تھا، غائب ہو گیا ہے۔ اس خبر کی تصدیق چند چند اور دین دار مسلمانوں نے بھی کی جو زیارت کعبہ سے حال میں واپس آئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس جگہ حجر اسود و نصب تھا اس جگہ خول ہو گیا ہے جس کے اندر لاکھ بھر دی گئی ہے۔ چناں چہ ایک دوسرے صاحب ڈاکٹر محی الدین جو اس بات کی تحقیقات کرنا چاہتے تھے کہ کیا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے حجر اسود شہاب ثاقب کا ایک ٹکڑا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں حجر اسود تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ حجر اسود غائب ہے اور اس کی بجائے ایک غار پڑا ہوا ہے۔ جس کے اندر لاکھ بھر دی گئی۔“ [۲۸/ مئی ۱۹۳۵ء ص ۱۹]

جنت المعلی وغیرہ مزارات کی زیارت ممنوع

”زیارت گاہوں میں جنت المعلی ایک ایسی جگہ ہے جہاں حجاج وزائرین اتنی دور جا کر کیسے نہ جائیں لیکن امسال وہاں جانے کی ممانعت تھی اسی طرح جنت البقیع میں بھی اکثر زائرین نہ جا سکے۔ جن بھائی سے ہمیں ان واقعات کی اطلاع ہوئی ہے ان کا بیان ہے کہ ان کے ساتھ جو معلمین تھے جنت البقیع جاتے وقت انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ وہاں

جاکر خدارا ہمیں نہ پٹوائیے۔ اسی طرح حضرت عثمان ہارونی کے مزار پر بھی جو حضرت غریب نواز کے شیخ ہیں اور جن کا مزار پاک ایک مکان کے اندر ہے اس میں جانے کی بڑی دقت تھی اسی مکان میں آج کل سرکاری کچہری ہے اس سے بھی پہلے شریف... کے زمانہ میں ممانعت تھی اور اس نے چاروں طرف ایک دیوار کھچوادی تھی، لیکن حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کے زمانہ سے ان کے کہنے سے ایک اونچی کھڑکی کھلوادی تھی کہ اس میں سے دیکھ کر یہ اندازہ ہوسکے کہ کس جگہ مزار ہے مگر امسال اس کھڑکی تک جانا بھی مشکل تھا تاہم چوں کہ ہمارے بھائی اس سلسلہ کے معتقد تھے وہ کسی طرح گئے۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/ جولائی ۱۹۲۷ء ص ۵]

غارِ حرا دیکھنے کی ممانعت

مولانا محمد عماد الدین صاحب انصاری ناظم دینیات اسلامیہ ہائی اسکول جالندھر شہر ۱۸/ مئی کو مکہ معظمہ سے ایڈیٹر زمیندار کو ایک مکتوب لکھتے ہیں جو زمیندار مورخہ ۹/ جون کے صفحہ چار پر شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک حصہ ہدیہ ناظرین ہے:

"۱۵/ مئی کو صبح کے بعد نماز طوائف اور بعض مقامات کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے بیت ام المومنین مقامات کی زیارت کو گئے۔ ایک امامِ حرم ہمیں مل گئے۔ آج بیت خدیجہ کو ہموار زمین کے سوا کچھ نہیں، پھر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ بھی ایسا ہی پایا۔ پھر مولد علی کو دیکھا وہ بھی ہموار پایا، میدان کے سوا کچھ نہیں۔ بہر حال وہ جگہیں دیکھیں جنت المعلی گئے بہت سی قبریں دیکھیں مگر قبہ کسی پر نہیں جو محض اس وجہ سے گرادیے گئے کہ وہاں لوگ جاکر شرک وبدعت کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر ہر جگہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ بہت سی قبریں پختہ توڑ کر وہاں نشان پتھر سے کر دیئے گئے ہیں۔

۱۷/ مئی کو جبل بوقبیس پر گئے جہاں سے تمام شہر اور حرم شریف نظر آتا ہے۔ وہاں سے واپسی پر تکیہ مصریہ کو دیکھا۔ جہاں مساکین کو اہلِ مصر کی جانب سے کھانا دیا جاتا ہے۔ روزانہ چار پانچ ہزار مساکین کھانا کھاتے ہیں، فی کس دو ڈبل اور قریب آدھ سیر کھیر

دودھ کی دی جاتی ہے۔ اس کے ناظر نہایت خوش اخلاق ہیں ہم سے نہایت درجہ اخلاق کا برتاو کیا۔ عربی اور انگریزی میں باتیں کرتے ہیں ۔ مجھ سے عربی میں اور میرے ساتھی ڈاکٹر صاحب سے انگریزی میں گفتگو کرتے رہے۔ ماہوار اخراجات کا حساب دکھلایا جو ماہوار بارہ ہزار روپیہ سے کم نہ تھا۔ میں نے عربی میں ڈاکٹر صاحب نے انگریزی میں معائنہ لکھا۔ آج ۱۸ر مئی کو ہم تین بجے شب سے غارِ حرا دیکھنے کے قصد سے روانہ ہوئے۔ شہر سے جس وقت روانہ ہورہے تھے تو ایک شرقی نجدی نے آکر ہم کو روکا اور کہا کہ وہاں جانے کی اجازت نہیں میری اس سے دیر تک عربی میں گفتگو رہی۔ میں نے سمجھایا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جن کو وہاں جانے کی ممانعت ہے۔ ہم بحمد اللہ ان افعال سے خود ہی محترز ہیں۔ لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام میں قبل از بعثت عبادت کرتے تھے اور جس کو ہم مآثر میں داخل سمجھتے ہیں محض زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ لیکن اس نے باوجود طویل گفتگو کے ہم سے یہی کہا کہ آپ سلطانی اجازت حاصل کریں پھر جاسکیں گے۔ ہم کو واپس آنا پڑا۔ خیال ہے کہ کسی روز سلطانی اجازت حاصل کرکے ان شاء اللہ جائیں گے۔"

[۱۴ر جولائی ۱۹۲۷ء ص۶]

حجاج کو روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اجازت نہیں

ہر حاجی کی تمنا ہوتی ہے کہ کم از کم ایک بار روضہ رسول کی حاضری نصیب ہو جائے مگر کس قدر افسوس کا مقام تھا کہ جب حجاج کرام روضہ رسول پر حاضر ہونا چاہتے تو نجدی کارندے انہیں روک دیتے اور وہ بیچارے روضہ رسول کی زیارت سے محروم ہو جاتے۔

اخبار لکھتا ہے:

"موجودہ حکومت حجاز نے حجاج کے متعلق جو رویہ اختیار کرر کھا ہے اس کے سلسلے میں جو خبریں عراق میں موصول ہوئی ہیں، وہ نہایت ہی وحشتناک اور تکلیف دہ ہیں۔ کہا جاتا کہ حجاج کو وہابی عقائد ماننے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ اور انہیں مدینہ منورہ میں روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اور دوسری جانب

دیگر مشہور و معروف اماکن مقدسہ کے انہدام کا کام بدستور جاری ہے۔(پائونیر)“

[الفقیہ،۷رجون۱۹۲۶ء ص۲]

روضہ نبوی کی جالی چومنے پر پیسہ وصولی

مولانا سید احسن صاحب بیان کرتے ہیں:

”جالی شریف کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے گولی بندوق لیے کھڑے ہیں۔ مگر ہاں البتہ رات کو دو آنہ پیسہ رشوت کے دے کر آپ جالی مبارک چوم سکتے ہیں ہاتھ لگا سکتے ہیں۔“

[الفقیہ:۱۴رنومبر۱۹۲۹ء ص۷]

(باب ۸)

نجدیوں کے ہاتھوں مآثر متبرکہ کی بے حرمتی وانہدام کے جگر سوز واقعات

جنت البقیع و دیگر مقابر و مآثر کی بے حرمتی اور ان کا انہدام

نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی تیزی سے مقامات مقدسہ اور آثار متبرکہ کی بے حرمتی و پامالی شروع کر دی، ایک کے بعد ایک مقدس نشانی مٹاتے چلے گئے۔ جنت البقیع شریف میں صحابہ کرام کے مزارات کو مسمار کیا تو وہیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے دیگر مقابر میں صحابہ وغیرہ کے مزارات منہدم کیے۔ ظالموں نے حضرت آمنہ، حضرت عباس وغیرھما صحابہ و صحابیات کے مزارات کے انہدام کے ساتھ ساتھ روضہ انور پر بھی دست درازی شروع کر دی۔ مولد نبوی کو بھی منہدم کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبری کا مزار پر انوار منہدم کیا، تو وہیں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کا مزار بھی ظالموں نے منہدم کر دیا۔ ظالموں کا ظلم یہاں جاکر بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ نجدی ظالموں نے حضرت آمنہ کے مزار اقدس پر لات مار کر معاذ اللہ کہا کہ یہی وہ عورت نے جس نے وہ بچہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنا۔ معاذ اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاے پیدائش کو بھی منہدم کیا گیا۔ اور اس جگہ کو ناپاک کہنے کی جسارت کی گئی۔ بلکہ اس مقدس مقام پر پیشاب پاخانہ کرنے کو درست قرار دیا گیا۔ بلکہ بڑی دلیری سے وہاں غلاظت پھیلائی گئی۔ حضرت خدیجہ کی قبر پر فائر کر کے کہا گیا کہ اگر تجھ میں طاقت ہے تو کھڑی ہو کر مقابلہ کر۔ دوسرے مزارات پر بھی یہ عمل دہرایا گیا، یعنی کہا گیا کہ کافر اٹھ اب مقابلہ کر ہمارا۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و ازواج کے مزارات، ان کے مقدس گھر، بلکہ ان سے جڑی ہر چیز کو پامال کرنے اور اس کی حتی المقدور بے حرمتی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ اخبار الفقیہ کے حوالے سے ہم یہاں مقابر مقدسہ، مآثر متبرکہ کے انہدام اور ان کی بے حرمتی و پامالی تقدس سے متعلق حجاج کرام کے بیانات نقل کرتے ہیں:

مزارات مکہ مکرمہ کا انہدام

حضرت مولانا مولوی حاجی حکیم احمد علی صاحب مکہ مکرمہ سے آنے والے چند حجاج

کرام کے حوالے سے الفقیہ کو ارسال کردہ اپنے ایک خط میں مکہ مکرمہ میں منہدم ہونے والے مزارات کی خبر دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔:

"کل دن موٴرخہ ۴/ اگست ۱۹۲۵ء بروز منگل براستہ کراچی چار حاجی صاحبان حاجی عبدالقادر صاحب، حاجی محمد سردار، حاجی محمد فتح الدین میاں بشیر احمد صاحب قصوری تشریف لائے ہیں۔ اوّل الذکر ہر سہ اصحاب قصور کے رہنے والے ہیں۔ آخر الذکر صاحب عرب مقیم مکہ مکرمہ ہیں جو تکلیف کی وجہ سے ہندوستان تشریف لائے ہیں۔ ہم لوگ ان کے استقبال کے لیے رائے وِنڈا اسٹیشن پر پہنچے۔ چوں کہ بمبئی میل ٹرین کے لاہور کی طرف سے آنے میں ابھی وقت کافی ہے۔ لہٰذا مکہ مکرمہ کے حالات ان سے دریافت کیے گئے۔ ان میں سے حاجی عبدالقادر صاحب زیادہ سمجھ دار آدمی ہیں۔ انہوں نے سب کے روبرو بیان کیا کہ نجدیوں نے تمام مزاراتِ متبرکہ جو مکہ مکرمہ میں تھے گرا دیے ہیں۔ اور ان کے نشانات تک مٹا دیے ہیں۔" [الفقیہ: ۱۴/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۲]

حاجی علی خان ساکن بریساں سویٹ، مقام موٹ بریا کہتے ہیں:

"طائف میں ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ قبور کو منہدم کر ڈالا گیا۔ اکثر ان میں سے قبروں پر جا کر اور بندوقوں سے قبروں کے اندر کھود کر گولی چلاتے اور کہتے تھے کہ "اے کافر اٹھ اپنی قبر کی مدد کر۔ میں نے اپنی آنکھ سے ایسا ہوتے دیکھا۔ اگر کوئی آدمی یہ دیکھنے کے لیے کھڑا ہو جاوے تو اس کو بھی پکڑ کر لے جاتے تھے۔ اور مجبور کرتے کہ اس قبر کو توڑ۔ ہمارے مکّہ آنے کے تقریباً ڈیڑھ مہینے کے بعد نجدی مکّہ میں داخل ہوئے اور سب توڑ پھوڑ مچایا۔ جتنے مزار اور بیّتے تھے، سب کو منہدم کیا۔ جبل ابو قبیس کی مسجد تک منہدم کر دی گئی۔ کوئی قبّہ کوئی مزار و مآثر میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی"

[۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۶]

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بہرائچ ابن سعود کے حرمین پر قابض ہونے کے بعد تیسرے دن کی روداد بیان کرتے ہوئے نجدیوں کے مظالم اور منارہائے حرم اور قبہ جات مزارات متبرکہ بلکہ جنت المعلی میں موجود قبروں کے انہدام اور وہاں نجدیوں

کا پیشاب پاخانہ کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

”جنت المعلّی میں جتنی قبریں تھیں سب کو توڑ تاڑ کر برابر کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کے مزارِ اقدس کو بھی ڈھا دیا۔ مَیں نے خود معلّے میں جا کر دیکھا کہ اب وہاں کوئی نشان نہیں۔ ویسے کسی کو فاتحہ خوانی کے لیے بھی نہیں جانے دیتے۔ میں ایک میت میں گیا تو یہ ماجرا دیکھا۔ نیز ویسے بھی کبھی کبھی چھپ کر جاتا تھا اور دیکھتا تھا۔ ان قبّون کو توڑا وہیں وہ لوگ رہتے تھے... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ کے قبّہ کو بھی توڑ ڈالا۔ مسجد جن و مسجد بلال بھی توڑ دی۔ منارہ گرتے وقت تین آدمی مَرے۔ یہ توڑنے والے نجدی ہی تھے۔ جبلِ نور کا قبّہ بھی توڑ ڈالا۔ حرم میں نجدی برابر جوتے لے کر جاتے ہیں۔ جوتے لے کر طواف کرتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم توڑنے کی کوشش کی تھی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ توڑنے کھودنے کے اوزار لے کر آئے۔ فوجوں نے دیکھا پوچھا کہ کیوں؟ انہوں نے کہا کہ مقامِ ابراہیم کو کھودیں۔ نوجوان نے تیزی کے ساتھ کہا: امام کا حکم لاؤ! جب کھودنے دیں گے، ورنہ نہیں۔ وہ لوگ چلے گئے اور پھر نہیں آئے..... منار ہائے حرم محترم کے شہید کرنے کے لیے بھی خالد کے آنے سے تیسرے دن علی کو بلا کر خالد نے کہا کہ منارہ بدعت ہیں۔ ان کی ضرورت نہیں، ان کو تڑوانا چاہیے۔ شیبی سے بھی کہا: شیبی نے کہا کہ یہ بات امام عبدالملک سے پوچھنا چاہیے۔ دوسرے تیسرے دن عبدالملک اور دیگر علما کو بلایا گیا اور اس بات کی کوشش کی گئی۔ امام عبدالملک نے جواب دیا کہ اہلِ مکہ کو مر جانا بہتر ہے۔ اس لیے کہ منارہ توڑے جائیں۔“ **[الفقیہ: ۲۸ر اگست ۱۹۲۵ء، ص۵]**

مولانا حاجی حسام الدین صاحب... ساکن کاشغر (چین) بیان کرتے ہیں کہ

”مَیں جنت المعلی میں گیا اور جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں کسی قبہ کا نشان نہیں۔ حضرت آمنہ کے مزار کی طرف مَیں نہیں گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کا مزار کہاں تھا۔ وہاں اب کوئی قبہ باقی نہیں۔... مسجد ابو القبیس کا ایک منارہ شہید کر دیا گیا۔ کسی مسئلہ کتابی پر باب السلام کی طرف اہلِ مکہ و نجد میں جھگڑا سخت ہوا۔ اہلِ مکہ نجد کی حکومت بالکل نہیں چاہتے۔ منا مذبح سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے مقام کو بھی خراب کر دیا گیا۔ اس مقام پر کوئی اثر

باقی نہیں ہے۔ مقامِ ابراہیم کو اگر کوئی شخص ہاتھ لگاتا ہے تو اس کو منع کرتے ہیں۔"

[الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء ص۸]

حاجی حکیم کا شغر ابو القاسم بخاری لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر کے محلِ ولادت پر جو قبہ تھا، اس کو بھی منہدم کر دیا گیا۔"

[الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۸]

حاجی عبد الستار صاحب بیان کرتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مزار کی بے حرمتی کی گئی۔ اور زمین کے برابر کر کے اس پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ شریف مستورات کی چولیاں اُتار اُتار دیکھا جاتا تھا کہ کوئی مال تو ان میں چھپایا ہوا نہیں۔ غضب خدا کا مسلمانوں کے مال کو مالِ غنیمت یعنی کافروں کا مال سمجھتے تھے کہ ابنِ سعود نے اس میں سے خمس وصول کیا۔ مکہ معظمہ میں تمام مزارات اور ان کے گنبدوں کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔"

[الفقیہ:۱۴/اگست، ۱۹۲۵ء، ص،۷]

مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی نے مولانا نثار احمد صاحب سے پوچھا کہ، کیا مآثر و مزارات مدینہ شریف سب کے سب منہدم کر دئے گئے؟

تو جواب میں مولانا نے کہا:

"ایک بھی باقی نہیں رہا۔ اُمہات المومنین بنات طاہرات اہل بیت صحابہ شہدائے احد شہدائے بدر حضرت سیدنا عثمان حضرت حلیمہ سعدیہ سب کے مزارات ڈھادیے گئے۔ اور ہل چلا دیے گئے۔ حضرت سید الشہدا امیر حمزہ کا مزار شریف جو مسجد کے احاطہ میں تھا ڈھا دیا گیا اور اس کو مسجد سے علاحدہ کر دیا گیا۔ خام قبروں کو بھی کھود ڈالا گیا۔"

[الفقیہ:۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص۱۵]

حاجی عبد العزیز خان ہزاروی لکھتے ہیں:

"تمام شہر مدینہ منورہ کے باشند گان سے سنا کہ ابن سعود نجدی مکہ معظمہ اور طائف شریف پر قابض ہو گیا اور اس نے تمام قبہ جات و مزارات متبرکہ کو مسمار کر دیا ہے۔ اور

مولو دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ صاحبہ کے روضہ پاک کو بھی مسمار کر دیا گیا ہے۔ پھر جب قافلہ کے صاحبان مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں گئے اورانہوں نے بھی یہی بیان کیااور یہ بھی قافلہ والے وشہر والے بیان کرتے تھے کہ کوئی شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر جانا یا دیگر کسی مزارات متبرکہ پر حاضر خدمت ہونا بیان کرے تو اس کو مشرک وملحد بیدین وغیرہ کہہ کر قتل کر دیتے ہیں۔ پھر ہم چالیس یوم رہ کر مکہ معظمہ میں آئے اور جو کچھ سنا تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تمام مزارات پختہ وقبہ جات تباہ کیے ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے طائف شریف جانے کا قصد کیا تو باشند گان نے بھی تاکید کی کہ کسی مزار کا نام مت لو قتل ہو جاؤ گے۔ پھر گئے تو ہر جگہ ہر مقام راستہ طائف شریف میں ابن سعود کے فوجی ملازم بہ لباس دیسی مخبری کر رہے ہیں کہ کوئی کسی مزار کا نام لے تو فوراً قتل کر دیتے تھے۔ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ تم کس مزار پر جاتے ہو؟ تو ہم نے کہا ہم بھوکے ہیں طائف سے روٹی مانگیں گے"

[الفقیہ:۲۱/مارچ،۱۹۲۶ء، ص۴]

مولد النبی، مزار حضرت حوا، آمنہ، خدیجہ، میمونہ اور فاطمہ کی بے حرمتی

نجدیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاے پیدائش کو بھی منہدم کر دیا اور وہاں غلاظت پھیلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بغض وعناد کا کھلا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ نیز حضرت حوا، حضرت آمنہ، حضرت خدیجہ، حضرت میمونہ، اور حضرت فاطمہ کے مزارت کو مسمار کر کے ان کے تقدس کو پامال کرنے کی بھی حتی الامکان کوشش کی ملاحظہ فرمائیں۔ حاجی عبد الستار بیان کرتے ہیں:

"مولد النبی کو منہدم کر کے بے حرمت کیا گیا۔ نجدیوں کے قاضی القضاۃ نے فتویٰ دیا کہ یہ جگہ ناپاک ہے۔ اور اس جگہ پاخانہ وغیرہ کرنا جائز ہے۔"

[الفقیہ:۷، ۱۴: اگست ۲۵ء ص۷]

حاجی اسد اللہ اور غلام محمد امرت سری صاحبان کا بیان ہے:

"مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس کے نشانات کو گرا رہے تھے اور اس میں ملبہ کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ جب چار روز کے بعد پھر وہاں گئے تو ملبہ وغیرہ بھی وہاں سے پھینک دیا گیا تھا اور وہاں سے اونٹ گھوڑے گدھے کتے سب گزر رہے تھے۔"

[الفقیہ:۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص،۱۶]

حاجی محمد حسین کہتے ہیں:

"ہم ۱۰/ ذی قعدہ کو جدہ پہنچے... دو روز کے بعد مکہ معظمہ پہنچے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے برابر کر دیا گیا ہے۔" **[۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷]**

مزید اخبار لکھتا ہے:

"نجدیوں نے مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمارت کو پہلے منہدم کر دیا تھا مگر جب تک اس کا ملبہ وہاں پڑا رہا اور وقت تک۔ عقیدت مند زائرین اسی کو دیکھ آتے تھے۔ اور وہاں کھڑے ہو کر چپکے چپکے درود پڑھ لیتے تھے۔ اب وہ ملبہ بھی وہاں سے ہٹا دیا گیا اور ایک صاف میدان سا ہو گیا۔ جس میں اور برابر والے قطعاتِ اراضی میں کوئی وجہ امتیاز موجود نہیں۔ البتہ ایک درخت وہاں موجود ہے جس سے مولد نبی کے قطعہ اراضی کا نشان ملتا ہے۔ مگر یہ درخت بھی اتباعِ کتاب و سن کے... کرنے والوں کی نگاہوں میں کھٹکتا ہے۔ اور.... خلاف کے ایک معتبر نامہ نگار کی اطلاع کے بموجب اس درخت کی چھال اتار دی گئی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ خود بخود خشک ہو کر گر پڑے گا۔ حجاز کی موجودہ نجدی حکومت کا یہ اہتمام اس مقدس ذات کے مقامِ ولادت کی یادگار کو مٹانے کے لیے ہے جس کی نسبت دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان بعد از خدا سب سے زیادہ بزرگ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس بزرگ نے اخلاقی۔۔۔ کی اصلاح اور تمدن کی امداد کے لیے جو قواعد مقرر کیے ہیں ان میں سرسبز درخت کے قطع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ (سیاست) **[الفقیہ:۷/ ستمبر ۱۹۲۷ء ص ۱۱]**

حاجی اسد اللہ اور غلام محمد امرت سری بیان کرتے ہیں کہ:

"جب ہم جدہ میں پہنچے تو مائی حوا علیہا السلام کی قبر گری ہوئی تھی.... پھر وہاں سے حضرت بی بی فاطمہ کے مکان کو دیکھنے کے لیے جہاں آپ کی چکی رکھی ہوئی تھی گئے اس مکان

کو بھی گرا ہوا پایا۔ وہاں سے پیشاب و پاخانہ کی سخت بدبو آرہی تھی۔ پھر ہم جنت المعلی گئے وہاں سب مزارات گرے ہوئے تھے۔ یعنی قبروں کو کھود کھود کر گنبدوں کو توڑ کر ان کا ملبہ ان میں ڈالا ہوا تھا۔ تمام مزارات کا یہی حال تھا۔" [**الفقیہ:۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۵،۱۶**]

حاجی محمد حسین بھی بیان دیتے ہیں کہ:

ہم ۱۰/ ذی قعدہ کو جدہ پہنچے حضرت حوا کی قبر گرائی ہوئی تھی۔۔۔ روضہ خدیجہ گرادیا گیا ہے۔ حضرت آمنہ کا روضہ بھی گرادیا گیا ہے ۔جنت المعلی کے تمام مزارات برباد کر دیے گئے ہیں۔" [**الفقیہ:۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷**]

حاجی مولانا مشرف حسین کا بیان ہے:

"حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبرِ اقدس پر بندوق رکھ کر گولی چلاتے تھے اور کہتے تھے کہ کہاں گئی تیری اُمت۔ اس قبّہ کو ڈھاتے وقت ۶۔۷ نجدی گر کر مرے۔ نیز مولد النبی کے انہدام کے وقت بھی ۶۔۷ آدمی مرے۔" [**الفقیہ:۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۷**]

حاجی مہر غلام رسول کہتے ہیں:

"حضرت فاطمہ کا مکان بھی گرادیا گیا ہے اور جس جگہ سرورکائنات کی پہلے روز اونٹنی بیٹھی تھی اس دروازہ کو بند کر دیا گیا ہوا ہے۔" [**الفقیہ:۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷**]

مولانا مولوی حاجی حکیم احمد علی صاحب لکھتے ہیں:

"روضہ مبارک خدیجۃ الکبریٰ اُم المومنین رضی اللہ عنہا اور والدہ ماجدہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بی بی آمنہ کا روضہ مبارک بھی ہے۔ نیز بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ بھی گرادی گئی۔ اور گرانے والے افسر نے (معاذاللہ) اس جگہ کھڑا ہو کر بکواس کی۔ کہ اِس جگہ پر اُس عورت نے بچہ جنا تھا۔ پھر تو یہ جگہ ناپاک ہے۔ یہاں پیشاب یا پاخانہ کرنا درست ہے۔

جس کے جواب میں حاضرین (نجدیوں) نے نعم یعنی ہاں درست ہے کہہ دیا (معاذ اللہ) نیز حضور کی والدہ ماجدہ کے روضہ مبارک کو گرانے کے وقت کہا کہ یہی وہ عورت جس نے وہ بچہ جنا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ کے روضہ مبارک کو گرا کر بندوق کا فائر کیا گیا اور بآواز بلند کہا

کہ تونے اتنی مدّت اپنی پرستش کرائی ہے۔ اگر تجھ میں کچھ طاقت ہے تو کھڑی ہو کر مقابلہ کر (استغفر اللہ)"[الفقیہ:۱۴/اگست ۱۹۲۵ء ص۲]

مولانا حاجی حسام الدین صاحب... ساکن کاشغر (چین) بیان کرتے ہیں کہ

"مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مولد النبی کا قبّہ توڑ دیا گیا۔ حضرت فاطمہ کے مکان کو بھی منہدم کر دیا گیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے قبہ کو بھی منہدم کر دیا گیا۔ اب وہاں قبر کا کوئی نشان نہیں۔"[الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء ص۸]

حاجی عبد الستار صاحب حلفیہ بیان کرتے ہیں:

"حضرت اُم امومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار کو زمین کے برابر کر کے بندوقوں کے دستے مزار کی جگہ پر مارے گئے۔ اور کہا گیا کہ اٹھو اگر طاقت ہے تو بدلہ لے کر دکھاؤ۔ اسی طرح جنت المعلّٰی کے تمام مزارات جہاں حضرت آمنہ حضرت ابو طالب، حضرت ابو مطلب اور بہت سے صحابہ کرام کے مزارات ہیں، سب کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا گیا۔[الفقیہ:۱۴/اگست، ۱۹۲۵، ص۷]

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی کہتے ہیں کہ:

"مَیں نے دیکھا کہ مزارات حضرت آمنہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا و خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا شہید کر دیے گئے۔ اس وقت وہاں کوئی نشان باقی نہیں۔

(بیان دینے والے صاحب پر اس بیان سے گریہ طاری ہے اور وہ بے قابو ہیں)

یہ بھی مَیں نے سنا کہ قبّوں کے انہدام کے وقت اس کے نیچے دب کر آدمی بھی مرے۔

میں نے دیکھا کہ مولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قبہ انور کو بھی منہدم کر دیا گیا۔ حضرت فاطمہ کی پیدائش کی جگہ کو بھی توڑ ڈالا گیا۔ انہدام کے وقت مَیں نے سنا کہ جو شخص وہاں جاتا تھا، اس کو قتل کر ڈالتے تھے۔ شہدا میں مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مزارِ اقدس کو بھی منہدم کر دیا گیا۔ مزارات کو سب کو برابر کر دیا گیا۔ حضرت میمونہ کے مزارِ اقدس کا قبہ اگرچہ نہیں توڑا مگر اندر سے مزارِ اقدس کو بالکل ہموار کر دیا۔

چوں کہ مَیں نے یہ سنا کہ مزارات کی زیارت کے لیے جو لوگ جاتے ہیں، ان کو زدو کوب کرتے ہیں۔ لہٰذا مَیں نے دور سے فاتحہ خوانی کرلی۔...... حضرت میمونہ کے قبہ کو مَیں نے خود جا کر دیکھا۔ بقیہ قبوں کو دور سے منہدم دیکھا۔" [الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۶،۷]

حاجی مولوی مشرف حسین صاحب ساکن علی گڈھ محلہ ماموں بھانجا کا بیان ہے:

"مَیں سال گذشتہ حج کو گیا تھا۔ جب ابن سعود کی افواج بہ سرکردگی خالد مکہ مکرمہ میں داخل ہوئیں، مَیں اس وقت موجود تھا۔ میں نے دیکھا افواج نے داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مزاراتِ آمنہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور مولد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منہدم کیا۔ قبوں کا ملبہ مزارات پر گرا اور اس کے بعد مزارات کو بالکل برابر کر دیا گیا۔ قبوں پر جو چاند تھے، ان کو بندوق کی گولیوں سے نشانہ کر کے گرا دیا گیا۔ اس وقت مزارات کا کوئی نام و نشان نہیں ..... ان مزارات کو منہدم کرنے کے بعد فوجوں کو حکم دیا گیا کہ وہاں نجاست ڈالو اور پاخانہ پیشاب کرو۔ مولد النبی کی جو دیواریں باقی رہ گئی تھیں ان کو ابن سعود کے آنے کے بعد اس کے حکم سے منہدم کیا گیا۔ چونکہ وہ مقام زمین دوز تھا۔ اس وجہ سے اس کو بالکل ہی ہموار کر دیا گیا۔ اور اب وہاں اب کوئی علامت نہیں رہی۔ دوسرے مقامات کسی قدر مرتفع معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ قبروں کا کوئی نشان نہیں۔"

[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۷]

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بہرائچ لکھتے ہیں:

"تیسرے دن یہ خبر ملی کہ سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر وہ لوگ گئے اور وہاں گولی چلانا شروع کیا۔ بعد اس کے قبّے توڑنے کے لیے اوپر چڑھے۔ قبّہ توڑتے جاتے تھے اور اس خوف سے کہ کوئی نہ آئے فیر کرتے جاتے تھے۔ کچھ حصّہ توڑ کر اور اس اندیشہ........
حضرت آمنہ الزہرا کے قبہ اطہر کو کسی قدر توڑا پھر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے اور اسے بھی ڈھانا شروع کیا۔ اسی طرح تھوڑا تھوڑا توڑ کر سب کو برابر کر دیا۔ اور اب کسی قبّہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔"

[۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۵]

میاں مہر غلام رسول صاحب امر تسر کا بیان ہے:

"جدہ میں جا کے دیکھا کہ حضرت حوا کا مزار بالکل گرادیا گیا ہے دو دن قیام کے کرکے یہاں سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے.....پہلے ہم اس جگہ پہنچے جہاں جنگ احد میں جناب سرور کائنات کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ وہ تمام شکستہ پایا۔جنت البقیع کی جو بے ادبی کی گئی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا کا مزار بالکل شکستہ پایا دروازہ جات جنگلہ جات وغیرہ تمام توڑ پھوڑ دیے تھے۔اور جو پتھر سرہانے کی طرف لگایا ہوتا تھا اس کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکا ہوا تھا۔ہم نے اٹھا اٹھا کر دیکھے ان پر کلمات وغیرہ لکھے ہوئے تھے۔ پھر حضرت امیر حمزہ کی تربت کی طرف گئے تو ہمارے سامنے اس کو گرا رہے تھے۔چار آدمی اوپر چڑھے ہوئے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اس کو توڑ رہے تھے۔اور جن پتھروں پر آیات لکھی ہوئی تھیں ان کی بڑی بے ادبی ہو رہی تھی۔"

[الفقیہ:۷،۱۴:اگست ۲۶ء ص ۱۷]

مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی نے مولانا نثار احمد صاحب سے مولد النبی سے متعلق سوال کیا، مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس حال میں پایا؟ تو جواب میں مولانا نے کہا:

"مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسمار پایا۔ ایک ایک اینٹ ٹوٹی ہوئی پائی۔ گدھے اور کتے کو بول وبراز کرتے ہوئے خود اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ بھی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پتھر جن پر آیاتِ قرآن درج وکندہ تھیں ان پتھروں کو نکال کر ناپاک جگہوں میں الٹ کر لگادیا گیا۔ معمار نے جب لگانے سے انکار کیا تو اس غریب کو زود کوب کیا گیا۔"[الفقیہ:۱۴،۷:اگست ۲۶ء ص ۱۴،۱۵]

اور جب پوچھا کہ، حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کی چکی اور اس کی جگہ کے متعلق کیا سلوک کیا گیا؟

تو مولانا نے جواب میں کہا کہ:

"چکی توڑ دی گئی اوہ وہ جگہ بھی بالکل مسمار کردی گئی جس جگہ آپ وضو فرمایا کرتیں وہ جگہ بھی مٹادی گئی اور وہاں جانے کی ممانعت کردی گئی۔"[مرجع سابق:ص ۱۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے گھروں کا نشان نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے بغض وعناد کی اس سے بڑھی کیا مثال ہوسکتی ہے کہ نجدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوراصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر نشانی کو مٹانے کی سعی کی، یہاں تک کہ ان کے گھروں کو بھی بے نشان کرڈالا۔ اخبار لکھتاہے:

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے گھروں کا نشان بھی باقی نہیں نہ معلموں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ مقامات حاجیوں کو بتائیں، جہاں جناب رسالت مآب حضرت فاطمہ زہرہ یا صحابہ کرام رہتے تھے۔ صرف حضرت عمر کے مکان کی کچی دیواریں ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ باقی رہ گئی ہیں۔ مگر اس میں بھی اس طرح لونا لگ گیا ہے کہ اگر زوردار بارش ہوئی تو وہ بھی زمین بوس ہو جائے گی۔ دارارقم جہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تھے ابھی اپنی حالت پر کھڑا ہے مگر اس کی دیواریں اور چھت اس قدر بوسیدہ ہوگئی ہیں کہ شاید دوچار سال سے زیادہ نہ ٹھہر سکے۔ لیکن کسی کو اس کی زیارت کرنے کی اجازت نہیں۔ہاں کوئی حاجی ازخود چلا جائے تو اس کی مخالفت بھی نہیں۔"

[الفقیہ:۲۸رمئی۱۹۳۵ء ص۱۹]

انہدام قبور مسلمین واندیشہ انہدام روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نجدیوں کی بڑھتی ہوئی شر انگیزی کو دیکھتے ہوئے دانشوران قوم اور ہمدردان اسلام اور عقیدت مندان بارگاہ رسالت کو یہ اندیشہ ہورہا تھا کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے تعلق سے نجدیوں کا نظریہ یہ تھا کہ معاذاللہ وہ بڑا بت ہے۔ اورآے دن اس کو گرانے کی کوشش کی جارہی تھی اب کہیں نجدیوں کے زور کی زد میں نہ آجائے۔ اخبار نے اس کا اظہار کچھ اس طرح کیا ملاحظہ ہو:

"یہ خبر کہ نجدی وہابیوں نے طائف کو فتح کرتے ہی محمد بن عبدالوہاب کی یاد تازہ کردی۔ اور لوگوں کو تہہ تیغ کرنے کے علاوہ قبورِ مسلمین کو منہدم کردیا۔ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ کا روضہ متبرکہ بھی منہدم شدہ قبور میں شامل ہے۔ کچھ کم اندوہ نہیں۔ بعض مقتدر اخبارات محض بخیال لالحب علی بل لبغض معاویہ ان مظالم کو مزعومہ قرار دیتے ہوئے امیر نجد کو بڑی عزت سے یاد کر رہے ہیں۔ یہ تو خدا کو معلوم ہے کہ یہ خبریں صحیح ہیں یا غلط۔ جب تک ان کی تردید نہ ہو صرف قیاس سے ان کو مزعومہ قرار دینا سخت غلطی ہے۔ اس لیے کہ وہابیت کا اصلی منشا ہی یہی ہے کہ نہ صرف قبورِ مسلمین کو منہدم کیا جائے بلکہ روضہ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والتحیات کو زمین کے برابر کر دیا جائے۔ ان کے ہندوستانی مقلدین نے اپنی بعض کتابوں اور نظموں میں اس کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ ایک نظم کا مصرعہ ہے۔

چھت کو اور گنبد کو قبروں سے اُتار

وہابیہ کے ابتدائی فتنہ کے زمانہ میں اگر سلطنت عثمانیہ کی طرف سے محمد علی پاشا ان کی پوری گوشمالی نہ کرتا تو جس طرح ان کو بیت الحرام کے صحن اقدس میں گھوڑے باندھتے ہوئے خدا کی پرواہ نہ رہی تو روضہ مطہرہ کو منہدم کرنے سے انہیں کون مانع ہوتا۔ جس کا ارادہ وہ صاف لفظوں میں ظاہر کر چکے تھے۔ اس تاریخی شہادت کے ہوتے ہوئے ان مظالم کا ارتکاب ناممکن ہے۔ ہندوستان اور نجد کے وہابیوں کو ان مظالم سے یقیناً دلچسپی ہوگی۔ لیکن دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے دل اور جگر پر جو کاری زخم اس سے لگے گا وہ ناقابلِ اندمال ثابت ہوگا۔" [الفقیہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۲۴ء، ص ۴]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"لوگ بیان کرتے تھے کہ نجدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ معاذ اللہ بڑا بت (روضہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تک گرایا نہ جائے گا، بُت پرستی جہاں سے دور نہیں ہو سکتی۔ ان کے اِس اعتقاد پر سابقہ تاریخ شاہد ہے کہ جب نجدیوں نے مکّہ مکرمہ پر قبضہ کیا، تو تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہ کے روضہ ہائے مبارکہ سخت بے حرمتی سے مسمار کیے گئے۔ جو آج تک شہادت کے لیے موجود ہیں۔ ہر آنکھ جس میں خدا تعالیٰ نے نورِ ایمان رکھا ہے وہ دیکھ کر بارش کی طرح برستی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا کتبہ کہیں پڑا ہے۔ اینٹ اینٹ الگ ہے۔ اسی طرح اور بے شمار روضے ہیں جو مسمار کیے گئے تھے، جو جنت

المعلیٰ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور اہلِ مکّہ سے قصّہ سنا۔ افسوس یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان اور اہلِ حدیث بیان کرتے ہیں۔ مگر لائق ہے کہ ہمارے سامنے کوئی ایک ہی حدیث خواہ وہ موضوع ہی کیوں نہ ہو ان مظالم کی تائید میں پیش کریں جس پر عمل کرتے ہوئے یہ ستم توڑے گئے ہیں۔ مذکورہ بالا بیانات کے شاہد جو لوگ ہمارے ساتھ جدّہ مکرمہ میں تھے، ان کے نام ذیل میں بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اور بیان کرنے والے لوگوں کی تعداد تو سینکڑوں میں ہے۔ صرف ہمارے جو قصور کے رفیق تھے۔:

میاں حاجی اللہ دتّہ صاحب پوہلی، بزاز میاں، حاجی فیروز الدین صاحب حلوائی، میاں حاجی حافظ محمد سردار صاحب بزاز، حاجی صاحب عبداللہ مستری، حاجی قائم الدین صاحب مستری، حاجی شہاب الدین صاحب مستری، حاجی فضل الدین صاحب مستری، حاجی مستقیم صاحب، حاجی قادر بخش صاحب، بزاز خان پوری، ریاست بہاول پور، حاجی سیٹھ محمد سعید صاحب، ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور، حاجی محمد بخش صاحب نمبر دار ساکن موضع ہرسنا کوٹ، ضلع لائل پور، حاجی غلام مصطفیٰ صاحب ٹھیکے دار ساکن جہلم، حاجی مولانا مولوی برکت علی صاحب، ساکن فتووالہ ضلع شاہ پور" [۱۴ر نومبر ۱۹۲۴ء، ص۵،۶]

ٹائمز آف انڈیا کا نامہ نگار کا بیان ہے:

"سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ روضہ اطہر کے سوا باقی سب مزارات کو گرا دیا گیا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے مزار کا کوئی نشان نہیں رہا۔ اور اس امر کا اندیشہ ہے کہ گنبد خضری کی نوبت بھی آجائے گی"

[الفقیہ: ۲۸ر جولائی ۱۹۲۶ء ص،۴]

مولانا نثار احمد صاحب سے جب مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے پوچھا کہ، گنبد خضری کے متعلق کیا اطلاع ہے؟ تو مولانا نے جواب دیا:

"گنبد خضری کے متعلق عام افواہ ہے کہ وہ بعد واپسی حجاج منہدم کر دیا جائے گا نجدیوں کی بربریت وظلم کے کچھ بعید نہیں کہ وہ گنبد خضری کے ساتھ بھی گستاخانہ برتاو کریں۔" [الفقیہ: ۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۵]

نجدیوں کے ہاتھوں مسجد بلال وغیرہ کی پامالی کا حال

نجدیوں نے مزارات ڈھائے اور ان کی بے حرمتی کی اور اس کے جواز کے دلائل بھی گڑھ لیے جو خود ان کے خود ساختہ تھے اس میں کوئی وزن نہیں تھا، بلکہ وہ سب اسلام دشمنی پر مبنی تھے۔ اور اس کا واضح ثبوت یہ تھا کہ نجدیوں نے مزارات کے ساتھ ساتھ مساجد بھی منہدم کیں۔ ملاحظہ کریں اخبارات سے چند خبریں:

میاں اسد اللہ و غلام محمد صاحبان چوک فرید امر تسر کا بیان ہے:

''جب جدہ سے مکہ پہنچے تو جمعہ کا روز تھا۔ نماز جمعہ کے لیے جب مسجد میں گئے تو مسجد پر چھت وغیرہ نہیں تھی سخت پریشانی ہوئی، اس لیے کہ گرمی بہت تھی۔ آخر نماز بمشکل پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو مسجد کے کھمبے جلے ہوئے دیکھے۔ استصواب کیا تو کہا گیا کہ اس مسجد کو نجدیوں نے آگ لگادی ہے جس کے ساتھ کئی دکانیں بھی جل گئیں ....وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے تو مسجد بلال سامنے نظر آرہی تھی اس کا نصف مینار گرا ہوا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نجدیوں نے اس مسجد کو گرایا۔ جتنی جگہ مسجد میں کلمہ پاک لکھا ہوا تھا صاف کر دیا گیا تھا۔'' [الفقیہ:۷،۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۵،۱۶]

حاجی عبد الستار کا بیان ہے:

''مسجدِ جن (جس جگہ سورۂ جن نازل ہوئی تھی) اور ذبیحہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ گرادی گئیں۔ غارِ مرسلات جہاں سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور مسجد جب ابو قبیس جہاں معجزہ شق القمر واقع ہوا تھا، بھی گرادی گئیں۔ اور ان کی لکڑیاں سرِ عام نیلام کی گئیں۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ حضرت سرورِ کائنات فداہ اُمّی و ابی یا کسی دوسرے نبی یا صحابہ کی یادگار باقی نہ رہے۔ مسجدِ نمرہ مین حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک حج کے دن ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھی جاتی تھی اور خطبہ ہوتا تھا، وہ بھی حکماً بند کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح جبلِ عرفات پر حج کا خطبہ بعد نمازِ ظہر ہوتا تھا، مگر اس جگہ بھی خطبہ نہیں پڑھا گیا۔'' [الفقیہ:۱۴/ اگست، ۱۹۲۵، ص ۷]

حاجی مہر غلام رسول صاحب امرت سری بیان کرتے ہیں:

"ہم پرانے مدینہ کی طرف گئے تو ہاں کیا دیکھا، کہ جس مسجد میں حضرت فاطمہ و حضرت علی نماز پڑھا کرتے تھے وہ بھی شہید کر دی گئی ہے۔" [الفقیہ:۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص ۱۷]

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی کہتے ہیں کہ:

"مَیں نے انہی آنکھوں سے دیکھا کہ مسجد جن و مسجد بلال کو باہر کی طرف سے اور کچھ چھت وغیرہ توڑ ڈالی گئی۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ چوں کہ حجاج یہاں لا کر مطوفین خاص طور سے زیارت کراتے ہیں۔ لہٰذا ان کو منہدم کر دیا۔

[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ٦]

سوائے روضہ نبوی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے جملہ اماکن مقدسہ کا انہدام

"بمبئی ۹ جولائی ٹرنر ماریسن کمپنی کا جہاز "سوجا" ۱۴۳۵ حاجیوں کو واپس لے کر آج صبح یہاں پہنچا حضرت مولانا قطب الدین عبد الولی صدر مرکزی خدام الحرمین مولانا عنایت اللہ پرنسپل نظامیہ کالج فرنگی محل لکھنؤ اور دیگر سر کردہ مسلمان اور مقامی انجمن خدام الحرمین کے عہدیدار حاجیوں کا خیر مقدم کرنے کے لیے ساحل پر گئے۔ حاجیوں کی صحت عام طور پر اچھی تھی لیکن جہاز پر چند اموات ہوئی ہیں جن کے متعلق جہاز کے کپتان نے بیان کیا کہ یہ کسی وبائی مرض کی وجہ سے نہیں ہوئیں۔

حکیم ابو یوسف اصفہانی معتمد خدام الحرمین بمبئی نے جو حاجیوں کا خیر مقدم کرنے کے لیے گئے تھے۔ فری پریس کے ایک نمائندہ سے ملاقات کے دوران میں بتلایا کہ واپس آمدہ حاجی اس اطلاع کی تصدیق کرتے ہیں جو پیشتر ازیں خدام الحرمین کو موصول ہوئی تھی کہ علاوہ چھ مسجدوں کے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سوائے روضۂ اطہر کے باقی تمام اماکن مقدسہ کو نجدی وہابیوں نے گرا دیا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت رسول کریم کے چچا حضرت

امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت محمد باقر علیہ السلام و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مزارات اور تمام دیگر قبے جو مسلمانوں کے نزدیک مقدس ہیں منہدم کر دیئے گئے ہیں۔ مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مولود فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ اور چاہ مقدس یعنی چاہ زمزم کو ناپاک کیا گیا ہے۔"

[الفقیہ:۱۴/جولائی۲۶ء ص۴]

چٹاکانگ کے سب انسپکٹر عزیز الرحمن کا بیان ہے:

"یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سوا باقی مقدس مزارات کو گرا دیا گیا ہے۔"[الفقیہ:۲۸/جولائی۱۹۲۶ء ص،۴]

نجدیوں کا شہید قبوں کے قریب جانے والوں کو زدوکوب کرنا اور قبرستان میں جانے کی ممانعت

ان منہدم مزارات کو دیکھنے کی اجازت نہیں تھی کیوں کہ اس سے ان نجدیوں کی حقیقت سب پر صاف منکشف ہو رہی تھی۔ معاصر اخبار انیس کے مکتوب کے حوالے سے الفقیہ لکھتا ہے:

"جو قبے شہید کیے گئے ہیں ان کے نزدیک کوئی نہیں جا سکتا۔ اور جو جاتا ہے اس کی تواضع بلتیوں سے کی جاتی ہے۔ قبرستان کے اندر کوئی نہیں جا سکتا۔ مولانا محمد علی نے اجازت طلب کی تھی وہ بھی پس پشت ڈال دی گئی اور انہیں کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا گیا۔"

[الفقیہ:۱۴/جولائی۲۶ء ص۴]

حرم شریف اور کعبہ مقدسہ کے تقدس کی پامالی

حرم شریف اور کعبہ مقدسہ کو منہدم کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ البتہ حرم شریف اور کعبہ معظمہ کے تقدس کو پامال کرنے میں کوئی کسر نجدیوں نے نہیں چھوڑی ملاحظہ کریں۔

حاجی مولانا مشرف حسین علی گڑھی کا بیان ہے:

"نجدیہ حرم میں جوتے لے کر جاتے ہیں اور اسی حالت میں طواف کرتے ہیں۔

مَیں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک غط غط (سپاہیوں میں ایک شدید فرقہ کا آدمی) خاص کعبہ کی دیوار کے نیچے دروازہ کے قریب بیٹھا ہوا پیشاب کرتا تھا۔ مَیں نے خواجہ سرا کو اطلاع دی۔ انہوں نے اس کو اٹھایا۔ حجرِ اسود کو اُکھاڑنا چاہا۔ اوّل اس کو پھینکنے کی کوشش کی مگر خواجہ سرائیوں کے ہجوم پر اس فعل سے باز رہے اور اس کو برابر کر دیا۔ اس وقت وہ کانپنے لگا اور اس حرکت سے باز رہا۔" [الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۷]

حاجی عبد الستار کا بیان ہے:

"نجدی حرم شریف کے اندر بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں کر کے سوتے ہیں۔"

[الفقیہ:۱۴/اگست،۱۹۲۵، ص،۷]

مزارات پر نجدیوں کی غلاظت کا بیان

ان نجدیوں نے مزارات کو ڈھانے کے علاوہ ان مقدس و متبرک مقابر و مقامات پر گندگی و نجاست پھیلائی، پیشاب و پاخانہ کر کے ان مقدس مقامات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"(ایک مکّی مہاجر کا بیان) حضرت غلام حبیب صاحب مکّی جو ایک نہایت دین دار، متقی اور سن رسیدہ بزرگ ہیں، گذشتہ جمعہ قنفدہ کے راستے وارِد بمبئی ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے ان چشم دید و ہوش رُبا واقعات کو بیان کیا۔ جو آپ نے نجدیوں کے متعلق دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ:

مَیں حلفیہ کہتا ہوں کہ نجدی لوگ خاص طور پر مزاراتِ مقدسہ اور مقاماتِ متبرکہ میں جا کر پیشاب و پاخانہ پھرتے ہیں۔ ان کی اس سے غرض یہ ہے کہ اہلِ مکّہ کے دلوں کو جلایا جائے اور جس کی تعظیم مکہ والے کرتے ہیں، اس میں نجاست کر کے وہ اپنے دلوں کو ٹھنڈا کریں۔ یہ لوگ اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ اور مکّہ والوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے معبودون میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ہم کو ان افعال سے روک سکیں"

[الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۸]

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بھرائچ کا بیان ہے:

"جب پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہوتی تو انہیں مخصوص قبوں پر پاخانہ پیشاب کرتے تھے۔ اسی طرح مولد النبی میں۔" [الفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۵]

مقام زم زم پر غلاظت

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بہرائچ کا بیان ہے:

"زمزم کے پاس بیٹھ کر استنجا کرتے ہیں۔ اس پر ایک دن تو رئیس السقّا نے تلوار نکال لی۔ اس لیے کہ وہ وہیں پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں۔ اہلِ مکّہ اکثر یہ بولتے ہیں کہ شریف حسین کا دوزخ اس نجد کی جنت سے بہتر ہے۔ مکہ والے اس کے مظالم سے بہت تنگ ہیں۔"

[۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۵]

نجدیوں کا صفا و مروہ میں غلاظت کرنا

حاجی حکیم کا شغر ابو القاسم بخاری اور حاجی محمد علی ساکن ختن (بخارا) کا بیان ہے:

"میں تین سال تک مکہ مکرمہ میں موجود تھا۔ صفا، مروہ کے درمیان لوگ پیشاب پاخانہ کرتے ہیں۔ اور حکومت ان کو منع نہیں کرتی۔" [۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۸]

مقامات مقدسہ کے انہدام پر محدث اعظم ہند کی تحریر

حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ و مآثر متبرکہ کے انہدام اور ان کی بے حرمتی و پامالی پر محدث اعظم ہند کا درج ذیل تبصرہ پڑھے جانے کے لائق ہے ملاحظہ کریں۔ رقم طراز ہیں:

"حجاز مقدس اب تک غاصب و شقی ابن سعود کی کافرانہ حرکات کا آماجگاہ ہے اور روزانہ کے مظالم کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ عمارت کعبہ و گنبد خضری کے سوا تمام مساجد و مآثر و مقابر یعنی کل مقامات مقدسہ مٹا دیے گئے ہیں۔ غریب الوطن حاجیوں کی جیبیں تلوار کے بل پر تراشی جا رہی ہیں۔ انتہا ہو گئی کہ داخلہ مسجد نبوی پر اگر کوئی مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جائے تو اس پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا تو ایسا ناقابل عفو جرم قرار دیا گیا ہے جس کی سزا صرف بے دردی کے ساتھ موت ہے۔ حاجیوں کو حالات سے

باور ہو گیا ہے کہ گنبد خضری کا قائم رہنا اب تک ایک پالیسی ہے اور واپسی حجاج پر سعودی ظلم کا پہلا نشانہ یہی مسلمانوں کا مرجع وماوی ہو گا۔ جو مظالم اس وقت تک ہو چکے ہیں ان کو اس نظر سے دیکھیے کہ حضرت ذوالنورین جن کو کل بے آب ودانہ باغیان مصر نے مدتوں محصور رکھ کر بے دردی سے شہید کیا تھا، آج نجدی ظلم ان کو بھی اپنی قبر مبارک میں بھی راحت کی نیند سے سونے نہیں دیتا۔ اور وہ خاتون جنت جن کو پیکر حزن ومصیبت کہیے آج بھی نجدی بربریت کی نشانہ ہیں۔ یہ قدرت کی بے نیازی نہیں ہے تو کیا ہے کہ کل فرزند رسول جگر گوشہ بتول حسن مجتبی کو زہر پلا کر ایک شقیہ نے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے تو آج ان کی قبر پر بھی نجدی پھاوڑا چل رہا ہے۔ فالغیاث الی حضرۃ اللہ۔"

[ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، محرم الحرام ۱۳۴۵ھ مطابق جولائی ۱۹۲۶ء ص ۱]

مولانا مولوی قمر الدین صاحب وزیر آبادی جنۃ البقیع کے مزارات کے انہدام کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"واقعی جنۃ البقیع کے قبور کے صرف نشان باقی ہیں قبے سب گرادیے گئے ہیں۔ معلموں کے بتانے سے پتہ لگتا ہے کہ یہ قبر فلاں صاحب کی ہے اور یہ فلاں صاحب کی"

[الفقیہ: ۲۱/جون ۱۹۳۱ء ص ۱۰]

مسٹر شوکت علی کی طرف سے انہدام جنۃ البقیع کی تصدیق

حجاز مقدس کے مقابر ومساجد اور مآثر کی شہادت وپامالی کی خبریں عالم اسلام کو بے چین کر رہی تھیں مگر نجدی دلال ان خبروں کو کذب وافترا بتاتے ہوئے ابن سعود اور اس کی ناپاک حکومت کو بچانے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف تھے۔ اسی درمیان ان حوادث کے عینی گواہ مسٹر شوکت علی صاحب کی طرف سے ایک خط اخبار خلافت کو مکہ معظمہ سے موصول ہوا۔ جس میں جنت البقیع وغیرہ میں مزارات کے مسمار وپامال ہونے کی تصدیق کی گئی تھی۔ ہم ذیل میں وہ خط درج کرتے ہیں، ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اخبار خلافت کو مسٹر شوکت علی صاحب کا حسب ذیل تار مکہ معظمہ سے موصول

ہوا ہے۔(مکہ ۲۹/ مئی)

"ہمیں جدہ میں یہ دردناک خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا کہ جنۃ البقیع اور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات زمین ک برابر کردئے گئے ہیں مکہ میں آکر اس خبر کی تصدیق ہوئی ہم موتمر میں یہ مسئلہ بھی پیش کرنے والے ہیں کہ اس میں مداخلت کرے نیز سلطان کو بھی متنبہ کیا جائے گا کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز نہ کریں۔"

(کیا اب بھی خلافتی لیڈر ابن سعود کی حمایت میں سرگرداں رہیں گے مسٹر شوکت علی ابن سعود کو تو کیا سمجھائیں اور متنبہ کریں گے البتہ بہتر ہوتا اگر یہ لوگ پہلے خود سمجھنے اور سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔(سیاست) [الفقیہ: سرورق، ۱۴/ جون ۱۹۲۶ء]

ہندوستان کے واپس آمدہ حاجیوں کے تلخ تجربات

مقابر و مساجد کا انہدام، حجاز شریف میں وحشت و ظلم کا دور دورہ

اخبار لکھتا ہے:

"جمشید پور ۲۰/ جولائی بہار کے واپس آمدہ حاجیوں کا بیان ہے کہ انہیں وہاں بہت تلخ تجربات ہوئے خلافتی اخبارات نے تخمینہ شائع کرکے ہمیں دھوکہ دیا۔ اصل اخراجات ان تخمینوں سے قریب قریب تین گنا تھے۔ ان کا بیان ہے کہ حجاز میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ظلم و وحشت کا عالم طاری ہے۔ جانیں اور جائداد غیر محفوظ ہیں۔ وہابیوں نے تمام اماکن مقدسہ اور بہت سی مساجد منہدم کردی ہیں۔"

[الفقیہ: ۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء، ص، ۲]

منہدم چند اہم مزارات کی تفصیل سے متعلق چشم دید گواہ کا بیان

حاجی مولانا امام الدین صاحب ساکن سبزی منڈی امین آباد لکھنؤ حجاز مقدس میں نجدی مظالم کے چشم دید گواہ مزارات مقدسہ کے انہدام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میں حج کو جانے سے پہلے امسال حج کے واسطے نہایت کوشاں تھا اور مجھ کو ابن سعود کے ساتھ ایک خاص عقیدت تھی۔ میں ایک سال تک اس سے پہلے نجد میں بھی رہ

چکاہوں ۔میں نے کچھ تعلیم مکہ کے مدرسہ صولتیہ میں بھی پائی ہے ۔میں نے دوسرے مزارات کو منہدم دیکھ کر اس صدمہ کا احساس نہیں کیا جو حضرت آمنہ حضرت خدیجۃ الکبری کے مزارات اور مسجد جن کے ٹوٹنے پر مجھ کو صدمہ ہوا۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"میں تمام ہندوستانی مسلمانوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے جب ذیل مقامات مبارکہ بچشم خود دیکھے ہیں جن کی فہرست میں نے اپنی نوٹ بک میں درج کرلی ہے اور جس کی نقل آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

(۱) مزار سیدتنا خدیجۃ الکبری زوجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) مزار سیدتنا حضرت آمنہ والدۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) مزار سیدنا عبد الرحمن ابن ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما

(۴) مزارات اہل ہاشم

(۵) مسجد جن

(۶) مسجد جبل ابوقبیس جہاں شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا) معجزہ ہوا تھا

(۷) مولد سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا

(۸) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۹) مولد سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(۱۰) مزار عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

(۱۱) مسجد انا اعطیناک الکوثر واقع منیٰ

(۱۲) وہ مقام جہاں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے اسمعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے کے لیے لٹایا تھا

(۱۳) جبل النور پر وہ مقام جہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدر مبارک جبرئیل علیہ السلام نے چاک کر کے نور ربانی بھرا تھا۔

ان مقامات کے علاوہ بھی دیگر مقامات کو منہدم کیا گیا ہے ۔لیکن میں نے صرف

اہم مقامات کو پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔“

[الفقیہ:۷/ستمبر ۱۹۲۵ء، ص۸،۷]

منہدم مزارات کے دو چشم دید گواہوں کا بیان سوالات وجوابات کی شکل میں

مدیر اخبار الفقیہ نے حج سے واپس آمدہ حجاج کرام سے ملاقات کرکے وہاں کے درست حالات معلوم کرنے کی کوشش کی تاکہ عوامی سطح پر حقیقت کا انکشاف ہو جائے۔ مولانا غلام محمد پشاوری صاحب سے ملاقات کرکے ان سے منہدم مزارات وغیرہ کی تفصیل سوالات وجوابات کی شکل میں حاصل کی۔ لکھتے ہیں:

”۱۴/جولائی ۲۶ء کو میں مولانا غلام محمد صاحب پشاوری مولوی فاضل امام جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم واول مدرس دینیات اسلامیہ ہائی اسکول امرت سر کی ملاقات کے لیے گیا جو حال ہی میں فریضہ حج کی ادائیگی سے فارغ ہو کر تشریف لائے ہیں۔ آپ سے میں نے حجاز مقدس کے موجودہ حالات کے متعلق چند سوالات کیے جن کے جوابات آپ نے حسب ذیل لکھوائے اور مولوی محمد داؤد صاحب پسروری و شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مشتاق تاجر صاحب کی موجودگی میں آپ نے ان سوالات وجوابات کے نیچے دستخط کر دیے۔

سوال: کیا آپ نے جنت البقیع دیکھا ہے؟

جواب: ہاں دیکھا ہے۔

سوال: کیا وہاں کے مزارات مقدسہ کے تمام قبے گرا دئے گئے ہیں؟

جواب: ہاں سب قبے نجدیوں نے گرا دئے ہیں۔

سوال: کیا جنت البقیع کی قبور شریفہ بھی شہید کر دی گئی ہیں؟

جواب: ہاں اکثر قبریں بھی گرا دی گئی ہیں صرف بعض قبروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں“

[الفقیہ:۲۱/جولائی،۲۶ء ص۱۱]

مقابر و مآثر کے انہدام پر مولوی عبد العزیز امرت سری کا بیان

الفقیہ کے ایک قاری کی طرف سے مولانا عبد العزیز صاحب سے مقابر و مآثر کے

منہدم ہونے سے متعلق پوچھے گئے سوالات وجوابات پر مشتمل درج ذیل بیان الفقیہ میں شائع کیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

"میں ۲۳ جولائی ۲۶ء کو مولوی عبد العزیز صاحب ابن مولوی عبد الصمد صاحب امر تسری مرحوم کے پاس گیا جو حج سے فارغ ہو کر آئے ہیں۔ میرے ساتھ منشی محمد اسمعیل صاحب مشتاق تاجر ٹونک بھی تھے۔ واقعات حجاز کے سلسلہ میں میرے سوالات کے جواب میں مولوی عبد العزیز صاحب نے جو بیان دیا اس کو میں اسی وقت ساتھ ساتھ قلمبند کرتا گیا۔ اس تحریر کے نیچے انہوں نے دستخط کر دیے ان کی اجازت سے یہ بیان بصورت سوال وجواب دفتر الفقیہ میں بغرض اشاعت ارسال کر رہا ہوں۔

س: کیا آپ نے جدہ میں حضرت حوا علیہا السلام کی قبر دیکھی وہ محفوظ ہے یا گرادی گئی؟

ج: میں نے قبر حضرت حوا کی زیارت کی اس کے نشانات گرادئے گئے ہیں اس قبرستان کی اکثر قبروں کو بھی نجدیوں نے منہدم کر دیا ہے۔

س: مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے کون کون سے منہدمہ مقامات مقدسہ دیکھے؟ ان کی مختصر کیفیت بیان کیجیے۔

ج: مجھے منہدمہ مقامات میں سے صرف جنت المعلی دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کو نجدیوں نے تباہ کر رکھا ہے۔ میں نے وہاں بعض لوگوں سے سنا تھا کہ جنت المعلی میں نجدی پاخانہ پھرتے ہیں، لیکن میں نے خود نہیں دیکھا۔ البتہ وہاں سے اونٹوں کو گزرتے ہوئے میں نے خود دیکھا۔ اور اس صورت میں وہاں لید اور پیشاب ہونا بعید از قیاس نہیں۔

س: کیا جنت البقیع آپ نے دیکھا وہاں نجدیوں نے صرف قبے گرائے ہیں یا قبریں بھی صاف کر دی گئی ہیں؟

ج: ہاں جنت البقیع کی میں نے زیارت کی تھی۔ قبے تو سب کے سب گرادیے گئے ہیں بلکہ اکثر بندگانِ اسلام کی قبریں بھی گرا کر زمین کے برابر کر دی گئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہل چلایا گیا ہے۔ البتہ بعض قبروں کے صرف نشانات موجود دیکھے۔ مثلاً حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین و حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبور شریفہ ہیں

تو شکستہ لیکن لکڑی کے نشانات موجود تھے۔

س: کیا مدینہ شریف میں مسجد قبا اور مزار حضرت سیدنا حمزہ کی بھی آپ نے زیارت کی؟ وہاں کی حالت کیسی ہے؟

ج: میں نے یہ دونوں مقامات دیکھے مسجد قبا تو سالم تھی البتہ اس کے مغرب میں جو تین مسجدیں ہیں ان میں کی درمیانی مسجد کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مزار سیدنا حمزہ کی زیارت بھی کی ہم جس روز وہاں گئے نجدی اس کے گنبد توڑ رہے تھے۔ وہاں بھی ایک مسجد نجدیوں نے شہید کر رکھی ہے جسے میں نے خود دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کے شہید ہونے کی جگہ جو تھی ان کے نشان کو بھی گرا دیا گیا ہے۔"

[الفقیہ:۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۷، ۱۸]

میاں حاجی محمد حنیف صاحب پنجابی سوداگر کانپور کا بیان

سوالات و جوابات کی روشنی میں

میاں حاجی محمد حنیف صاحب پنجابی سوداگر کانپور اور جناب حافظ فخر الدین صاحب اور مسٹر فہیم الدین صاحب ایک ساتھ کانپور سے روانہ ہوئے اور ایک ہی جگہ قیام و طعام رہا۔ اور ہمہ وقت بحیثیت قریبی عزیز کے ساتھ رہا۔ ان سے منہدم مزارات سے متعلق جب استفسار کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل جوابات دیے۔ ہم سوالات و جوابات درج کرتے ہیں:

س: جنۃ البقیع کو آپ تشریف لے گئے تھے وہاں کا کیا حال ہے اور حضرت سید النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امام حسن کے مزارات کو دیکھا؟

ج: سب مزارات توڑ کو پھینک دئے گئے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے جیسے کھیتوں میں ہل چلایا جاتا ہے ملبہ سب وہیں پڑا ہے۔ حضرت سیدنا امام حسن کے قبر شریف میں بالکل گڑھا ہے نصف حصہ پر نہیں ہے نصف حصہ بالکل گڈھا ہے اور خالی ہے۔

س: درود و سلام روضہ اقدس پر پڑھا جاتا ہے؟

ج: جی ہاں پڑھا جاتا ہے۔

س: روضہ اقدس کے متعلق کیا خبر ہے؟

ج: ہر شخص ہم سے یہ کہتا تھا کہ اس کی خیر مانگو۔ نجدیوں کا قاضی القضاۃ جب آ گیا تھا مدینہ شریف، تو اس نے کہا تھا کہ یہ بڑا بت خانہ ہے۔ اور جنۃ البقیع میں جو کندہ پتھر مزارات پر نصب تھے اور اس میں عربی لکھی تھی وہ سب توڑ توڑ کر چور کر دیے گئے۔ آپ کے اس بیان کو قبل از جمعہ جامع مسجد کان پور میں ان کے روبرو مولانا محمد کرم علی نے حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ اور یہ فرمایا کہ جن حضرات کو شک و شبہہ وہ حاجی صاحب سے جو موجود ہیں لفظ بلفظ حرف بحرف دریافت فرمائیں۔ دو تین بار آپ نے اس جملہ کو حاجی صاحب کی طرف سے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ حاجی صاحب نے پانی کی تکلیف و سواری کی دقت کا بھی حال بیان کیا۔" [الفقیہ:۷، ۱۴/ اگست ۲۶ء ص ۲۰]

میاں حاجی اشرف علی صاحب و حاجی محمد علی صاحب ساکنان کان پور کانپور کا بیان

حاجی اشرف علی صاحب اور حاجی محمد علی صاحب کانپوری کا بیان الفقیہ میں درج ذیل سوالات و جوابات کی شکل میں شائع کیا گیا ملاحظہ ہو:

س: کیا آپ نے جدہ میں کوئی مزار دیکھا؟

ج: ہم نے حضرت حوا کا مزار دیکھا وہ سالم تھا۔ دیگر مزارات کا پتہ نہیں تھا۔ بعدہ اسے ہم نے دیکھا کہ حضرت حوا کے مزار کا قبہ منہدم کر دیا گیا تھا۔

س: آپ نے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؟

ج: دیکھا وہ بالکل برباد کر دیا گیا ہے اور اب وہاں.... ہوتا ہے۔

س: آپ نے مسجد ابو قبیس کو دیکھا وہ کیسی تھی؟

ج: مسجد ابو قبیس ڈھادی گئی تھی۔ لیکن اب نصف کی مرمت ہو گئی ہے اور بقیہ نصف حصہ ویسا ہی منہدم ہے، بند کر دی گئی ہے کوئی جانے نہیں پاتا۔

س: طواف کرنے میں حاجیوں کو کوئی دقت تو نہیں ہوتی؟

ج: کوئی دقت نہیں ہوتی ایک دن جب نجدی زیادہ آ گئے تھے اس دن لوگوں کو مار مار

کر ہٹا دیا گیا تھا۔

س: آپ لوگ مدینہ منورہ کب پہنچے؟

ج: ۱۶ شوال کو۔

س: آپ نے جنت البقیع کو دیکھا کیا حال تھا؟

ج: دیکھا مزارات منہدم کیے جارہے تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ۲۴ شوال سے انہدام کا کام شروع کیا گیا۔

س: آپ نے خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان غنی کا مزار مبارک دیکھا؟

ج: دیکھا ایک طرف منہدم کر کے بالکل گڈھا کر دیا گیا ہے اور مزار مبارک کے آدھے حصہ پر ٹین لگا دیا گیا ہے۔

س: آپ نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ معلوم کیا؟

ج: عام شہرت ہے کہ حاجیوں کے جانے کے بعد خدانخواستہ اس کی خیریت نہیں ہے یا تو روضہ اطہر کے گرد اونچی دیوار اٹھا دی جائے گی، جس سے کل منظر چھپ جائے گا یا خدانخواستہ روضہ مبارک کو گزند پہنچایا جائے گا۔ (اس موقعہ پر دونوں صاحب آبدیدہ ہوگئے)

س: کیا روضہ اقدس کی جالی کے قریب جاکر لوگ سلام و درود پڑھنے جاتے ہیں؟

ج: درود و سلام پڑھ سکتے ہیں لیکن جالی مبارک کے نزدیک چونکہ نجدیوں کا پہرہ ہے لہٰذا جب تک ان کو کچھ دیا نہ جائے وہ جالی مبارک کے پاس جانے نہیں دیتے۔

س: آپ نے مسجد فاطمہ کو دیکھا؟

ج: دیکھا وہ گرا دئے گئے ہیں۔

س: مسجد قبا کو دیکھا؟

ج: دیکھا اس پر گولیوں کے بہت سے نشانات ہیں۔

س: کیا آپ جنت المعلی گئے تھے؟

ج: زمانہ قیام مکہ لوگ ابتدا میں گئے تھے لیکن بعد واپسی مدینہ منورہ معلوم ہوا کہ وہاں

کوئی نہیں جانے پاتا اگر کوئی جاتا ہے تو مارا جاتا ہے۔" [الفقیہ:۱۴،۷:اگست ۲۶ء ص ۲۰]

مزارات کے انہدام پر حامیان ابن سعود کی گواہی

عجم کے نجدی دلالوں نے جیسے قسم ہی کھالی تھی، کہ ابن سعود کے ہر گناہ اور ہر جرم پر پردہ ڈالنا ہے۔ابن سعود نے ظلم وبربریت کی ساری حدیں پار کردی تھیں۔پوری دنیا خبر دار تھی لیکن یہ نجدی دلال ابن سعود کے ہر کالے کو سپید کرنے کا کام کر رہے تھے۔خواہ وہ اہل حجاز پر ظلم وستم اوران کے قتل وغارت گری کا معاملہ ہو، یا حجاج کے جان ومال کے اتلاف کا معاملہ، مساجد ومقابر کی بے حرمتی کی بات ہو، یا مزارات ومقامات مقدسہ کے انہدام کی خبریں، نجدی ہوا خواہ سب پر پردہ ڈال رہے تھے۔لیکن ایک وقت آیا کہ مجبور ہو کر انہیں بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ ہاں ابن سعود نے مزارات کو منہدم کیا ہے۔ان کے قبہ جات کو منہدم کیا ہے۔لیکن ساتھ ہی اس کے جواز کا لاحقہ بھی لگا دیا، کہ علما کہتے ہیں کہ یہ کام شریعت کے مطابق ہے۔الفقیہ کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"سیاسی وخلافی اخبارات جو ملعون یعنی ملعون نجدی کی جھوٹی تعریفیں لکھتے رہے اور عموماً تمام واقعاتِ حجاز پر پردہ ڈال رہے تھے۔آخر اتنا لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ قرن الشیطان ثانی یعنی خبیث واخبث نجدی نے واقعی قبّے منہدم کرائے۔مگر ساتھ ہی یہ خباثت بھی چھانٹ رہے ہیں کہ نجدی ملعون کہتا ہے کہ اگر علماء ان قبّوں کا جواز ثابت کردیں تو وہ چاندی سونے کے قبّے بنوا دے گا۔وہ بنائے یا نہ بنائے آخر نجدی ملعون کے ہندوستانی دلالوں اور ایجنٹوں کی روسیاہی ہو کے رہی۔اخبار اہلِ حدیث لکھتا ہے کہ:

مزارات حدیث کے علم کے ماتحت گرائے گئے۔وہ فخر کرتا ہے کہ ابتدا ہی میں اس نے یہی لکھا تھا۔مگر ساتھ ہی خلافی اخبارات یہ لکھ رہے ہیں کہ شیطان نجدی نے وعدہ کیا ہے کہ روضہ اقدس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا منہدم نہیں کرے گا۔اگر اب تک وہ قبریں اور مزارات کو حکم حدیث سے گراتا رہا، تو اب اُسے کون سا امر مانع ہے۔وہی حدیث روضہ اطہر پر بھی حاوی ہو گی۔اور یہ تو اول الوہابیین قرن الشیطان اول لعنۃ اللہ علیہ کا نصب العین

ہے۔ پھر اس کے گرانے سے وہ پرہیز کیوں کرے گا۔ اگر نہ گرائے گا تو خبیث نجدی مخالف حدیث ہوا۔

نجد کے نجدی اور ہندوستان کے نجدی خوش تو بہت ہیں کہ خوب ہوا۔ قرن الشیطان نے مزارات گرا کر زمین کے برابر کر دیئے اور عمل بالحدیث ہو گیا۔ مگر یہ لوگ حدیث صرف وہی صحیح سمجھتے ہیں جو اِن کے مطلب کی ہو۔ ان فرزندانِ حماقت سے کوئی پوچھے اگر مسلمانوں کی قبریں اور مزارات کے گرانے کا حکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوتا تو صحابہ کرام کیوں قبریں بنواتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لے گئے تھے تو تمام انبیا کی قبریں کیوں نہ زمین کے برابر کر دیتے۔[**الفقیہ:۲۱/اگست ۱۹۲۵ء، ص۳،۴**]

مغلیہ حاکم کی جانب سے انہدام مساجد کی تصدیق اور شہید مساجد کی تعمیر کا انتظام

مغلیہ حاکم نظام عالی مقام کی طرف سے حجاز مقدس کی منہدم شدہ مساجد کی تعمیر کا حکم دینا اس بات کی صاف گواہی دیتا ہے کہ حاکم ہند کو تحقیق ہو چکی تھی کہ مساجد حجاز کو منہدم کیا گیا ہے۔ اسی لیے انہوں نے مساجد کی تعمیر کا کام اپنے ذمہ لیا اور اس کے لیے انجینئر کو حجاز مقدس خرچ کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ اخبار کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"(سکندر آباد) ۲۸/مئی مکہ مکرمہ میں ابن سعود اور اس کی وہابی فوج نے جن مساجد کو شہید کیا ہے۔ حضور نظام نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کی مرمت خود کرادیں۔ چناں چہ ممدوح نے اپنے ایک انجینئر کو حکم دیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ جا کر خرچ کا اندازہ لگائے جو خیال ہے کہ کئی لاکھ روپے ہو گا۔ خدا حضور نظام عالی مقام کو جزائے خیر دے۔ آپ نے وہ توقعات پوری کی ہیں جو جلال دربار مغلیہ کی اس آخری نشانی سے مسلمانوں کو ہو سکتی ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضور ممدوح کے نزدیک ثابت ہے، کہ نجدیوں نے مساجد کو شہید کیا۔ وہ لفنگے وہابی جو اب تک اس حقیقت تلخ کے منکر تھے دیکھیے اب کیا کہتے ہیں؟ ہم حضور انور کی خدمت میں مسلمانوں کی طرف سے نہایت ادب کے ساتھ ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ اور یہ

عرض کرتے ہیں کہ اگر ابن سعود کو روپیہ دیا گیا تو وہ زر بھی ہضم کر جائے گا اور مساجد بھی نہ بنوائے گا۔ اس لیے کہ اگر وہ بنوائے تو اس کی وحشی نجدی فوج اس کو ہلاک کر دے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اگر نجدی اجازت دے تو حضور کے نمائندے خود ان مساجد کو وہاں قیام کر کے تعمیر کرائیں۔ اس سے دو فائدے ہیں:

اول یہ کہ اگر نجدی نے اجازت دی تو مساجد فی الحقیقت بن جائیں گی۔ اور اگر اجازت نہ دی تو اس کی شیطنت کا راز دنیا پر اچھی طرح کھل جائے گا۔ (سیاست)"

[الفقیہ: ۷/جون ۱۹۲۶ء، ص ۲]

(باب ۹)

مقابر و مآثر کے انہدام پر نجدی فتوائے جواز اور اس کے خلاف علما کی صدائے ھل من مبارز

نجدیوں نے حجاز مقدس کے اکثر مقامات مقدسہ، مقابر معظمہ، مآثر متبرکہ کو منہدم کر دیا تھا۔ لیکن ابن سعود کے ہندی ہوا خواہ اور حامی ایجنٹ شروع شروع میں تو منع کرتے رہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے، یہ سب کچھ افواہ ہے مگر جب حقیقت تشت ازبام ہوگئی تو بغلیں جھانکنے لگے۔ اور پھر ابن سعود کی ان غیر شرعی، ملحدانہ حرکات کو شرعی ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے اور فاسد تاویلات کے ذریعہ انہدام مزارات وقبہ جات کو عین شریعت قرار دینے لگے۔ حد تو تب ہوئی جب سرغنۂ نجدیان ہند مولوی ثناء اللہ امرت سری نے ”۲۵/ستمبر ۱۹۲۵ء جمعہ کے دن اپنے وعظ میں گنبد خضری کو خلاف شریعت بتاتے ہوئے گنبد پر تیشہ چلانے کی بات کرتے ہوئے یہ بکواس کی:

”قبہ گنبد مرقد انور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود رکھنا خلاف شریعت ہے۔ اسے ضرور گرا دینا چاہیے۔ اگر سلطان ابن سعود (یعنی قرن الشیطان) نے اسے نہ گرایا تو وہ مجرم ہوں گے۔ اگر اس کو کسی باعث سے تامل ہو تو ہمیں اجازت دے ہم وہاں پہنچ کر گرائیں گے اور سب سے پہلا شخص میں ہوں گا، جو اس پر تیشہ چلاؤں گا۔“

[الفقیہ: ۷/اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴، ۵]

تو علماے اہل سنت نے ابن سعود اور اس کے ہوا خواہوں خاص کر مولوی ثناء اللہ امرت سری کے خلاف باضابطہ محاذ آرائی شروع کر دی۔ اور ان کی حرکات شنیعہ قبیحہ کے جواب میں تحریراً و تقریراً تردیدی مہم تیز کر دی۔ ہم یہاں اس کی قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں ملاحظہ کریں:

قبّوں، مسجدوں اور مزارات کے انہدام کی حمایت میں نجدیوں کی انتہائی بے ایمانی

”شیاطینِ نجد کے ہندوستانی ایجنٹ اور نمک خوار دلال آخر اسی کا اقرار کرنے لگ گئے کہ واقعی شیاطینِ نجد نے مسجدیں اور قبّے گرائے۔ اب وہ پہلا بیان کہ شیاطینِ نجد نے کچھ نہیں کیا۔ اور ان پر سب اِفترا ہے، منسوخ ہو گیا۔ لیکن اب وہ اپنی روسیاہی اس خباثت آمیز

بہانہ سے ٹالنا چاہتے ہیں کہ شیطان نجدی ملعون نے احکامِ شریعت کی پابندی سے ایسا کیا۔
شیاطینِ نجد کے لاہوری ایجنٹ نے اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں اسی معاملہ پر بحث کی۔ مگر تمہید میں وہ حربہ استعمال کیا جو خلافیوں نے ابتدائے قیام خلافی کمیٹی کے ایام میں تیار کیا تھا۔ یعنی جو شخص ذرا بھی خلافیوں کے خلاف کچھ کہے فوراً اس کی نسبت یہ مشہور کر دیا جائے کہ یہ شخص گورنمنٹ کا تنخواہ دار اور سی۔ آئی۔ ڈی کا ملازم ہے۔ چوں کہ خلافیوں کا اثر عام طور پر احمقوں کے دلوں پر پڑ چکا ہے۔ فوراً حق گو ہدفِ ملامت ہو گا۔ اور اُسے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ یہ حربہ اگرچہ اب اپنا اثر کھو چکا ہے اور اب بہت سے فہمیدہ آدمی خلافیوں کی چالوں سے پوری آگاہی حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کُند اسلحہ کبھی کبھی استعمال کرنے کا ان لوگوں کو شوق ہو جاتا ہے۔

چناں چہ شیطان کا لاہوری ایجنٹ کہتا ہے (خطوط وحدانی کے الفاظ ہماری طرف سے ہیں آزادی یعنی تبنیں) جزیرۃ العرب کے نادان اور تنگ نظر (مگر در حقیقت وسیع النظر اور حق گو) دشمنوں نے سلطان ابنِ سعود غازی (یعنی قرن الشیطان ثانی لعنۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ و اجدادہ واعوانہ وانصارہ) کے خلاف (حق کی حمایت) میں پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ اس (بخیال نجدی ایجنٹوں کے) غیرت باختہ (مگر در حقیقت غیرت مند) طائفہ کے جس فرد کو دیکھو (نجدی شیاطین کے حامیوں کے خیال میں) شرم ناک غلط بیانیوں (مگر حقیقت میں صحیح اور ناقابلِ تردید واقعات) کا ایک طویل دفتر بغل میں دبائے چند بے حقیقت محدود الاشاعت اور غدّارانِ حجاز کے ناپاک اور بے پر چلنے والے اخباروں کے دفاتر کے دروازے کھٹکھٹا رہا ہے۔

اس کے جواب میں ہم صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ذرّیت شیخ نجدی خواہ نجدی ہو یا ہندوستانی۔ خدا کی لعنتوں کی ہزارہا نہیں لاکھ نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد کو ایک پھانک میں ہضم کرنے کے عادی ہیں۔ روپیہ لے کر ایمان فروشی جس کا پیشہ ہے وہ ابھی تک احمق وہام افتادوں کی نظر خباثت اثر سے پوشیدہ ہو تو ہو۔ لیکن دنیا پر آشکارا ہے کہ یہی لاہوری ایجنٹ ایسا عبد الدرہم والدینار ہے کہ کچھ ملنے پر معطی کو ممدوح بنا لینا اور پھر نہ ملنے پر اسی ممدوح کو معتوب بنا لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب

ہے۔ اس لیے ہم اس پر اس سے بھی زیادہ اور کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ البتہ صرف ہم اتنا اور کہہ دیتے ہیں کہ مضامین نگار محدود الاشاعت اخباروں کا دروازہ ہی نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ خلافی اخبارات کو بھیج دیتے ہیں۔ ان کے ایمان نما کفر کا تقاضا نہیں کہ ایسے مضامین کو شائع کریں۔ مگر مسلمان اخبارات شائع کر دیتے ہیں۔ اس نجدی کے ایجنٹ اور نمک خوار نے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بعض مسجدوں اور قبّوں میں مشرکانہ رسوم تھیں اور ان کی پرستش ہوتی تھی، اس لیے شیطان نجدی نے ان کو منہدم کرا دیا۔ اگر علما یہ ثابت کر دیں کہ وہاں جو کچھ ہو رہا تھا وہ مطابق شریعت ہے تو نجدی شیطان کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان کو پھر سے تعمیر کرا دے۔

دنیا میں بڑے بڑے ڈھیٹ اور بے شرم گزرے ہیں اور شائد اس وقت بھی موجود ہوں۔ مگر اس ایجنٹ کی شان کا اور اس کا جواب یقینا آج دنیا میں موجود نہ ہو گا کس قدر بے ہودہ دلیل اور کس قدر احمقانہ بہانہ اور کس قدر اِبلیسانہ چال ہے۔ اگر بالفرض مسجد جن (جس میں سورہ جن نازل ہوئی تھی) میں یا اور کسی مسجد یا قبّہ میں نجدی لاہوری دلّال کے قول کے مطابق مشرکانہ افعال کیے جاتے تھے تو کیا اس کا علاج یہ ہے کہ مسجد ہی منہدم کر کے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ یا اس کا علاج یہ ہو سکتا تھا کہ اُن افعال کو روکا جائے جو نجدی شیطان کے خیال میں مشرکانہ تھے۔ نجدی شیاطین کے بے ہودہ مذہب میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ اور حرم کعبہ میں شیطانی قبضہ سے پہلے عموماً مقلدین ائمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم برابر پڑھا کرتے تھے۔ تو اگر یہی علاج صحیح ہے جو تجویز کیا اور جسے نجدی کے پٹھو مستحسن سمجھتے ہیں۔ تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ شریف کو منہدم کرنا ضروری تھا۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ جب نجدیوں نے الصلوٰۃ والسلام علیک پڑھنے والوں کو روک دیا اور عام طور پر ممانعت کر دی تو لوگوں نے یہ ظلم برداشت کر لیا۔ اسی طرح اگر واقعی مساجد اور قبّوں میں بخیال ملعونانِ نجد مشرکانہ افعال ہوتے تھے تو ایسے افعال کی ممانعت کر دیتے اور ارتکاب کرنے والوں کے لیے کوئی سزا مقرر کر دیتے۔ تو اگرچہ یہ بھی ظلم تھا تاہم مسجدیں تو شہید نہ ہوتیں۔ اور قبّوں کے گرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مگر یہ تو محض شیطانی بہانہ ہے۔ دراصل اس خبیث اخبث کا

مقصدِ اعلیٰ ہی یہی تھا جو اس نے کیا۔

کیا نجدیوں کے ہندوستانی دلال اور ایجنٹ بتا سکتے ہیں کہ جب انہوں نے لالہ شر دھانند کو جبکہ وہ ان خلافیوں کا مقتدائے اعظم تھا، شاہی مسجد دہلی کے ممبر پر کھڑا کر کے لیکچر دلایا تھا۔ وہ فعل اسلامی تھا یا کافرانہ؟ اگر وہ فعل کافرانہ تھا اور یقیناً کافرانہ تھا تو کیا لازم آتا ہے کہ مسجد کو گرا دیا جائے؟ اس کا علاج یہی بچا کہ ایسے فعل کو روک دیا جائے۔ ممکن ہے کہ کوئی خلافی اخبار اس کو کافرانہ فعل نہ کہے کیوں کہ وہ اپنے کفریہ افعال کو عموماً ایمان قرار دینے میں مشّاق ہیں۔ لیکن در حقیقت اس سے بڑھ کر کوئی کافرانہ فعل ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ اس سے کفر کو بڑی تقویت پہنچی۔ اس لیے کہ حلقہ ارتداد میں آریہ اُپدیشک اسی وقت کا فوٹو جاہل ملکانوں کو مرتد بنانے کے لیے دکھاتے اور کامیاب ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دیکھو شر دھانند جی شاہی مسجد کے ممبر پر اُپدیش کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے بڑے بڑے مولانا سر جھکائے سُن رہے ہیں۔

واقعی اِس فوٹو کو دیکھ کر ایک مسلمان مگر غیرت مند مسلمان کو رونا آتا تھا کہ کس انداز سے بے غیرت خلافی مولانا جو لفظ مولانا کی عزت کو خاک میں ملانے کے لیے مولانا بن رہے ہیں۔ کس بے غیرتی کے استغراق میں اُپدیش سُن رہے ہیں۔ اسی طوفانِ بد تمیزی کو روکنے کے لیے لاہور کے غیرت مند مسلمان آنریبل جسٹس مرزا ظفر علی خان صاحب جج ہائی کورٹ پنجاب نے خلافیوں کا داخلہ مسجد وزیر خان میں ممنوع کرا دیا۔ ورنہ خطرہ تھا کہ یہ مسجد بھی شیخ خیر الدین مرحوم کی مسجد کی طرح تمام لغویات اور کفریات کا مرکز اور اکھاڑہ بن جاتی۔ پھر نجدی شیاطین کے مذہب کے مطابق مسجد وزیر خان کو منہدم کرنے کی ضرورت پڑتی۔ نجدیوں کا لاہوری ایجنٹ اسی مقالہ میں علمائے دیوبند، جمعیۃ العلما، ابو الکلام آزاد اور سید سلیمان ندوی سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر یہ تصریح اس نے نہیں کی کہ علمائے دیوبند اور جمعیۃ العلما اور ابو الکلام آزاد سے اس کی مراد کون ہیں۔ کیا وہی علمائے دیوبند اور جمعیۃ العلما تو نہیں جن کے فتووں کو آل مسلم پارٹیز کے جلسے کے موقع پر منتظمین کانفرنس نے عموماً اور ڈاکٹر کچلو نے خصوصاً پاؤں کے تلے روند ڈالا۔ اور وہی ابو الکلام تو نہیں جس کا فتویٰ دربارہ عدم تکفیر

مرزائیاں اسی کے اخبار میں شائع ہوا تھا۔ مگر مرزائیوں سے کچھ نہ ملنے پر ان کو نہ صرف کافر بلکہ مرتد قرار دے کر اس فتویٰ کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ باقی رہے سید سلیمان ندوی وہ لاکھ فتوے دیں ان کے ساتھ ابو الکلام بھی مل جائیں۔ بخدا علمائے کرام ان کے فتاوے کو اسی طرح سے پاؤں میں مسل کر ڈالنا تجویز کریں گے۔ جس طرح علمائے دیو بند اور جمعیۃ العلما کے فتووں کو ڈاکٹر کچلو صاحب نے مسل ڈالا۔ ایسے بزرگوں کے فتاویٰ خلافیوں کو مبارک۔ مسلمانوں کو ضرورت نہیں کہ ان فتووں کو ایک کوڑی کی قیمت بھی دیں۔

مولانا عبد الباری بھی تو خلافت کمیٹی کے ممدوح رہ چکے ہیں۔ ان کا ہر فیصلہ خلافیوں کو بسر و چشم منظور ہوا کرتا تھا۔ مگر اب انہوں نے مساجد مزارات اور قبّوں کے انہدام کے متعلق جب نجدیوں کے خلاف رائے قائم کی تو نجدیوں کے ایجنٹ کیوں سٹ پٹا گئے۔ کیا مولانا صاحب کی ساری قابلیت، سارا علم و فضل نجدی ایجنٹوں کے ایک امر میں اختلاف ہو جانے کے باعث گاؤ خورد ہو گئے۔ افسوس! اب اس کی کیا ضمانت ہے کہ سوائے وہابی علما کے اگر ہندوستان کے تمام علمائے حناف نجدیوں کے خلاف فتوے صادر کریں تو اس فیصلہ کو قبول کر لیا جائے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں اور یقینی امر ہے کہ سب کے فیصلہ کو مولانا عبد الباری صاحب کے فیصلہ کی طرح رد کر دیا جائے گا۔

ہم چاہتے ہیں کہ نجدیوں کے ایجنٹ اور دلال اپنے آقا اور ولیِ نعمت قرن الشیطان ثانی کا حقِ نمک ادا کرنے کے لیے ضرور اس معاملہ کو انتہا تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ تجویز ہم بتاتے ہیں۔ اپنے آقا قرن الشیطان ثانی سے خط و کتابت کریں۔ ہندوستان سے جو علما مناظرہ کے لیے مکّہ معظمہ میں جائیں، ان کی حفاظت کی ذمہ داری برٹش گورنمنٹ سے لے دیں۔ اور اگر برٹش گورنمنٹ ایسی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لے تو مجلسِ مناظرہ مجلس میں منعقد ہو۔ شیاطینِ نجد کے مقابلہ کے لیے علمائے ہندوستان کو ہم لے جانے کا ذمہ اُٹھاتے ہیں۔

ہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیاطینِ نجد کے پٹھوؤں کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ ہم حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب یا حضرت مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب بریلوی یا حضرت مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو نہ لے جائیں گے۔

کیوں کہ ان کا نام سنتے ہی خلافیوں کے کلیجے میں درد اُٹھتا ہے۔ بلکہ ایسے علما کو ان شاء اللہ تعالیٰ مناظرہ کے لیے پیش کریں گے جن کی تعریف و توصیف خلافی اخباروں میں موجود ہے اور جن کے علم و فضل پر آج تک خلافی اخبارات حرف نہیں لا سکے۔ ہم ابھی سے ان کے اسمائے گرامی بتا دیتے، مگر ایک امر مانع ہے۔ وہ یہ کہ ابھی سے خلافی اخبارات ان کو بے علم اور ... لکھنا شروع کر دیں گے۔ اور ان اخباروں کے دام افتادے حمقا شور مچا دیں گے۔ نیز یہ کہ حضرت عبد اللہ ابن السلام کا سا معاملہ نہ ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ ابن السلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرے اسلام کی شہرت اگر ہو گئی تو یہودی مجھے بہت بُرے الفاظ سے مشہور کریں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ میرے اسلام کے اعلان سے پہلے اُن سے میرے متعلق دریافت کر لیا جائے۔ چنانچہ حضور نے اس کو پسند فرمایا اور بڑے بڑے اکابر یہود کو بلایا۔ حضرت عبد اللہ کو حجرے کے اندر مخفی رکھا گیا۔ اور یہودیوں سے دریافت کیا گیا کہ عبد اللہ ابن السلام کیسے آدمی ہیں؟ یہودیوں نے متفق اللفظ ہو کر کہا: کہ خیرنا و ابن خیرنا۔ ہم سب میں بہترین اور اس کا باپ بھی ہم سب میں سے اچھا۔ حضور سرورِ کائنات نے فرمایا کہ اگر میری نبوّت کی تصدیق کر دے تو پھر تمہیں کوئی انکار تو نہ ہو گا؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ وہ بڑے قابل اور لائق آدمی ہیں، وہ کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتے، کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کریں۔ اس سوال کا تکرار ہوتا رہا تو جواب بھی بار بار وہی ملتا رہا۔ آخر حضرت عبد اللہ ابن السلام حجرے سے باہر تشریف لائے اور پکار کر پڑھا: اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله۔

یہ دیکھ کر یہودی حیران ہو گئے اور چلّا اُٹھے کہ شرنا و ابن شرنا۔ ہم میں سب سے زیادہ بُرا اور اس کا باپ بھی سب سے بُرا تھا۔ چوں کہ یہ نجدی ایجنٹ ہر معاملہ میں یہودی صفت ثابت ہوئے ہیں، فوراً کہہ دیں گے کہ یہ مولوی تو بہت بُرے ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اس لیے ہم علمائے کرام کے اسمائے گرامی کو محفوظ رکھتے ہیں۔ مگر یہ ہمارا ذمہ ہے کہ مناظر انہیں میں سے ہو گا۔ مگر سب سے پہلے اُمور تنقیح طلب قرار دیے جانے ضروری ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ نجدی ملعون قرن الشیطان ثانی ہے اور محمد بن عبد الوہاب قرن الشیطان اوّل ہے، اس لیے وہ مسلمان ہی نہیں۔ مساجد اور قبّوں کے مسئلہ سے پہلے یہی مسئلہ ضروری ہے کہ اگر یہ گروہ قرن الشیطان ثابت ہو گیا تو اس کی غالباً ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ مساجد اور قبّوں کا مسئلہ پیش کیا جائے۔ لیکن اگر باوجود اس کے کہ وہ قرن الشیطان ثابت ہو جائیں، اس مسئلہ کا فیصلہ ساتھ ہی ضروری سمجھا گیا تو ہم اس سے بھی انکار نہ کریں گے۔

اُمورِ تنقیح طلب حسبِ ذیل ہوں گے:

(۱) کیا محمد بن عبد الوہاب قرن الشیطان اوّل اور موجودہ نجدی حکمران قرن الشیطان ثانی ہے۔ (ثبوت بذمہ ہمارے ہو گا)

(۲) کیا مساجد اور قبّوں کی تعمیر یا موجودگی خلافِ شرع ہے؟

(۳) کیا منہدم شدہ مساجد و قبّوں میں افعال مشرکانہ ہوتے تھے؟

(۴) اگر مساجد اور قبہائے منہدم شدہ میں افعال مشرکانہ ہوتے تھے تو ان افعال کے سبب ضروری تھا کہ مساجد اور بقے گرا دیے جائیں؟ کیا ممانعت کافی نہ تھی؟ (آخری امور ثلاثہ کا بار ثبوت بذمہ نجدیاں)

اب ہم منتظر ہیں کہ نجدیوں کا لاہوری ایجنٹ خصوصاً اور دوسرے پٹھو عموماً اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ ان کے جواب کے بعد ہم ان بے غیرت حنفیوں کو مخاطب کریں گے جو اس شیطانی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر اپنا دین و ایمان برباد کر رہے ہیں۔"

[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۲ تا ۴]

"زمیندار نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ اگر ابن سعود گورنمنٹ سے وظیفہ لیتے تھے زمیندار کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگ اس وظیفہ کو معمولی وظیفہ سمجھ لیں اور شہریاران کابل کو بھی اسی قطار وظیفہ خواران میں بٹھا دیں جس میں ابن سعود بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ سلطنت افغانستان کو برٹش گورنمنٹ سے جو وظیفہ ملتا تھا اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ اگر روس ہندوستان پر حملہ کرے تو افغانستان اس کو روکے۔ تو اگر افغانستان غیر مسلم طاقت کے حملے کو روکنے سے دوسری مسلم طاقت سے وظیفہ لے تو اس میں کون سی

قباحت اور کون سا شرعی جرم ہے اس کے بعد ہم نے یہ الفاظ لکھے تھے اوران الفاظ کو مدیر زمیندار نے اپنے اسی مقالہ زیر بحث میں نقل بھی کیا تھا۔

"اس کے مقابلہ میں شیاطین نجد اپنے وظیفہ کے معاملہ میں کس خدمت پر مامور تھے اور اس شیطانی جماعت کا وظیفہ کس طاقت کو پامال کرنے کے لیے تھا۔ کونسی طاقت نجد اور عدن کے مشرق مغرب جنوب شمال کی سمت میں واقع تھی جس کے حملہ سے ان کو محفوظ رکھنے کے لیے وظیفہ ملتا تھا"

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فاضل اور لائق اور قابل مدیر زمیندار کیسا پر لطف ریمارک کرتا ہے، ملاحظہ ہو:

"گویا جریدہ مذکور کے نزدیک انگریز سلطان نجد کو اس لیے وظیفہ دے رہے تھے کہ اگر ترک عدن پر حملہ کرنے کی کوشش کریں تو عساکر نجد انگریزوں کی اعانت میں ترکوں کے خلاف جنگ کریں۔"

سبحان اللہ کس قدر بلند پایہ عقل اور سمجھ ہے۔ آج اگر حمقا کی جماعت زمیندار کے اس فہم رسا پر قربان ہوتی ہے تو جائے تعجب نہیں۔ بلکہ اگر آج ارسطو لقمان افلاطون سقراط اور بقراط دنیا میں زندہ ہوتے تو اس نادر الوقت سمجھ پر ہزار جان سے قربان ہوتے اور اعتراف کرتے کہ واقعی اتنی سمجھ کا کوئی آدمی نہ تو اب تک دنیا میں پیدا ہوا اور نہ پیدا ہونے کی امید ہے۔ مگر ہم پھر بھی حسن ظنی سے کام لینے پر مجبور ہیں اور ہرگز نہیں یقین کرتے کہ مدیر زمیندار کے فہم رسا کو ہمارے چند فقرات کے مفہوم پر رسائی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ اصلیت کو تو خوب سمجھتے ہیں مگر شیطانی پروپیگنڈا کو کامیاب اور موثر بنانے کے لیے اور اپنے ناظرین کو دھوکے میں رکھنے کے لیے بھولے بنتے اور تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔

ہمارے ان فقرات کے بعد بھی کچھ لکھا تھا وہ مدیر زمیندار نے غالبا اس لیے قلم انداز کر دیا کہ اس کے قارئین کہیں اصلیت سے واقف نہ ہو جائیں تو اس پر نجدی پروپیگنڈا کا جادو اثر نہ کر سکے گا۔ لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ گو زمیندار کے مدیر صاحب نے ہمارے بعض فقرات کو جو فقرات منقولہ کے ساتھ ہی موجود تھے قلم انداز کیا، لیکن اصلیت منقولہ

فقرات سے مخفی نہ رہی۔ مطلب صاف ہے کہ اگر سلطنت برطانیہ کو کسی طاقت کے حملہ کا خوف اسی طرح ہوتا جس طرح روس کے حملہ کا خوف تھا تو البتہ شہریار افغانستان اور ابن سعود کے وظائف مساوی حیثیت رکھتے، لیکن چونکہ ایسا کوئی خطرہ انگریزوں کو عدن کی حدود پر نہ تھا اس لیے دونوں وظائف کو مساوی حیثیت دینا سخت غلطی ہے تو ہماری فقرات کا یہ مطلب کیسے ہوا کہ ہمارے خیال میں انگریز اس لیے ابن سعود کو وظیفہ دیتے تھے کہ وہ ترکوں کے حملہ سے عدن کو محفوظ رکھے کون نہیں جانتا کہ تمام دول یورپ نے مدتوں سے سلطنت عثمانیہ کو مرد بیمار قرار دیا ہوا تھا۔

یہ امر ظاہر ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے لیے دول یورپ منتظر تھے کہ موقع ملے تو سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر لیے جائیں، اور حصے بخرے ہو ہی چکے تھے۔ دول یورپ کی یہ کوشش تھی کہ جلد سے جلد سلطنت اسلامیہ مٹ جائے، اس لیے ان کی کوششیں جاری تھیں۔ ارمنی بغاوت، البانیہ کی بغاوت، ریاستہائے بلقان کا مشترکہ حملہ، طرابلس پر اٹلی کا حملہ، سب اسی شجر سعی کی شاخیں تھیں اسی ضمن میں ابن سعود کو وظیفہ دیا جاتا تھا کہ وہ بھی ترکوں کے کمزور کرنے میں ساعی رہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے صاف الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ

"دفتر زمیندار واقعات پر پردہ نہیں ڈال سکتا اس کا فائل اسے ملامت کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اس کی وظیفہ خواری محض سلطنت عثمانیہ کو تنگ کرنے اور کمزور کرنے کو تھی"

اس بحث سے ناظرین کرام! اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ ہم پر ناواقفیت تاریخ کا الزام صرف افترا کے درجہ میں محدود ہے البتہ اگر کچھ ثابت ہوا تو یہ کہ خیریت سے زمیندار کے عملہ ارادت کے تمام ارکان بشرطیکہ تجاہل عارفانہ سے کام نہ لیتے ہوں تاریخ سے قطعاً نابلد ہیں۔ ہم نے جمال پاشا مرحوم کے متعلق لکھا تھا کہ ان پر بھی بغاوت کا الزام ہے کہ جنگ عظیم کے دوران میں شام اور فلسطین کی سلطنت کے وعدہ پر وہ بغاوت کرنے پر آمادہ تھے مگر انگریزوں نے اس سے اس لیے انکار کر دیا کہ شام اور فلسطین کا علاقہ فرانس کے لیے مخصوص ہو چکا ہے۔ اس پر مدیر زمیندار صاحب اپنے مقالہ زیر بحث میں ہم پر بہت بگڑے ہیں۔ پہلے تو یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انگریزی اخبار کے ترجمے کو زمیندار کی رائے قرار دیا۔

حالانکہ یہ الزام بھی افترا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا تھا کہ زمیندار کا فائل شہادت دیتا ہے۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ زمیندار کی رائے ہے فائل میں تمام مضامین ایڈیٹوریل نہیں ہوتے منقولات بھی ہوتے ہیں۔ نامہ نگاران کے مرسلہ مضامین بھی ہوتے ہیں۔ جمال پاشا مرحوم کے واقعہ کے متعلق ہم نے یہ نہیں لکھا کہ زمیندار کی رائے ہے۔ لیکن ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ زمیندار کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اپنی رائے سے مخالف ہو جایا کرتا ہے۔

چناں چہ اس کا مضمون واقعہ ہائلہ سے موجود ہے۔ جس میں زمیندار نے اپنی طرف سے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ نجدی وہابی صلیبی لڑائیاں لڑتا ہے۔ کیا اس سے بھی انکار ہے؟ کیا وہی شخص جو آج سے چند سال پیشتر مسلمانوں کے خلاف صلیبی لڑائی میں شامل تھا آج سلطان اور غازی کا لقب پا سکتا ہے ہر گز نہیں۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو اس کے لیے چنگیز ثانی وہلا کو ثانی کے خطاب زیادہ موزوں ہیں۔ ہاں البتہ اس تحکم کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ زمیندار اعلان کرے کہ زمیندار حسب ضرورت زمانہ اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کی بنا پر ہر وقت اپنی رائے کو بدلنے کا اختیار رکھتا ہے۔ آئندہ اس لیے کوئی شخص اس کے مقابلہ میں کسی سابقہ رائے کو بطور حجت یا دلیل پیش نہ کرے۔ اس صورت میں کسی کو جرأت نہ ہو گی کہ زمیندار کی اپنی رائے قدیم کسی جدید رائے کی تغلیط کے لیے بطور حجت پیش کرے۔

جمال پاشا مرحوم کے نام کے ساتھ ہم نے لفظ مرحوم لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہم اسے باغی قرار نہیں دیتے اگر مرحوم ہمارے نزدیک بھی باغی ہوتے تو ہم ایک باغی کے لیے کبھی لفظ مرحوم استعمال نہ کرتے۔

ہمارا مقصود یہ تھا کہ جمال پاشا مرحوم کی یہ شہادت کہ ابن سعود نے انہیں چند اونٹ دیے، اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ ان پر بھی تو بغاوت کا الزام ہے۔ شاید زمیندار کا فاضل مدیر اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ ایک مشتبہ شخص پر کسی اشتباہ کی بنا پر اعتبار نہ کرنا اس کو واقعی محروم نہیں بناتا۔ مگر جو جواب فاضل مدیر نے اس کے متعلق دیا ہے اس سے البتہ ثابت ہوتا ہے کہ جمال پاشا مرحوم پر جو الزام اس نے لگایا تھا اس کی ضرور کچھ اصلیت ہے مگر ہم اس پر اب زیادہ لکھنا نہیں چاہتے۔

زمیندار نے ہم پر الزام لگایا ہے کہ ہم نے ایک مرحوم کے خلاف الزام بغاوت لگایا۔ اگرچہ ہم پر افترا ہے لیکن یہ روش زمیندار کے لیے پسندیدہ ہے اور اس کا ثبوت ستارہ صبح سے ملتا ہے، جو خود مسٹر ظفر علی خاں کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ اس میں حضرت شیخ اکبر ابن عربی اور حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہما کو جو بے نقط سنائی جاتی تھیں وہ شاید اس لیے جائز تھیں کہ مسٹر ظفر کا اپنا فعل تھا یا شاید ہر دو بزرگان دین اس وقت دنیا میں زندہ ہوں گے۔ افسوس۔[**الفقیہ: ۱۴، ۲۱/ نومبر ۱۹۲۵ء ص ۲، ۳**]

حامیان ابن سعود کی رجعت قہقری

"جنگ عظیم کے دوران میں جب شریف حسین نے سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کی تو دنیائے اسلام عموماً اور حنفی المذہب مسلمان خصوصاً شریف حسین کے مخالف ہو گئے حنفیوں کی ایمانداری کی اس سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے نہ تو اس بات کی پرواہ کی کہ شریف حسین مستند آل رسول ہے، اور سادات کرام واجب التعظیم ہیں اور نہ اس کے ہم مذہب ہونے کو اسے بنظر استحسان دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔ لیکن جب شریف حسین کا دور ختم ہوا۔ اور ابن سعود نامسعود علیہ ماعلیہ اصحاب فیل کی طرح نجد سے خروج کر کے حجاز مقدس کی سرزمین کو نجس کیا اس وقت صائب الرائے اور واقف حال حنفی مسلمانوں نے اس کو بنظر استحسان نہ دیکھا۔ بلکہ یہ خیال کر کے کہ ابن سعود خذلہ اللہ جس فرقہ مذہبی سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے مذہب جدید کے بانی محمد بن عبد الوہاب لعنۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اب تک سلاطین آل عثمان اور تمام مسلمانوں کے مخالف رہے ہیں۔ اور جہاں تک ان کا بس چلا سلطنت عثمانیہ کی مخالفت کرنے میں دریغ نہ کیا بلکہ بقول مصنف کتاب حیات طیبہ (مگر دراصل حیات خبیثہ) اس گروہ نے سلطنت عثمانیہ کی بنیادیں ہلا دیں۔ اسی گروہ کے سابقہ کارنامے شہادت دیتے تھے کہ یہ لوگ تمام مسلمانوں کے جو ان کے باطل مذہب میں داخل نہیں کافر قرار دے کر ان کو قتل کرنا ان کا مال لوٹنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے جن مسلمانوں نے اس کے خروج کو مسلمانوں کے لیے ابتلائے

عظیم سمجھا ان کی رائے بالکل صائب تھی۔ واقعہ فتح طائف نے ان مسلمانوں کی اصابت رائے کی پرزور شہادت دی۔ مگر بہت سے لوگ ابن سعود کے حامی ہو گئے ایسے لوگ مندرجہ ذیل اصناف میں تقسیم ہو گئے۔

وہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل حدیث قرار دیتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کو وہابی کہتے ہیں ۔ یہ لوگ خروج قرن الشیطانی ثانی سے پہلے اپنے آپ کو نجدیوں سے الگ تھلگ ثابت کرتے تھے۔ اور اگر کوئی کہتا کہ تم وہی گروہ ہو جس کا بانی قرن الشیطان اول محمد بن عبد الوہاب ہوا تو یہ کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جنگ عظیم کے بعد مسٹر زیڈ۔ اے۔ پرجاپت کے اخبار زمیندار میں اسی ابن سعود کے متعلق ایک نوٹ نکلا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ابن سعود وہابی عیسائیوں کی طرف سے صلیبی لڑائی لڑتا ہے اور ہندوستان کے وہابی اسی گروہ سے ہیں۔ تو اہل حدیث کے سردار اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر اہل حدیث کانفرنس کے سیکریٹری مولوی ثناء اللہ نے زمیندار میں اس نوٹ کا جواب شائع کرایا اور اپنے اخبار میں بھی اس کو درج کیا۔ جس کا ماحصل یہ بتایا کہ ہندوستان کے اہل حدیثوں کو وہابیان نجد سے کوئی تعلق نہیں ۔ لیکن خروج قرن الشیطان ثانی کے بعد انہوں نے اپنا چولہ بدل لیا اور ثابت کر دیا کہ یہ گروہ وہابیان ہند نجدی سلک میں منسلک بلکہ دونوں فرقے ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اس لیے انہوں نے قرن الشیطان ملعون ثانی کے مظالم پر یا تو پردہ ڈالنے کی کوشش کی یا اس کے افعال ذمیمہ کو جائز بتایا۔

(۲) دوسرا گروہ حامیانِ ابن سعود کا وہ ہے جو مذہبی اعتبار سے اگرچہ ابن سعود سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اور انہیں ابن سعود کے اسلاف کی عداوت اسلام کا بھی غالباً علم نہ تھا محض عداوت شریف حسین کے باعث بلاسوچے سمجھے اس کے حامی ہو گئے۔ اور سیاسی اعتبار سے قبضۂ حجاز کو انہوں نے مسلمانوں کے لیے بہتر سمجھا۔

(۳) تیسرا گروہ ایک ایسا بھی پیدا ہو گیا جس کو دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کا دین وایمان صرف درہم ودینار ہے ان کو دربار قرن الشیطان سے درہم ودینار ملتے ہیں اس لیے وہ حامی بن گئے۔ جیسے کہ مسٹر پرجاپت کا اخبار زمیندار۔ اب زمانہ کا رنگ بدل

گیا۔ واقعات سب کھل گئے اور ثابت ہو گیا کہ جو تکالیف اور اخراجات سفر حج کی کثرت ابن سعود کے دور میں پائی گئی ہے اس کا عشر عشیر بھی شریف حسین کے زمانہ میں نہ تھا۔ جس طرح نہر زبیدہ کا پانی نجدی ملعونوں کے استعمال کے لیے دوسرے ممالک کے حجاج کے واسطے بند کیا گیا ہے اگر یہی واقعہ شریف حسین کے زمانہ میں ہوتا تو وہ شور مچادیا جاتا کہ الامان۔

مگر صنف اول اور صنف ثالث کے حامیان ابن سعود بدستور اپنی ضد اور ہٹ پر قائم ہیں۔ اور اپنے روحانی پیشوا یا ولی نعمت کی ہر بے ایمانی اور ہر ظلم و ستم واستبداد کو عین اسلام مطابق شریعت بنانے میں ساعی ہیں۔ البتہ صنف ثانی جو بمقابلہ ہر دو اصناف اول و ثالث کے زیادہ ہے رجعت قہقری پر مجبور ہو رہا ہے۔ قریباً قریباً تمام اخبارات نے اپنی روش بدل لی۔ اور تو اور علی برادران جیسے حامیان ابن سعود اپنی آنکھوں سے اصلیت کو دیکھ کر مخالف ہو گئے۔ حبیب الرحمن لدھیانوی عرف مولوی بوکا جس نے بخیال خود امرت سر کے غاصبانہ جلسہ خلافت میں عالی جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی کے باطل سوز بیان کے رد کی کوشش کی تھی۔ اس کی نسبت بھی سنا ہے کہ وہ ابن سعود کا سخت مخالف ہو گیا ہے۔ اور صحن کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر اس نے نجدیوں کو طنزاً کہا کہ کعبۃ اللہ بھی گرادو۔ خیر یہ تو اس کے واپس آنے پر معلوم ہو گا کہ اس کے خیالات کیا ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امرت سر کے وہ مولوی عطاء اللہ جو ابن سعود کی حمایت میں جلسہ ہائے خدام الحرمین میں گڑبڑ ڈالنے میں بے حد مساعی ہوتے تھے۔ نہ صرف خاموش ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنے نئے خیالات کا کسی قدر اظہار بھی کر دیا۔

زائد از دوماہ کا عرصہ ہوا کہ ہمارے کانوں تک یہ افواہ پہنچی تھی کہ راولپنڈی میں مولوی صاحب مذکور نے ابن سعود کے خلاف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کو کچھ اہمیت نہ دی۔ مگر امرت سر میں بھی جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم میں انہوں نے صاف صاف تو نہیں مگر کسی قدر دبی زبان سے ان خیالات کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ ہم ابن سعود کے بے حد حامی تھے اور بہت سی امیدیں اس سے وابستہ تھیں۔ مگر افسوس کہ وہ تبتی گورکن ثابت ہوا۔ تاہم ہمیں حجاج کی واپسی تک انتظار کرنا چاہیے۔ جو واقعات سنے جاتے

ہیں اگر وہ صحیح ثابت ہوئے تو ہم سے زیادہ ابن سعود کا مخالف کوئی نہ ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔ ’’تبتی گورکن‘‘ کا معمہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ واللہ اعلم اس سے کیا مراد ہے۔

ہمارا خیال تھا کہ حجاج کی واپسی پر وہ ضرور کچھ بولیں گے مگر اب تک انہوں نے مہر سکوت کو نہیں توڑا۔ اس سے ہمیں بحث نہیں کہ وہ آئندہ ابن سعود کے موید ہوں گے یا مخالف۔ لیکن ہم ان کو محض اس لیے کہ وہ ہمارے شہر امرت سر میں سکونت اختیار کر چکے ہیں یہ مشورہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ابن سعود کے حامی بنے رہیں اس میں ان کا فائدہ ہے اور مخالف بننے میں ان کا سخت نقصان ہوگا۔ جو لوگ پہلے سے ابن سعود کے مخالف ہیں ان کے نزدیک مولوی عطاء اللہ صاحب کا اب مخالف ہو جانا کچھ حقیقت نہ رکھے گا۔ بلکہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ لوگ ابن الوقت ہیں اور یہ صرف چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہے کے پابند ہیں۔ اور اگر وہ نیک نیتی سے حامی ابن سعود تھے تو کم از کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ ان کی رائے صائب نہیں۔ اور معاملہ فہمی اور حقیقت شناسی ان کے پاس تک نہیں بھٹکی۔ تو ایسے لوگوں کا ابن سعود کا حامی ہونا بھی کوئی اثر نہیں رکھتا۔ تو مخالفت کیا اثر پیدا کر سکتی ہے۔ اس لیے فائدہ تو کچھ نہیں ہوا مگر نقصان یقینی ہے۔ وہ اس طرح کہ مسٹر پر جاپت کا اخبار زمیندار اپنے افکار و حوادث میں ان کی وہ درگت بنائے گا کہ توبہ ہی بھلی۔

حسن اتفاق یا سوء اتفاق سے مولوی صاحب سید واقع ہوئے ہیں۔ اور عملہ ادارت زمیندار کو سادات کرام سے خاص طور پر عداوت ہے۔ اور ان کو گالیاں دینے میں اور برا بھلا کہنے میں اس کو خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ مولوی صاحب اس غلطی میں مبتلا ہو جائیں کہ اس سے پہلے اخبار زمیندار میں ان کی بے حد تعریف و توصیف ہو چکی ہے۔ تو عملہ ادارت کس منہ سے ان کی مذمت کرے گا۔ اگر ایسا خیال ہو تو سخت غلطی ہوگی۔ کیوں کہ زمیندار کو کبھی اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ جس کو وہ اب گالیاں دے رہا ہے اس کی پہلے مدح و ثنا کر چکا ہے۔ یا جس کو اب ممدوح بتا رہا ہے اسے وہ پہلے بدترین مخلوق سمجھتا تھا۔ اس طرز عمل کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ جس قلم کے نوک و دہن سے آج گالیاں نکل رہی ہیں وہی کسی زمانہ بعید میں نہیں بلکہ آج سے ڈیڑھ سال پہلے اس کے ممدوح

تھے۔ تو مولوی صاحب تو صرف اس کے اتنے محسن ہیں کہ اس کے ہم زبان ہوئے۔ اور یہ کوئی آسان نہیں کیوں کہ انہوں نے کبھی "دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ" کے حکیمانہ قول پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مذہب میں تو ایسے محسن کشتنی و گردن زدنی ہیں جو اس حکیمانہ مقولہ پر ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ عمل کر چکے ہیں۔ پس نتیجہ یہ ہو گا کہ افکار و حوادث کے کالم میں ضرور ان پر طرح طرح کے افترا و بہتان تراشے جائیں گے۔ کہ مولوی صاحب سن کر حیران ہوں گے۔ خدا جانے کتنی موہوم عفت مآبوں کو ان کی نگاہ تیر کا زخمی بنایا جائے گا۔ اور کس قدر کتابیں استعارتاً ان کی طرف سے تصنیف کرائی جائیں گی۔ جن کے کتاب الحیل میں فسق و فجور وغیرہ کا جواز کسی صورت متخیلہ میں ثابت کرایا جاے گا۔ اس لیے ہم مولوی صاحب کو یہی مشورہ دیں گے کہ اگر انہوں نے اپنی پگڑی بچانی ہے تو ابن سعود کے پرزور حامی بنے رہیں۔ ورنہ وہ جانیں اور ان کا کام۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

(مدیر)[الفقیہ: ۱۴، ۷/اگست ۱۹۲۶ء ص ۴، ۵]

قبہ جات کے انہدام کے جواز پر وہابیہ ودیابنہ کی فتوے بازی

اخبار لکھتا ہے:

"نجدیوں نے جو اسلام اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچایا ہے اور حرمین طیبین کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے مسلمانوں کی قوت کو کم کیا ہے۔ اور ان بلاد طاہرہ کی اہانت اور ویرانی سے کفار کو خوش کیا ہے۔ بزرگانِ اسلام کے مقابر و مشاہد جو توحید و سنت کی یادگاریں تھیں ان کو مٹا کر مشرکین کی رضا حاصل کی ہے۔ مساجد کو انہدام کر کے اسلام کی حرمت و آبرو پر ہاتھ صاف کیا ہے اور وہ ستم برپا کیے ہیں جن سے تمام عالم اسلام بے چین ہو گیا ہے۔ اس میں ہند کے وہابی بھی شامل ہیں۔ مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرت سری ناظم آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے ایک کتاب تحریک وہابیت کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں

حرمت قبہ جات پر مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتوی نقل کیا ہے۔ جس پر دیوبند، سہارنپور، میرٹھ، دہلی وغیرہ کے تمام وہابیوں کی تصدیقیں ہیں۔ یہ فتوی چند سطری ہے اور اس میں کوئی آیت یا حدیث استدلال میں نہیں پیش کی گئی۔ بزور زبان قبوں کو ناجائز اور خلاف شرع ٹھہرایا ہے عبارت اس فتوی کی یہ ہے۔

فتوی مولوی رشید احمد گنگوہی

ہر گاہ کہ احادیث میں ممانعت ان امور کی وارد ہیں پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہیں ہوسکتے۔ اور اعتبار قرآن وحدیث وقول مجتہدین کا ہے ۔نہ افعال خلاف شرع کا اگر عرب میں اور حرمین میں اُمور غیر مشروعہ خلاف کتاب وسنت رائج ہو گئے تو جواز اُن کا نہیں ہوسکتا۔ اور جو وہاں ان بدعات کو کوئی منع نہ کرسکے تو یہ حجت جواز کی نہیں ہوسکتی اس پر سکوت کی کوئی وجہ نہیں کتاب وسنت سے دور کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔

یہ فتوی جو بغیر بسم اللہ اور بے حمد وصلاۃ کے خلاف سنت لکھا گیا ہے اس میں کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی گئی۔ تمام وہابیوں نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور مسطور ذیل صاحبان کی تصدیقیں اس پر موجود ہیں۔

عزیز الرحمن مفتی دیوبند۔ عتیق الرحمن معین الافتا دیوبند۔ سراج احمد مدرس دیوبند۔ اعزاز علی مدرس دیوبند۔ مسعود احمد دیوبند۔ عبداللطیف مدرس مظاہر العلوم سہارنپور۔ عنایت الٰہی مہتم مظاہر علوم۔ خلیل احمد مدرس اول مظاہر علوم سہارنپور۔ ضیاء احمد مدرس اول مظاہر علوم۔ عبد الرحمن مدرس مظاہر علوم۔ منظور احمد۔ کفایت اللہ گنگوہی مدرسہ عربی میرٹھ۔ حبیب اللہ مدرس دار العلوم میرٹھ۔ حشمت علی مدرس دار العلوم میرٹھ۔ مبارک حسین مدرس اول دار العلوم میرٹھ۔ سید احمد مدرس دار العلوم میرٹھ۔ اظہر الدین مدرس دارلعلوم میرٹھ۔ عبد الرحمن مدرس امروہہ۔ کفایت اللہ مدرس امینیہ دہلی۔ وحید حیدر حسین دہلی۔ عبد الحلیم صدیقی دفتر جمیعۃ العلماء دہلی۔ نور الحسن مدرس مدرسہ حسنین بخش دہلی۔ محمد اسحاق۔ ولایت احمد مدرس فتحپوری دہلی۔ اشرف علی تھانہ بھون۔

اتنے وہابی علما کے نام بطور تائید و تصدیق چھاپنے کے بعد مولوی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ نتیجہ صاف ہے قبروں پر قبے اگر بنائے گئے ہیں تو با اختیار شخص ان کو گرادے۔ تو حرج نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں ہے :من رای منکم منکرافلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه ولیس وراء ذالك من الایمان، یعنی جو کوئی ناجائز کام دیکھے اگر اس کو اختیار و طاقت ہے تو اسے ہاتھ سے بدلے یہ درجہ ذی اختیار اشخاص کا ہے جن کے ایسے کرنے پر فتنہ فساد نہ ہو اگر ہاتھ کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کرے روکے یہ درجہ عام علما واعظین کا ہے۔ اور اگر کسی کو جبر و ظلم کے دباؤ میں زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو دل ہی دل میں اس کو برا جانے یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اس کے بعد ایمان کی حیثیت سے کوئی درجہ نہیں۔

افواجِ نجدیہ نے جو قبروں اور مزارات پر سے قبے گرائے تو اسی کے ماتحت گرائے ہوں گے۔ جزاهم الله خیرالجزاء۔ آپ نے دیکھ لیا کہ دیوبند اور اس کی شاخیں اور مولوی تھانوی صاحب اور غیر مقلد سب حجاز کی اس پامالی اور شوکت اسلام کی بربادی اور بزرگوں کے مزارات کے منہدم کرنے میں نجدی کے ساتھ شامل ہیں۔ اور ایسا کرنے پر اس کو دعائیں دے رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ با اختیار شخص قبوں کو گرادے۔ ہندی وہابی بھی اس ظلم میں اس کے شریک ہوئے اب میں آپ کے سامنے قبوں کے متعلق عالم متبحر فاضل کامل عارف واصل صاحب ورع تقوی حامی اسلام ناصر سنت حضرت سراپا برکت مولانا مولوی شاہ ابوالذکا محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری قدس سرہ کا ایک مختصر مگر مدلل فتوی پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنا علی القبور کے باب میں صاحب فتح الباری نے جواز کی تصریح کی۔ بقولہٖ جاز۔ روح البیان اور کشف النور میں جائز۔ مجمع البحار اور تکملہ مجمع البحار میں قد اباح السلف، کہا۔ بوارق محمدیہ میں فعل صحابہ و تابعین نقل کیا۔ ردالمحتار میں احکام اور جامع الفتاوی سے لایکرہ البناء۔ اسی طرح زاداللبیب وغیرہ میں جواز بنا کا قول کیا۔ امام بخاری کی

روایات مع شرح فتح الباری اس کے موید اور مثبت۔ تیسیر القاری ترجمہ بخاری، میں روا باشد فرمایا۔ اثر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا میں خود ان کا فعل جواز کی دلیل واضح اور راجح۔

روح البیان میں مزاروں پر سے گنبدوں کو منہدم کرنے کو صریح کفر بتایا اور ہادمین کو فرعون وقت بنایا۔ تحقیق الحق میں در مختار سے فتوی جواز بلا کراہت پر نقل فرمایا۔ طوالع الانوار شرح در مختار میں لاباس بالبناء، لکھا۔ فتاوی امداد اور فتاوی کبیری میں اور فتاوی غیاثیہ میں لایکرہ پر فتوی نقل کیا۔ صاحب فصل الخطاب فی خلافۃ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شہداے صحابہ کے قبور پر بنا کے تحقق کی تحقیق باہتمام صحابہ مثل خالد بن الولید وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماکر جواز اور وجوب کے درمیان تردید کرکے ہادمین وغیر مجوزین کو شیطان اور ابلیس لعین فرمایا۔"(قاضی احسان الحق نعیمی)

[السواد الاعظم مراد آباد، شوال المکرم،۱۳۴۵ھ ص۶،۷]

نجدیوں کے جھوٹ کے تین دور

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"حکیم ابو یوسف نے مزید بر آں بیان کیا کہ وہ واپس آمدہ حاجیوں کے مزید بیانات دے رہے ہیں۔ آپ نے حجاز مقدس میں نجدیوں کے حال کے مظالم کی تاریخ کے تین مدارج کا حال بیان کیا۔ پہلے ان مظالم سے انکار کیا جاتا تھا۔ پھر یہ نجدی فوج کے زیادہ جوشیلے سپاہیوں کے ساتھ منسوب کیے گئے۔ اور اب ابن سعود اور ان کے وہابی پیر دعوی کرتے ہیں کہ مزاروں اور قبوں کی پرستش کرنا بت پرستی ہے اور اسلام کے خلاف ہے اور وہابیوں کے لیے جو اسلام کے سچے پیرو ہیں ان کو مسمار کرنا لازمی ہے۔ **[الفقیہ: ۱۴ر جولائی ۲۶ء ص ۴]**

صدر الافاضل کا ابن سعود اور نجدی علما کو چیلنج مناظرہ

ابن سعود اور نجدیوں کی ناپاک حرکات پر ہر طرف سے شور احتجاج اٹھ رہا تھا۔ ابن سعود کو اس کی حرکات شنیعہ سے روکنے کے لیے ہر تدبیر اختیار کی جارہی تھی۔ ہندوستان کے علماے کرام اپنے اپنے طور پر برسرپیکار تھے۔ حضور صدر الافاضل جنہیں ہندو پاک کے علما

میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ انہوں نے بھی بہر طور احتجاج فرمایا۔ ساتھ ہی آپ نے ابن سعود کو مزارات و مقامات مقدسہ کے انہدام اوران کی بے حرمتی کرنے اوراس کو جائز کہنے کی وجہ سے دعوت مناظرہ دے ڈالی۔ آپ نے ایک خط دعوت مناظرہ پر مشتمل ابن سعود کو روانہ کیا جس میں ابن سعوداوراس کے مذہبی علما کو پیغام مناظرہ دیتے ہوئے تنبیہ فرمائی کہ جب تک مزارات وغیرہ کے انہدام کی شرعی حیثیت ثابت نہیں کرپاتے تب تک ان حرکات سے باز آؤ۔ ہم ذیل میں صدرالافاضل کا خط نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

پیغام مناظرہ بنام ابن سعود

منجانب حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم

بنام ابن سعود والی نجد

الحمد للہ کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! والی نجد کو معلوم ہو کہ مقابر و مساجد کا ڈھانا مشاہد کی اہانت، مسلمانوں کا قتل اور انہیں کوٹنا اوران کی تکفیر اورارض حجاز پر تسلط اوراس میں بادشاہ بن بیٹھنا وغیرہ تمام افعال جن سے تمام عالم اسلامی زیروزبر ہورہاہے شرعاً بالکل ناروا اور ناجائز ہیں۔ اخباروں سے معلوم ہوا کہ تم نے یہ افعال اپنے علما کے امر سے کیے۔ ہم تمہیں مطلع کرتے ہیں کہ وہ علما باطل پر ہیں۔ اور ہم ان سے مناظرہ کے لیے آمادہ ہیں۔ اگر انہیں ہمت ہو اور وہ اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے ہوں تو ہم سے مناظرہ کرلیں۔ اور جب تک فیصلہ کن مناظرہ نہ ہولے تم اس قسم کے افعال سے باز رہو۔

محمد نعیم الدین ناظم جماعت عالیہ مرکزیہ ہند مرادآباد"

[اخبار الفقیہ امرتسر ۲۸/دسمبر ۱۹۲۶ء، ص۶، السواد الاعظم مرادآباد، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص۴]

حضور صدرالافاضل کے اس اعلان مناظرہ کے حوالے سے اخبار الفقیہ میں مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

"ابن سعود نجدی نے اپنے وحشیانہ وظالمانہ افعال کی نسبت بار بار یہی کہاہے کہ وہ

اس نے شرع کے مطابق اور اپنے علما کے حکم و اصرار سے کیے ہیں۔ اس لیے اس کو یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ اس کا خیال غلط ہے یہ تمام افعال شرعاً نہایت قبیح و ناجائز ہیں۔ اور اتباع شرع کے دعوے کے ساتھ ان افعال کا ارتکاب بالکل باطل ہے۔ بلکہ ضرورت تھی کہ جن علما پر وہ اعتماد کرتا ہے ان کو دعوت مناظرہ دے دی جاتی، تاکہ نجدی کے لیے یہ حیلہ باقی نہ رہ جاتا کہ میں نے جو کچھ کیا علما کے حکم سے کیا۔ اور علما اگر غلطی پر تھے تو ان سے کوئی مناظرہ کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ اس حیلہ کو قطع کرنے اور حجت کو جو نجدی پر قائم ہو چکی ہے اس کو انتہا تک پہنچانے کے لیے صدر الافاضل حضرت مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دامت برکاتھم نے نجدی کو اعلان مناظرہ دے دیا۔ جس کا مضمون درج ذیل ہے۔:

”حمد و صلاۃ کے بعد، والیٔ نجد کو معلوم ہو کہ مسجدوں مقبروں کا ڈھانا، مشاہد کی اہانت، مسلمانوں کا قتل و غارت اور ان کو کافر جاننا حجاز مقدس کی سرزمین پاک پر تسلط کرنا اور بادشاہ بننا، آپ کے ان تمام افعال سے عالم اسلامی مضطرب ہے۔ یہ شرعاً حرام ہیں اور کسی طرح جائز نہیں۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے یہ افعال قبیحہ اپنے علما کے امر سے کیے ہیں تو ہم تمہیں آگاہ کرتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں۔ اور ہم ان کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں اس کی جرأت ہو، اور وہ اپنے حق پر ہونے کا گمان بھی رکھتے ہوں۔ اور تم پر لازم ہے کہ تم ایسے افعال سے باز رہو یہاں تک کہ اس مناظرہ سے تم پر حق ظاہر ہو جائے۔ جواب جلد دو۔ ‘عمر نعیمی از مراد آباد“ [**اخبار الفقیہ: ۷/ اکتوبر ۱۹۲۶ء ص۸**]

حضور صدر الافاضل کا مذکورہ بالا خط ابن سعود کو تو روانہ کیا ہی گیا تھا۔ علاوہ ازیں اسے اخبارات و رسائل میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ ابن سعود کی طرف سے تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا جس کے سبب سب پر ابن سعو اور نجدیوں کی حقیقت واضح ہو رہی تھی۔ ہندی نجدیوں کو یہ بات بڑی ناگوار گزر رہی تھی، اس لیے انہوں نے میدان میں اپنے نامور شہسوار، عظیم مناظر، اور اپنے مذہبی پیشوا مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری کو اتار دیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب بڑے تاؤ کے ساتھ میدان میں نکل کر آئے اور انہوں نے صدر الافاضل کے اعلان مناظرہ کو چیلنج کر دیا۔ لیکن جب ان کے خلاف صدر الافاضل اور ان

کے تلامذہ وغیرہ نے وار کیے تو ہمت ہار کر خاموشی کے غار عمیق میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس پورے پس منظر کی مکمل تصویر مفتی عمر نعیمی نے کچھ یوں کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں:

"نجدی اور اس کی ذریت کے وحشیانہ افعال مسجدوں مقبروں کا انہدام مشاہد و مآثر کی بے حرمتی وتوہین بے گناہ مسلمانوں کا قتل وغارت ارض حجاز پر ظالمانہ قبضہ وتسلط ان خونخوار ظالموں کے وہ ستمگارانہ افعال ہیں جنہوں نے عالم اسلام میں تلاطم پیدا کر دیا ہے ہر دل گھائل اور ہر آنکھ خون چکاں بنادی ہے۔ اس پر بھی آج تک ابن سعود اور اس کے حامیوں کو ان فتنہ انگیزیوں پر ندامت و شرمندگی نہیں ہے، بلکہ وہ ان وحشیانہ و ظالمانہ افعال کو شریعت کا اتباع اور اپنے علما کے حکم کی تعمیل بتاتے ہیں۔ ان کے اس دعوی کا اظہار و بطلان ضروری تھا، اس لیے صدر الافاضل استاذ العلما مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم نے ماہ گزشتہ میں ابن سعود کو مناظرہ کا اعلان دیا۔ جو ہمدم، سیاست وغیرہ کثیر الاشاعت اخباروں میں چھپ چکا ہے۔ اس میں نجدیوں کو بتایا ہے کہ ان کے ہر افعال شرعا باطل ہیں۔ اگر ابن سعود کو خیال ہو کہ ان کے علما ان امور کو حق ثابت کر سکیں گے تو وہ ان کو مناظرہ کے لیے سامنے لائیں۔ اور جب تک ایسا فیصلہ کن مناظرہ نہ ہو ابن سعود اس قسم کے افعال سے باز رہے۔

یہ اعلان اخباروں میں چھپا تھا کہ غیر مقلد گروہ کے مشہور رکن مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث امرت سر نے جو اہل حدیث کانفرنس کے ناظم بھی ہیں۔ اور امسال ایام حج میں ابن سعود کی تر دعوتوں سے فیض یاب بھی ہو چکے ہیں اس کا حق نمک ادا فرمانے کے لیے حضرت صدر الافاضل مد ظلہ العالی کی خدمت میں ایک رجسٹری بھیجی، جس میں نجدیوں کی طرف سے تحریری مناظرہ کی درخواست کی ہے۔ آپ کے نزدیک ابھی تک مبحث بھی متعین نہیں۔ بلکہ مسائل مبحوثہ کی فہرست تیار کیے جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ کس قدر ہمت کی بات ہے کہ ابن سعود کی طرف سے مناظرہ کے لیے تیار ہوں مگر اس کے جن افعال نے عالم میں ہلچل ڈال دی ہے انہیں فراموش کر کے کچھ اور مسائل بحث کے لیے ڈھونڈیں۔ دنیا اس سے اس نتیجہ پر بھی پہنچ سکتی ہے کہ نجدیوں کے افعال کو حق ثابت

کرنا مولوی ابوالوفا صاحب کے نزدیک بھی ان کے قبضہ کا کام نہیں۔ مولوی ابوالوفا صاحب کا نجدیوں کی طرف سے پیش ہونا بھی نہایت عجیب خود ساختہ وکالت ہے۔ حضرت استاد العلما مد ظلہ العالی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو جواب دے دیا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ نجدیوں کے افعال کو حق ثابت نہ کر سکنے کی شکل میں ان کی ممکن تلافی کا اطمینان دلا سکیں تو آپ سے بھی مناظرہ کے لیے تیار ہوں۔ نیز یہ کہیں کہ نجدیوں کی طرف سے آپ کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس کے بعد مکرمی جناب مولانا مولوی حافظ قاری ابوالفتح محمد حشمت علی خاں صاحب لکھنوی نے ثناء اللہ صاحب کو اس مضمون کا ایک اعلان دیا کہ میرے مقابلہ میں بمقام پادرہ شرمناک شکست کھا چکے ہو اور اپنا اسلام نہ ثابت کر سکے۔ تمہاری کیا حیثیت کہ تم حضرت استاد العلما مد ظلہ الاقدس کے مقابل آسکو۔ اگر پھر شوق مناظرہ ہوا ہے تو میں حاضر ہوں۔ لیکن تم ہار چکے ہو اس لیے اپنے سے کسی زیادہ لیاقت والے کو اپنے ساتھ لو۔ مولوی ثناء اللہ کی طرف سے اب کسی تحریر کا کوئی جواب نہیں۔ ان کے منہ کو مہر سکوت لگ گئی۔ شاید انہوں نے سمجھ لیا کہ نجدی کے نان و نمک کا اتنا ہی حق تھا۔ یہاں حضرت صدر الافاضل دامت برکاتھم کے ڈیڑھ سو سے زیادہ تلامذہ عالم فاضل سرگرم درس و افتا و بحث و مناظرہ ہیں ان میں سے اکثر تیار ہیں۔ ذرا ثناء اللہ صاحب میں جنبش پیدا ہو تو صفیں کی صفیں مناظروں کی ان کے لیے موجود ہیں۔ ایسی قدر بھی ان کی کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ کیوں جان بچا رہے ہیں مناظرہ کا نام لیا تھا تو مستعدی سے آمادہ ہو جانا چاہیے تھا یہ سکوت و اغماض انہیں کہاں تک بچائے گا؟ میں بجائے اس کے کہ اپنی طرف سے ایک اور مناظرہ کا اعلان دوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو بھی اپنے سکوت سے ٹال جائیں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بحث کا آغاز کروں۔

اب میں حضرت سیدی و مولائی صدر الافاضل مد ظلہ کا اعلان مناظرہ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر اور اس کے جواب بجنسہ نقل کر کے ایک مختصر بحث پیش کرتا ہوں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب باطمینان تمام ہندوستان بھر کے غیر مقلدین کے مشورہ سے اور اگر ضرورت سمجھیں تو نجدیوں کی اعانت سے اس کا جواب پیش کریں اگر وہ اس بحث

کو طے کر سکے تو پھر دوسری بحث شروع کر دی جائے گی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ مناظرہ کا نام لیا اور ٹھنڈے ہو گئے۔ ہمت نہ تھی تو آپ کو پہلے ہی سے خاموش رہنا تھا۔"

[السواد الاعظم مراد آباد، جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ، ص ۳،۴]

نقل رجسٹری مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث

بخدمت حضرت استاد العلماء صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مد ظلہ العالی

دفتر سیکریٹری آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس امرت سر ۲۳ ربیع الاول ۴۵ھ۔

بخدمت مولوی محمد نعیم الدین صاحب زاد عنایتہ

السلام علیکم

آپ کا تار بنام جلالۃ العلم ابن سعود اخبار سیاست مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۶ء میں تھا جس میں آپ نے مسائل اختلافیہ میں علمائے نجد کے ساتھ مباحثہ کرنے کی درخواست کی ہے۔ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ نہ علمائے نجد یہاں آئیں نہ آپ وہاں جائیں۔ اس لیے آسان صورت یہ ہے کہ یہاں ہی مباحثہ کر لیں۔ علمائے نجد کی طرف سے خادم توحید و سنت حاضر ہے۔ اختلافی مسائل کی فہرست پہلے لکھی جائے گی۔ استدلال میں قرآن و حدیث پیش ہوں گے۔ اور تائید میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش ہو سکے گا۔ امید ہے کہ آپ اس صورت کو تسلیم کر لیں گے۔ اور اگر علمائے نجد پر ہی اصرار کریں گے تو لوگ کہیں گے

تا تریاق از عراق آوردہ شود

مار گزیدہ مردہ شود

راقم خادم دین اللہ ابو الوفا ثناء اللہ امرت کفاہ اللہ امرتسری ناظم اہلحدیث کانفرنس۔

یکم اکتوبر ۲۶ء

[اخبار الفقیہ امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۶۔
السواد الاعظم مراد آباد، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۴]

نقل رجسٹری حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ

بنام جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ناظم اہلحدیث کانفرنس

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی حبیبہ خاتم النبیین

آپ کی رجسٹری محررہ ۲۳؍ ربیع الاول ۴۵ھ ۲۴؍ ماہ مبارک بروز شنبہ سہ پہر کو ایسے وقت میں موصول ہوئی کہ رجسٹری روانہ کرنے کا وقت نہ رہا تھا دوسرے دن یکشنبہ تھا جس میں ڈاکخانہ رجسٹری نہیں لیتا۔ آج جواب حاضر کرتا ہوں۔ اخباروں کو جو اطلاع دی گئی تھی اس میں انگریزی کرنے والے نے اعلان کا خلاصہ لکھ دیا ہے میں آپ کے پاس اصل اعلان کا ترجمہ بھیجتا ہوں جو ابن سعود کے پاس بھیجا گیا ہے۔

جناب کا یہ خیال کہ علمائے نجد مناظرہ کے لیے نہ آئیں گے ممکن ہے صحیح ہو۔ اور آپ کو ان سے قریب کے سفر میں جو تجربے ہوئے ہیں ان سے نتیجہ نکالنے میں آپ حق بجانب ہوں لیکن میری نسبت یہ حکم کر دینا کہ میں بھی نہ جاؤں گا علم غیب کا غلط دعوی ہے۔ نجدی مناظرہ کے لیے تیار ہو تو جو مقام مناظرہ مقرر ہو وہاں میں مناظرہ کے لیے حاضر ہونے کے واسطے بے تامل تیار ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ اس اعلان پر نظر ڈالنے کے بعد اگر مسائل مذکورہ اعلان میں مناظرہ کے لیے تیار ہیں اور اطمینان دلائیں کہ آپ کا قبول وعدول ابن سعود کو مسلم ہو گا۔ اور اگر آپ اس کے افعال کو شرعاً حق ثابت نہ کر سکے تو ابن سعود ان سے باز رہے گا اور جن میں تلافی ممکن ہے ان کی تلافی کرے گا مسائل مذکورہ میں اس کا تسلط حجاز بھی ہے۔ اگر آپ اس کو حق ثابت نہ کر سکے تو ابن سعود اپنا تسلط اٹھا لے گا اور اس پر حجت تمام ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں آپ سے بھی مناظرہ کے لیے تیار ہوں۔ امید ہے کہ آپ ایسا اطمینان دلانے میں جلدی کریں گے اور مجھے مطلع کریں گے کہ ابن سعود کی جانب سے آپ کی کیا حیثیت ہے۔

محمد نعیم الدین از مراد آباد ۲۶؍ ربیع الاول ۴۵ھ

[اخبار الفقیہ امرتسر ۲۸؍ دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۶]

مولوی ثناء اللہ امرت سری کو شیر بیشہ اہل سنت کا جواب

نجدی کے افعال شنیعہ سے تمام عالم اسلام بے چین ہو رہا ہے اور نجدی نے اس کی معذرت میں یہ کہا ہے کہ یہ افعال اس نے اپنے علما کے حکم سے کیے۔ اس لیے حضرت صدر الافاضل استاذ العلما جناب مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتھم نے نجدی کو اعلان دیا کہ وہ علما باطل پر ہیں اور اس کے اعتقاد میں حق پر ہوں تو ہم ان سے مناظرہ کے لیے تیار ہیں، ہم سے مناظرہ کر لیں۔ اور جب تک مناظرہ ہو نجدی اس قسم کے افعال سے باز رہیں۔ اس پر جناب مولوی ثناء اللہ امرت سری نے ایک رجسٹری حضرت ممدوح کی خدمت میں بھیجی جس میں مناظرہ کی استدعا کی ہے۔ لطف یہ ہے کہ نہ آپ نجدی نے وکیل کیا نہ آپ کے قبول و عدول کو اپنا قبول و عدول مانا نہ آپ کے ہار جانے پر اپنے افعال سے تائب ہونے اور ان کی تلافی کرنے کا قابل اطمینان ذمہ لیا۔ مگر آپ ہیں کہ خود ساختہ وکیل اور مناظرہ بھی کس سے کرنا چاہتے ہیں ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی کہ
با آسماں نیز پرداختی

پادرہ متعلقہ بڑودہ کی شرمناک شکست جسے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے اور جس مناظرہ کی تحریریں میری اور آپ کی دونوں قلمبند ہیں، اب کس ہمت پر مناظرہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ جس سے آپ نے مناظرہ کا ارادہ کیا ہے اس کے ایک طالب علم سے بھی آپ کو مجال گفتگو نہیں۔ میں آپ کی خدمت کے لیے پھر حاضر ہوں۔ اگر آپ کو شوق ہو تو آپ اپنے اور ہم مذہبوں کو پشت پر لے لیجیے۔ کیوں کہ آپ تو بذات خود بہت شرمناک شکست کھا چکے ہیں۔ اپنے چھوٹے بڑوں کو ساتھ لے کر کچھ ہوس اور باقی رہ گئی ہو تو نکال لیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اپنا ایمان بھی ثابت نہ کر سکیں گے، جیسا کہ مناظرہ پادرہ تعلقہ بڑودہ میں نہیں ثابت کر سکے۔ اور ذرا اس پر بھی روشنی ڈالیے کہ تب یا ثناء اللہ جو مشہور ہے اس کا کیا واقعہ ہے؟

خاکپائے حضرت استاد العلماء مد ظلہم العالی

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ۔

[الفقیہ: ۱۴/ اکتوبر ۲۶ء ص ۷،، السواد الاعظم مراد آباد، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۵]

مولوی ثناء اللہ صاحب سے مفتی محمد عمر نعیمی کی بحث کا آغاز

مفتی محمد نعیمی علیہ الرحمہ نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے بحث کا آغاز اس طرح کیا ملاحظہ فرمائیں۔:

نجدی کا اسلام

میں اپنے صدر مضمون میں آغاز بحث کا عزم ظاہر کر چکا ہوں۔ اس لیے میں سب سے پہلے مسئلہ نجدی اور اس کے ہم مذہبوں کا اسلام بحث کے لیے تجویز کرتا ہوں۔ اس مسئلہ پر متعدد وجوہ سے بحث کی جائے گی۔ ایک بحث آج پیش کرتا ہوں اور یہ نجدی کا اپنے اسلام کے متعلق اپنا تسلیم کیا ہوا فیصلہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اعوان وانصار سے مدد لے کر اس کا جواب تحریر فرمائیں۔ اور یہ گفتگو ختم ہو تو میں اسی مسئلہ کے دوسرے وجوہ پیش کروں۔

ابن سعود نجدی اور اس کے ہم عقیدوں کے کارناموں کا ایک منظر

(۱) ۱۹۱۶ میں بمقام کرپٹ انگریزوں اور ابن سعود کا معاہدہ ہوا اور ۱۹۲۲ کے معاہدہ میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے اس معاہدہ کی رو سے ابن سعود نے یہ چند خاص قیدیں اپنے اوپر عائد کی ہیں۔

(۱) یہ کہ اس کے ورثہ جب ہی اس کے جانشین ہو سکتے ہیں جب کہ وہ کسی طرح گورنمنٹ برطانیہ کے مخالف نہ ہوں۔

(۲) ابن سعود کا یہ عہد وعدہ کہ وہ کسی غیر قوم یا سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معادہ سلطنت برطانیہ کی بے اجازت کے نہ کرے گا۔

(۳) ابن سعود کا یہ عہد کہ وہ اپنے ممالک یا اس کے کسی حصہ کو حکومت برطانیہ کی

رضامندی حاصل کیے بغیر بیچنے رہن کرنے مستاجری یاٹھیکہ پر دینے کامجازنہ ہو گا۔(۴)ابن سعود کایہ وعدہ کہ وہ ہمیشہ گورنمنٹ کے مشورہ کابے استثنااتباع کرے گا۔

(۲) اس معاہدہ کے مکمل ہونے کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ابن سعود کوستارہ ہند کاخطاب دیاگیااور سرپرستی کاکس نے اسٹارآف انڈیاکاتمغہ ان کو دیایہ تمام واقعات اخباروں میں آچکے ہیں۔ اوراس کے فوٹو بھی کھنچے ہوئے موجود ہیں، جو وفد خدام الحرمین کی رپورٹ میں بھی وہ فوٹو ہے۔ جس میں ابن سعود اور سرپرسی کاکس اور دوسرے انگریزوں اورہندوستانی فوج کے سکھ سپاہیوں کے ساتھ ابن سعود کھڑا ہوا ہے اور مس بیلی بھی موجود ہے۔

(۳) ابن سعود کابیٹافیصل نصاریٰ کے علاقوں میں پھررہاہے لندن میں اس نے حاضری دی ہے وہاں انگریزوں کے ساتھ خوب مجالست ومخالطت رہی ہے ہوائی جہازوں میں پروازوں کے مزے اڑائے ہیں شاہی دربار میں باریابی کی عزت حاصل کی ہے اورسی ایم جی کاخطاب پایاہے اور حکومت برطانیہ اوربادشاہ کاعربی زبان میں شکریہ اداکیاہے اوراقرار کیاہے کہ انہیں کی عنایت سے ارض حجاز کی جدید تنظیم عمل میں آئی (خداکے سوادوسروں پراعتماد) چلتے وقت ابن سعود کے فرزند فیصل نے رپورٹ کے نمائندہ سے کہا کہ جس شان کے ساتھ ہر مجسٹی ملک معظم نے میرا خیر مقدم کیاہے اس کو مدت العمر نہ بھولوں گا۔

(۴) انہی صاحبزادہ نے ملکۂ ہالینڈ کے دربار میں باریابی حاصل کی اوروہاں سے گرانڈ کراس آف آرینج اورناسر کانشان اوراعزازپایا۔(کافر کے عورت کے دربار میں حاضر ہونا اور آدابِ شاہی بجالانا)

(۵) پیرس میں پہنچ کرپریزیڈنٹ فرانس کی بارگاہ میں رسائی پائی اوروہاں ان کاشکریہ ادا کیا۔ اوراس قسم کے نجدی اور نجدیوں کے بہت سے احوال بنظر اختصار ترک کیے جاتے ہیں۔

(۶) ہمارے مخاطب جناب مولوی ثناء اللہ صاحب خوداپنے طریقہ عمل اور کفار کے ساتھ اختلاط اوران کے احترام وتکریم تائیدوموافقت کوبھی یاد فرمائیں۔

(۷) مولوی ثناء اللہ صاحب اس بات کو بھی یادرکھیں کہ وہ دونصرانیوں کے دیارمیں

رہتے ہیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جن صاحبوں کے یہ احوال ہوں وہ خاص نجدی مذہب میں بھی مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں۔ اور نجدی دین پر بھی ان کا اسلام ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

نجدی مذہب کی سب سے زیادہ معتبر اور مستند کتاب مجموعۃ التوحید ہے جس میں محمد عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید بھی داخل ہے اس مجموعہ کو خود ابن سعود نجدی نے بھی دو سال ہوئے کہ مکہ مکرمہ میں چھپوایا ہے۔ نجدیوں اور وہابیوں کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا حجت ہو سکتی ہے اسی کتاب سے نجدیوں کے مذکورہ بالا احوال کا حکم معلوم کیجیے۔

مجموعۃ التوحید ص ۵۲ رسالہ محمد بن عبد الوہاب جس میں مسائل جاہلیت یعنی کفر قدیم کے مسائل کے شمار میں نمبر ۱۲۱ میں کفر اور کافروں کی دوستی شمار کی ہے۔

اصل عبارت یہ ہے۔

ان اللہ افترض علی المومنین عداوۃ المشرکین من الکفار والمنافقین

(اللہ تعالیٰ نے مومنین پر مشرکین اور کفار کی عداوت فرض کر دی)

الحادو العشرون بعد المائۃ مروتہم الکفر والکافرین، مجموعۃ التوحید، ص۱۹، رسالہ اوثق عزی الایمان۔،

اسی صفحہ میں ہے:

قال بعض المفسرین انہوان یوالوالکافرین بقرابتہ بینھم اوصداقتہ قبل الاسلام او غیر ذلك من الاسباب التی بتصادق بھاویتعاشر،

(یعنی بعض مفسرین نے کہا کہ رشتہ داری اور اسلام سے پہلے کی دوستی اور اس کے علاوہ دوستی اور معاشرت کے اور اسباب کے باعث کفار سے موالات کی ممانعت کی گئی ہے)

اسی کتاب کے صفحہ ۸۳ میں ہے:

نفی سبحانہ و تعالیٰ الایمان عمن ھٰذا شانہ ولوکانت مروتہ ومحبتہ ومناصحتہ لابیہ واخیہ وابنہ ونحوھم فضلا عن غیرھم
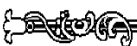
(اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو خارج از ایمان بتایا جو دشمنان خدا اور سول سے دوستی کرنی چاہے وہ دوستی و محبت و خیر خواہی اپنے باپ بیٹے بھائی وغیرہ ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو چہ جائیکہ غیر کے ساتھ) اسی بیان میں لکھا ہے:

من لات لھم دواۃ اوبری لھم قلما اوناولھم قرطاسا دخل فی ھذا

(یعنی جس شخص نے فساق اور فجار کے لیے دوات تیار کی یا قلم بنایا یا انہیں کاغذ دیا وہ اس وعید میں داخل ہے) اسی صفحہ میں ہے:

ومصاحبتھم ومجالستھم وزیارتھم ومداھنتھم ورضاء باعمالھم والتشبہ بھم والتزی بریھم ومدالعین الی زھرتھم وذکر بمافیہ تعظیم لھم

(امور ممنوعہ میں سے فجار کفار کی صحبت وہم نشینی ان کی زیارت اوران کے ساتھ نرمی ان کے اعمال کے ساتھ رضامندی ان کے ساتھ تشبہ ان کا فیشن (مثل تمغہ اسٹار آف انڈیا) ان کی زیب وزینت کی طرف نظر ڈالنا اسی طرح ان کا ذکر کرنا کہ اس میں ان کی تعظیم نکلے یہ سب ممنوع ہیں) اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ میں ہے۔

قدنھی اللہ سبحانہ عن موالات الکفار وشدد فی ذلك واخبران من قولھم فھو منھم وکذالك جاءت الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واخبر النبی ان من احب قوما حشر منھم

(اللہ تعالیٰ نے کفار کی دوستی کی ممانعت فرمائی اوراس میں تاکید کی اور خبر دی کہ جو انہیں دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آئیں اورآپ نے خبر دی کہ جو کسی قوم کو دوست رکھے گا انہی کے ساتھ حشر کیا جائے گا)

اس کے بعد بیس چیزیں ایسی شمار کی ہیں جن کو غضب الٰہی کا موجب اور عذاب الٰہی کا موجب اور عذاب نار کی وعید کا سبب بتایا ہے ان میں سے چند نمبر پیش کرتا ہوں۔

الرابع مداھنتھم ومدارتھم الخامس طاعتھم فیمایقولون وفیمایشیرون

السابع مشاورتھم فی الامور العاشر مجاستھم ومنارتھم والدخول علیھم الحادی عشر البشاشۃ لھم والطلاقتہ السادس عشر اتباع اھوایہ السابع عشر مصاحبتھم ومعاشرتھم الثامن عشر الرضاباعمالھم والشبہ بھم واتزی بریھم التاسع عشر ذکر مافیہ تنظیم کشیتھم
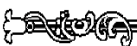
سادات وحکما کما یقال للطواغیت السید فلان او یقال لمن یدعی العلم الطب الحکیم العشرون السکنی معھم فی دیارھم۔

(۴) ان کے ساتھ نرمی اور مدارات (۵) ان کا کہنا ماننا ان کے مشوروں کی اطاعت کرنا، (۷) ان سے امور میں مشورے لینا (۱۰) ان کی ہم نشینی اور زیارت ان کے پاس جانا (۱۱) ان کے لیے خوش دلی اور کشادہ روی (۱۶) ان کی مرضی ماننا (۱۷) ان کے ساتھ ہمنشینی اور معاشرت (۱۸) ان کے کاموں پر رضامندی اور ان کے ساتھ تشبہ اور ان کا فیشن اختیار کرنا۔ (۱۹) ان کا ایسا ذکر جس میں تعظیم نکلے جیسے انہیں سر اور ڈاکٹر کہنا جیسے طواغیت کو سید فلاں کہا جاتا ہے یا جس طرح علم طب کے مدعی کو ڈاکٹر کہتے ہیں (۲۰) ان کے ساتھ ان کے شہروں میں رہنا)

سر دست اتنے ہی حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اور تمام وہابی نجدی صاحبان بنظر انصاف دیکھیں اور غور فرمائیں کہ نجدی اور اس کے متبعین خود اپنے مسلم فیصلہ سے بے دین خارج از ایمان ثابت ہوئے۔ اور ان کی کتاب نے انہیں کافر مرتد جہنمی مستحق عذاب الیم قرار دیا۔ اور جتنے وہابی نجدی نصاری کے شہروں میں ان کے ساتھ سکونت رکھتے ہیں نجدی کے مذکورہ بااحوال پر ان کی کتاب کے احکام کو منطبق کیجئے

میری التجا

مولوی ثناء اللہ صاحب غصہ سے نہیں انصاف سے کام لیں اور اگر گالیوں کی بجائے ممکن ہو سکے تو جواب دیں میں منتظر ہوں۔

اپنے سایہ سے کہیں آپ ہی جائے نہ جھجک او پریوش تو ادھر ناز سے آتا کیا ہے
چٹکیوں ہی میں اڑا دوں ترا جوبن تو سہی او بت پردہ نشیں تو مجھے سمجھا کیا ہے

[الفقیہ: ۲۸/دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۶، ۷]

[السواد الاعظم مراد آباد، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۶ تا ۹]

اہل سنت کی فتح مبین

مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

”گزشتہ ایام میں فخر الاماثل صدرالافاضل....طاذالفضلا استاذالعلماحضرت مولانامولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی نے ابن سعود نجدی کو مناظرہ کا اعلان دیاتھا۔ نجدی تو کیا جواب دیتا مگراس کے حمایتیوں میں سے جناب مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے حضرت موصوف کی خدمت میں ایک رجسٹری بھیجی جس میں تحریری مناظرہ کی آمادگی ظاہر کی اور نجدی کے وحشیانہ وظالمانہ وملحدانہ افعال کو فراموش کر کے مسائل زیر بحث کچھ اور ہی تجویز فرمانے کی رائے ظاہر فرمائی۔ ان کی رجسٹری کا جواب حضرت ممدوح نے فوراً دیا۔ جس کا محصل یہ تھا اگر آپ کو نجدی کی قائم مقامی حاصل ہے تو میں مناظرے کے لیے تیار ہوں۔

ایک جواب برادر عزیز مولانا ابوالفتح مولوی حافظ حشمت علی خاں صاحب کی جانب سے گیا کہ میں گفتگو کے لیے تیار ہوں۔ مگر صدائے برنخاست پھر ابوالوفاصاحب کو جواب کی ہمت نہ ہوئی اور وہ آمادگی سرد ہو کر رہ گئی ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر بحث کا آغاز کر دیا اوراس کے نجدی وہندوستانی ہم عقیدوں کا کفر انہیں کے مسلمات اور خود ابن سعود نجدی کی چھاپی ہوئی کتاب مجموعۃ التوحید سے ثابت کر دیااور صراحت کے ساتھ دکھادیا کہ نجدی اپنے عقیدہ اور مذہب کی رو سے خود بھی خارج از اسلام ہے۔ اوراس کے متبعین بھی اس کے خنجر تکفیر کے بسمل ہیں۔

یہ وہ مضمون تھا جس نے نجدی مذہب کی آبرو پر پانی پھیر دیا ہر نجدی عقیدہ والے کا فرض تھا کہ وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی ذات اوراپنے نجدی طاغوت کو اپنی کتاب سے تو مسلمان ثابت کرتا۔ اور جو شرک خود ان کی کتاب نے ان پر ثابت کیا ہے اس سے خلاص کی کوئی راہ نکالتا۔ مگر تمام ہندوستان کے وہابی ششدر رہیں اور وہابستان شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ کسی میں جرأت نہیں ہے کہ دم مار سکے یا لب ہلا سکے۔

الحمدللہ۔ یہ حق کی فتح مبین اوروہابیہ نجدیہ کی سخت رسوائی ہے۔ کذالك العذاب ولعذاب الآخرۃ اکبرلوکانوایعلمون

افسوس ضد اور ہٹ اس قدر وضوح حق کے بعد بھی باقی ہے۔اب بھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ اب بھی رجوع وانابت کے لیے بار گاہ الٰہی میں سر نہیں جھکاسکتے۔اب تک اسی باطل کی حمایت باقی ہے جس نے تمام عالم پر کفروشرک کا حکم لگادیاہے۔اور جس کے اس حکم عام سے خود بھی نہیں بچ سکتے۔" [**السواد الاعظم مرادآباد، جمادی الاخری، ۱۳۴۵ھ ص۹**]

والی نجد اور نجدی ایجنٹوں کا مناظرہ سے سکوت

والی نجد اور نجدی حواریوں میں سے کوئی بھی صدرالافاضل کے مقابلہ میں نہیں آیاجس کے تعلق سے تفصیل سے مفتی عمر نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔:

"جن ایام میں کہ نجدیوں نے سرزمین حجاز میں مزارات کی بے حرمتی کاطوفان برپا کررکھاتھااور صحابہ کرام وبزرگان دین کے مزارات کے ساتھ وہ بے حرمتی کررہے تھے۔ قبے گراتے تھے۔ قبریں توڑتے تھے۔ مسجدیں ڈھاتے تھے۔اور طرح طرح کی بے ادبیاں کرتے تھے۔اس زمانہ میں حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی نے نجدی کو مناظرہ کی دعوت دی تھی۔اور ابن سعود والی نجد کو تحریک کی گئی تھی کہ اگر ان کاخیال یہ ہے کہ قبروں کاتوڑنا اور گنبدوں کا گرانا اور اس قسم کے افعال جو نجدی کررہے ہیں جائزاور موافق شرع ہیں اور شریعت اسلامیہ سے ان کاکوئی ثبوت مل سکتاہے تووہ اپنے ملک اور عقیدے کے علماکو جمع کرکے مجھے حجاز میں طلب کرلیں۔ اور اپنے سامنے مناظرہ کرالیں۔اگراس مناظرہ میں وہ علماان افعال کاکوئی ثبوت دے سکیں تونجدیوں کے لیے دنیاے اسلام کے سامنے پیش کرنے کے واسطے ایک عذرمل جائے گا۔اوراگر وہ علماان اُمور کو جائز ثابت نہ کرسکیں اور عاجز رہیں توپھر حکومت نجد کوان حرکات سے بازآناچاہیے۔

یہ تحریک نہایت ہی معقول تھی اوراس مناظرہ کامطالبہ بالکل بجاتھا۔بلکہ حکومت نجد کے لیے ضروری تھاکہ وہ ایک ایسی مجلس مناظرہ منعقد کرتی جس سے یاتواس کوہی معلوم

ہو جاتا کہ مزارات کے ساتھ اس قسم کا طرز عمل شریعت میں جائز نہیں۔ تو وہ اس سے باز آتی اور دنیاے اسلام میں اس کی طرف جو ناگواری و نفرت پیدا ہوئی وہ نہ ہوتی اور اگر بالفرض وہ یہ ثابت کر سکتے کہ شریعت کا یہی حکم ہے تو پھر دنیا اس کے افعال پر معترض نہ ہوتی۔ لیکن حکومت نجد نے اس کی طرف التفات نہ کیا مگر مولوی ثناء اللہ امرت سری نے اپنی شہرت کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت صدرالافاضل مدظلہ کے مقابل اس مبحث پر مناظرہ کی آمادگی کا اظہار کیا اس کے اعلان چھاپے۔

حضرت صدرالافاضل مدظلہ کی طرف سے بھی اس کا جواب دیا گیا۔ اور یہ بھی منظور فرمالیا گیا کہ اگر علماے نجد اس مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوں آپ ہوں آپ ہی سہی لیکن والی نجد سے آپ اجازت حاصل کریں تاکہ اگر یہ ثابت کر دیا جاے کہ مزارات کے متعلق نجدیوں کے افعال شرعاً ناجائز ہیں اور آپ تسلیم کر لیں تو وہ اس پر پابند ہو سکیں۔ اور مناظرہ نتیجہ خیزہ ہو۔ اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب سکوت میں آگئے پھر حضرت صدرالافاضل مدظلہ کے تلامذہ نے ہر طرف سے انہیں گھیرا اور بغیر کسی شرط کے مناظرہ کے لیے بلایا گیا مگر آپ نے جو دم سادھا ہے تو آج تک خبر نہ لی۔ یہ بھی دکھایا گیا کہ نجدی مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرت سری کو کافر گمراہ خارج از اسلام کہتے ہیں اس پر بھی دم نہ مارا، چون وچرا نہ کی۔ وہ تمام جذبہ مناظرہ سرد ہو گیا۔ یہ اعلان السواد الاعظم وغیرہ میں چھپتے رہے مگر مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرت سری کو آج تک جرأت نہ ہوئی۔" (از مدیر)

[السواد الاعظم مرادآباد، ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ، ۱۳۵۲ھ ص ۸، ۹]

مولانا غلام احمد اخگر کا نجدیوں کو چیلنج مناظرہ

اسی سلسلے میں مولانا غلام احمد اخگر صاحب نے بھی نجدیوں کو چیلنج مناظرہ دیا جس کے جواب میں سرغنہ جماعت اہل حدیث ایڈیٹر اخبار اہل حدیث مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک خط مولانا غلام اخگر صاحب کو مناظرہ کی منظوری کے حوالے سے لکھا۔ جو مولانا اخگر صاحب کے تبصرہ اور جواب کے ساتھ الفقیہ میں شائع ہوا ملاحظہ کریں۔

مولانا غلام احمد اخگر صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! گزشتہ اشاعت میں ہمارا مضمون مطالعہ فرما چکے ہیں۔ جس میں ہم نے شیطانی پٹھوؤں یعنی نجدی ایجنٹوں اور دلالوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس مضمون کے مطالعہ سے ہمارے امرت سری دوست مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب سردار اہل حدیث اڈیٹر اخبار اہل حدیث متاثر ہوئے اور فوراً ہمیں ایک خط لکھا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمارے مضمون کو پڑھا ہی نہیں۔ اور اگر پڑھا ہے تو ہمارے مضمون کی پرواہی نہیں کی۔ بلکہ مد نظر یہ امر رکھ لیا ہے کہ چلو کون مناظرہ کرتا ہے اور کس نے کیا۔ سر دست اپنی جماعت میں شہرت ہو جائے گی اور نام پیدا ہو جائے گا کہ ہمارے سردار نے مناظرہ کے لیے آمادگی ظاہر کی بہر حال آپ کا خط یہ ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرت سری کا خط

"اخبار الفقیہ امرت سر مورخہ ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء نے مباحثہ کا اعلان کیا ہے اس کی منظوری دینا سب سے مقدم میں اپنا فرض جانتا ہوں اس لیے منظور ارسال ہے مضمون مباحثہ انہوں نے تجویز کیا ہے:

(۱) کیا محمد بن عبد الوہاب قرن الشیطان اوّل اور موجودہ نجدی حکمران قرن الشیطان ثانی ہے۔ ثبوت بذمہ ہمارے (الفقیہ کے) ہو گا۔

(۲) کیا مساجد اور قبّوں کی تعمیر یا موجودگی خلافِ شرع ہے؟

(۳) کیا منہدم شدہ مساجد و قبّوں میں افعال مشرکانہ ہوتے تھے؟

(۴) اگر مساجد اور قبہائے منہدم شدہ میں افعال مشرکانہ ہوتے تھے تو ان افعال کے سبب ضروری تھا کہ مساجد اور قبّے گرا دیئے جائیں؟ کیا ممانعت کافی نہ تھی؟ (آخری امور ثلثہ کا بار ثبوت بذمہ نجدیاں)

بڑی فیاضی سے یہ بھی لکھا ہے کہ اس مباحثہ میں ہم شیاطین نجد کے پٹھوؤں کے سامنے مولوی دیدار علی مولوی حامد رضا خاں مولوی نعیم الدین صاحبان کو پیش نہیں کریں

گے جن سے یہ لوگ ڈرتے ہیں۔ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس مباحثہ کے لیے بہت سے اصحاب اٹھیں گے۔ مگر میں بحیثیت امرت سری ہونے کے حق مقدم رکھتا ہوں۔ بس ایڈیٹر صاحب الفقیہ سن لیں! کہ اس میں اس مبحث پر بتفصیل ذیل بحث کرنے کو تیار ہوں۔

(۱) اس بحث کی ذمہ دار حزب الاحناف لاہور ہو گی۔

(۲) یہ بحث تحریری ہو گی

(۳) اس بحث کے انتظام کے لیے ایک منتظم صدر اور فیصلہ کن منصف مسلمہ فریقین مقرر ہو گا۔

نوٹ: صدارت کے لیے مولوی فضل الرحمن صاحب وکیل لاہور اور فیصلہ کے لیے علمائے دیوبند میں سے کوئی صاحب میں پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

ہمارے ذمہ جو تنقیح ڈالی گئی ہے اس کے متعلق صرف اتنی عرض ہے کہ دراصل جھگڑا قبروں اور قبوں کا ہے۔ مساجد کی چپپی تو یار لوگوں نے مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے لگائی ہے۔ اس لیے بحث صرف قبوں پر ہو گی۔ اور اگر آپ خواہ مخواہ مساجد کو زیر بحث لائیں گے تو ہم اس وقت جو چاہیں جواب دیں گے۔

ہاں یاد رہے کہ آپ ہم پر اتنے مہربانی نہ کیجیے کہ ہمارے ڈرنے کے لحاظ سے ان اصحاب ثلاثہ کو پیش نہ کریں۔ بڑی خوشی سے کریں جب کہ میں مولوی حامد رضا خان صاحب کے والد مرحوم سے گفتگو کر کے مسرور ہو چکا ہوں تو ان سے کیوں خائف ہوں گا۔ اس لیے آپ انہیں اصحاب کو پیش کریں بلکہ ہم بزور کہیں گے کہ انہیں کو کریں ورنہ بد گمانوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا۔ ع

خود سوے ماندید وحیا را بہانہ ساخت

(ابوالوفا ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث)

جواب خط

میں جواب میں لف ونشر غیر مرتب رکھنے پر مجبور ہوں اس لیے سب سے آخری بات کا جواب پہلے عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ سنیے!

آپ نے میرے الفاظ میں خیانت کی ہے یا مفہوم بگاڑا ہے۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب ومولانا مولوی حامد رضا خان صاحب ومولانا مولوی نعیم الدین صاحب سے کوئی ڈراتا ہے بلکہ میرے الفاظ یہ ہیں:

کیوں کہ ان کا نام سنتے ہی خلافیوں کے کلیجہ میں درد اٹھتا ہے۔

کلیجہ میں درد اُٹھنا یہ محاورہ ڈرنے کے لیے کہیں استعمال نہیں ہوتا بلکہ ڈرنے کے لیے اور محاورات ہیں۔ تعجب ہے کہ ۲۰، ۲۲/ سال سے آپ اخبار کی ایڈیٹری کر رہے ہیں اور سارا ہندوستان چھان مارا ہے مگر ابھی تک یہ معمولی بات آپ نہیں سمجھ سکے۔ مطلب ہماری تحریر کا یہ ہے کہ خلافیوں کو ان کا سن کر رنج آتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہمارا مضمون دراصل شیاطین نجد کے لاہوری ایجنٹ کے مقابلہ میں لکھا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایجنٹ مذکور تو خدائے عزوجل احکم الحاکمین قادر وذوالجلال سے نہیں ڈرتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتا۔ دنیاوی طاقت سلطنت کی ہوتی ہے وہ سلطنت سے نہیں ڈرتا۔ سلطنت کے قانون سے نہیں ڈرتا تو بھلا ان مولوی صاحبان سے وہ کیوں ڈرتا جن کے ہاتھ کوئی طاقت نہیں۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ آپ اعلیٰ حضرت مجدد ماۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کر کے مسرور ہو چکے ہیں۔ واقعی اس سرور سے تو آپ تادم زیست محظوظ رہیں گے مگر اس کی تفصیل آپ نے نہیں بتائی۔ پبلک کو کیسے معلوم ہو کہ اس سرور کی اصلیت کیا ہے۔ مگر ہم اپنے ناظرین کو ایڈیٹر صاحب کے سرور کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کو ایک دفعہ بریلی اسٹیشن پر اترنے کا اتفاق ہوا۔ دوسری گاڑی کے آنے میں بہت وقت باقی تھا اس لیے ان کو خیال ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) سے ملتے جائیں۔ چناں چہ ان کے مکان پر پہنچے دل میں پہلے یہ سے یہ ٹھان لی کہ علم غیب کے متعلق سوال کروں گا اور یہ بھی رائے قائم کرلی کہ وہ ثبوت میں یہ آیت پیش فرمائیں گے:

عالم الغیب فلایظھر علی غیبہ احداالامن ارتضی من رسول

اس پر دل ہی دل میں بحث کا ایک پہلو قائم کرلیا۔

ملاقات ہوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خیریت نام مکان دریافت کیے تعارف ہو گیا اس کے بعد یہ مکالمہ ہوا۔

مولوی ثناءاللہ: مشہور ہے کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

اعلیٰ حضرت: جی ہاں صحیح ہے۔

مولوی ثناءاللہ: آپ کے پاس اس پر کون سی دلیل ہے؟

اعلیٰ حضرت: آیت قرآنی ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء

مولوی ثناءاللہ: اس میں استثنا کیسا ہے؟

اعلیٰ حضرت: استثنا کیسا اس میں تو الا حرف استثنا نہیں۔

مولوی صاحب میں آپ کا نام سنا کرتا تھا میرا خیال تھا کہ آپ شاید کچھ لکھے پڑھے ہوں گے مگر اب معلوم ہوا کہ آپ کچھ نہیں پڑھے۔ پہلے کہیں پڑھ آیئے پھر بات کرنا۔

مولوی صاحب حیران تھے کہ کیا ہو گیا۔ آیت سن کر یہ خیال نہ رہا کہ وہ آیت نہیں جس کا دل نے تصور باندھا تھا ششدر رہ گئے۔

اس کے بعد جناب مولانا مولوی مصطفی رضا خاں صاحب جو ان دنوں ابھی طالب علمی کی حیثیت میں تھے کتاب مطول لے آئے۔ اور ایک مقام نکال کر مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا۔ اور درخواست کی کہ ذرا اس کا مطلب سمجھا دیجیے! مگر مولوی صاحب کے حواس ہی قائم نہ تھے کیا سمجھاتے۔ وہاں سے چل دیے۔ ہر چند اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کھانے کی دعوت دیتے رہے مگر چوں کہ مولانا مصطفی رضا خان صاحب کتاب کو ہاتھ سے

نہیں رکھتے تھے۔ آخر چلے آئے مولوی مصطفی رضا خان صاحب نے دروازہ کے باہر تک پیچھا نہ چھوڑا یہ ان کے سرور قلب محزون یا بالفاظ صحیح حزن قلب مسرور کی کیفیت۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب بقیہ جواب سنیے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس بحث کی ذمہ دار حزب الاحناف ہوگی یہ کیوں ؟ کیا حزب الاحناف نے آپ کو چیلنج دیا؟ یا حزب الاحناف کے حکم سے ہم نے شیطانی دلالوں کو چیلنج دیا؟ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ بحث نہ کریں گے اور نہ کرسکتے ہیں۔ صرف آپ کی جماعت اس سے ذرا بغلیں بجانے لگ جائے گی ورنہ حزب الاحناف کا نام لینے کی کون سی ضرورت پڑی ؟

اگر اس خیال سے آپ نے حزب الاحناف کا نام لکھ دیا ہے کہ وہ شیاطین نجد کے مخالف ہیں تو اسی ایک انجمن پر کیا منحصر ہے بمبئی کراچی دہلی بریلی بدایوں اور دیگر مقامات کی انجمنیں ذریت شیخ نجدی کی مخالف ہیں تو کل کو آپ یہ کہہ دیں گے کہ فلاں انجمن ذمہ دار ہو۔ مولوی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق دراصل یہ بھاگنے کا راستہ پہلے ہی تجویز کر لیا ہے۔ مگر دنیا میں ان کے دام افتادوں کی طرح سب آمنا صدقنا کہنے والے ہی تو نہیں آخر دنیا عقلمندوں سے ابھی خالی نہیں ہوئی۔ ہاں اگر مولوی صاحب کو ضرور حزب الاحناف ہی کہ ذمہ داری پر کام کرنا ہے تو انجمن میں درخواست بھیج دیں وہ شاید ان سے مباحثہ منظور کرلیں۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ انجمن منظور نہیں کرے گی۔ کیوں کہ انجمن آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی کہ آپ سے تخاطب کرے۔ کیوں کہ اول تو آپ اس ملک کے تمام غیر مقلدین کے نزدیک مسلم اہل حدیث نہیں۔ بلکہ خاندان غزنویہ اور اکثر اکابر علما آپ کو اہل حدیث سے خارج سمجھتے ہیں۔ دوسرا آج تک نجدیوں سے آپ اپنی بے تعلقی ظاہر کرتے رہے اگرچہ حنفی یہ کہتے تھے اور صحیح کہتے تھے کہ ہندوستانی وہابی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں۔ اور اول الوہابین فی الہند مولوی اسمعیل دہلوی نے نجدی تعلیم ہی کو ہندوستان میں پھیلایا تو تمام وہابی مقلد اور غیر مقلد اس سے انکار کرتے تھے کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ مگر اب انہوں نے جب دیکھا کہ مردود قرن الشیطان حرم شریف کا...بن گیا تو اسی کا دم مارنے لگے۔ اور اب اس کی حمایت پر اتر آئے۔

اس کے بعد مولوی صاحب صدر منتظم اور صدر فیصلہ کنندہ کی شرط پیش کرتے ہیں اور منتظم صدر کے عہدہ کے لیے مولوی فضل الرحمن صاحب کا اسم گرامی بھی پیش کر دیا۔ اگر مولوی صاحب نے ہمارے مضمون کو پڑھا ہے تو انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ مناظرہ نجدیوں سے ہے۔ مقام مناظرہ مکہ معظمہ یا مصر تجویز کیا گیا ہے۔ نجدیوں کے ہندوستانی ایجنٹوں سے صرف یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا اور ولی نعمت مردود قرن الشیطان سے خط وکتابت کر کے منظوری حاصل کریں۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی صاحب کیوں بے وقت کی راگنی الاپ رہے ہیں۔

ہم اپنے مکرم دوست مولوی ثناء اللہ صاحب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حواس کو بجا کر ہمارے مضمون کو پھر سے پڑھ جائیں۔ پھر اگر اس میں لاہور یا امرت سر مقام مناظرہ پائیں تو یہی بے سر اراگ دوبارہ الاپیں ورنہ خاموش ہو کر کنج عافیت میں بیٹھ جائیں

مساجد کی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ یہ یار لوگوں کے مسلمانوں کے بھڑ کانے کو نکالی ہے نہ صرف غلط بلکہ صریح کذب ہے۔ جناب عالی اب تک تو قبوں اور مزارات کے انہدام سے بھی انکار تھا۔ لیکن چوں کہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں اب اس کا اخفا ممکن نہ تھا اس لیے اب شیطانی ایجنٹوں نے شرعی پہلو لے لیا۔ بالآخر ہم مولوی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر واقعی آپ نے محض شہرت حاصل کرنے کے لیے قلم نہیں اٹھایا۔ اور درحقیقت آپ بحیثیت مناظرہ پیش ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے پہلے مضمون کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد مردود ازلی و مقہور بارگاہ لم یزلی ابن سعود نجدی سے خط وکتابت کریں۔ ہم بڑے خوش ہوں گے اگر شیخ نجدی مذکور آپ ہی کو مناظر تسلیم کر کے پیش کرے۔ جب شیخ نجدی مردود اس کی منظوری دے دے گا اور آپ کو وکیل یا مناظر کا عہدہ تفویض کر دے گا تو آپ سے یا تو یہاں شرائط کر لی جائیں گے یا مقام مناظرہ پر پہنچ کر فیصلہ کیا جائے گا فقط۔“

[الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص ۲، ۳، ۴]

مولانا ابوالمحامد کی مولوی ثناء اللہ کے نام کھلی چٹھی

مولوی ثناء اللہ امرت سری کی انہدام قبہ جات وغیرہ سے متعلق شر پسندانہ سرگرمیوں کے خلاف علمائے اہل سنت کی تردیدی کاروائیوں کا سلسلہ طول پکڑ چکا تھا اسی سلسلہ کی ایک کڑی مولانا ابوالمحامد احمد علی اعظم گڑھی، کی مولوی ثناء اللہ امرت سری کے نام درج ذیل کھلی چٹھی بھی ہے۔ ملاحظہ کریں:

"کھلی چٹھی بنام مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب و سردار ایڈیٹر اخبار اہل حدیث

پس از ماوجب علیک گزارش یہ کہ حضور اور جناب کے دام افتادہ ہمنواؤں نے ناجوازی اور ممانعت اور حرمت و شرک بنائے قباب علی القبور میں اخباروں کے کالم اور رسالوں کے اوراق اور صفحات سیاہ کر ڈالے۔ اور گنبد خضرا رسول اکرم فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود باقی رکھنا خلاف شرع قرار دیا۔ اور ہمارے دیسی سید صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ بپاس خاطر قرن الشیطان ابن سعود نامبارک و مسعود نشہ نجدیت میں تمام مقامات مقدسہ اور ماثر متبرکہ کو فرضی اور مشتبہ اور مشکوک تک لکھ مارا۔ اور یہی حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ مآثر اسلام کا گرانا سومنات کا گرانا ہے۔ ابن سعود نے ماثر اسلام مٹا کر شرک مٹا دیا۔ اور جناب کے بزرگ مسٹر ظفر علی خاں صاحب بہادر نے خواجہ حسن نظامی دہلوی کے جواب میں یوں درفشانی فرمائی کہ کیابت خانے پھر بنائے جائیں گے۔ اور اب خود ہی بنفس نفیس ارض مقدس سے تار روانہ فرماتے ہیں۔ اور خلافت اخبار بڑے فخر اور مباہات کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد ابو قبیس کی تعمیر ہو رہی ہے۔

اب حضور سے بکمال ادب دریافت طلب یہ امر ہے کہ قرن الشیطان ابن سعود نا مسعود قرآن و حدیث کے کس حکم کے تحت یہ کھلا شرک کر رہا ہے۔ اور حضور دیدہ و دانستہ باوجود سردار اہل حدیث ہونے کے اب تک اپنے اخبار میں اس مشرک اکبر کی شان میں برابر ایدہ اللہ بنصرہ، لکھا کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے فراہمی چندہ کی شبانہ روز سعی اور کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور حضور نے مدعی عامل بالحدیث والقرآن ہو کر آیت شریفہ: ولا تعاونوا علی

الاثم والعدوان۔ کو یہاں کیوں پس پشت ڈال دیا۔ تو اس شرک اکبر کے حق میں تائیدی دعا کرنے اور معاونت علی الاثم کے باعث حضور مع اپنے اتباع اور مسٹر ظفر علی خاں اور قرن الشیطان ابن سعود نامسعود مشرک اکبر ہیں یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہو تو براہ کرم نوراش۔ اس کے ساتھ کسی صریح حدیث کا حوالہ بھی ضرور مرحمت ہو۔ میں جواب کا منتظر ہوں فقط۔

ابوالمحامد احمد علی سنی حنفی مئوی اعظم گڑھی۔" [الفقیہ:۲۸؍جنوری۱۹۲۶ء ص۳]

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کو دعوت مناظرہ

نجدیوں کی خلاف انسانیت حرکات کو درست قرار دے کر، مساجد و مآثر متبرکہ و مقابر مقدسہ کی بے حرمتی وانہدام کو جائز ٹھہرا کر، اہل حجاز کے جان ومال عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ کو موافق شرع بتا کر نجدی سرغنہ ابن سعود سے وظیفہ پانے والوں میں ایک نام مجلس خلافت لدھیانہ کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب کا بھی آتا ہے۔ جن کی شرپسندی بھی زوروں پر تھی۔ جس سے تنگ آکر آخر کار مولانا بہاء الحق امرت سری نے تحریر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ ملاحظہ کریں:

"مولوی حبیب الرحمن صاحب صدر مجلس خلافت لدہیانہ آئے دن پبلک سٹیج پر ابن سعود نجدی کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ اور آپ اس کے وجود کو حجاز اور جزیرۃ العرب کے لیے نعمت عظمیٰ خیال کرتے ہیں۔ نیز آپ کو اپنے اس عقیدہ کی پختگی اور استواری کا مبالغہ کی حد تک دعوی ہے۔ اس لیے میں احقاق حق اور ابطال باطل کی غرض ونیت سے مولوی صاحب کو تحریری مناظرہ کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اس دعوی کو بربنائے شواہد وواقعات وحالات مندرجہ رپورٹ ہاخدام الحرمین وجمیعت خلافت ہند ثابت کر دکھائیں۔ برخلاف اس کے میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ثابت کروں گا کہ ابن سعود اس بات کا قطعاً اہل نہیں ہے کہ اسے ارض مقدس کا امیر یا باصطلاح جدید ملک الحجاز تسلیم کیا جائے۔

مابہ النزاع امور جن پر فریقین کی طرف سے اثباتاً ونفیاً براہین ودلائل پیش کیے جائیں گے

حسب ذیل ہیں۔

(۱) عبد العزیز ابن سعود شریف حسین کی طرح انگریزوں کا غلام اور پٹھو ہے۔

(۲) کیا اس نے عالم اسلام سے یہ حلفی وعدہ نہیں کیا کہ حجاز میرے ہاتھ میں امانت ہے اور پھر ملک الحجاز ہونے کا اعلان کرکے وعدہ خلافی کا مرتکب ہوا۔

(۳) کیا مساجد وقبور صحابہ ائمہ وصالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بے عزتی اور بے حرمتی باوجود اس حتمی وعدہ کے کہ ان کا احترام کیا جائے گا روا نہیں رکھی گئی۔

(۴) اہل نجد کا جن میں ان کے ذمہ دار علماء وشیوخ بھی داخل ہیں عقائد میں غلو وتشدد اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک وکافر جانتے ہیں۔

التماس:

مقام مناظرہ تاریخ اور ثالث وغیرہ کا قبول دعوت مناظرہ کے بعد ہوسکتا ہے۔ مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ جس غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر مولوی صاحب موصوف اس وقت تک حمایت ابن سعود میں تقاریر فرماتے رہے ہیں وہ بجاے فائدہ کے عامۃ المسلمین کے لیے مضرت رساں ہے۔ البتہ اہل حق وارباب بصیرت ہماری تحریرات سے حق وباطل کا فیصلہ بآسانی فرماسکیں گے۔ اس لیے امید کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اپنی معتاد طرز روش چھوڑ کر ایسا انداز اسلوب اختیار کریں گے جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے مفید وفیصلہ کن ہوسکے۔

وما علینا الا البلاغ۔

منتظر جواب۔ محمد بہاء الحق قاسمی امرت سری عفا اللہ عنہ حال وارد لودیانہ۔

[اخبار الفقیہ: ۲۸؍ نومبر ۲۶ء ص ۸]

قبہ شکنوں نجدیوں کے نام مولانا ابو المحامد کا کھلا اعلان

مولانا ابو المحامد احمد علی اعظم گڑھی نے تمام ذریت ابن سعود اور ہابیان ہند کے نام ”اطلاع عام اور مبلغ دس روپیہ فی قبر انعام“ کے عنوان سے ایک اعلان بھی عام کیا۔ جس میں قبہ جات کے انہدام پر ایک بھی ثبوت شرعی پیش کرنے پر انعام دئے جانے کی بات کہی گئی

ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اس اشتہار کے ذریعہ سے تمام دنیا کے غیر مقلدین وہابی گور کنوں قبہ شکنوں نجدی پرستوں بخاری کے پجاریوں کو عموماً اور شیر پنجاب حاجی بابا مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث امرت سر اور مولوی ابو القاسم بنارسی اور مولوی محمد ایڈیٹر اخبار محمدی دہلوی اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی کو خصوصاً مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر مقلد وہابی نجدی چھ مہینہ کے اندر نص صریح صحیح حدیث متفق علیہ سے بقید نام کتاب و نام مطبع و نشان صفحہ یہ ثابت کر دے کہ رسول خدا احمد مصطفی فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جن مسلمانوں کی پختہ یا اونچی قبریں گرادی گئیں ان کا کیا نام تھا تو اس کو فی قبر مبلغ دس روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

اے غیر مقلدین وہابی نجدیوں کے مجتہد اور محدثو!

کیوں اس قدر ہلا اور غل غپاڑا شور شار مچا کر دنیا کو دیدہ دانستہ ناحق گمراہ کر رہے ہو؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی پختہ اور اونچی قبروں کو گرا دینے کا حکم دیا ہے۔ اگر تم سچے دین اور مذہب کے پیرو ہو اور تمہارا دعوی ہے کہ پختہ اور اونچی قبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گرادی گئیں تو صاحب قبر کا نام مع ولدیت اور سکونت اور مقام قبر اور تاریخ انہدام بتلا کر زر انعام حاصل کرو۔ اگر غیر مقلدین وہابی نجدی پرستوں نے چھ ماہ کے اندر میرے سوال کا جواب صحیح حدیث سے نہ دیا تو تمام دنیا کے مسلمانوں کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ غیر مقلدین وہابی نجدی پرستوں کا مذہب جھوٹا اور ان کا اپنے آپ کو کہنا سرے سے لغو اور باطل اور مردود ہے۔ فقط۔ والسلام علی من اتبع الہدی و ترک الحد والکفر والھوی۔ مرسلہ ابو المحامد احمد علی سنی حنفی مئوی اعظم گڑھی۔

[الفقیہ:۲۸/ نومبر ۲۶ء ص ۸]

قبہ جات کی شرعی حیثیت اور منہدمین کے دلائل کی بیخ کنی

مزارات کے قبہ جات کے انہدام کی بحثیں زوروں پر تھیں۔ حامیان ابن سعود قبہ جات کے انہدام کو عمل شرعی سے تعبیر کر رہے تھے۔ اور گروہ سواد اعظم اہل سنت

وجماعت نجدیوں کے اس اقدام کو خلاف شرع عمل قرار دے رہے تھے۔قبہ جات کے انہدام کے مجوزین کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں تھی کہ ان کے سردار ابن سعود نے یہ کام کیا ہے۔اس لیے جائز ہی ہوگا۔علاوہ ازیں جو دلائل دیے بھی وہ تار عنکبوت کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔البتہ اہل سنت و جماعت کے پاس اس عمل کے خلاف شرع ہونے پر شرعی بہت سے شواہد و دلائل تھے۔قبہ جات کے منہدمین کے دلائل کی بیخ کنی کرنے والی اور قبہ جات کی شرعی حیثیت کو اجاگر کرنے والی اور اس کے جواز کو بیان کرنے والی تحریروں میں سے ایک مدلل و مفصل تحریر مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی کی پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔یہ تحریر الفقیہ اخبار میں شائع ہوئی۔ہم یہاں اسے من و عن پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

"جب سے ابن سعود نجدی نے مکہ معظمہ پر قبضہ کیا ہے اسلامی دنیا میں ایک فتنہ برپا ہو گیا ہے طائف اور مکہ شریف میں اس کے مظالم کی کوئی حد نہیں رہی۔سو سال کے بعد ان سرکشوں نے پھر سر اٹھایا ہے مزارات کے قبے گرائے گئے وہ مکان مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتا ہے جہاں حضور علیہ السلام عالم دنیا میں تشریف لائے اس کی بے حرمتی کی گئی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کو ہند کے وہابی بھی حکیم الامت مانتے ہیں وہ جس مکان میں زمین سے آسمان تک رحمت اور برکت کے انوار کا مشاہدہ کریں آج نجدیوں نے اسے پامال کیا۔اور وہابیان ہند ان کی حمایت میں اس مکان کا مولد النبی ہونا ہی مشکوک سمجھ رہے ہیں۔شاید کعبۃ اللہ اور روضہ نبوی کو بھی مشکوک کہہ دیں تو عجب نہیں۔فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایڈیٹر اہل حدیث نے تو یہاں تک غلو کیا کہ ابن سعود کو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے ساتھ مشابہت دی اور لکھا کہ محمود غزنوی نے سومنات کے بت کو توڑا اگر سلطان غزنوی کا فعل شرعاً جائز تھا تو سلطان نجد یا ان کے افواج کا یہ فعل (قبوں کا گرانا) بھی جائز ہے اگر غزنوی کا فعل ناجائز تھا تو یہ بھی ناجائز ہے۔(اہل حدیث ۴۴ مورخہ ۴ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

میں کہتا ہوں کہ اہل ہنود کی طرف سے سلطان غزنوی علیہ الرحمہ کی بت شکنی کا بدلہ اس مسلم نما وہابی نے اس طرح لیا کہ مسلمانوں کے مقدس یادگاروں کے قبے توڑ کر

اہل اسلام کے دلوں کو صدمہ پہنچایا۔ افسوس! اگر اس کو شوق جہاد تھا تو کیا مسلمان اور وہ بھی حرمین شریفین کے سکان ہی اس کی گولیوں کے لیے نشانہ رہ گئے تھے؟ کچھ تو کعبۃ اللہ کا پاس ہوتا۔ ہائے وہ شہر جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ھوحرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ

جس کا کانٹا درخت کاٹنا بھی درست نہیں۔ جس میں کسی کو حمل سلاح حلال نہیں جس میں خونریزی حرام۔ جس میں حضور علیہ السلام کو صرف ایک ساعت کے لیے قتال کی اجازت ہوئی پھر کسی کو اجازت نہیں ہوئی۔ آج اس شہر میں نجدیوں کے ہاتھوں جو مظالم ہوئے وہ اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں۔

اہلِ ہنود تو سومنات کے بت کی پرستش کرتے تھے۔ بخلاف اہل اسلام کے کہ وہ نہ تو قبوں کی پرستش کرتے ہیں نہ عبادت۔ صرف یہ قبے ایک علامت تھے جن سے صاحب قبر کی عظمت وعزت معلوم ہوتی تھی اور بس۔ اور علامت کا رکھنا حدیث، اعلم بھاقبراخی سے ثابت ہے۔ (ابوداؤد)

بقول ایڈیٹر اہل حدیث اگر وہاں کوئی چڑھاوے چڑھاتا ہے تو وہ قبر بلا قبہ پر بھی چڑھا سکتا ہے، کیوں کہ چڑھاوا مقبور کے ثواب پہنچانے کے لیے ہوتا ہے نہ قبر کے لیے۔ پھر قبوں کے گرانے میں بجز توہین قبور اور کیا فائدہ ہوا؟

ہاں اگر چڑھاوے بند کرنا مقصود تھا تو قبروں پر پہرا بٹھا دیا جاتا کہ کوئی چڑھاوا نہ چڑھائے۔ صرف قبے گرانے سے چڑھاوے بند نہیں ہوسکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے کی مثال بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ وہ درخت جس کے نیچے حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بیعت کیا خود صحابہ پر مخفی ہو گیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رجعنا عن العام المقبل فما اجتمع منا اثنان علی الشجرۃ التی بایعنا تحتھا کانت رحمۃ من اللہ۔

کہا انہوں نے کہ آئندہ سال ہم اس جگہ آئے (جہاں بیعت الرضوان ہوئی تھی) تو دو آدمی بھی اس درخت پر متفق نہ ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی (یعنی اس درخت

کا صحیح پتہ کسی کو نہ رہا) اور وہ (درخت یا اس کا خفا) خدا تعالیٰ کی رحمت تھا اسی طرح مسیب فرماتے ہیں: لقد رایت الشجرة ثم اتیتها بعد فلم اعرفها۔

دوسری روایت میں ہے:

''نسیناها فلم فقد رعلیها'' کہ میں نے وہ درخت دیکھا پھر میں آیا تو میں پہچانتا نہ تھا (کہ کونسا درخت ہے) سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

''ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموها'' کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں تو جب صحابہ کو اس کا پتہ ہی نہ رہا تو پھر حضرت عمرن کاٹا تو کس درخت کو کاٹا؟

ثانیا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاٹ دیا اس خیال سے کہ اس درخت کی پرستش شروع نہ ہو جائے تو ابن سعود کو نہ صرف قبے اکھیڑنے چاہیے بلکہ قبوں کا نام ونشان ہی مٹا دینا چاہیے تھا (وہابیوں سے ایسا کرنا بھی کچھ بعید نہیں۔ اعاذنا اللہ منها) کیوں کہ جب تک قبروں کا وجود رہے گا معتقدین زیارت سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ اور چڑھاوے چڑھتے رہیں گے۔ اور وہابیوں کے دلوں سے پرستش کا وہم ہر گز زائل نہ ہوگا۔ اگر ایسا کر دیں گے تو ممکن ہے کوئی چڑھاوے نہ چڑھائے۔ لیکن ایسا کرنا خود حدیث کے خلاف مانتے ہیں۔ کیوں کہ قبر کو مسنم یا مسطح علی اختلاف الاقوال کرنا اور اس کا نشان قائم رکھنا احادیث سے ثابت ہے تو بہر حال وہابیوں کا یہ فعل کسی طرح محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے نقل سے مشابہت نہیں رکھتا۔

ثالثا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے استدلال کر کے قبوں کے گرانے کا جواز یا وجوب سمجھنا قیاس ہے اور قیاس مجتہد کا کام ہے نہ ایرے غیرے نتھو خیرے کا۔

ہاں وہ حدیث جو اہل حدیث ۳۰/ اکتوبر ۲۴ء میں اور عبد الحی فاروقی نے اپنے مضمون میں اور مانسہروی نے اپنے مطبوعہ اشتہار میں اور قرشی نے اپنے رسالہ میں صحیح مسلم سے نقل کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی تحقیق کریں۔ اس حدیث کے سوا کوئی ایسی اور حدیث هادمین قبہ کے مضامین میں میری نظر میں نہیں گزری، جس سے قبوں کا گرانا دینی حکم یا ثواب

سمجھا جائے۔

بہر حال وہ حدیث یہ ہے۔

''عن أبي الهياج الأسدي، قال قال لي علي لا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ﷺ أن لا تدع تمثالا إلا طمسته ولا قبرا مشرفا إلا سويته'' (مسلم ج ۱ ص ۳۱۲)

(حضرت علی نے ابوہیاج اسدی کو فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا یہ کہ کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر کہ مٹا دے اس کو اور نہ کوئی قبر بلند مگر برابر کر دے اس کو)

وہابیان ہند اس حدیث سے استدلال کر کے قبوں کے گرانے کو دینی حکم سمجھتے ہیں اور ابن سعود کے اس فعل کو تعمیل حکم نبوی مانتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کی سند میں حبیب بن ابی ثابت راوی ہے جو ابووائل سے بلفظ عن روایت کرتا ہے حبیب مذکور مدلس ہے اور مدلس کا معنعن محدثین کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہوتی اس لیے یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر طبقات المدلسین کے ص ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

''حبيب بن أبي ثابت الكوفي تابعي مشهور يكثر التدليس وصفه بذلك بن خزيمة والدارقطني وغيرهما ونقل أبو بكر بن عياش عن الاعمش عنه أنه كان يقول لو أن رجلا حدثني عنك ما باليت ان رويته عنك يعني وأسقطته من الوسط''

(حبیب بن ابی ثابت مشہور تابعی ہیں تدلیس بہت کیا کرتے ہیں ابن خزیمہ و دار قطنی وغیرھما نے اس کی یہ صفت بیان کی ہے اعمش کہتے ہیں کہ حبیب فرمایا کرتے تھے اگر کسی آدمی نے مجھے تجھ سے حدیث روایت کی ہو تو میں اس کو درمیان سے ساقط کر کے تجھ سے روایت کرنے میں کچھ پرواہ نہیں کرتا معلوم ہوا کہ وہ مدلس ہے اور خود تدلیس کا اقرار کرتا ہے۔)

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

قال ابن حبان في الثقات كان مدلسا

پھر آگے لکھا: قال ابن خزيمه في صحيحه كان مدلسا

ابن حبان نے ثقات میں ابن خزیمہ نے صحیح میں لکھا ہے کہ حبیب مدلس تھا۔
نیز حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

قال ابن جعفر النحاس کان یقول اذا حدثنی رجل عنك بحدیث ثم حدثت به عنك کنت صادقا

ابن جعفر فرماتے ہیں کہ حبیب کہا کرتا تھا جب میرے پاس کوئی شخص تجھ سے حدیث روایت کرے پھر میں اس کو ساقط کر کے تجھ سے روایت کر دوں تو میں صادق ہوں گا دیکھو اس میں بھی حبیب کو تدلیس کا اقرار ہے اور اصول حدیث میں مصرح ہے کہ مدلس کی معنعن حجت نہیں۔ قاله النوی فی شرح صحیح مسلم وغیرہ فی غیرہ۔

علاوہ اس کے اس حدیث سے قبروں کا زمین کے برابر کرنا ثابت ہوتا ہے جو حدیث رفع شبر و احادیث تسنیم و حدیث اعلم بھا قبر اخی کے خلاف ہے۔ ہاں وہابیان نجد و ہند کو لازم ہے کہ پہلے یہ ثابت کریں کہ اہل اسلام قبروں پر قبے بنایا کرتے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان کو گرانے کے لیے حضرت علی کو بھیجا۔ ودونہ خرط القتاد۔

کیوں نہیں کہتے کہ اس حدیث میں مراد قبور مشرکین ہے کیوں کہ ان کی کچھ حرمت نہیں۔ علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمہ جوہر النقی جلد اول کے ۲۶۵ میں فرماتے ہیں۔

قلت الظاهران المراد قبور المشركين بقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنيته فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك،

کہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں مراد قبور مشرکین ہے۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے اور مشرکین قبروں پر بت اور بنائیں بنایا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے شرک کے آثار مٹانے کے لیے (قبور مشرکین کے تسویہ کا) حکم فرمایا۔ پس اگر اس میں قبور مشرکین مراد ہیں تو ہیں اس میں کچھ کلام نہیں۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہی صحیح ہے۔ کیوں کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو اس نے ارض حبشہ میں دیکھا تو اس میں جو تصویریں دیکھیں ان کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے

فرمایا:

''اولئک قوم اذا مات فیھم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا و صوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ۔''

(کہ یہ ایک قوم ہے جب ان میں کوئی صالح بندہ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں بناتے یہ لوگ اللہ کے نزدیک شر المخلوق ہیں۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین قبروں پر مسجدیں اور تصویریں بناتے تھے اس لیے انہی کی قبریں گرانے اور تصویریں مٹانے کا حضور علیہ السلام نے حکم دیا۔ کیوں کہ مشرکین کی قبور کی کوئی عزت نہیں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے واسطے قبور مشرکین کے اکھیڑنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجر فتح الباری (ج ۲ صفحہ ۲۶۰) میں لکھتے ہیں:

اما الکفرۃ فانہ لا حرج فی نبش قبورھم اذ لا حرج فی اھانتھم

یعنی کافروں کی قبریں اکھیڑنے اور ان کی اہانت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

کلام تو اہل اسلام بالخصوص صحابہ کرام و اولیاے عظام کے قبور کے قبے گرانے میں کہ اس میں توہین قبور اہلِ اسلام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا:

انزل من القبر لا توذی صاحب القبر و لا یوذیک،

قبر سے اتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

تو وہابیوں کا قبروں پر چڑھنا اور ان کو گرانا کیا ایذا نہیں۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ (سعید بن منصور)

جس طرح زندہ مسلمان کی ایذا مجھے ناپسند ہے اسی طرح مردہ کی ایذا بھی میں ناپسند کرتا ہوں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ ان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی،

کہ جس سے زندوں کو ایذا ہوتی ہے اس سے مردے بھی اذیت پاتے ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ، یعنی میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔ اور ظاہر کہ قبروں پر چڑھنا پاؤں سے روندنا قبوں کا گرانا مزارات کا کھودنا ان سب امور میں یقیناً اہل قبور کی توہین اور ایذا ہے جو ہرگز حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں مسجد جن، مسجد ابو قبیس، مولد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مولد النبی علیہ السلام مولد ابی بکر رضی اللہ عنہ، مسجد کوثر، مذبح اسمٰعیل علیہ السلام کیا یہاں بھی قبریں تھیں؟ پھر یہ مقامات کیوں منہدم کیے گئے؟ یہ کہنا کہ یہاں شرک کیا جاتا تھا، بالکل غلط اور سراسر افترا ہے۔ البتہ زائرین ان مقامات میں جاکر دعائیں مانگتے تھے اور نفل پڑھتے تھے اور مقاماتِ متبرکہ میں نماز پڑھنا حدیث معراج سے ثابت ہے۔ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک دابہ لایا گیا، جو خچر سے کم اور گدھا سے بڑا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا۔ میرے ساتھ جبریل تھے۔ جبریل نے کہا: اتدری این صلیت صلیت بطیبتہ، آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے؟ اسی کی طرف ہجرت ہوگی۔ پھر کہا اُتریں نماز پڑھیں۔ میں اُترا اور نماز پڑھی۔ جبریل نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طورِ سینا پر نماز پڑھی ہے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا تھا۔ آپ نے بیت لحم میں جہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی تھی، وہاں نماز پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، وہاں سب انبیاء جمع ہوئے، تو جبریل نے مجھے آگے کیا، تو میں نے ان کی امامت کرائی۔

علاوہ اس کے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جس زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے گی وہ قیامت کے دن شاہد ہوگا۔ چنانچہ فرمایا، یومئذ تحدث اخبارھا،

تو اس لیے بھی ایسے متبرک مقامات کو شاہد بنالینا خوش قسمتی ہے۔ اخیر میں ہم نجدیوں کے حمایتیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ابن سعود کی طرف سے جو ایک اعلان میں شائع ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کو کسی قسم کا ایذا نہ پہنچایا جائے گا۔ اس کی کیا

وجہ ہے؟ کیا روضہ شریف اس ممانعت میں داخل نہیں جس دلیل سے دیگر مزارات کے قبے گرادیے گئے ہیں؟ کیا روضہ شریف اس سے مخصوص ہے؟ اگر مخصوص ہے تو دلیل خصوصیت بیان فرمائی جائے۔ اگر مخصوص نہیں تو ابن سعود کا ہی وعدہ کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ طفل تسلیاں نہیں؟ بے شک ابن سعود کا محض دھوکہ ہے جس کا مذہب یہ ہے:

لو اقدر علی الحجرة النبوية لهدمتها

وہ قدرت پانے پر کب باز رہ سکتا ہے۔

فالی الله المشتکی منیح الاعداء اللهم طهرا رض الحرمین الشریفین من انجاس الوهابیین آمین

(ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ کوٹلی لوہاراں)

[اخبار الفقیہ: ۷ر اکتوبر ۱۹۲۵ء، ۵، ۶، ۷]

(باب ۱۰)

مبارک رسومات ومعمولات کے خلاف نجدیوں کا مذہبی تشدد

دور نبوی سے رائج اسلامی مقدس رسومات، اور مسلمانوں کے شرعی اسلامی مبارک مشاغل پر بھی نجدیوں نے قدغن لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بارگاہ نبوی سے وابستہ مسلمانوں کا ہر نظریہ، ہر مشغلہ، ہر رسم اور ہر عقیدہ ان کے عقائد کے برخلاف ہونے کے سبب بدعت وکفر وشرک قرار دیا جارہا تھا، اور عمل کرنے والوں کو کافر ومشرک کہہ کر ان کو زود کوب کیا جارہا تھا۔ حد تو یہ کہ انہیں قتل کرنے سے بھی کوئی گریز نہیں کیا جارہا تھا۔ ہر مسلمان کو اپنے مذہب کی پیروی پر مجبور کیا جارہا تھا۔ اور جو ان کے مذہب کو نہیں مانتا اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ ہم اخبار الفقیہ وغیرہ کے حوالے سے چند معتبر ومستند خبریں شائع کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین نجدیوں کے ان کالے کارناموں، سے بھی واقف ہوسکیں۔ اور اندازہ کرسکیں کہ کس طرح نجدیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ہر زاویہ پر حملہ کر کے مسلمانوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کی بیش قیمتی چیز چھیننے کی کوشش کی۔ اور مسلمانوں کو اپنے خود ساختہ مذہب کی پیروی پر مجبور کیا۔
ملاحظہ کریں:

نعرہ رسالت پر نجدی بغض وعداوت کی مثال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دور مبارک سے لے کر آج تک مسلمانوں میں نعرہ رسالت کی صدائیں لگائی جارہی ہیں، عہد صحابہ میں جنگوں میں بھی یا محمداہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا گیا۔ اس کے علاوہ بھی سیکڑوں مثالیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔ کسی صحابی، تابعی، کسی محدث اور کسی فقیہ کو اس میں کفر وشرک نظر نہیں آیا۔ لیکن نجدی مذہب میں اس نعرہ کو کفر وشرک سے تعبیر کیا گیا۔ اور نعرہ لگانے والوں کے ساتھ مذہبی تشدد برتا گیا۔ ان کو زود کوب کیا گیا۔ اور یہی نہیں ان کے قتل کو ثواب کا کام تصور کیا جاتا۔
حضرت غلام حبیب صاحب مکّی حلفیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:
”مَیں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ مکّہ میں آج کسی شخص کی مجال نہیں کہ وہ علی

الاعلان یارسول اللہ کا لفظ اپنی زبان سے نکال سکے۔ جو شخص کہ لفظ یارسول اللہ کہتا ہے اس کو نجدی لوگ لکڑی اور جوتوں سے مارتے ہیں۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ عبد اللہ بقر الطائی جو مکہ میں نان بر ہیں۔ اپنی دکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے چند نجدی بھی ان کی دوکان پر کھڑے تھے۔ عبد اللہ صاحب کی زبان سے بغیر اس کے کہ ان نجدیوں کو چھیڑنا مقصود ہو، کلمہ یارسول اللہ نکلا۔ بس پھر کیا تھا۔ ان نجدیوں نے اس مسکین کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس پر یہ نجدی چلاتے تھے کہ افسوس ہمارے پاس بندوق نہیں، وگرنہ آج مشرک کا کام تمام کر کے ثوابِ آخرت حاصل کرتے۔ اتفاق سے ایک دوسرا مکّی جو وہیں کھڑا تھا۔ بولا کہ تم اہلِ شریعت ہو تم کو اوّلاً خوش اخلاقی کے ساتھ امر بالمعروف کرنا چاہیے۔ اس پر اون لوگوں نے ہم مکّیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے کافرو زندیقو مشرکو! تمہیں مار ڈالنا بھی ہمارا فرضِ عین ہے۔ اور تمہارے لیے یہی امر بالمعروف ہے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۸، ۹]

حاجی عبد الستار صاحب بیان کرتے ہیں:

"صلے اللہ علیک یارسول اللہ کہنا نجدیوں کے نزدیک کفر ہے۔ (حاجی جمال الدین صاحب نے جو معزز خاندان ارباب سے ہیں، بیان کیا کہ زمزم شریف پیتے وقت ایک شخص کی زبان سے حیات النبی ہے، بے ساختہ نکل گیا۔ ایک نجدی نے اس کے مکّہ مار کر گرادیا اور کہا مکّہ یہ کیا کفریہ کلمات بولتا ہے۔" **[اخبار الفقیہ: ۱۴/ اگست، ۱۹۲۵، ص ۶، ۷، ۸]**

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی والے بتاتے ہیں کہ:

"تکیہ مصریہ کے ایک روٹی والے کی روٹیوں کو کسی نجدی کے اونٹ سے جو سوار تھا، ٹھیس لگی۔ اُس پر اُس دکاندار نے فوراً یارسول اللہ کہا۔ اس وقت وہ سوار چلا گیا۔ مگر اگلے دن بہت سے اس کے رفقاء نے اور اس نے آکر مارا اور سب کو پکڑ کر لے گئے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۶، ۷]

درود خوانی سے چڑھ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود خوانی تو قرآنی حکم ہے، اس سے بھلا کسے انکار ہو سکتا ہے۔ مگر نجدیوں کو اس سے بھی بڑی تکلیف تھی۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کو درود خوانی سے بھی منع کرتے۔ بلکہ بسا اوقات ان کو مارتے بھی تھے۔ مولانا حاجی مشرف حسین علی گڑھی کہتے ہیں:

"سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنے کی سخت ممانعت ہے۔ صرف "صلی علی النبی" کہنے ہی سے کفر کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اس کا مال لوٹ لیا جاتا ہے"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۷]

حضرت غلام حبیب صاحب مکّی بیان کرتے ہیں:

"ان لوگوں کے نزدیک درود پڑھنا جرم اعظم ہے۔ اور اگر کسی شخص کو درود پڑھتے یا صلِ علیٰ النبی کہتے سُن لیتے ہیں تو پھر اس کی جان کی خیر نہیں ہوتی۔" **[مرجع سابق، ص۹]**

حاجی حکیم کا شغر ابو القاسم بخاری کہتے ہیں کہ

"سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ ایک دن ایک شخص نے یا رسول اللہ کہا۔ دو نجدی آئے۔ انہوں نے اس کو مارا اور گردن پکڑ کر زمین پر اسے مارا۔ نجدی ہر مسلمان کو مشرک اور کافر کہتے ہیں" **[مرجع سابق، ص۸]**

حلقہ اور ذکر مبارک بند:

حرمین شریفین سے مخصوص حضرات کے خطوط کے ذریعہ یہ اطلاح ملی کہ نجدی حکومت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کے ذکر اور مشائخ قادریہ وغیرہ کے حلقہ ذکر کو بند کرا دیا۔ اس پر اخبار شوکت نے تنقیدی تبصرہ بھی لکھا ملاحظہ ہو اخبار الفقیہ کی یہ خبر:

"تازہ خطوط جو مکّہ معظمہ سے خاص خاص لوگوں کے آئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ نجدیوں کی حکومت نے ایک طرف ذکر میلادِ مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں کو روک دیا۔ دوسری طرف مشائخ قادریہ، رفاعیہ وغیرہ کے حلقہ ذکر الٰہی کو بند کر دیا۔ شوکت:

اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے۔ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس مذہبی دخل اندازی سے نجدیوں کی حکومت امن چین کے ساتھ کتنے روز قائم رہ سکتی ہے۔" [**الفقیہ: ۷/دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۹**]

نجدیوں کے نزدیک قبروں کی زیارت اور فاتحہ خوانی مشرکانہ فعل

قبروں کی زیارت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ صحیح احادیث میں جس کا ثبوت موجود ہے۔ اور وہاں فاتحہ وغیرہ پڑھنا دعا کرنا ایک شرعی عمل ہے جس کی اصل بہت سی احادیث سے نکلتی ہے۔ لیکن نجدی، مسلمانوں کو قبروں پر جانے اور فاتحہ وغیرہ پڑھنے سے بھی روکتے، اور اس نبوی عمل کو مشرکانہ فعل بتا کر قبر پر آنے والوں اور وہاں فاتحہ وغیرہ پڑھنے والوں کو بڑی بے رحمی و بے دردی سے مارتے تھے۔

حضرت غلام حبیب صاحب مکّی بیان کرتے ہیں کہ:

"مزارات پر فاتحہ پڑھنا تو کیسا اس کی طرف کسی کو جاتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ سیّد صالح حلوانی ساکن محلہ قراءہ اور ان کے تین ہمراہیوں کو ایک شکستہ قبر کے پاس کھڑا دیکھ کر ان بے دردوں نے اس بُری طرح مارا کہ ان کی جان بچنا مشکل تھی۔"

[**اخبار الفقیہ: ۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص ۹**]

حاجی عبد الستار صاحب اپنے حلفیہ بیان میں فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ سنوسی جو زہد و تقدس اور حمیتِ اسلامی کے لحاظ سے ممتاز ترین اور قابلِ فخر ہستی ہیں، وہ عمرہ کے بعد واپسی میں جنت المعلیٰ کے مزارات پر فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ چند ایک نجدی آئے اور کہا: او کافر! کیا کر رہا ہے؟ گویا ان کے نزدیک فاتحہ پڑھنا بھی کفر ہے۔" [**اخبار الفقیہ: ۱۴/اگست، ۱۹۲۵، ص، ۷**]

مولانا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بھرائچ کا بیان بھی اس پر شاہد ہے ملاحظہ ہو:

"پھر رمضان کے مہینے میں شیخ سنوسی عمرہ لانے گئے تھے۔ عمرہ لا کر جنت المعلیٰ کی طرف سے آرہے تھے۔ جب سیدتنا خدیجہ کے روضہ کے سامنے آئے اور فاتحہ کے لیے کھڑے ہوگئے۔ چار مُدَّینہ آئے اور ان کو فاتحہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر شیخ سے مخاطب ہو کر کہا

کہ ”انت مشرک“ انہوں نے جواب دیا ”انت مشرک، ابوک مشرک، جدّک مشرک“ اور عربی زبان میں کہا کہ ہم کیسے مشرک ہو سکتے ہیں۔ تمام دنیا تو مشرک اور اکیلے تم ہی مسلم ہو؟ اس کے بعد شیخ امیر خالد کے پاس آئے اور کہا ہمیں اجازت دو کہ ہم مکّہ سے چلے جائیں۔ انہوں نے سبب پوچھا تو کہا کہ تمہارے نزدیک تو دنیا کے تمام مسلمان مشرک ہیں لیکن تم مسلمان۔ مشرک کو حج کرنا درست نہیں لہٰذا ہم جاتے ہیں۔ خالد بولے کہ معاف کیجیے فوجی جاہل ہیں۔ جانے دیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ جاہل ہیں مگر تمہارے قاضی مولوی تو جاہل نہیں کہ زیارت کرنے پر سب کو مشرک کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر خاموش رہے۔ اس کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ اس کی اطلاع امیر عبد العزیز کو بھی گئی۔ مگر اس کا کوئی تدارک نہیں ہوا۔“ [۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۵]

مولانا حاجی مشرف حسین علی گڑھی کہتے ہیں کہ:

”شیخ سنوسی خود بھی جنت المعلیٰ کی زیارت کے لیے گئے۔ ہم نے معتبر گواہوں سے جن کے اسما ہمارے پاس موجود ہیں، سنا کہ ان کو بھی زدو کوب کیا گیا۔ اور جنت المعلیٰ سے نکال دیا۔ اور عید الفطر کے دن چار آدمی ملیباری زیارت معلیٰ کے لیے گئے۔ ان کو حکومت نجدیہ نے یہ الزام لگا کر تم مشرک ہو، قید کر دیا۔ منشی احسان اللہ سفیر انگریزی ہے۔ مکہ آکر ان کو چھڑا دیا۔“ [اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۷]

مزید کہتے ہیں کہ:

”میری والدہ زیارت کے لیے جنت المعلیٰ میں حاضر ہوئیں۔ تو ان کو زدو کوب کیا گیا۔ ان کی عمر تقریباً پچاس سال ہو گی۔ اور فاتحہ تک نہ پڑھنے دی۔“

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۷]

حاجی علی خان ساکن بریساں سویٹ، مقام موٹ بریا بیان کرتے ہیں کہ:

”جو زیارت کو جاتے تھے، ان کو مارتے تھے۔ ہمارے ساتھ بہت سے حاجی موجود تھے۔ جنہوں نے اس طرح نجدیوں کے ہاتھ سے مار کھائی۔“ [۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۶]

مولانا امام الدین لکھنوی کا بیان ہے:

”میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ابن سعود کے آدمی فاتحہ خوانی تک کو روکتے ہیں۔“

[اخبار الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵، ص ۷]

میاں مہر غلام رسول صاحب امر تسر بیان کرتے ہیں کہ:

”بارہ روز کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچے معلم سے کہا کہ مقدس مقامات دکھاؤ تو اس نے کہا کہ ہم کو حکومت کی طرف سے حکم ملا ہے کہ زائرین میں سے کوئی زیارت کے لیے درخواست کرے تو کسی کو ساتھ مت لے جاؤ پھر ہم خود زیارت کے لیے چار روز کے بعد گئے۔“

مزید کہتے ہیں:

”۲ ذی الحجہ کو مکہ شریف پہنچے مکہ معظمہ میں تین روز پانی بند رہا فی کنستر ایک روپیہ میں ہم کو پانی ملا۔ لوگوں سے ہم نے سنا کہ یہاں تو سب مزارات جنت المعلی کے گرادئے گئے ہیں۔ ہم تو پہلے ہی مدینہ سے دیکھ کر آئے تھے ہم حیران تھے اور مایوس تھے تو ہمارا دیکھنے کو جی نہ چاہا۔ مگر مجھ کو میری عورت نے مجبور کیا کہ یہاں بھی کوئی زیارت کرنی چاہیے۔ چناں چہ اس جگہ پہنچے جس جگہ حضرت حاجرہ نے دعا مانگی تھی۔ مقام منی پر غار بنی ہوئی تھی وہاں معلم بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہم کو کہا کہ یہاں دعا مانگو۔ ہم نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ دو نجدی سپاہی آئے وہ معلموں کو گرفتار کر کے لے گئے، بوقت گرفتاری معلموں نے بہت منت سماجت کی مگر سپاہیوں نے نہ چھوڑا۔ وہ لے گئے۔ آگے خدا جانے کیا حشر ان کا ہوا۔ جس جگہ کنکریاں پھینکی جاتی تھیں اور لوگ تو پیدل دوڑتے تھے مگر نجدی اونٹوں پر ہی دوڑتے تھے جس سے کئی لوگ اونٹوں کے نیچے آگئے۔ مکہ اور مدینہ کے لوگ سب بیزار ہیں بلکہ رعایا کی زبان پر ہے کہ ابن سعود نصاریٰ سے ملا ہوا ہے۔ اور اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔“

[اخبار الفقیہ: ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۷]

تسبیح پڑھنے، دلائل الخیرات پڑھنے، پورا کلمہ پڑھنے اور قبروں پر فاتحہ خوانی پر نجدی پابندی۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھنا، تسبیح ہاتھ میں لے کر پڑھنا، اوراد و وظائف کا معتمد و مستند مجموعہ دلائل الخیرات شریف، پڑھنا، اور قبروں پر فاتحہ خوانی یہ سب

نجدیوں کے نزدیک ناجائز بلکہ کفر وشرک تھا وہ جسے یہ پڑھتے دیکھتے اس کو کافر کہہ کر مارنے لگتے، اوران مقدس اورادووظائف کی بے حرمتی سے بھی گریز نہیں کرتے۔

جناب قاری محمد اسمٰعیل بن قمرالدین میانجی ساکن باسنگ پور، پوسٹ رام گنج، ضلع نواکھالی کا بیان ہے:

”میری عمر ۲۷/سال کی ہے۔ اور مَیں گذشتہ سال حج کو گیا تھا۔ اور میں ایک سال تک برابر مکّہ میں رہا...... جو شخص لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پڑھتا ہوا اس کے سامنے آتا تھا تو اس پر کفر وشرک کا الزام لگا کر تہہ تیغ کرتے تھے۔ ان کے مذہب میں کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کو کلمۂ ”لا الٰہ الّا اللّٰہ“ سے منضّم کرنا کفر و شرک ہے....مکہ میں کسی شخص کو مجال نہیں کہ دلائل الخیرات یا کھلم کھلاّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ جس آدمی کو تسبیح ہاتھ میں لیے دیکھتے اس کو بُری طرح زدوکوب کرتے ہیں.... جنت المعلیٰ میں فاتحہ خوانی تو دیگر شے ہے اس طرف کسی شخص کو جانے تک نہیں دیتے ہیں۔“

[اخبارالفقیہ:۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص۴]

حاجی عبدالقادر صاحب کا بیان ہے:

”مکّہ مکرمہ میں امن اور عدل کی یہ کیفیت بیان کی کہ ایک نجدی نے باب السلام کے سامنے ایک دکاندار سے دلائل الخیرات خریدنے کے لیے طلب کی۔ دوکاندار نے نکال کر حوالے کی۔ اس نے چند مقام دیکھ کر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرکے زمین پر پھینک دی۔ اور اس پر جوتیوں سمیٹ کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ یہ شرک اور کفر سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ (معاذاللہ) جس پر لوگوں کے جذبات سخت مشتعل ہوئے اور خوں ریزی تک نوبت پہنچی۔“

[اخبارالفقیہ:۱۴/اگست ۱۹۲۵ء ص۲]

حاجی عبدالستار صاحب کا بیان ہے:

”دلائل الخیرات جو آیاتِ قرآنی اور مسنونہ دعاؤں کا مجموعہ تھا، پھاڑ کر نجدیوں نے پاؤں تلے روندا۔ عربی لوگ ضبط نہ کرسکے اور فساد ہوا۔“

[اخبارالفقیہ:۱۴/اگست،۱۹۲۵، ص۷]

مباح کاموں پر بھی مسلمانوں کی تکفیر

مونچھیں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ البتہ بڑی مونچھیں خلاف سنت ہیں۔ مگر نجدیوں کے نزدیک کسی کی مونچھ بڑھ جاتی تو اسے کافر قرار دیا جاتا تھا۔ اور اس کو مارا پیٹا جاتا تھا۔ سگریٹ نوشی حد بھر جائز و مباح ہے، مگر اس کو بھی ناجائز و حرام بلکہ شراب و زنا سے بدتر سمجھا جاتا اور اس کے پینے والے کو زد و کوب کیا جاتا بلکہ اسے مباح الدم سمجھا جاتا تھا۔

عبد المغنی صاحب سوداگر جُفت، چاندنی چوک، دہلی کا بیان ہے:

"دو دفعہ میری موجودگی میں اہلِ مکہ و نجدیہ کے مابین لڑائی ہوئی۔ حج کے بعد پہلی مرتبہ میں نے سنا کہ ایک نجدی سودا خریدنے گیا۔ اس نے دوکاندار سے کہا کہ تیری مونچھیں بڑھی ہوئی ہیں۔ لہٰذا تو مشرک ہے۔ اس نے کہا کہ تو ہے۔ لہٰذا اس پر لڑائی ہوئی۔ بازار سب بند ہو گیا۔ اس میں بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔" **[الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۷]**

مولانا مشرف حسین علی گڑھی کہتے ہیں کہ:

"سگریٹ پینا ان کے نزدیک شراب و زِنا سے بُرا ہے۔ وہ اگر کسی کو سگریٹ پیتے ہوئے دیکھتے ہیں تو مارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تیرا ذبح کرنا جائز ہے۔ خلافتِ ہندیہ کے آدمیوں سے بھی ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی کو سگریٹ پینے کے جرم میں مارا گیا۔"

[مرجع سابق، ص ۸]

مسلمانوں کو مشرک کہنا نجدیوں کا وطیرہ خاص

نجدی اپنے علاوہ سب کو کافر و مشرک گردانتے تھے جو ان کے مذہب کو نہیں مانتا ان کے نئے مذہب کی پیروی نہیں کرتا وہ ان کے نزدیک کافر و مشرک ہوتا تھا۔ مسلمانوں سے کافر و مشرک کہنا ان کا تکیہ کلام ہو گیا تھا۔

مولٰینا حاجی نور محمد صاحب مہتمم مطبع اکلیل بھرائچ کہتے ہیں:

"ایک دن مَیں اپنے مقام پر بیٹھا تھا۔ اوس کے پورب جانب ایک گلی ہے۔ جو محلہ مسفلہ بر کر کی طرف گئی ہے۔ تین نجدیہ مدینہ اُتر کی طرف سے نکل کر دکن کی طرف جارہے

تھے۔ جب ہمارے سامنے گلی میں آئے تو ایک نے کہا: لا الٰہ الا اللہ مالک یوم الدین۔
اور وہاں کے مکانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ھذا کل مُشرکین'' یہ الفاظ تو کہتے ہوئے چل دیئے۔ [مرجع سابق، ص۵]

حاجی مولانا مشرف حسین علی گڑھی اپنے والدہ سے متعلق نجدیوں کے کلمات کے بارے کہتے ہیں کہ وہ ان کی والدہ کو کہتے تھے:

''تم مشرک ہو، کافر ہو، زندیق ہو۔ یہ کلمات مسلمانوں سے ان کا تکیہ کلام ہے''
[مرجع سابق، ص۷]

مزید لکھتے ہیں:

''مکہ مکرمہ میں حج کے قریب بھی مابین وہابی و افواج ابنِ سعود لڑائیاں ہوئیں اور دُکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ اور وہ لوگ برابر یہی کہتے ہیں کہ تم مشرک ہو۔ اور تمہارا مال ہمارے لیے مباح ہے۔ چنانچہ جو طائف میں کیا ہے ویسا ہی یہاں بھی کرنے جا رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً کئی مرتبہ عام ہڑتال ہوئی اور تمام دکانیں بند کر دی گئیں۔ بلکہ دو آدمی بہت زخمی ہوئے، جن کے نام مجھے معلوم ہیں۔ یہ لوگ وفد خلافت ہندیہ کے پاس ہی گئے، مگر انہوں نے اس کا کوئی تدارک نہیں کیا۔''[مرجع سابق، ص۷]

مولانا امام الدین لکھنوی کہتے ہیں:

''مکہ کے ہر آدمی کو اور خود حاجیوں کو بھی بسا اوقات مشرک و کافر کہتے تھے۔''
[اخبار الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵، ص۷]

نجدی ایجاد کردہ کلمہ

مسلمانوں کو جو کلمہ رسول پاک کی بارگاہ سے ملا تھا، جو مسلمانوں میں صدیوں سے رائج تھا، جس کلمہ کو دور نبوی سے لے کر عہد صحابہ تک زمانہ تابعین سے لے کر تیرہویں صدی تک کے اسلامی طبقہ کی قبولیت حاصل تھی، نجدیوں کو وہ کلمہ منظور نہ تھا۔ انہوں نے اپنا نیا کلمہ ایجاد کیا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ مالک یوم الدین کان محمد رسول اللہ،

اصل کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھنے والوں کو مارا جاتا تھا اور اسی لیے بہت سے لوگ اپنی جان بچانے کے لیے ان کا ایجاد کردہ کلمہ یہ پڑھ لیتے تھے۔

ایڈیٹر الفقیہ لکھتے ہیں:

''حاجی محمد بخش چند روز ہوئے مکّہ معظمہ سے آئے، انہوں نے مکّہ معظمہ میں شادی کی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ مدینہ طیبہ سے واپسی پر مکّہ شریف پہنچے۔ انہوں نے بھی حالات بیان کیے، جو مولانا حکیم احمد علی صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے بیان سے تمام اہلِ مکّہ کے مذہب کا پتّہ صاف ہوتا ہے۔ حاجی محمد بخش صاحب نے کہا کہ جب وہ رخصت ہونے لگے تو ان کے خسر نے انہیں سمجھایا کہ نجدی شیاطین ہر ایسے شخص کو جو یا رسول اللہ کہے یا کلمہ طیبہ، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پڑھے گولی مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی نجدی شیطان سے پالا پڑے تو یوں کہنا۔ لا الٰہ الّا اللہ مالک یوم الدین کان محمد رسول اللہ۔

مگر حاجی صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے خسر کو جواب دیا کہ تمام اہلِ مکّہ اگر جان بچانے کے لیے کلمہ طیبہ سے کنارہ کش ہوئے اور نجدی بے دینوں اور دشمنانِ اسلام کے مجوزہ کلمے کے قائل ہو گئے ہیں تو ہوں۔ میں ان شیاطین کا مجوزہ کلمہ نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ وہی کلمہ پڑھوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ جان جائے تو جائے مگر نجدیوں کی طرح بے ایمان اور شیطان بننا منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حاجی صاحب کو کوئی نجدی شیطان ملا یا ہی نہیں۔ یہ ہے اصلیت مذہب کے قبول کرنے کی۔''

[اخبار الفقیہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۶]

اخبار پیغام صلح میں کلمہ والی بات کو پروپاگنڈا بتایا گیا جس پر اخبار شوکت نے تردیدی بیان شائع کیا اخبار الفقیہ میں شوکت کے حوالے سے درج ذیل خبر ملاحظہ ہو۔

''پروپاگنڈا: معاصر پیغام صلح نے حضرت حاجی حکیم احمد علی صاحب قصوری کے مضمون مندرجہ اخبار الفقیہ پر ایک مختصر نوٹ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غالباً نجدیوں کے خلاف حجاز میں کوئی پروپاگنڈا کیا گیا ہے۔ اسی لیے حاجی صاحب موصوف بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ورنہ جو کلمہ نجدیوں کی طرف منسوب کیا گیا یہ بالکل بے ہودہ ہے اور ایسا ہو نہیں سکتا۔

مگر ہم معاصر کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ کسی پروپاگنڈا کی بنا پر نہیں بلکہ بالکل صحیح ہے کہ وہ اسی کلمہ کو رائج کرتے ہیں۔لا الہ الا اللہ مالك یوم الدین کان محمد رسول اللہ۔“

’[اخبار الفقیہ:۷/ دسمبر ۱۹۲۴ء، ص۸،۹]

نجدیوں کی نماز اور نماز سے متعلق ان کی حرکات

نماز اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کی ادائیگی میں حتی المقدور احتیاط لازم ہے۔ مگر نجدی نماز بھی اپنی مرضی کے مطابق پڑھتے تھے، انہیں اس سے کوئی مطلب نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس طرح ادا کی تھی۔ انہیں تو محمد بن عبد الوہاب نجدی کے دیے ہوئے مذہب کی اتباع کرنی تھی اسی لیے نمازیں بھی وہ اپنے مذہب کے مطابق ہی ادا کرتے تھے۔ قاری محمد اسمٰعیل بن قمر الدین میانجی ساکن باسنگ پور، پوسٹ رام گنج، ضلع نواکھالی کا بیان ہے۔:

”مسجد حرم کے مصلّوں میں سے حضرت امام مالک کا مصلّی اُڑا دیا گیا ہے۔ وہابیوں کی اگر کوئی شخص نماز کو دیکھے تو بالکل تمیز نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک مسلمان ہے، نماز میں یہ لوگ چاروں طرف بوقت ضرورت منہ پھیرا کر دیکھتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو ہلاتے ہیں اور بہت ساری ایسی حرکات کرتے ہیں جو ایک مسلمان کی نماز کے لیے مبطل ہیں۔ یہ لوگ نماز کے بعد کی سنّت نہیں پڑھتے ہیں۔ اور ان کے خیال میں فرائض کے علاوہ سنّت بالکل بے کار شے ہے۔ اس سال وہابیوں نے دسویں ذی الحجہ کو خیف میں نمازِ جمعہ نہیں پڑھنے دی۔ اور سب نے نمازِ ظہر ادا کی۔“ [اخبار الفقیہ:۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص۴]

بغیر غسل و کفن کے نجدی تدفین

نجدیوں کا نیا مذہب تھا اس لیے مسائل بھی نئے ہی تھے۔ ان کے یہاں کوئی مر جاتا تو اسے بغیر غسل، بغیر کفن، انہیں کپڑوں میں بغیر نماز جنازہ پڑھے ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ اخبار الفقیہ ایک حاجی کے حوالے سے لکھتا ہے:

”سب سے زاید جو بات ان کے متعلق عجیب ہے وہ یہ ہے کہ اگر ان میں کوئی میت

ہو جاتی ہے تو مسلمانوں کی رسوم کے مطابق کی رسم ادا نہیں کی جاتی۔ یہ لوگ نہ مُردوں کو نہلاتے ہیں اور نہ غسل دیتے ہیں اور نہ کفن دیتے ہیں۔ بلکہ مُردے کو اُس کے کپڑوں میں قبر کے اندر ڈال کر بغیر کسی کے خبر کیے ہوئے سنا ہے کہ توپ آتے ہیں۔ مَیں نے جب سے کہ مکہ میں وہابی داخل ہوئے ہیں، اس وقت سے کسی وہابی کے مُردے کو کفن و غسل دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ نجدی عام طور پر محار معاہدہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ لیکن مَیں نے ان محلہ والوں سے جب پوچھا کہ یہ لوگ اپنے مُردے کس طرح تدفین کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آج تک ان لوگوں کو کسی مردے کو غسل دیتے ہوئے اور اس پر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور نہ ان کے مُردوں کی قبروں کے نشانات دیکھے۔ [**مرجع سابق، ص۹**]

نجدیوں کی ہوس پرستی

نجدی، مذہب بیزار تو تھے ہی اخلاقی اعتبار سے بھی اتنے گرے ہوئے تھے کہ اس مقدس سرزمین پر بھی اپنی ہوس کی تسکین کے لیے بے چین دکھائی دیتے تھے۔

مولانا مشرف صاحب علی گڑھی کا بیان ہے:

"حالانکہ نجدیہ کی افواج کے سپاہیوں کی اخلاقی حالت خود خراب ہے۔ خاص ابن سعود کی پیشی کا آدمی عبد اللہ نامی مجھ سے ملا اور چند روز میں دوستی کرلی۔ اور یہ سوال کیا کہ یہاں تعیش کا کوئی مقام ہمیں بتاؤ۔ تاکہ وہاں جائیں اور اپنی خواہش پوری کریں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نہیں جانتا اور اُسی دن سے ملنا جُلنا چھوڑ دیا۔" [**مرجع سابق، ص۸**]

(باب ۱۱)

حالات حجاز کے چشم دید گواہوں کے بیانات

چشم دید حالات حجاز تین حجاج کرام کی زبانی

سرزمین حجاز پر سعودی تسلط کے بعد جب اہل حجاز اور حجاج کرام کے ساتھ ناروا سلوک برتا گیا، حجاز کے مقدس مقامات و مآثر مساجد و مقابر کی بے حرمتی کی گئی، بلکہ انہیں منہدم تک کیا گیا تو یہ خبریں عالم اسلام خصوصاً ہندوستان تک بڑی تیزی سے پھیل گئیں۔ البتہ سعودی ہوا خواہوں نے ان خبروں کو افواہ قرار دیتے ہوئے تحقیق حال کا مشورہ دے کر لوگوں کو اصل واقعات حجاز کے معاملہ میں تشویش میں مبتلا کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں حق پسند منصف مزاج حضرات نے تحقیق حال کا بیڑا اٹھایا۔ اور ہندوستان سے حجاز کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے وفود روانہ کیے۔ دوسری طرف چند حق پسند مدیر ان اخبارات خصوصاً مدیر اخبار الفقیہ، نے بھی لوگوں تک نجدی مظالم کی نوعیت واقعی پہنچانے کی حد بھر کوشش کی۔ اور اس کا ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ جو لوگ حجاج وغیرہ حجاز سے واپس آتے تو یہ ان سے تحقیق حال کے لیے ملاقات کرتے اور وہاں کے چشم دید واقعات کو سپرد قرطاس کر کے شائع کرا دیتے۔ یا حجاج کرام خود ہی اخبارات کو اپنے چشم دید یا مستند ذرائع سے مسموع حالات حجاز قلمبند کر کے اخبارات میں بغرض اشاعت روانہ کر دیتے جنہیں اخبارات خصوصاً اخبار الفقیہ میں شائع کیا جاتا۔ جس سے لوگوں تک حالات حجاز کے اصل حقائق بآسانی پہنچ جاتے۔ ہم یہاں انہیں چشم دید و مستند معتبر واقعات حجاز میں سے چند کو یہاں پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت واقعی سے اطلاع ملے۔

اخبار الفقیہ میں وہابی اخبارات کی کج روی اور نفس پروری کی مذمت کرتے ہوئے تین حجاج کرام کے حوالے سے حالات حجاز کے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے حاجی محمد عبد العزیز خان ہری پور ضلع ہزارہ لکھتے ہیں:

"امابعد گزارش ہے کہ ہمیں یہ واقعات لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کہ عام طور پر علمائے کرام ربانی و صوفیہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ابن سعود وہابیہ نجدیہ کے طوفان ناجائز و حرکات پر بجلی کی روشنی ڈال دی جو اظہر من الشمس ہے۔ جس کی تصدیق میں

اخبارات الفقیہ وغیبی گولہ وغالب و سیاست وغیرہ حنفی سنی نے خوب چھان بین کے ساتھ فرمادی ہے۔ لیکن خلافتی ٹٹو اور وہابیہ فرقہ کی کجروی نے اپنی رفتار اب تک نہ چھوڑی کہ ان میں بعضوں نے اپنے مذہب پر بد مذہب کو ترقی دی اور بعضوں نے نفس پروری میں ایمان کو شیطان کے دفتر میں رجسٹری کر دیا۔ اور رسیدات سعودی دفتر میں امانت بھیج دی ہیں۔ لیکن جھوٹ جھوٹ اور سچ سچ۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت کہو آمین ثم آمین۔

اب میں تین کس حاجی صاحبان کے بیان حلفی تحریر خدمت کرتا ہوں اور ان کے اسمائے گرامی مع جلسہ عرض کرتا ہوں۔ مسمی حاجی دین محمد صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ جن کی عمر ستر سال ہوگی۔ اور ایک ان کا فرزند مسمی حاجی عبید اللہ عمر تقریباً پینتیس سال ساکنان حافظہ بھانڈی تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں، کہ گھر سے نکل کر واپس ہونے میں اب ہمارے دو سال اور چارہ ماہ ہو چکے ہیں کہ براستہ خشکی کراچی سے بحرین اور بغداد شریف سے کربلا معلی چلے گئے۔ وہاں سے پھر واپس بغداد شریف۔ دوسرے سال میں دربار عالیہ مقدسہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر مقیم رہے۔

بعد ازاں مزارات کاظمین سے ہوتے ہوئے شام کو براستہ ڈیر شہر چلے گئے۔ پھر حلب اور حماں وحمس سے ہوتے ہوئے دمشق پہنچے۔ اور وہاں متصل شہر و پہاڑ کے ایک روضہ حضرت باباخردی صاحب پر گئے اور تین روز متواتر جاتے رہے۔ وہاں کیا دیکھا کہ جیسے کوئی شخص اُتانا (چادر اوڑھے) سوئے اور اس کے پاؤں چادر سے باہر ہوں ہم نے مجاوروں سے دریافت کیا کہ باباصاحب موصوف کب سے دفن ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہیں اور جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں یہاں مدفون ہوئے ہیں۔ اور چند سال مابعد ایک شخص یہاں روضہ مبارک پر حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قبہ کیوں بنایا گیا ہے کہ یہ مر کر مٹی ہو گیا ہے۔ اس میں اولیا کی کون سی بات ہے۔ تو باباصاحب نے روضہ سے صاف فرمایا کہ مر کر مٹی نہیں ہوا مجھے خدا نے اولیائی دی ہے تم نے نہیں دی۔ پھر فوراً اپنے پاؤں مبارک اپنے روضہ سے باہر نکال دیے اور فرمایا: کہ دیکھو میری یہی حالت تابقاقیامت رہے

گی۔ پھر ہم متصل کے پہاڑ پر گئے جملہ مزارات متبرکہ سے نیاز حاصل کرتے ہوئے بیت المقدس شریف گئے۔ ایک ماہ سالم وہاں رہ کر بعد ازاں مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔..... جب ہم طائف شریف میں پہنچے تو شہر طائف کے پاس ایک میدان میں تمام زمین خون آلودہ ہوئی تھی۔ پھر شہر کے اندر گئے تمام غیر آباد تھا۔ فیصدی دو چار آدمی گھروں میں بشکل ویرانہ تھے۔ پھر ہم وہاں سے واپس مکہ معظمہ میں آئے تو دیکھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہنے دیتے اور کہنے والوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اور، لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ان کا کلمہ یہ ہے ”لاالہ الااللہ مالک یوم الدین، اور ”لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ“ مکہ معظمہ کی مسجد کے میناروں پر حسب دستور سابقہ صلواتیں بند کر دیں۔ اور بجائے دیگر میناروں کے صرف ایک ہی مینارہ پر اذان معمولی آواز اور تیزی سے کلمہ اذان کہتے ہیں۔ تین مصلی حرم شریف میں بند کر دئے ہیں۔ صرف ایک حنبلی مصلی پر نماز ہوتی ہے۔ ہم بیت اللہ شریف میں بیٹھے تھے اور میرے گلے میں تعویذات تھے۔ ابن سعود کا ایک سپاہی آیا اس نے وہ میرے گلے سے توڑ ڈالے۔ اور بولا کہ انت مشرک۔ میں نے منت کرتے ہوئے تعویذ مانگے تو مجھے پیش قبض نکال کر سیدھی میری طرف کی کہ اگر اب مانگو گے تو مار دوں گا۔ پھر میری اہلیہ نے مانگے تو اس کو دھکا دے کر حرم شریف میں گرا دیا۔

جب عرفات پر ہم گئے تو دیکھا کہ قاضی کو ڈھیری کے چھپڑے پر سے روک دیا۔ اور ڈھیری نیچے میدان میں اپنے پاس قاضی کو کھڑا کر کے خطبہ معمولی طور پر تھوڑا سا پڑھنے دیا۔ حاجی محمد دین صاحب فرماتے ہیں: کہ میرا یہ دوسرا حج شریف ہے جیسے کہ پہلے حج میں رونق ہوتی تھی وہ نہیں۔ میری موجودگی میں راستہ جدہ شریف بند تھا۔ کہ حدیدہ سے جدہ شریف تک ایک طرف فوج میر علی حسین کی تھی دوسری طرف حدیدہ سے لے کر مکہ معظمہ تک سعودی فوج تھی۔ سنا گیا تھا کہ امیر علی نے تین یوم تک جنگ ملتوی کر دیا ہے۔ پھر ہم بعد ازاں احکام حج وغیرہ براستہ یمن عدن کے متصل مکلہ آ گئے۔ پھر وہاں ہم بیوپاریوں کی کشتی میں بمبئی آ گئے۔ پھر بمبئی سے جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ریلوے پاس..... دئے۔ اور آج پانچواں یوم ہم موضع چھوہر برائے زیارت شریف حضرت صاحب چھوروی آرہے

ہیں۔ یہ واقعات ہم سے ہری پور کے باشندگان وغیرہ نے بھی دریافت کیے ہیں۔ اب ہم ایک رات دعوت حاجی محمد عبدالعزیز خاں صاحب سکنہ سرائے صالحہ کے پاس حسب وعدہ ان کے رہ کر چلے جائیں گے۔ اور عنقریب دو چار یوم کو گھر پہنچ جائیں گے۔ چوں کہ ہم ناخواندہ ہیں بیانات بالا سن کر سمجھ کر اپنے اپنے نام پر اپنے دہنے ہاتھ کے انگوٹھے لگادیے ہیں۔ تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ بیان درست نہیں۔ (مورخہ ۱۰/مارچ ۲۶ء)

نشان انگوٹھا حاجی دین محمد صاحب۔ نشان انگوٹھا حاجی عبید اللہ صاحب

ناظرین الفقیہ !۱۵/مارچ کو حاجی صاحبان ہمارے مہمان ہوئے ہیں۔ اور واقعات بالا کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بد مذہب کی ابتدائی حالت تھی تو بعد میں جو کچھ اس نے کیا جیسے مدینہ منورہ وغیرہ مقامات پر تو اس کا کوئی حساب ہی نہ ہوگا۔ ناظرین آگاہی کے لیے یہ واقعات چشم دید لکھ دیے ہیں تاکہ خلافتی اور دیگر غیر مقلدین کی روسیاہی لک ہو جائے اور روغن کی ضرورت نہ رہے۔ قدرتی روغن میں صفائی بہت ہے۔ اور بیانات بالا بالکل صحیح ہیں۔ والسلام۔" الراقم حاجی محمد عبدالعزیز خان عفااللہ عنہ ساکن سرائے صالحہ تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ۔" [**الفقیہ:۲۱/مارچ،۱۹۲۶ء، ص۳،۴**]

مولانا غلام محمد پشاوری اور میاں محمد خاں صاحب امرت سری سے کیے گئے سوالات کے جوابات ملاحظہ کریں:

سوال: کیا حج کے موقع پر نہر زبیدہ بند کر دی گئی تھی اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: حج سے اندازاً دو روز پیشتر مکہ معظمہ میں پانی کی قلت تھی بعض لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عرفات کے لیے نہر سے حوض بھرے جارہے ہیں لیکن عرفات سے واپسی پر بھی پانی کی سخت تکلیف رہی ہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ نہر سے نجدی سپاہیوں کے لیے پانی دیا جارہا ہے۔

سوال: حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت کیا نجدی سپاہی حاجیوں کو مارتے تھے؟

جواب: ہاں لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اس لیے نجدی سپاہی چھڑیاں مار کر ہٹاتے تھے۔

سوال: اہل مکہ واہل مدینہ نجدی حکومت سے خوش ہیں یا بیزار؟

جواب: تمام اہل حرمین کی رائے دریافت کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا البتہ جس قدر مکی اور مدنی مسلمان مجھے ملے وہ سب کے سب نجدی حکومت سے بیزار نظر آتے ہیں۔

اس بیان کی تصدیق

مولانا غلام محمد صاحب موصوف سے رخصت ہو کر میں نے میاں خاں صاحب مؤذن مسجد جامع شیخ خیر الدین مرحوم ونقیب انجمن تبلیغ الاسلام امرت سر سے ملاقات کی۔ میرے سوالات پر انہوں نے حسب ذیل جواب دیے اوران کے نیچے شیخ محمد اسمعیل صاحب مشتاق کی موجودگی میں دستخط کرائے۔

سوال: (پہلے مندرجہ بالا بیان ان کے سامنے پڑھا گیا) کیا مولانا غلام محمد صاحب کے اس بیان کی آپ تصدیق کرتے ہیں؟

جواب: بیشک اس بیان کی میں تصدیق کرتا ہوں

سوال: مکی اور مدنی مسلمانوں کا ابن سعود کے متعلق کیا خیال ہے؟

جواب: میں نے بہت سے اہل مکہ اوراہل مدینہ کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن سعود بطال ہے۔

(مرسلہ محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ معتمد اعلیٰ جمیعت خدام الحرمین (امرت سر)

[ا اخبار الفقیہ: ۲/ جولائی، ۲۶ء ص ۱۱]

حالات حجاز مقدس کی تفصیل مولانا نثار احمد کی زبان سے

جناب مولانا نثار صاحب سے حجاز مقدس کے روح فرسا حالات نیز حرمین شریفین کے مآثر متبرکہ ومقامات مقدسہ کے انہدام سے متعلق مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی صاحب نے جو سوالات کیے اورانہوں نے جو جوابات دیے ان سے بھی حجاز مقدس میں نجدی بربریت کا پتہ چلتا ہے ملاحظہ فرمائیں حسب ذیل سوالات وجوابات:۔

(س) آپ کامران سے جدہ کے روز میں پہنچے؟

(ج) تیسرے روز
(س) جدہ میں آپ نے کس طرح قیام فرمایا؟
(ج) معمولی حاجیوں کی طرح
(س) جدہ میں کے روز قیام کیا؟
(ج) دوروز قیام کے بعد مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔
(س) داخلہ کا کس قدر ٹیکس دیا؟
(ج) فی ٹکٹ سات روپے لیے جاتے تھے بچہ بھی اگر ساتھ ہو تو اس پر بھی ٹیکس ہے جو ابن سعود لیتا ہے۔
(س) جدہ سے کس سواری پر مکہ معظمہ تشریف لے گئے؟
(ج) جدہ سے مکہ معظمہ پیدل گیا تا کہ مزید ٹیکس نہ دینا پڑے جو لوگ موٹر پر گئے ان کو کرایہ موٹر ایک گنی اور دو مجیدی مزید ٹیکس دینا پڑا۔
(س) سامان کی چنگی اور حفاظت کا جدہ میں کیا انتظام ہے؟
(ج) چنگی بہت زائد لی جاتی ہے حتی کہ لوگ کفن کے لیے تھان لے جاتے ہیں ان پر بھی چنگی لی جاتی ہے رشوت بھی خوب چلتی ہے۔
(س) مکہ معظمہ میں داخلہ کے بعد ٹیکس وغیرہ کس قدر لیا جاتا ہے
(ج) ...... حسب تفصیل ذیل ٹیکس لیا جاتا ہے کرایہ مکان... اس رقم سے ابن سعود کے .... روپیہ لیتا ہے۔
(س) مکہ معظمہ میں اشیاء کی قیمت کا کیا حال ہے؟
(ج) چیزیں ارزاں ہیں اور بآسانی ملتی ہیں۔
(س) آپ وفد خلافت وجمیۃ العلماء کے ساتھ کیوں نہیں ٹھہرے؟
(ج) ابن سعود کے مہمان بننے وفود کے ساتھ ٹھہرنے میں واقعات وحالات کی کامل تحقیق نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے علاحدہ ٹھہر کر عام وخاص ہر قسم کے حالات دریافت کیے۔ اور اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھا جو طائف میں زخمی ہوئے یا مکہ معظمہ میں ان پر ظلم

ہوا۔ بہت سے ایسے اشخاص دیکھے جن کے خویش و اقارب کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا اور وہ فاقے کر رہے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔

(س) کیا موتمر کے کسی جلسہ میں آپ نے شرکت فرمائی اور موتمر کا کیا رنگ دیکھا؟

(ج) علی برادران کے ساتھ موتمر میں شریک ہوا موتمر کا رنگ اچھا نہیں تھا جس کی شکایت علی برادران کو بھی تھی۔

(س) موتمر میں تقریریں ہوتی تھیں یا محض تجاویز پیش ہوتی تھیں

(ج) تجاویز پیش ہو کر انہیں پر تقریریں ہوتی تھیں۔

(س) موتمر میں علی برادران کا کیا رویہ تھا

(ج) وہ حق و صداقت کا نمونہ تھے انہوں نے کوئی دقیقہ ابن سعود کو تنبیہ کرنے اور اعلان ملوکیت پر بحث کرنے کا اٹھا نہ رکھا۔ علی برادران کی اس روش سے ہندوستان کے غیر مقلد چراغ پا ہو جاتے تھے۔

(س) ہندوستانی غیر مقلدین کی کیا روش تھی؟

(ج) وہ ابن سعود کے مہمان بننے کے انتہا سے زائد شائق اور آرزو مند تھے۔ بلکہ مولوی ثناء اللہ نے تو اپنی آمد کا تار بھی ابن سعود کو دیا تھا جس پر مکہ معظمہ کے سرکاری اخبارات نے پھبتیاں بھی اڑائیں اور لکھا کہ ان اطلاعات سے کیا حاصل؟

(س) کیا وفود ابن سعود سے موتمر میں مرعوب تھے؟

(ج) ابتداءً ابن سعود سے مرعوب تھے مگر علی برادران کی آواز حریت نے سب کو متاثر کر دیا۔

(س) ابن سعود کا موتمر سے کیا منشاء تھا؟

(ج) ابن سعود کا خیال تھا کہ موتمر میں میرے خلاف کوئی صدا بلند نہ ہو گی اور میں جو چاہوں گا کر لوں گا۔ اعلان ملوکیت کو سب پسند و قبول کر لیں گے۔ مگر علی برادران کی سعی نے ابن سعود کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیاد۔ یگر وفود بھی جب علی برادران کے ہم نوا ہو گئے تو ابن سعود موتمر سے پچھتایا۔

(س) موتمر میں غیر مقلد پارٹی کا کیا رنگ تھا؟

(ج) موتمر میں سب سے زائد اختلاف آرا غیر مقلد پارٹی کرتی تھی کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ کسی قسم کی ضرب ابن سعود پر نہ لگے اور وہ اعلان ملوکیت کے بعد بھی اعتراضات سے بچ جائے۔

(س) وفد خلافت ہندیہ کی طرف کس قدر رائیں تھیں؟

(ج) وفد خلافت کی طرف ۱۳ رائیں تھیں ترکی وافغانی وفود بھی خلافت کے موید تھے۔

(س) اہلسنت وجماعت کے ساتھ ابن سعود اور اس کی جماعت کا کیا برتائو تھا؟

(ج) حد درجہ بیدردانہ مشرک بنادینا معمولی کام تھا یہاں تک کہ مجھ کو بھی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مصلے پر مشرک کہا اور کہالست بمسلم تو مسلمان نہیں

(س) مآثر ومزارات منہدمہ کی زیارت کی اجازت ہے یا نہیں؟ کیا نجدی زائرین کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں؟

(ج) زیارت کی اجازت نہیں بلکہ ابن سعود کی طرف سے ممانعت ہے اس نے سرکاری اخباروں میں یہ اعلان کرادیا کہ مآثر اور مزارات کی زیارت کرنے والوں کو اگر میری فوج کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی۔

(س) رمی جمار کے وقت نجدیوں کا کیا اندازہ تھا؟

(ج) رمی جمار کے وقت نجدیوں کی بدولت حجاج کو سخت تکلیف پہنچی نجدیوں نے رمی جمار اونٹوں پر بیٹھ کر کیا اور اونٹوں کو اس قدر زور سے بھگاتے تھے جس کے باعث حجاج کے سخت چوٹیں آئیں ایک عورت سخت بیہوش ہوگئی دوسری کا انتقال ہوگیا میں نے بیہوش عورت کو اٹھا کر مکان تک پہنچایا۔

(س) علمائے مکہ کا ابن سعود کے متعلق کیا خیال ہے اور ابن سعود کا ان کے ساتھ کیا برتاو ہے؟

(ج) علمائے مکہ نے ابتداءً ابن سعود کی مخالفت کی مگر ابن سعود کے جبر و ظلم سے اب بعض قید ہیں اور بعض اظہار خیال کرنے پر تہدید کیے جاتے ہیں۔ تمامی علما نجدیوں کے خیالات سے متنفر ہیں اور اس کے جبر و ظلم کے شاکی ہیں۔

(س) کیا حجاج کو مکہ معظمہ میں پانی کی تکلیف ہوئی؟

(ج) عرفات کی نہر بھرنے کے لیے ۶ ذی الحجہ سے نہر زبیدہ بند کی گئی اور پھر ۱۴ تک نہیں کھلی۔ اہلِ مکہ اور حجاج نے کھاری پانی پی کر گزر کیا۔ نجدیوں کے اونٹوں کی خاطر نہر زبیدہ میں ریت کے بورے ڈال دیے گئے تاکہ مکہ معظمہ تک پانی نہ پہنچ سکے۔ خود مولانا محمد علی نے ۱۳ ذی الحجہ کو یہ منظر دیکھا کہ کھاری پانی کا ایک کنستر مجھے ۶ قرش بمشکل حاصل ہوا۔ دیگر حجاج کو اس سے زائد تکلیف ہوئی۔

(س) کیا چاہ زم زم بھی بند رہا؟

(ج) نجدیوں کی بربریت کی وجہ سے زمزم شریف کا۔ ٹوٹا اور پھر بسلسلہ تعمیر یک شب و روز زمزم بند رہا۔

(س) ابن سعود کی علمی و ذاتی حالت کیا ہے؟

(ج) ابن سعود قطعاً جاہل ہے اور خود جہل کا معترف ہے۔ عبد اللہ بن بلیہہ قاضی القضاۃ کا تابعدار ہے۔ تحقیق مولانا شوکت علی صاحب ۱۴۰ عورتوں سے نکاح کر کے طلاق دے چکا ہے۔ جناب قاضی القضاۃ صاحب ۸۰ عورتوں سے نکاح کر کے طلاق دے چکے ہیں۔

(س) شیبی کلید بردار کی لونڈی کے غصب کا کیا واقعہ ہے؟

(ج) شیبی کو زود کوب کیا گیا اور ان کی لونڈی کو بجبر غصب کر کے زنا کیا گیا جس سے اولاد بھی موجود ہے۔

(س) علمائے نجد کی علمی حالت کیا ہے؟

(ج) جن لوگوں کو علمائے نجد کہا جاتا ہے ان کی علمی حالت یہ ہے کہ مجھ سے اور نجدیوں کے اعلم العلما قاضی القضاۃ کے نائب سے مسئلہ نداء غیر اللہ پر حرم میں گفتگو ہوئی۔ جب ان سے جواب نہ بن پڑا تو مجھے پنکھوں سے مارا اور کہا کہ اگر تم صبح نہ آئے تو جیل بھیج دوں گا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ شخص ہندی ہے تو چھوڑ دیا گیا۔

(س) ہندی غیر مقلدین کی تقریریں حرم میں کس عنوان پر ہوئیں؟

(ج) حرم میں تمام وعظ غیر مقلدین نے ابن سعود کی مدح و ثنا پر کیے۔ اور یہاں تک کہا کہ ابن سعود کا زمانہ حضرت سیدنا فاروق اعظم کا زمانہ ہے۔ کسی وعظ میں احکام حج تک نہیں بیان کیے گئے۔ مولوی ثناء اللہ سر گروہ غیر مقلدین نے کعبۃ اللہ کو پشت دے کر وعظ کہے۔ جب میں نے متعدد بار ٹوکا تو تیسرے روز کعبۃ اللہ کو منہ کر کے وعظ کیا گیا۔

(س) کیا دلائل الخیرات پڑھنے سے روکا جاتا ہے؟

(ج) نجدی اگر کسی کو دلائل الخیرات پڑھتے ہوئے دیکھ لیتے تو مشرک کا خطاب دے کر جیل بھیجنے کی دھمکی دیتے ہیں۔

(س) ابن تیمیہ کے متعلق نجدیوں کا کیا خیال ہے؟

(ج) ابن تیمیہ کو نجدی اپنا پیشوائے اعظم سمجھتے ہیں اور اس کے اقوال پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔

(س) کیا ہندوستان کے اخباروں کا یہ بیان صحیح ہے کہ نجدیوں کا اثر دنیائے اسلام کے حجاج پر اچھا پڑا؟

(ج) یہ اطلاع بالکل غلط اور صرف ان کا خیال ہے جن کے دل و دماغ پر نجدیوں کا تسلط ہے۔ سوائے غیر مقلدین کے کوئی بھی اس کی مدح نہیں کرتا بلکہ اس سے متنفر ہیں۔

(س) کیا یہ صحیح ہے کہ ابن سعود برطانیہ کا غلام ہے؟

(ج) بالکل صحیح ہے۔

(س) کیا آپ نے مدینہ طیبہ کی زیارت کی؟

(ج) جی ہاں پاپیادہ مدینہ طیبہ گیا اور پانچ دن وہاں قیام کیا۔

[الفقیہ:۷،۱۴:اگست۲۶ء ص۱۵]

حالات حجاز بزبان مولانا عبد العزیز

الفقیہ کے ایک قاری کی طرف سے مولانا عبد العزیز صاحب سے حجاز کے حالات سے متعلق پوچھے گئے سوالات وجوابات پر مشتمل درج ذیل بیان الفقیہ میں شائع

کیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

سوال: جدہ میں ڈاکٹری معائنہ کی فیس آپ نے کیا دی تھی؟

جواب: کراچی میں تو ڈاکٹر نے بلا فیس معائنہ کیا تھا لیکن جدہ میں پانچ روپیہ ۴/ فی کس وصول کر کے ہم کو سرٹیفیکٹ دے دیا گیا تھا۔ حالانکہ ہم بندرگاہ پر تھے اور ہمارا معائنہ نہیں کیا گیا۔ بندرگاہ سے جہاز تک باوجودیکہ سرکاری کشتیاں تھیں ہم سے ایک ایک روپیہ فی کس وصول کیا گیا۔

(س): جدہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے آپ نے اونٹ کا کرایہ کتنا دیا تھا؟

(ج): گیارہ روپے۔

(س): کیا حج کے موقع پر نہر زبیدہ بند کر دی گئی تھی؟

(ج): ہاں حج کے دو روز قبل اور دو تین روز بعد تک نہر زبیدہ بند کی گئی تھی۔

(س): کیا ابن سعود سے آپ نے ملاقات کی اس کے ذاتی اخلاق کیسے ہیں؟

(ج): ہاں میں نے ایک دفعہ ابن سعود سے ملاقات کی تھی بظاہر ملنسار معلوم ہوتا ہے وہ مجھ سے بھی اچھی طرح پیش آیا۔

(س): کیا نجدیو سے آپ کو گفتگو کا موقعہ ملا تھا؟ ان کے اخلاق و عادات کیسے ہیں؟

(ج): مجھے بہت سے نجدیوں کے ساتھ گفتگو کا موقعہ ملا وہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں نجدی امام کے بغیر کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے نجدی لوگ اول درجہ کے اکھڑ وحشی اور جاہل ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے اور کچلتے ہوئے نکل جاتے تھے۔

(س): مکہ مظمہ سے مدینہ طیبہ تک آپ نے کیا کرایہ دیا تھا؟

(ج): آٹھ پونڈ انگریزی (ایک سو بارہ روپے) اس کے علاوہ شغدف کا کرایہ چھ روپیہ دیا گیا۔

(س): کیا ان اخراجات کے علاوہ آپ کو راستہ میں کچھ اور بھی صرف کرنا پڑا؟

(ج): ہمارے اونٹ کا جو حمال (ساربان) تھا وہ ہم سے بخششیں مانگتا تھا۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم نے ہم سے آٹھ پونڈ لے لیے اب کیوں تنگ کرتے ہو؟ اس نے قسم کھا کر کہا کہ ہم

کو صرف تین پونڈ اور کچھ مجیدی ملتے ہیں۔ باقی رقم نجدی حکومت لیتی ہے۔ اس کی حالت پر رحم کھا کر ہم اس کو ہر روز بخششیں اور کھانا دیا کرتے تھے۔

س: کیا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک راستہ پر امن تھا آپ کی رائے میں اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: ہاں پر امن تھا میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ بدئوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے ابن سعود نے دوران ملاقات میں مجھ سے کہا تھا کہ میں نے تمام حرامی بدئوں کو قتل کرا دیا ہے جو باقی ہیں وہ مردہ چوہے کی مانند ہیں۔

(س): مدینہ شریف کی آبادی پہلے کی نسبت کم ہے یا زیادہ؟

(ج): ایک ہندوستانی عالم مدینہ طیبہ میں ۲۵ سال سے مقیم ہیں۔ ان سے مجھے معلوم ہوا مدینہ کے اصلی باشندوں کی موجودہ آبادی صرف پندرہ ہزار ہے۔ حالانکہ اس سے قبل بہت زیادہ آبادی تھی۔ لیکن سعودی مظالم سے تنگ آ کر لوگ بھاگ گئے ہیں۔

(س): اہل حرمین کی رائے نجدی حکومت کے متعلق کیا ہے؟

(ج): ان دونوں مقدس شہروں کے باشندوں سے جہاں تک مجھے گفتگو کا موقع ملا ہے وہ نجدی حکومت سے سخت متنفر اور بیزار ہیں۔

(س): کیا ابن سعود نے علمائے مدینہ سے فتوے لے کر قبروں اور قبوں کو گرا دیا تھا۔؟

(ج): مجھے عالم موصوف سے معلوم ہوا تھا کہ اس فتوی پر صرف نجدی قاضی اور سابق قاضی نے دستخط کیے تھے باقی وہاں کے کسی ذمہ دار عالم نے اس فتوی پر دستخط نہیں کیے۔

(س): کیا نجدی حکومت چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتی ہے؟

(ج): میں نے عالم موصوف سے سنا تھا کہ ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوا تھا لیکن وہ دو سو روپیہ رشوت دے کر چھوٹ گیا؟

(س): مکہ معظمہ سے عرفات تک کتنا فاصلہ ہے اور آپ نے کیا کرایہ دیا تھا؟

(ج): مکہ معظمہ سے عرفات تک صرف ۹ میل کا فاصلہ ہے اور اس سفر کو طے کرنے کے لیے ہم نے ۴۳ روپے کرایہ دیا تھا۔

(س): واپسی پر مکہ معظمہ سے جدہ تک آپ نے کتنا کرایہ دیا تھا؟

(ج): اٹھارہ روپے دس آنہ۔

(س): معلم کو آپ نے کیا دیا؟

(ج): دس روپے جن میں سے ہمارے معلم کے بیان کے مطابق چھ روپیہ نجدی حکومت نے لے لیے تھے۔(عبد العزیز)[اخبار الفقیہ ۷، ۱۴/ اگست ۲۶ء ص ۱۷، ۱۸]

حالات حجاز پر میاں حاجی محمد حنیف کانپوری کا بیان

میاں حاجی محمد حنیف صاحب پنجابی سوداگر کانپور سے درج ذیل سوالات کیے گئے جن کے جوابات سوالات کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(س): مکہ معظمہ میں آپ نے کے روز قیام فرمایا؟

(ج): اول بار آٹھ یوم۔

(س): مکہ معظمہ میں مزارات پر آپ تشریف لے گئے؟

(ج): جی نہیں کیوں کہ حکومت کی طرف سے اجازت نہیں ہے بلکہ بعض حضرات نے ابن سعود سے اجازت مانگی مگر اس نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ ایڈیٹر صاحب البرید نے یہ کہہ کر اجازت چاہی کہ میں بحیثیت مدیر اخباران مقامات کو بلحاظ آثار قدیمہ کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر اس نے اجازت نہیں دی۔ میں نے اپنے معلم سے کہا کہ مجھ کو کسی طرح وہاں پہنچادو۔ معلم صاحب نے کہا کہ اگر مجھ کو بعد میں بچانے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ کوئی شخص مارے خوف کے وہاں تک جا نہیں سکتا۔

(س): مقام ابراہیم کا کیا حال ہے؟

(ج): جو شخص وہاں جا کر جالی چھوتا ہے فوراً بید مارا جاتا ہے۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں نے اسی خوف سے جالی کو ہاتھ نہیں لگایا اس کے انہدام کی بھی خبر ہے۔

(س): آپ مدینہ تشریف لے گئے تھے اور کے روز قیام رہا؟

(ج): جی ہاں دن و تاریخ و ایام قیام ٹھیک یاد نہیں رہا۔"

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴: اگست ۲۶ء ص ۲۰]

باب (۱۲)

نجدی حکومت اور اس کے ظلم وبربریت کے خلاف صدائے احتجاج

ابن سعود اور نجدیوں کے حجاز مقدس پر تسلط کے بعد سے ایک طرف تو اہل حجاز اور حجاج کرام پر آئے دن ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ ان کی جان، مال، عزت و آبرو حتی کہ ایمان بھی محفوظ نہیں تھا۔ اور ان مظلومگان حجاز کی آہیں اور فریادیں بھی صدائے بازگشت سے زیادہ کام نہیں کر پا رہی تھیں۔ تو وہیں دوسری طرف حجاز مقدس کے مقابر و مآثر کی بے حرمتی اور انہدام کا کام بھی زوروں پر تھا۔ حرمین شریفین کا تقدس پامال کیا جا رہا تھا۔ گنبد خضری کو منہدم کرنے کی سازشیں کی جا رہی تھیں۔

ایسے نازک دور میں ہندوستان کے مسلمانوں نے ابن سعود اور اس کے نمک خواروں کے خلاف محاذ آرائی شروع کی، جابجا جلسے اور جلوس کے ذریعہ ابن سعود اور سعودیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی، ابن سعود اور نجدیوں کی ان روح سوز حرکات کے خلاف آواز حق بلند کی گئی، بارگاہ الٰہی میں دعائیں کی گئیں، جس سے جو بن پڑا اس نے وہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کا کم از کم اتنا اثر ہوا کہ اہل حجاز اور حجاج کرام کی جان، مال، عزت، محفوظ ہو گئی۔ مقابر و مآثر کے انہدام پر روک تھام ہو گئی اور ساتھ ہی گنبد خضری سے متعلق اطمینان بخش وعدہ ابن سعود کی جانب سے موصول ہوا۔ ہندوستان کے مشہور اخبارات و رسائل میں ان جلسوں اور جلوس وغیرہ کی کافی خبریں شائع ہوئیں ہم یہاں ان کی تفصیلی روداد ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

مارہرہ شریف میں مقابر و مآثر مقدسہ کے انہدام کے خلاف صدائے احتجاج اور دعائے تطہیر حرم

۱۵، ۱۶، ۱۷ر محرم ۱۳۴۳ھ، کو مارہرہ مقدسہ میں نجدی کی وحشیانہ حرکات و افعال کے خلاف ایک احتجاجی اجلاس سیدنا حضرت شاہ حمزہ اور شاہ برکات اللہ مارہروی علیہما الرحمہ کی عرس کی تقریب میں حضرت سید شاہ محمد اسمعیل حسن صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ تاج العلما محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ کے حوالے سے اجلاس کی اجمالی روداد ملاحظہ فرمائیں:

"جناب من: فقیر نے جنت البقیع کے انہدام پر احتجاج اور روضہ مطہرہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی دعا کے لیے مسلمانان قصبہ مارہرہ کے ایک عام جلسہ کا انتظام جمعہ ۲۷/ ذی الحجہ ۴۲ھ کے لیے کیا۔ اور ایک مطبوعہ اشتہار سے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ مگر عین جلسہ کے دن بعض حامیان نجد نے ان تدابیر تقدم بالحفظ کی جو مسئلہ بقر عید و محرم منجانب حکومت اور اضلاع کی طرح اس ضلع میں بھی کی جا رہی تھیں اس جلسہ پر بھی گرفت عوام جہال کے ذہن نشین کر کے انہیں خوفزدہ کر دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور اس لیے مجبوراً جلسہ بعد عشرہ کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔

۱۵/ اور ۱۶/ محرم الحرام کہ حضرت سیدنا شاہ حمزہ اور حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہما کے عرس کی محافل درگاہ برکاتیہ میں حسب دستور قدیم حضرت سید شاہ محمد اسمعیل حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ معلی کی سرپرستی میں عام مسلمانان قصبہ کے کثیر اجتماع کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ اور انہیں کے سلسلے میں شب گزشتہ جلسہ کی کارروائی کا آغاز اس طرح ہوا کہ عزیزم سید آل مصطفی سلمہ نے مولانا حسن بریلوی مرحوم کی مشہور نظم کشف راز نجدیت پڑھی جس میں وہابیہ ہند و نجد کے بعض عقاید و اعمال مع رد نظم میں اور آخر میں سنیوں کو وہابیوں سے اجتناب و احتراز پر توجہ دلائی ہے۔ اور جس میں حال کے بعض سعودی مظالم فقیر نے عجالۃً نظم کر کے شامل کر دیے تھے۔ بعد میں فقیر نے اپنی آواز بوجہ زکام پڑے ہونے ایک مختصر تقریر میں نجدیوں کے بعض تازہ مظالم اور بزرگان دین کے ماثر و مزارات متبرکہ سے ان کی انتہا درجہ کی گستاخیوں کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو ان سے اور ان کے ہوا خواہوں سے قطعاً احتراز و نفرت رکھنے اور حرمین مطہرین و حجاز شریف سے ان کے دفع کرنے میں ہر امکانی کوشش کرنے کی ضرورت پر توجہ دلائی۔ جسے سارے مجمع نے پوری توجہ سے سنا۔ اور سب مسلمانوں نے نجدیوں کے ان خباثات پر اظہار نفرت و بیزاری کیا۔ اور بعد ازاں تمام حضار نے فقیر کے ساتھ نہایت عجز و زاری کے، رو رو کر اور گڑ گڑا کر بارگاہ احکم الحاکمین میں وہابیوں کے حرمین مطہرین اور حجاز مقدس سے جلد از جلد دفع ہونے اور اپنے کیفر کردار کو پہنچنے اور وہابیوں کے ماثر و مشاہد متبرکہ خاص کر روضہ مطہرہ و گنبد خضری کے ان کے دست

ظلم و ستم سے محفوظ و مامون رہنے کی دعا مانگی۔ بہت لوگ شدت گریہ سے بیتاب تھے مولیٰ تعالیٰ ہم گنہگاروں کی ان دعاؤں کو قبول فرمائے آمین

اس کے بعد مراسم عرس ادا ہو کر تقسیم شیرینی پر محفل عرس کا اختتام ہوا۔

محمد میاں قادری از خانقاہ برکاتیہ مارہرہ۔ [۲۱/اگست ۲۶ء ص ۷]

عام مسلمانان بریلی کا سخت اندوہناک جلسہ ماتم

بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی صدرات میں ۲۶/اگست ۱۹۲۵ء کو نجدی مظالم کے خلاف احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں تاج العلما محمد میاں مارہروی، صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور دیگر مشاہیر علمانے شرکت فرمائی۔ اجلاس میں کئی اہم تجاویز متفقہ طور پر پاس ہوئیں۔ اجلاس کی روداد، رامپور کے ہفتہ واری اخبار ”دبدبہ سکندری“ کے حوالے سے ملاحظہ ہو:

”۲۶/اگست ۲۵ء کو بعد مغرب مسجد بی جی مرحومہ میں بصدارت حجۃ الاسلام امام العلما حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی دامت برکاتھم نہایت شاندار جلسہ منعقد ہوا ہزارہا مسلمانان بریلی کا عظیم اجتماع ہوا وسیع مسجد کا چپہ چپہ بھر گیا اور اس پر بھی مسلمان جوق جوق آرہے تھے۔ حرمین محترمین میں نجدی ملاعنہ کے باغیانہ حرکات وحیاسوز واقعات نہایت ناپاک وحشیانہ مظالم مزارات و مساجد کے انہدام خود گنبد اقدس حضور پر نور حضرت سید الانام علیہ الصلاۃ کے ساتھ نہایت نجس گستاخی بے ادبی سے چوں کہ ان کے دل زخمی ہو گئے۔ مسلمانوں نے نجدی بے دین کی ان خباثتوں شیطنتوں پر انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا۔ ابن سعود کی ساری ذریات خبیثہ کے غارت ہو جانے اور اس کے رذیل ہوا خواہوں، حامیوں، ہمراہیوں پر لعنت الٰہی کی بوچھار اور قہر و عذاب خداوندی کی ان پر بجلیاں گرنے کی صمیم قلب سے دعائیں مانگیں۔ علاوہ مقامی علمائے کرام ذیل کے افاضل عظام بھی تشریف لا کر شریک جلسہ ہوئے تھے۔

حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ مارہروی زید مجدہم

حضرت استاذ العلما مولانا مولوی حکیم حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی
حضرت مولانا مولوی معوان حسین صاحب قادری مجددی رامپوری زید مجدہم
حضرت جناب مولانا مولوی محمد عبد الحق صاحب پیلی بھیتی زید مجدہم
حضرت جناب مولوی محمد اکبر صاحب کلکتوی سلمہم اللہ تعالیٰ

ذیل کی تجاویز جلسہ ہذا میں بالاتفاق منظور ہوئیں۔

(۱) غدار ابن سعود نجدی کے وہ خونی مظالم اور سخت شنیع گستاخیاں جو ارض پاک اور مزارات مقدسہ اور مساجد اور امکنہ متبرکہ طائف ومکہ مکرمہ میں اس سے سرزد ہوئیں۔ اور سب سے بدتر اور قبیح تر وہ کمینہ پاجی پن جو اس نے تاجدار کونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد اقدس کے ساتھ کیا ہے حیاسوز اور شنیع وناپاک جرم سے بدتر جرم اور درندگی اور وحشیانہ بربریت سے قبیح تر اور مسلمانان عالم کے دلوں کو پاش پاش کرنے والا ہے۔ ہم اس خبیث کی ان خبیث حرکات پر لعنتوں کی بوچھار کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ ارض محترم کو ان دشمنان اسلام کی شر سے بچائے۔ اور انہیں ذلت ورسوائی کے ساتھ ہلاک کرے۔

(۲) ہندوستان کے جو لوگ نجدی غدار کے اس خدانا ترسی اور دجالی حرکات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان واقعات کو سبک کر کے دکھانا چاہتے ہیں یہ جلسہ ان کو نجدی کا حامی اور اس کے افعال کا دل سے شریک جانتا ہے۔ اور اسی طرح ان کو بھی مورد ملامت جانتا ہے اور مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ وہ ان سے اپنے آپ کو بچائیں اور ان سے پوری ترک موالات کریں اور ان کے اس خفیہ اور ظاہر سازباز پر لعنت کرتا ہے۔

(۳) ہندوستان سے جمیعۃ العلما اور خلافت کمیٹی کا جو وفد گیا تھا اس نے بیان کیا ہے کہ ہم نے ابن سعود کو مشورہ دیا کہ مدینہ طیبہ کے حملہ کے وقت وہاں کا احترام رکھنا اس خبر سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حملہ مدینہ منورہ میں اس وفد کی رائے بھی شریک تھی۔ لہٰذا اس وفد کے حق میں مسلمانوں کا وہی فیصلہ ہے جو نجدی کے حق میں۔ اور ہمارے یقین میں روضہ پاک پر گولہ باری میں نجدی کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

(۴) یہ جلسہ اخبار خلافت ، ہمدرد اور زمیندار کو ان کا طرز عمل دیکھتے ہوئے نجدی کا ایجنٹ یقین کرتا ہے اور مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے کہ نجدی کی بے دینی پر پردہ ڈالنا ان کا اہم ترین کام ہے مسلمان ان کی خبروں کو نظر اعتبار سے نہ دیکھیں۔

(۵) یہ جلسہ گورنمنٹ ہند کو اپنے روحانی درد و رنج سے باخبر کرتے ہوئے استدعا کرتا ہے کہ وہ مسلمانان ہند کو ارض پاک کی آزادانہ حمایت و حفاظت کرنے دے۔

(۶) یہ جلسہ یہ یقین کرتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اور ارض پاک کی حفاظت اور نجدی کے شر سے اس کو پاک کرنے کی کارآمد صورت یہ ہو سکتی ہے کہ شریف علی کے ہاتھوں کو مضبوط کیا جائے اور وہی ایک شخص ہے جو ان شاء اللہ غالب ہو تو نجدی ویرانی کے ساتھ بھاگتے ہوئے نظر آئیں۔ مسلمان شریف علی اور مظلوم حجازیوں کے لیے اپنی مخالفت بند کے مالی اعانت کریں۔

(۷) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ہر شہر یا صوبہ کے لوگ اپنے اپنے شہر میں بکوشش روپیہ فراہم کرکے سید طاہر دباغ وزیر مالیہ حکومت حجازیہ کو بلا کر اپنے ہاتھوں سے وہ روپیہ ان کو تفویض کریں تاکہ کسی قسم کی کوئی بے اطمینانی کی صورت نہ ہو۔

(۸) یہ جلسہ ہندوستان کے مسلم والیان ریاست سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اسلام کی اس مصیبت عظمیٰ اور مسلمانان عالم کی بے چینی و اضطراب کا احساس کرکے خود اپنے جذبات ایمانیہ سے کام لیں اور ارض پاک کو نجدی وحشیوں کی تباہ کاری سے بچانے اور اس کے حریف امیر علی کو طاقت ور کرنے کے لیے ہر امکانی سعی کام میں لائیں۔

(۹) یہ جلسہ مسلمانان ہندوستان سے استدعا کرتا ہے کہ وہ نجدی اور نجدی پرستوں کے خلاف آواز اٹھانے میں توقف اور تامل نہ کریں کہ ان کے لیے اس سے سخت تر خون رلانے والا اور کون ذمہ ہو سکتا ہے۔ اور تمام علما اور مشائخ اور تمام بااثر حضرات اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان تحریکات کو رائج کریں۔

(۱۰) یہ جلسہ شیخ مشیر حسین قدوائی کی فراست ایمانی کی داد دیتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بر وقت صحیح واقعات سے نہایت واضح طور پر مطلع کر دیا اور نجدی پروپکنڈا سے

ذرا متاثر اور مرغوب نہ ہوئے۔

(۱۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان تمام تحریکات کی ایک ایک نقل اسلامی اور انگریزی اخبارات کو روانہ کی جائے۔"(از عالیجناب ناظم صاحب انجمن رضوی خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی)

[دبدبہ سکندری:۲۱ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص۴،۵]

بریلی میں عظیم الشان اجتماع کی زہر اگداز صدائے احتجاج

۳ر ذوالقعدہ ۱۳۴۴ھ کو بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی کی صدارت میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں حکومت حجاز کے حوالے سے ابن سعود یا اس کے ہم مشربوں سے متعلق عدم رضامندی، ابن سعود کی موتمر اور اس میں شرکت کرنے والی جماعت جمعیۃ العلما اور خلافت کمیٹی پر عدم اعتبار نیز ہندوستانی مسلمانوں پر ہندوؤں کے ظلم و ستم کے خلاف تجاویز پاس کی گئیں۔ قاضی احسان الحق نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"۳ر ذی قعدہ ۴۴ھ کو بعد نماز مغرب ایک خاص جلسہ جس میں معززین شہر بکثرت شریک تھے۔ زیر صدارت حضور حجۃ الاسلام عالی جناب مولانا مولوی قاری مفتی شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ منعقد ہوا۔ اور حسب ذیل تجاویز بالاتفاق پاس ہوئیں۔

(۱) یہ جلسہ مسلمانان کلکتہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ہندوؤں کی ستم انگیزیوں پر نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) یہ جلسہ حکومت حجاز کے لیے ابن سعود نجدی یا اس کے کسی مشرب سے کسی حال میں راضی نہیں ہے۔

(۳) جمعیۃ العلما ایک فرقہ خاص کی جماعت ہے، عام مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کی آواز مسلمانان ہند کی آواز نہیں۔ اسی طرح خلافت کمیٹی بھی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔

(۴) ابن سعود نے مکہ مکرمہ میں اپنے زیر اثر جس موتمر کے لیے خاص اپنے ہوا خواہوں کو دعوت دی ہے وہ ان کے ہم خیالوں کا اجتماع ہے۔ عام مسلمانان عالم کی موتمر نہیں۔ اور نہ اس موتمر کو مسلمانانِ عالم نظر اعتبار سے دیکھتے ہیں۔

(۵) ان تجاویز کی نقل اخبارات میں بھیجی جائے۔"

راقم قاضی محمد احسان الحق نعیمی معتمد عمومی جماعت رضائے مصطفی بریلی آستانہ عالیہ رضویہ۔

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ مئی ۲۶ء، ص ۱۱]

مسلمانان بریلی کا جلسہ احتجاج

نجدی مظالم کے خلاف اراکین جماعت رضائے مصطفی کے زیر اہتمام مسجد بی بی جی صاحبہ، میں ۱۵/ جون ۱۹۲۶ء کو بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی کی صدارت میں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں مظالم نجدیہ کے حوالے سے قاضی احسان الحق نعیمی اور مولانا مختار صدیقی کی تقریریں ہوئیں۔ اور چند اہم تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں۔ اجلاس کی روداد ملاحظہ فرمائیں:

"جنت البقیع کے انہدام کی خبر سے اراکین جماعت رضائے مصطفی نے بے چین ہو کر ۱۵/ جون ۲۶ء کو ایک عام جلسہ مسجد بی بی جی صاحبہ میں زیر صدارت حضرت حجۃ الاسلام عالی جناب مولانا مولوی مفتی قاری حاجی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ منعقد کیا۔ مجمع بہت کثیر تھا۔ اولاً نعت خوانی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مولوی قاضی محمد احسان الحق صاحب نعیمی مفتی بہرائچ معتمد عمومی جماعت مبارکہ کی ولولہ انگیز تقریر شروع ہوئی۔ آپ کے بیان سے حاضرین بہت سے متاثر تھے۔ آپ نے چیدہ چیدہ واقعات حجاز و مظالم نجد بیان فرمائے۔ ان مظالم کو سن کر مجمع بے چین ہو گیا۔ تاب و ضبط باقی نہیں رہی اور گریہ و بکا کا شور مچ گیا۔ مولانا خود بھی بیتاب تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ آپ کی پر درد تقریر جاری رہی۔ آپ نے حجاز کی سیاسی کشمکش پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مولوی حکیم احمد مختار صاحب صدیقی قادری رضوی

رکن وفد خدام الحرمین کی رقت انگیز تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے حجاز کے چشم دید حالات بیان فرمائے۔ مجمع میں شوروفغاں کی آوازیں بلند تھیں۔ آپ نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ وہاں پوست کندہ حالات بیان فرمائے۔ اخیر میں حسب ذیل تجاویز بالاتفاق پاس ہوئیں۔ ۷و۸/ ذی الحجہ کو یوم الدعا کا اعلان کیا گیا اور تقریباً ایک بجے شب کو یہ جلسہ نہایت خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

تجاویز

(۱) مسلمانانِ بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ ان وحشیانہ حرکات پر نہایت نفرت وحقارت اور انتہائی غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے جو نجدیوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اختیار کر کے مسلمانان عالم کو بے چین ومضطرب کر دیا ہے اور ابن سعود کے وجود نامسعود کو ایک لمحہ کے لیے بھی حجاز مقدس میں روا نہیں رکھتا۔

(۲) یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب روحانی وایمانی جذبات کا لحاظ کر کے نجدی کو آئندہ کے لیے مقابر متبرکہ کی بے حرمتی اور ان کی عمارات کو ہاتھ لگانے سے منع کر دے۔

(۳) یہ جلسہ حضور ہز اگر الٹیڈ ہائنس تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ کے اس احسان کا شکر گزار ہے۔ جو انہوں نے حجاز مقدس میں نجدی کی منہدم عمارات کی تعمیر کے لیے انجینئر بھیج کر تمام مسلمانان عالم پر فرمایا۔ اور ان کی دوام سلطنت و دولت کے لیے دعا کرتے ہوئے استدعا کرتا ہے کہ حضور، ابن سعود نجدی پر اپنی ناراضی ورنج کے اظہار کے ساتھ متنبہ فرمادیں کہ حجاز مقدس کی ایک ایک چیز مسلمانان عالم کی ودیعت ہے۔ وہ کیوں تمام جہان کے مسلمانوں کے حقوق میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور کیوں اس نے تمام عالم کے علماء اسلام سے انہدام قبور کی نسبت پہلے فتوی طلب نہیں کیا۔

(۴) یہ جلسہ ہندوستان کے تمام مسلم والیان ملک سے استدعا کرتا ہے کہ وہ نجدی کو حجاز مقدس سے نکالنے کی تدابیر پوری قوت کے ساتھ عمل میں لائیں۔

(۵) ابن سعود نے صرف اپنے ہم عقیدہ بلا کر جو موتمر مرتب کی ہے یہ جلسہ بزور اعلان

کرتا ہے کہ وہ موتمر نہ قابل اعتماد ہے اور نہ اس میں شریک ہونے والے ہندی ہمارے نمائندے ہیں۔(اراکین جماعت رضائے مصطفی واقعہ آستانہ عالیہ رضویہ بریلی)

[اخبار الفقیہ:۷/جولائی ۲۶ء ص ۷: اخبار دبدبہ سکندری رامپور، ۷ تا ۲۸ جون ۲۶ء ص ۷]

آستانہ رضویہ بریلی شریف میں یوم الدعا

بریلی شریف میں ۹/جولائی ۱۹۲۶ء کو یوم الدعا منایا گیا۔ جس میں شہر کی اکثر مساجد میں حجاز مقدس سے نجدی تسلط اور نجدیوں کی ہلاکت وبربادی کے لیے دعائیں کی گیں۔ مسجد آستانہ عالیہ رضویہ میں خصوصی اہتمام کیا گیا تھا حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی نے نجدیوں کے مظالم بیان کیے اور دعا کرائی۔ قاضی احسان الحق نعیمی لکھتے ہیں:

”۹/جولائی ۲۶ء کو تطہیر حرم محترم کے لیے یوم الدعا منایا گیاج۔ ماعت مبارکہ نے اشتہار کے ذریعہ سے شہر میں یوم الدعا کا اعلان کر دیا تھا۔ اکثر مساجد میں بعد نماز جمعہ نجدیوں کی ہلاکت و بربادی کے لیے دعائیں کی گئیں ۔ مسجد آستانہ عالیہ رضویہ پر خاص اہتمام تھا۔ حضرت زیب سجادہ آستانہ رضویہ عالی جناب مولانامولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب نے ایک مختصر تقریر میں مظالم نجدیاں بیان فرمائے۔ تقریر بہت پر درد تھی حاضرین زار وقطار روتے تھے۔ حلقہ شریف کے بعد نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ دعا کی گئی۔ نجدیوں کے خلاف چند تجاویز بھی پاس ہوئیں ۔ مسجد مرازی شہر کہنہ میں زیر صدارت جناب خاں صاحب ومولوی محمد اصغر علی خاں صاحب رئیس نجدیوں کے طرز عمل پر اظہار نفرت کیا گیا۔

مرسلہ حاجی محمد احسان الحق نعیمی معتمد عمومی جماعت رضائے مصطفی بریلی

[اخبار الفقیہ: ۲۸/جولائی ۱۹۲۶ء ص ۸،]

آستانہ رضویہ بریلی شریف پر حجاج کی حاضری اور حالات حجاز کے خلاف احتجاج اور تطہیر حرم کی دعا

۱۴/اگست ۱۹۲۶ء کو بریلی شریف میں حجاج کی آمد پر خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ سٹی

اسٹیشن پر حجاج کرام نے اتر کر لوگوں سے ملنے کے بعد وہیں حالات حجاز بیان کیے۔ بعدہ جلوس کی شکل میں نعت خوانی کرتے ہوئے آستانہ عالیہ رضویہ میں حاضر ہوئے۔ اور وہیں حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلی کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ جہاں پر ایک محفل کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں نعت وغیرہ پڑھی گئیں۔ قاضی احسان الحق نعیمی نے مظالم نجد کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ اور پھر حجاج کرام سے وہاں کے حالات کی تفصیل معلوم کی گئی۔ اور پھر حضور حجۃ الاسلام کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ مولانا تقدس علی صاحب روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بریلی میں عرصہ سے یہ طریقہ رائج ہے کہ حاجیوں کا نہایت شاندار طریقہ سے خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ اسٹیشن پر صدہا اشخاص استقبال کے لیے جاتے ہیں۔ اور ایک جلوس کی صورت میں نعت شریف پڑھتے ہوئے حاجیوں کو ان کے مکان تک پہنچاتے ہیں۔ امسال ۲۴/ اگست کو حاجی صاحبان کی آمد تھی چونکہ حالات حجاز معلوم کرنے کے لیے ہر شخص مضطرب تھا۔ اس لیے سٹی اسٹیشن پر غیر معمولی مجمع ہو گیا۔ انجمن پنجابیاں نے اسٹیشن سے باہر ایک پر تکلف فرش بچھا رکھا۔ جہاں حاجی صاحبان اطمینان کے ساتھ لوگوں سے ملے اور ہر شخص سے مصافحہ ومعانقہ کیا۔ پھر ایک جلوس کی صورت میں نعت شریف پڑھتے ہوئے آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضر ہوئے۔ یہاں پہنچ کر مجمع بہت زیادہ ہو گیا۔ رضا کاران انجمن پنجابیاں بہت سر گرمی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ مزار شریف کی حاضری کے بعد حاجی صاحبان حضرت زیب سجادہ آستانہ عالیہ عالی جناب مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ یہاں بہت جوش کے ساتھ نعت خوانی ہوئی۔ عجیب جذبات موجزن تھے۔ بعدئہ حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی معتمد عمومی جماعت رضائے مصطفی نے ایک مختصر پر جوش تقریر میں مظالم ابن سعود بیان فرمائے۔ حاضرین آبدیدہ تھے۔ اثنائے تقریر میں مولانا نے خواہش فرمائی کہ حاجی صاحبان اس موقع پر حجاز کے متعلق اپنا بیان دیں۔ تمام حاجی صاحبان نے بالاتفاق مظالم نجدیہ کی تصدیق کی۔ اور مزارات وغیرہ کی پامالی کی تصدیق کی حاضرین نے اس کی ان حرکات

پر نفرت کا اظہار کیا۔ اخیر میں حضرت زیب سجادہ دامت برکاتھم نے رقت آمیز لہجہ میں تطہیر حرم محترم کے لیے دعافرمائی۔ حاضرین نے نہایت جوش کے ساتھ آمین کہااس کے بعد اسی شان کے ساتھ حاجی صاحبان کو ان کے مکانان تک لے جایا گیا۔
فقیر تقدس علی خان نائب مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی۔[**اخبار الفقیہ: ۱۴؍ ستمبر ۲۶ء ص۹**]

جماعت رضائے مصطفی بریلی کا جلسہ احتجاج

جولائی ۱۹۲۶ء کو بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفی کے زیر اہتمام نجدی زیادتیوں کے خلاف احتجاجی جلسہ ہوا۔ جماعت رضائے مصطفی بریلی کے مہتمم مولانا اسمعیل لکھتے ہیں:

"جولائی کو جماعت رضائے مصطفی بریلی کا جلسہ احتجاج ہوا۔ ذیل کی تحریکیں پاس ہوئیں۔ **اول**۔ اس سال مناسکِ حج کے موقع پر حکومت ابنِ سعود نجدی نے باوجود انواع و اقسام محصول لگا کر حاجیوں سے کثیر روپیہ وصول کرنے کے ان کے لیے آسانی کا کوئی معقول انتظام نہیں کیا۔ بدیں وجہ سات ہزار غریب الوطن عازمینِ بیت اللہ کی عزیز ترین جانیں منی و عرفات کے درمیان شدتِ پیاس سے بے چین تڑپ تڑپ کر نشانہ اجل ہو گئیں۔ اس حادثہ جانکاہ کی تمام کمال ذمہ داری حکومت ابنِ سعودیہ پر عائد ہوتی ہے۔
دوم۔ باوجودیکہ جماعت رضائے مصطفی نے اس سال مسلمانوں کو شرعی اصول کے ماتحت التوائے حج کا مشورہ دیا تھا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس سے غفلت برتتے ہوئے جذبات شوقِ زیارت عزمِ سفر کیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ امسال وقوفِ عرفات بجائے ۹؍ ذی الحجہ کے ۸؍ ذی الحجہ جمعرات کے دن بحکم ابنِ سعود کیا گیا۔ اس کی (تصدیق) واپس آئے ہوئے حجاج اور انگریزی اخبارات سے ہو گئی۔ جمعہ مبارکہ کو ۹؍ ذی الحجہ ۲۹؍ کی رویت سے متحقق تھا۔ ایسی صورت میں وقوف کسی طرح نہ ہوا۔ جو مسلمان کہ اپنا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے حاضر بیت اللہ ہوئے تھے ان کا وہ فریضہ ادا نہ ہوا۔ فرض ان پر بدستور قائم رہا۔ اس کا سارا وبال... ابنِ سعود پر رہا اور اس میں صریح نافرمانی کی گئی احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

مسلمانوں کو ان احکام سے آگاہ ہونا چاہیے۔ فقط العبد حکیم مولوی اسمعیل مہتمم جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔"[اخبار الفقیہ:۷/ اگست ۱۹۲۷ء ص۱۱]

بیلپور میں عظیم الشان جلسہ امیر نجد کے خلاف صدائے احتجاج

بیلپور میں ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ کو شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حجاز مقدس پر نجدی تسلط اور نجدیوں سعودیوں کی انسانیت سوز حرکات کے خلاف تجاویز پاس کی گئیں۔ ملاحظہ کریں:

"بروز یک شنبہ ۱۸/ ربیع الآخر شریف ۱۳۴۳ھ مسلمانانِ بیلپور کا ایک عظیم الشان جلسہ بصدارت جناب ابوالفتح عبید الرضا مولانا مولوی مفتی حافظ محمد حشمت علی خاں صاحب قادری رضوی لکھنوی مدظلہ العالی منعقد ہوا۔ جس میں باتفاق آرا حسبِ ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) شریف مکّہ کے افعال کیسے ہی ہوں مگر وہ نیچری، رافضی، وہابی وغیرہ بدمذہب نہیں قطعاً یقیناً صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان ہیں۔ حجازِ مقدس کی خدمت اُن کے متعلق رہنا ہزاروں درجہ وہابیان مرتدین نجد کے ناپاک ہاتھوں میں آنے سے بہتر ہے۔

(۲) ہم مسلمانانِ اہلسنّت نجدیوں کے حملہ کو نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل جلالہ حجازِ مقدس کو نجدیوں کی خباثت سے پاک کرے اور تمام مسلمانانِ اہلسنّت سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی ہر نماز کے بعد نجدیوں اور تمام کافروں کے اثر سے مقاماتِ مقدسہ کے پاک رہنے کی دعا کریں اور ملک کے ہر گوشے میں جلسے منعقد کر کے باغیِ نجد کے خلاف جلد سے جلد صدائے احتجاج بلند کریں۔

(۳) ہم مسلمانانِ اہلسنّت مقاماتِ مقدسہ پر اُن لوگوں کے قبضہ کو ہرگز نظرِ استحسان سے نہیں دیکھ سکتے، جنہوں نے اللہ و رسول جل جلالہ وصلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ روضہ اقدس کو صنم اکبر کہا۔ قبورِ شہدائے کرام کو معاذ اللہ اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حجرِ اسود کو صدمہ پہنچایا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے عصا کو زیادہ نافع بتایا۔ سفر مدینہ طیبہ اور

درود شریف پڑھنے کو شرک ٹھہرایا۔ علمائے اہلِ سنّت کا قتلِ عام کیا۔ اُن کے قبضہ پر وہی خوش ہو گا جو کھُلا یا ڈھکا ہوا بی اور اللہ و رسول جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کا دشمن ہو۔

(۴) ہم مسلمانانِ اہلِ سنّت اُن وہابیاں مرتدین کے افعال پر اظہارِ نفرت کرتے ہیں، جنہوں نے اس روزِ بد پر خوشی منائی، چراغاں کیا۔ میلاد شریف میں اُن کے نزدیک روشنی کرنا بدعت و حرام، مگر اس وقت حرام کرا کے غربائے اہلِ سنّت کا دل دُکھایا۔

(۵) ہم اخبارات کی اس حرکت پر اظہارِ نفرت کرتے ہیں کہ وہ باتباعِ لیڈران ہندو پرست وہابیوں کی جھوٹی تعریف شائع کر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

(۶) باتفاق آراء منظور ہوا کہ تجاویز مندرجہ بالا کی نقل اسلامی اخبارات کو روانہ کی جائے۔ (خیر خواہ قوم مقصود علی میونسپل کمشنر و ناظم جماعت رضائے مصطفی، بیلپور")

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۱۰]

لکھنؤ میں ابن سعود کے خلاف عظیم الشان احتجاجی مظاہرہ

لکھنؤ میں سعودی وحشیانہ حرکات کے خلاف جلوس کی شکل میں احتجاج کیا گیا ملاحظہ کریں:

"لکھنؤ ۱۱/ مئی مسلمانان لکھنؤ نے ابن سعود کی گستاخانہ حرکات کے خلاف جو کہ اس نے مآثر مقدسہ مطہرہ اسلامیہ کے ساتھ روا رکھیں بطور احتجاج ایک عظیم الشان جلوس ترتیب دیا ہے۔ جلوس کے روانہ ہونے سے بہت عرصہ قبل مسلمان ہزاروں کی تعداد میں امام باڑہ میں جمع ہوے۔ جلوس شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں سے ہو کر گزرا۔ اور امن و امان سے درگاہ میں ختم ہوا۔" **[اخبار الفقیہ: ۲۱/ مئی ۱۹۳۱ء ص ۱۱]**

نجدی مظالم کے خلاف مسلمانان قصور کا احتجاج

قصور میں ۶/ اگست ۱۹۲۵ء کو صاحبزادہ حافظ سید احمد امام جامع مسجد قصور کی صدارت میں سعودی حکومت اور نجدیوں کے مظالم اور غیر اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ میں چند اہم تجاویز بھی منظور ہوئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

"مورخہ ۶/ اگست ۱۹۲۵ء کو پرانی منڈی قصور میں ساڑھے نو بجے رات مسلمانانِ

قصور کا ایک عام جلسہ زیر صدارت صاحبزادہ حافظ سید احمد صاحب پیش امام جامع مسجد قصور منعقد ہوا۔ جلسہ بلحاظِ اجتماعِ عام اور جوش و خروش کے اپنی نظیر آپ تھا.....زاں بعد مندرجہ ذیل تجاویز باتفاق رائے منظور ہوئیں۔

(ا) مسلمانانِ قصور کا یہ عام جلسہ نجدیوں کے مظالم اور قابلِ نفریں عقاید و افعال پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور اخبار زمیندار، سیاست تنظیم اور دیگر اخبارات و خلافت کمیٹیوں سے پُرزور درخواست کرتا ہے کہ وہ اس شیطانی پروپیگنڈا کو بند کر دیں، ورنہ اس کے بعد ہر کلمہ گو مسلمان کا فرض ہو گا کہ ایسے شیطانی اثرات سے کل مسلمانوں کو بچائے۔

(ب) یہ جلسہ عام کل اسلامی حکومتوں یعنی کابل، انگورہ، ریف، مصر، ایران وغیرہ اور مسلمان والیان ریاست ہائے متحدہ ہند کی خدمت میں مودبانہ درخواست کرتا ہے کہ حرم محترم کو ابنِ سعود کی اس نجاست سے پاک کرنے کے لیے پوری پوری سعی فرمائیں۔

(ج) جلسہ کی کارروائی کی نقول سب اسلامی اخبارات کو بھیجی جائیں۔

(د) کسی مناسب فدیہ سے ابنِ سعود کے پاس بھی اظہارِ نفرت کا ریزولیشن بھیجا جائے۔

(ظہورالحسن، منجانب معتمد انجمن حنفیہ قصور)

[اخبار الفقیہ:۱۴/اگست،۱۹۲۵، ص۷،۸]

قصور میں زبردست ہڑتال صرف دو حامیان نجد نے دکانیں کھولیں

قصور میں سعودی تسلط اور سعودی مظالم کے خلاف احتجاجاً بازار بند رکھے گئے۔ ملاحظہ ہو:

"قصور ۱۱/ستمبر انجمن حنفیہ کے شعبہ تبلیغ کے سیکریٹری مولانا محمد ظہوالحسن صاحب اطلاع دیتے ہیں، کہ گزشتہ جلسہ میں ارض مقدس کی توہین پر اظہار رنج کرنے کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ کے روز کاروبار بند رکھا جائے۔ دعا مانگی جائے، روزہ رکھا جائے۔ سو آج خدا کے فضل سے ہڑتال مکمل ہے۔ صرف دو چار حامیان انہدام مقامات مقدسہ نے دکانیں کھول رکھی ہیں۔ شہر میں امن ہے۔ بعد نماز جمعہ دعا ہو گی رنج و الم کے آثار ہر بشر پر ہویدا ہیں"

[اخبار الفقیہ:۱۴/ستمبر ۲۵ء ص۱۱]

کارروائی جلسہ منعقدہ منجانب حنفی مسلمانان لائلپور شہر بمقام گول باغ

حجاز مقدس پر نجدی تسلط اور اہل حجاز پر سعودی مظالم نیز مقامات مقدسہ کے انہدام کے خلاف شہر لائل پور میں ایک احتجاجی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں عوام وخواص کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں۔ نجدی مذہب کی تاریخ بیان کی گئی۔ ان کے باطل افکار و نظریات سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا، حجاز مقدس پر ان کے ہاتھوں ہونے والے مظالم کی روح سوز داستان بیان کی گئی۔ اور سعودی حکومت اور سعودیوں کے خلاف تجاویز پاس کی گئیں۔ ملاحظہ ہو:

”لائل پور بوقت ساڑھے سات بجے بعد نماز مغرب بتاریخ ۷/ ستمبر ۱۹۲۵ء زیر صدارت جناب قاضی عبد الواحد صاحب مولوی علی محمد حنفی قادری جالندھری دیپاروی نے قرآن شریف کی تلاوت اور حمد وصلوۃ ادا کر کے جلسہ مبارکہ کا افتتاح کیا ازاں بعد ایک معرکۃ الآرا تقریر کی جس میں محمد بن عبد الوہاب نجدی بانی مبانی مذہب وہابیاں کی بالکل مختصر سوانح عمری اور مذہب بیان کیا۔ قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ ابن عبد الوہاب کے عقائد اور افعال اہل سنت والجماعت سے منفصل اور مختلف تھے۔ کیوں کہ وہ حیات النبی زیارت قبر شریف رسول صلی اللہ علیہ وسلم ادائے صلوۃ علی النبی فی المنارۃ بعد الاذان واجبات تقالید ائمہ اربعہ استناد آثار واقوال صحابہ کرام وسلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سراسر منکر و مخالف تھے۔ چوں کہ سلطان ابن سعود و دیگر نجدی ابن عبد الوہاب کے پیرو ہیں لہٰذا نجدیوں کے ہاتھوں مقامات مقدسہ و مزارات شریفہ و مساجد مکرمہ کا شہید و منہدم ہونا خلاف قیاس و خلاف امید نہ تھا۔ حتی کہ بانی مذہب تو چھٹی صدی ہجری سے لے کر اپنے زمانہ تک کے جملہ مسلمانوں کو مشرک و کافر کا سرٹیفکیٹ دیتا تھا۔

مقرر صاحب نے ایک عربی کتاب مطبوعہ مصر سے اپنے دعوی کے ثبوت دیتے ہوئے دلائلِ قاطعہ و براہین ساطعہ سے مذہب ابن عبد الوہاب کو باطل اور خارج از اسلام ثابت کیا۔ مقرر صاحب کا جی تو چاہتا تھا کہ ابن عبد الوہاب کی ساری ہسٹری بیان کرے

مگر وقت بہت تنگ تھا مضمون طویل و مبسوط تھا۔ لہٰذا آپ کا سلسلہ وعظ اسی طرح ختم کیا گیا۔ زاں بعد خلیفہ بدر الدین صاحب بدر نقشبندی نے اخبار الفقیہ سے ان معتبر و متقی حجاج کے بیانات پڑھ کر سنائے جو اس سال مکہ معظمہ سے حج کر کے اور اپنی آنکھوں سے واقعات دیکھ کر اور عربوں سے صحیح حالات دریافت کر کے آئے تھے۔ بعدہ ملک فضل حسین صاحب نے ایک تقریر کی اور اس میں قصور کے ایک اشتہار کا نصف حصہ پڑھا جو قصور ـــــ..... ۱۶/ اگست کے جلسہ کی روداد تھی۔ جوں جوں حالات پڑھ کر سناتے جاتے تھے خلقت کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ساتھ ہی نعرہ تکبیر بھی بلند ہو جاتا تھا۔ سب سلطان ابن سعود پر افسوس کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل تجویزات متفقہ آرا سے پاس ہوئیں ۔ جن کے محرکین مولوی علی محمد قادری و چودھری محمد علی رئیس و قاضی محمد اشرف صاحب تھے۔ حاضری دو صد کے قریب تھی۔ مخالفت سوائے ایک آدمی کے جو ترمیم کرتا تھا کسی نے نہیں کی، وہو ہذا۔

(۱) حنفی مسلمانان لائلپور سلطان ابن سعود کے اس فعل کے خلاف جو انہوں نے مزارات مقدسہ اور مقامات واجب الاحترام مثل مساجد و روضہ جات و قبہ جات کے شہید کر نے میں سرزد کیا ہے اپنے دلی جوش و جذبہ کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور پر زور ان سے اپیل کرتا ہے کہ سلطان مذکور شہید شدہ عمارات طیبہ کو از سر نو تعمیر کرا دیں۔ اور آئندہ ایسے ارتکاب سے علی الدوام پرہیز کریں۔ مسلمانان اہل سنت والجماعت حنفیہ کے جذبات عالیہ کو مزید ٹھیس نہ لگائیں۔

(۲) یہ جلسہ جملہ نوابان و والیان ریاستہائے اسلامیہ ہندوستان کی خدمات جلیلہ میں نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ استدعا کرتا ہے کہ وہ حتی الامکان ذرائع سے ضرور ضرور نجدیوں کو مراسلات روانہ فرما کر سمجھائیں تا کہ تلافی مافات کر کے پھر کبھی ایسی بے ادبی نہ کریں۔

(۳) تمام بادشاہان ممالک اسلامیہ مثلاً امیر کابل شاہ ایران غازی مصطفی کمال پاشا اور غزی عبد الکریم کے حضور میں دور افتادہ ہندی بھائیوں کی طرف سے نہایت مودبانہ و محبانہ التماس ہے کہ سلطان ابن سعود کو بہت جلد فہمائش کریں کہ فی الفور حرکات ناشائستہ و افعال شنیعہ سے باز آئیں۔ اور مسلمانان عالم کے دلوں کو اور زخمی نہ کریں۔

(۴) ایک حنفی انجمن لائلپور میں قائم کی جائے۔

(۵) یہ کارروائی اخبارات کو بھیجی جائے۔

اس کے بعد یہ جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔(علی محمد قادری لائل پور)

[اخبارالفقیہ:۲۸ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص۱۱،۱۲]

حزب الاحناف کا عظیم الشان جلسہ میں جو تجاویز بالاتفاق منظور کی گئیں

لاہور میں انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کی صدارت میں سعودی ظلم وبربریت کے خلاف احتجاجی جلسہ ہوا جس میں قریب سو علماے کرام نے شرکت فرمائی۔ جن میں سے حضور سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی ،صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، کے نام قابل ذکر ہیں۔ جلسہ میں اہم تجاویز بھی منظور ہوئیں۔نائب صدر انجمن حزب الاحناف لاہور حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری لکھتے ہیں:

”۲۴ر مئی ۱۹۲۵: کو انجمن حزب الاحناف لاہور کے جلسہ عام میں حاضرین کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی اور علماے کرام ومشائخ عظام حرمین شریفین پنجاب سندھ کراچی، راجپوتانہ، گجرات، بہاراوریوپی کے تقریباً ایک سو تشریف فرماتھے جن میں سے چند خاص بزرگوں کے اسما ذیل میں درج ہیں:

حضرت مولانا مولوی سید حافظ پیر جماعت علی شاہ محدث علی پور

حضرت مولانا مولوی سید شاہ علی حسین صاحب زیب سجادہ کچھوچھہ شریف

حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضاخاں صاحب زیب سجادہ رضویہ بریلی شریف

حضرت مولانا مولوی سید شاہ حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب ناظم جمیعۃ العالیہ سنی کانفرنس مرادآباد.....زیر صدارت حضرت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مندرجہ ذیل تجاویز باتفاق آرا پاس ہوئیں

(۱) نجدی باتفاق علماے عرب وعجم گمراہ وبد دین ہیں۔ انہوں نے حرمین طیبین کی بے

حرمتی اور سادات ومشائخ وعلمائے کرام کے قتل وغارت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ سرزمین حرم پاک میں شدید مظالم کیے اور بے گناہ مسلمانوں کے خون بہائے۔ ان کے عقیدے میں عالم کے تمام مسلمان مشرک ہیں اولیائے کرام وانبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین ان کا شیوہ ہے۔ ترکوں کے ہمیشہ مخالف رہے۔ اس زمانے میں بھی ان کے مظالم کی خبریں وثوق کے ساتھ متواتر پہنچ رہی ہیں۔ مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات کی توہین، ارض پاک کے بے گناہ مسلمانوں کے ساتھ بے رحمانہ شدائد ان امور کے مد نظر رکھ کر ہم ایک لمحہ کے لیے حجاز مطہر کے کسی چلہ پر تسلط گوارا نہیں کرسکتے اور بہت زور کے ساتھ ان کے اس قبضہ پر اظہار نفرت وناراضی کرتے ہوئے ہر ممکن اور جائز تدبیر ان کے دفع شر کے واسطے ضروری سمجھتے ہیں۔

(۲) یہ جلسہ اخبار الفقیہ امرت سر اور غالب بمبئی کی ان خدمات کا اعتراف کرتا ہے جو مکائد نجدیہ کے اظہار میں انہوں نے انجام دیں۔ بالخصوص ان کے ایڈیٹر صاحبان ن نجدی پروپیگنڈا پھیلانے والوں کی بیخ کنی اور پردہ فاش کرکے اصل واقعات اور صحیح حالات سے قوم کو مطلع کرلینے پر کمر ہمت باندھی ہے۔ اس کو اعتماد کی نظر سے دیکھتا ہے اور اہل سنت وجماعت کا صحیح نمائندہ یقین کرتا ہے۔ اور دست بدعا ہے کہ مولی تعالیٰ ان کو دشمنان مذہب وملت پر غالب رکھے۔ آمین۔

(۳) یہ جلسہ جمیعت عالیہ اہل السنت ہند سے درخواست کرتا ہے کہ جلد سے جلد جمیعۃ عالیہ کی ایک مجلس شورے بمبئی میں منعقد کرکے نجدی ایجنڈوں کے صحیح حالات کی کامل تحقیق کے بعد مسلمانانِ اہل سنت کے تحفظ کی غرض سے ایک راہ عمل بتادیں۔ تاکہ آئندہ مکائد وفتن نجدیہ سے نجات ملے۔

(۴) اخبارات نیز دیگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ خودساختہ علی برادران نیز دیگر لیڈروں نے نجدی کے ایجنٹوں سے سازباز کرکے باہم مسلمانوں میں کشت وخون اور فتنہ وفساد کی گرم بازاری شروع کردی ہ۔ے جس طرح نجدیوں نے ارض حرم محترم میں غلامان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مباح سمجھ رکھا ہے اسی اصول پر اب یہ لیڈران

ہندوستان میں بھی عمل پیرا ہو کر آتش فساد مشتعل کر رہے ہیں۔ یہ جلسہ ان کے اس رویہ اور طریق عمل کو نہایت حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔اور سنی مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ ان نجدی ایجنٹوں سے محفوظ رہیں۔

(۵) اخبار سیاست و زمیندار میں علی العموم خلاف اسلام مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ نیز علماے کرام و مشائخ عظام کی شان والا میں ہمیشہ تبرابازی کی جاتی ہے۔ بنابریں یہ جلسہ عام ان دونوں اخباروں کا بائیکاٹ کرتا ہے اور تمام سنی مسلمانوں کو ان کے مقاطعہ (بائیکاٹ) کی طرف توجہ دلاتا ہے۔"

ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی الوری نائب صدر انجمن حزب الاحناف لاہور۔"

[اخبار الفقیہ: ۷/ جون ۱۹۲۵ء، ص ۱۰، ۱۱]

مدینہ طیبہ پر نجدیوں کی گولہ باری اور دیگر مظالم نجدیہ کے خلاف مسلمانان امرت سر کا اضطراب اور صداے احتجاج

مدینہ طیبہ پر سعودیوں نجدیوں کی گولہ باری اور مزارات و قبہ جات کے انہدام اور دیگر مظالم و حرکات وحشیانہ کے خلاف، امرت سر جامع مسجد میاں محمد جان میں ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء کو ایک عام جلسہ بطور احتجاج منعقد ہوا۔ جس میں پیرزادہ مولوی بہاء الحق صاحب قاسمی ایڈیٹر القاسم امرت سر، مدیر الفقیہ، حکیم معراج الدین صاحب اور دیگر علما و دانشوران قوم نے شرکت فرمائی۔ علماے کرام کی تقریریں ہوئیں اور سب کی اتفاق راے سے چند اہم تجاویز پاس ہوئیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"بتاریخ ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء جامع مسجد میاں محمد جان صاحب مرحوم میں مسلمانوں کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ قبل از نماز جمعہ پیرزادہ مولوی بہاء الحق صاحب قاسمی ایڈیٹر القاسم امرت سر نے ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر کی، جس کے دوران میں نجدی وہابیوں کے گزشتہ اور حال کے مظالم کا مختصر تذکرہ کیا۔ آپ نے قبوں کے انہدام اور ان کی بے حرمتی کے مسئلہ پر احادیث صحیحہ سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ نجدیوں نے مزارات

اور قبے نہیں گرائے وہ پردہ پوشی کررہے ہیں۔ حاجیوں کے مستند بیانات سے اس کی تصدیق ہوچکی ہے۔ آپ نے کتاب التوحید جس کو حال ہی میں ابن سعود نجدی نے طبع کرا کر تقسیم کیا ہے، کی وہ عبارت پڑھ کر سنائی جس میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص قبوں کو نہیں گراتا وہ قطعاًاولئك هم الكافرون حقا، کا مصداق ہے۔ اگرچہ وہ اسلام سے محبت کرتا اوراحکام اسلامیہ پر عمل کرتا ہو۔ بعد ازاں حکیم محمد علی خاں صاحب سند یافتہ طبیہ کالج دہلی مالک بیت الصحت امرت سرنے مختصر تقریر کے بعد حسب ذیل رزولیوشن پیش کیاجو حکیم معراج الدین صاحب ایڈیٹر الفقیہ کی تائید اور حاضرین کے اتفاق رائے سے منظور ہوا۔

یہ جلسہ بزرگان اسلام کے مقدس مزارات کی توہین اوران کو گرا کر زمین کے برابر کردینے اور انہدام مساجد اور نجدیوں کی دوسری حرکات شنیعہ کے خلاف سخت اظہار نفرت کرتا ہے، جوان سے بلد الحرام اور طائف میں صادر ہوئیں۔ اس کے بعد پیرزادہ صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو مولوی عبد الولی صاحب مدرس مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ کی تائید اور حاضرین کے پرجوش اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

مسلمانان امرت سر کا یہ عام جلسہ رپوٹر کے اس تار کو پڑھ کر سخت بے چین اور غم واندوہ کا اظہار کرتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نجدیوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرکے مسجد نبوی کے قبہ مبارکہ اور مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا ہے۔ اور جمیعۃ علماے ہندو مرکزی خلافت کمیٹی اورآل انڈیا مسلم لیگ کو نہایت زور کے ساتھ توجہ دلاتا ہے کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو وہ نجدیوں کو ان ناقابل برداشت اور بدترین گستاخیوں سے باز رکھنے کی موئثر تدابیر اختیار کریں اوران کو متنبہ کریں کہ اگر تم ایسی حرکات سے باز نہ آئے تو عالم اسلام میں عظیم اضطراب وہیجان پیدا ہوجائے گا جس کی ذمہ داری تم پر عائد ہوگی۔ ازاں بعد نو وارد حاجی چودھری جلال الدین صاحب ساکن موضع خان کوٹ ضلع امرت سرنے باچشم پرنم کھڑے ہوکر مظالم نجدیہ کی تصدیق کی بعض دوسری مساجد میں بھی مدینہ طیبہ پر گولہ باری کے واقعات پر حزن وملال کا اظہار کیا گیا۔

(محمد الدین مالک کرپان فیکٹری امرت سر)‘‘[اخبار الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵، ص ۹،۱۰]

نجدیوں کے حرمین شریفین کے مزارات مقدسہ گرانے کے خلاف گوجرانوالہ میں جلسہ

مورخہ ۲۱/ اگست ۱۹۲۵ء کو، گوجرانوالہ، امام مسجد روڈالی، میں انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام، مولانا عبید رسول صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ میں چند اہم تجاویز پاس ہوئیں۔ جن میں سے ایک تجویز مکہ معظمہ اور طائف وغیرہ میں نجدیوں کے ہاتھوں مقابر و قبہ جات کے انہدام کے خلاف منظور ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

”ریزولیوشن (۲)

محرک: منشی محمد عالم صاحب تاجر کتب گوجرانوالہ

موید: مستری حسن دین صاحب محلہ نور باوہ گوجرانوالہ

انجمن خدام الصوفیہ کا یہ جلسہ نجدیوں کے مکہ معظمہ و طائف وغیرہ میں مزار و قبہ گرانے کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ ایسے ظالموں کو جلد از جلد غارت کرے اور ابن سعود کے ناپاک قدم سے ارض پاک کو صاف کرے۔“

[اخبار الفقیہ: ۷/ ستمبر ۱۹۲۵، ص ۱۰]

ابن سعود اور حامیان ابن سعود کے خلاف انجمن انصار الاسلام پیلی بھیت کا جلسہ

خلافت کمیٹی کی طرف سے حکومت ایران کو ایک تار دیا گیا جس میں نجدیوں کے بالقصد انہدام مقابر و مساجد کو نجدی قبائل کا سہو بتایا گیا اخبار ہمدم میں اس تار کو شائع کیا گیا۔ نیز اخبار ہمدم ہی میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں یہ لکھا گیا کہ:

”حرمین شریفین میں وہابیوں کا تسلط و اقتدار منظور لیکن کسی غیر مسلم قوت کا اثر ہر گز منظور نہیں“

اخبار ہمدم میں درج دونوں مضمون کے خلاف نیز حجاز مقدس پر نجدی ناپاک حرکتوں کے خلاف پیلی بھیت میں انجمن انصار الاسلام کے زیر اہتمام اجلاس منعقد ہوا اور تجاویز پاس کی گئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

''۱۳؍ستمبر ۱۹۲۵ء کو انجمن انصار الاسلام پیلی بھیت کی مجلس شوریٰ کا جلسہ بر مکان مولانا مولوی عبد الحق صاحب رئین کر گھنوی بصدارت جناب قاضی محمد خلیل الدین حسن صاحب حافظ پیلی بھیتی منعقد ہوا جس میں حسب ذیل تجاویز بہ اتفاق آراء منظور ہوئیں۔

(۱) ۹؍ستمبر ۱۹۲۵ء کے ہمدم میں خلافت کمیٹی کی جانب سے حکومت ایران کے نام ایک تار چھپا ہے جس میں انہوں نے دیدہ دانستہ طائف شریف، مکہ معظمہ کے مزارات و مساجد کی نجدیوں کے ہاتھوں بالقصد بے حرمتی وانہدام کو نجدی قبائل کا سہو ظاہر کر کے مسلمانان عالم کو دھوکہ دیا ہے۔ انجمن انصار الاسلام پیلی بھیت کا یہ جلسہ نجدی ایجنٹوں کی اس نجدی پرستی کو نہایت حقارت و نفرت سے دیکھتا ہے۔

(۲) یہ جلسہ مقالہ افتتاحیہ مسلم آؤٹ لک مندرجہ اخبار ہمدم ۱۲؍ستمبر ۲۵ء کے اس فقرہ پر کہ:

''حرمین شریفین میں وہابیوں کا تسلط واقتدار منظور لیکن کسی غیر مسلم قوت کا اثر ہرگز منظور نہیں'' اظہارِ نفرت کرتے ہوئے یہ اعلان کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ حرمین طیبین میں مسلمان جس طرح غیر مسلم قوت کے اثر کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے، اسی طرح وہابیہ مرتدین کے تسلط واقتدار واثر کو ہرگز ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔

(۳) یہ جلسہ ابن سعود اور اس کے توابعین کے تمام حرکات ناشائستہ پر جو انہوں نے اماکن مقدسہ کے احترام کے خلاف کیا ہے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی جس طرح مسموع ہوئی اس پر اظہار نفرت و ملامت کرتا ہے۔ اور تمام مسلمانوں سے استدعا کرتا ہے کہ جلد سے جلد مدافعانہ کارروائی عمل میں لانے کی کوشش کریں۔ (عرفان علی رضوی بیسلپوری)''

[اخبار الفقیہ: ۲؍اکتوبر، ۱۹۲۵ء ص ۱۰]

مدینہ طیبہ پر نجدی گولہ باری کے خلاف انجمن خدام الصوفیہ کی صدائے احتجاج

مدینہ طیبہ پر گولہ باری اور روضہ پاک پر دست درازی کی مذمت میں انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں ۱۱؍ستمبر ۱۹۲۵ء کو ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں درج ذیل تجویز پاس ہوئی ملاحظہ ہو:

"جو مدینہ طیبہ پر نجدی ملعونوں نے حملہ کر کے روضہ پاک پر گولہ باری کی ہے اس سے ہمارے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اور ہماری روح نہایت بے قرار ہو رہی ہے۔ اس لیے ہم نجدیوں کے اس فعل قبیح پر ہزار لعنت و ملامت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی خداوند کریم کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ ان بے ادبوں گستاخوں بے ایمانوں کا بہت جلد خاتمہ کر کے اس پاک سرزمین کو ان حرام زادوں کے ناپاک اور منحوس قدموں سے پاک فرمائے۔ اور ان شیطانی پٹھوؤں اور ابن سعود کے وظیفہ خوار گرگان کہن کو ہدایت دے کہ وہ ابن سعود ملعون کی اس بیہودہ حرکت پر پردہ نہ ڈالیں۔ اور نہ ہی ان کی طرف داری کے گیت گائیں.... غلام فرید ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول بن باجوہ ضلع سیالکوٹ"

[اخبار الفقیہ: ۲۱/ اکتوبر، ۱۹۲۵ء ص ۱۰]

ہوڑا برڑھی کلکتہ میں نجدیوں کے ریشہ دوانیوں کے خلاف احتجاجی اجلاس

نجدی مظالم کے خلاف ہوڑا برڑھی میں دو اجلاس منعقد ہوئے تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:

"بخدمت شریف جناب مولانا حکیم معراج الدین احمد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف۔

الحمد للہ کہ ایک جلسہ باہتمام جناب مولوی احمد خان صاحب مقام ہوڑا برڑہی عظیم الشان جوش و خروش کے ساتھ ہفتہ کے دن بوقت نماز عشاء ہوا۔ جس میں نجدی و پرستاران نجدی کے کھلم کھلا مظالم و دھوکا و دغا و کذب بیانیاں و افترا پردازیاں بیان کی گئیں۔ جس سے یہ نفع حاصل ہوا کہ تمام سامعین کرام نے نہایت سختی کے ساتھ نجدی و دلالان نجدی سے ترک موالات و ترک معاملات کا اظہار کیا۔ چند نجدی جو شریک جلسہ تھے خائب و خاسر واپس گئے۔ بلکہ سامعین نے ان چند نجدیوں کو تمغہ لعنت و پھٹکار عطا فرمایا۔ بعدہ پھر ایک جلسہ بروز اتوار بعد نماز ظہر بہ اہتمام مولوی ہدایت علی از جانب منشی خیرات علی مقام محلہ ٹنگرا چمڑا گودام بڑا ہی جوش و خروش اجتماع عظیم کے ساتھ ہوا۔ یہاں بھی نجدی و پرستاران نجدی سے تمام سامعین نے ترک موالات و ترک معاملات کرنے کے بعد تحفہ لعنت

وپھٹکار ہلاکتیوں کو عنایت کیا۔ اور ہلاکتی خائف و خاسر واپس گئے۔

منجانب ناظم جماعت تقلیدیہ از کلکتہ۔" [۲۱/اکتوبر،۱۹۲۵ء ص۱۰]

حجاز مقدس میں نجدی قتل وغارت کے خلاف لاہور میں جلسہ بزم احناف

لاہور کے محلہ خرادیاں میں ۲۰/ستمبر ۱۹۲۵ء اتوار کے دن بعد نماز مغرب میاں فیروزالدین صاحب چیف منیجر کوپریٹو پریس لاہور کے مکان پر، بزم احناف کے زیر اہتمام لاہور ہائی کورٹ کے وکیل میاں ظہورالدین صاحب بی اے ایل ایل بی، کی صدارت میں ایک جلسہ نجدیوں کی وحشیانہ، حرکتوں کے خلاف منعقد ہوا جس میں درج ذیل تجاویز بالاتفاق قرار پائیں:

(۱) بزم احناف کا یہ جلسہ ابن سعود کے بیت اللہ شریف اور طائف میں انہدام قبہ جات و مساجد اور غیر مصافی مسلمان آبادی کے بے گناہ قتل اور مستورات کو بے حرمت کرنے کے مظالم و جور و ستم کے بر خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور اس کے ان مظالم کو خلاف اسلام سمجھتا ہے اور انجمن حزب الاحناف نے جو خیالات ورائے ابن سعود کی نسبت اپنے اشتہارات ورسالجات میں شائع کیے گئے ہیں، حرف بحرف ان سے اتفاق کرتا ہے۔

(۲) بزم احناف ان اشخاص کو جو ابن سعود نجدی کی حمایت و تائید میں کوشاں ہیں ان کو اپنا قومی لیڈر رہرگز تسلیم نہیں کرتی بلکہ ان کو دشمن اسلام تصور کرتی ہے اور نیز ان اشخاص کے بر خلاف صدائے احتجاج بلند کرکے ان کے دھوکہ سے برادران احناف کو مطلع کرتی ہے۔

(۳) بزم احناف برادران احناف کو اطلاع کرتی ہے کہ مسٹر ظفر علی مالک اخبار زمیندار لاہور مسلمانان ہندیا پنجاب کا ہرگز نمائندہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ زیر نمائندگی اہل سنت والجماعت ارض حجاز کو روانہ ہو رہا ہے۔ برادران احناف اس کی چالوں سے بچیں اور اس بارہ میں چندہ وغیرہ سے اس کی امداد کرکے اپنا مال ضائع نہ کریں۔

(۴) بزم احناف کا یہ جلسہ اخبار زمیندار کا اس کے ابن سعود نجدی کے مظالم کی حمایت کرنے اور حنفی برادران اسلام کی دلآزاری کے باعث مقاطعہ (بائیکاٹ) کرتا ہے۔ اور برادران

احناف کو اس کی خریداری سے اس لیے روکتا ہے کہ زمیندار کی خریداری یا اشاعت ظلم وستم کی ایک اعانت ہے جو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ۔اور بجاے اس کے اخبارالفقیہ امرتسر وانوارالاعظم اور سیاست لاہور غالب بمبئ ورسالت بمبئ غیبی گولہ بمبئ وغیرہ اخبارات حنفیہ کا مطالعہ کرنے کی استدعا کرتا ہے۔راقم مرزاگلزار عالم آنزیری سیکرٹری برم احناف محلہ خرادیاں لاہور۔[۲۸/اکتوبر۱۹۲۵ءص۸]

حجاز مقدس پر اغیار کے قبضہ جابرانہ کے خلاف جمیعۃ علماء صوبہ بمبئ کا خاص جلسہ

ابن سعود وغیرہ کے ذریعہ جب برطانوی سامراج نے عرب کے بعض علاقوں پر قبضہ کی ناپاک کوشش کی تو عالم اسلام کی بے چینی مزید بڑھ گئی۔ ایک طرف تو نجدی مظالم، دوسری طرف عرب کے بعض خطوں پر برطانوی تسلط، حجاز عجیب تشویشناک صورت حال سے دوچار تھا۔ مسلمانان عالم جہاں ابن سعود کے مظالم اور اس کی وحشیانہ حرکات کے خلاف محاذآرا تھے وہیں برطانوی سازشوں کے خلاف بھی آوازاحتجاج بلند کرکے اس کے عزائم کو ہباے منثور بنانے کی کوششیں کررہے تھے۔اسی تناظر میں بمبئ میں ۱۸/اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مجلس عاملہ جمیعۃ علماے صوبہ بمبئ کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں منجملہ دیگر تجاویز کے تجویز ذیل بھی منظور کی گئی۔ملاحظہ ہو:

”مجلس عاملہ کا یہ جلسہ جزیرۃ العرب بالخصوص حجاز مقدس کی موجودہ تشویشناک صورت کو براہ راست برطانیہ کی اس خطرناک اسکیم کا لازمی نتیجہ قرار دیتا ہے جو اس نے خاندان شریف ابن سعود و دیگر شیوخ عرب کے ذریعہ انجام کو پہنچا کر عراق شرق اردن وغیرہ کو اپنے تحت تصرف کرر کھا ہے۔اور جس کی بدولت حدود حجاز میں من مانی قطع برید کی جارہی ہے ۔عقبہ ومعان کو پہلے شرق اردن سے ملحق کیا گیا پھر فلسطین سے۔ جب اس پر ہر طرف سے لے دے مچی تو اب یہ سنا جارہا ہے کہ حکومت مصر کو آگے کرکے اس کے نام سے ان مقامات پر قبضہ قائم رکھنے کی تجویز کی جارہی ہے۔ لہٰذا یہ جلسہ ایک طرف حکومت برطانیہ کو پرزور طریقہ سے متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس پرخطر پالیسی پر عمل پیرا ہو کر اپنی بربادی

اپنے ہاتھوں سامان کرنے سے باز رہے۔ دوسری طرف تمام مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے کہ اس عملی دنیا میں شیخ چلی جیسے یہ تخیلات قائم کرلینا کہ جزیرۃ العرب کو آزاد کرالیں گے اور حجاز مقدس میں جمہوری حکومت کا پایہ ڈال لیں گے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ پس اس وقت ضرورت ہے کہ شخصی اعتماد (ابن سعود یا کسی اور) سے قطع نظر کرتے ہوئے اپنی تمام تر کوشش حجاز کو اغیار کے تسلط سے بچانے پر صرف کریں۔ ورنہ خدانخواستہ وہ دن آنے والا ہے کہ عقبہ اور معان کی طرح رابغ یا جدہ پر بھی غیر مسلم تسلط ہو گا۔ اور اس وقت ہماری مجرمانہ غفلت کا نتیجہ جو کچھ ہو گا وہ ظاہر ہے۔

ابو الضیاء ریاض النور صدیقی ناظم جمیعۃ علماء صوبہ بمبئی۔" [۷ / نومبر ۱۹۲۵، ص ۹، ۱۰]

نجدیوں کے مظالم کے خلاف کراچی میں عظیم الشان اجلاس

کراچی میں باضابطہ مسلسل جلسے ہوئے۔ مولانا عبد الکریم اور مولانا ابو الکمال صاحبان کی خصوصی تقریریں ہوئیں۔ جلسوں میں عموماً نجدی مظالم و مفاسد اور ان کی انسانیت سوز حرکتوں کے اظہار نفرت ملامت کیا گیا۔ اور چند اہم تجاویز بھی منظور کی گئیں۔ اجلاس کی روداد ملاحظہ ہو:

"سرزمین کراچی میں تقریباً تین چار ماہ سے حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب درس کی زبردست تقریریں ہو رہی تھیں جن میں وہابیہ نجدیہ کے مظالم و مفاسدہ پر اظہار نفرت و ملامت نہایت جوش و خروش کے ساتھ کیا جاتا تھا اسی اثنا میں ہندوستان کے مشہور مقرر جناب مولانا قاضی ابو الکمال صاحب مراد آبادی اہل کراچی کی خوش قسمتی سے یہاں رونق افروز ہوئے۔ جس پر مسلمانان کراچی نے حضرت مولانا کا نہایت شاندار خیر مقدم کیا۔ ایک ہفتہ مولانا کا قیام رہا روزانہ نہایت دھوم دھام سے جلسے ہوتے رہے۔ جن میں مولانا نے اپنے دل ہلا دینے والی تقریروں سے کراچی کے سنّی مسلمانوں کو مستفیض فرمایا۔

مورخہ ۸/ نومبر کے اخیر جلسہ میں بصدارت جناب مولانا ابو الکمال صاحب حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوئے۔

رزولیوشن نمبرا

مسلمانان کراچی کا یہ عظیم الشان جلسہ حضور خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی جناب میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہے کہ آنجناب نے اخبار زمیندار کا داخلہ اپنے حدود ریاست میں ممنوع قرار دے کر کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مسرور فرمایا ہے۔

رزولیوشن نمبر ۲

مسلمانان کراچی کا یہ عظیم الشان جلسہ نجدیوں کی ان حرکات ناروا پر اظہار نفرت وملامت کرتا ہے جو انہوں نے سرزمین عرب میں کیں دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرزمین عرب کو ان کے ناپاک وجود سے محفوظ رکھے۔ اور ہندوستان وپنجاب وغیرہ کے ان علماء اہل سنت ومجاہدین اسلام کو جو نجدی پروپیگنڈا کا سرفروشانہ مقابلکہ کررہے ہیں فتح ونصرت اور چمکتی ہوئی کامیابی عطافرمائے آمین۔" [۷/ دسمبر ۲۵ء ص۸]

مسلمانان امرتسر کا جلسہ عظیم

نجدی حرکات کے خلاف اظہار نفرت حضور نظام کا شکریہ

۱۱/ جون ۱۹۲۶ء مطابق ۲۹/ ذوالقعدہ ۱۳۴۴ھ جمعہ کے دن جمعیۃ خدام الحرمین امرت سر کے اہتمام سے مولانا عبد الکریم صاحب کی صدارت میں امرت سر میں ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں علما اور عوام نے شرکت کی۔ نجدی مظالم بیان کیے گئے۔ اور مزارات ومساجد حجاز کے انہدام خصوصاً مزارامیر حمزہ کے انہدام کی پرزور مذمت کی گئی۔ اور نجدیوں کی مسلم آزار حرکتوں کے خلاف اظہار نفرت وحقارت کیا گیا۔ اور نجدیوں کی ان دسیسہ کاریوں کے خلاف چند اہم تجاویز بالاتفاق منظور کی گئیں۔ جلسہ کی تفصیل مولانا محمد بہاء الحق قاسمی معتمد اعلیٰ جمیعۃ خدام الحرمین امرت سر سے ملاحظہ ہو:

"بتاریخ ۲۹/ ذوالقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۱/ جون ۱۹۲۶ء بروز جمعۃ المبارک مسجد جامع یہاں محمد جان صاحب مرحوم میں قبل از نماز جمعہ یعنی ساڑھے بارہ بجے سے دو بجے تک جمیعۃ خدام الحرمین امرت سر کی طرف سے زیر صدارت مولانا عبد الکریم صاحب فاضل دیوبند

کشمیری اول مدرس مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرت سر ایک عام جلسہ منعقد ہوا مسجد حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

سب سے پہلے تلاوت قرآن کے بعد خاکسار نے ابن سعود کی وعدہ خلافیوں حامیان نجدیہ کی قلابازیوں اور طائفہ وہابیہ کی غداریوں اور گستاخوں پر طویل تقریر کی۔ مولوی ابو البیان محمد داؤد صاحب پسروری ایڈیٹر الفیض اور حکیم محمد علی صاحب سند یافتہ طبیہ کالج دہلی ایڈیٹر رسالہ ارسطو نے ابن سعود اور اس کی وحشی قوم کی سیاہ کاریوں اور سفاکیوں پر روشنی ڈالی شیخ محمد اسمعیل صاحب مشتاق سوداگر ٹرنک نے اپنی نظم پڑھ کر سنائی۔ حاضرین پر تقریروں کا خاص اثر ہوا۔ نجدیوں کے مظالم سن کر حاضرین بے چین ہو رہے تھے۔

آخر مندرجہ ذیل تین ریزولیوشن حاضرین کے پر جوش اتفاق رائے سے منظور ہوئے۔ اور باوجود عالم استصواب کے ایک مخالف آواز بھی بلند نہیں ہوئی۔

(۱) مسلمانان امرت سر کا یہ جلسہ عام مزارات مقدسہ حجاز بالخصوص مزار سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مزارات و مقابر جنت البقیع اور مآثر و مساجد کے انہدام تخریب اور نجدی طائفہ کی دوسری مسلم آزار حرکات کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وحشی قوم کے نامبارک تسلط و اقتدار سے حجاز مقدس کو آزاد فرمائے۔

(محرک) پیر زادہ محمد بہاء الحق قاسمی سابق ایڈیٹر القاسم

(موید) حکیم محمد علی صاحب ایڈیٹر رسالہ ارسطو۔

(۲) وفد خدام الحرمین نے حالات حجاز کی تحقیق و تفتیش کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں، یہ جلسہ عام ان کے متعلق اظہار اطمینان کرتا اور وفد کے تمام اراکین کی خدمت میں عموماً اور جناب سید حبیب شاہ صاحب کی خدمت میں خصوصاً ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے۔

(محرک) مولوی ابو البیان محمد دائود صاحب پسروری ایڈیٹر الفیض

(موید) میاں عبد الرحمن صاحب خلدی سوداگر پشمینہ۔

(۳) نجدیوں کے ہاتھوں مکہ معظمہ میں جو مساجد شہید ہوئی ہیں اور ان کی تعمیر و مرمت

کا اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے جو ارادہ فرمایا ہے اس کے لیے یہ جلسہ عام حضور ممدوح کی خدمت گرامی میں تحفہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہے۔ مستدعی ہے کہ حضور اپنے خدام کی وساطت سے اس مبارک کام کی تکمیل کرائیں اور اس معاملہ میں ابن سعود اور نجدیوں پر اعتماد نہ فرمائیں۔ (محرک) شیخ محمد اسمعیل صاحب مشتاق سوداگر ٹرنک

(موید) میاں میراں بخش صاحب سوداگر پشمینہ

(خویدم العلماء محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ معتمد اعلیٰ جمیعۃ خدام الحرمین امرت سر)

[اخبار الفقیہ: ۷/ جولائی ۱۹۲۶ء، ص ۵]

مسجد اقصیٰ میں اجلاس

یروشلم ۶/ دسمبر ۱۹۳۱ء کو مسجد اقصیٰ میں مسلم کانگرس کا ایک عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جس میں یروشلم اور دیگر ممالک کے عزما نے شرکت کی۔ اور حرمین شریفین میں مقامات مقدسہ کے انہدم کو لے کر تشویش کا اظہار کیا۔ اور ان مقدس مقامات کی حفاظت کی قسمیں کھا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ الفقیہ لکھتا ہے:

"آج شام کو مسجد اقصیٰ میں مسلم کانگرس کے افتتاح کے موقع پر حیرت انگیز دیکھنے میں آئے۔ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے مسئلہ پر بحث کے دوران میں مصری مندوب ڈاکٹر عبد الحمید نے ایک ولولہ انگیز تقریر میں حاضرین سے کہا کہ مقامات مقدسہ کی اپنے خون کے آخری قطرہ سے حفاظت کرنے کی قسمیں کھائیں۔ اس پر تمام لوگ جوش و خروش کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔ سینکڑوں مندوبین اللہ اللہ کے نعرے بلند کرنے لگے۔" [اخبار الفقیہ: ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۱ء ص ۷]

روئداد اجلاس خاص آل انڈیا سنی کانفرنس

یکم شوال ۱۳۴۴ھ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام قلعہ مسجد مراد آباد میں حکوت حجاز سے عدم اتفاق اور اس کی ناروا حرکات کے خلاف ایک اجلاس مولوی سید حکیم امیر حسین صاحب کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ حضور صدر الافاضل کی تحریک پر درج ذیل

تجاویز پیش کی گئیں جن کی تائید خصوصاً مولانا سید غلام قطب الدین صاحب نے فرمائی تجاویز ملاحظہ ہوں:

(۱) یہ جلسہ حکومت حجاز کے لیے ابن سعود نجدی یا اس کے کسی ہم مشرب سے کسی حال میں راضی نہیں۔ اس کا وجود دنیائے اسلام کو بے چین و مضطرب کرنے والا ہے۔

(۲) ہمارے یقین میں جمیعۃ العلماء کا عنصر غالب وہابی صاحبان ہیں جو عقیدۃً ابن سعود کی ہواخواہی پر مجبور ہیں۔ ان کی رائے ابن سعود کے طرف داروں کی رائے ہے۔ عام مسلمانوں کی رائے میں جمیعۃ العلما ایک فرقہ خاص کی جماعت ہے وہ مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں ہیں اور وہ اگر یہ دعوی کرے تو غلط ہے۔

(۳) جمیعۃ العلما کو آگاہ رہنا چاہئے کہ مسلمانان ہند اس کو اپنا نمائندہ نہیں سمجھتے ہیں وہ ہماری طرف سے کسی رائے کا اظہار نہ کرے۔

(۴) ابن سعود نے مکہ معظمہ میں اپنے زیر اثر جس موتمر کے لیے خاص اپنے ہواخواہوں کو دعوت دی ہے وہ ان کے ہم خیالوں کا ایک اجتماع ہے۔ مسلمانان عالم کی موتمر نہیں نہ اس موتمر کو مسلمانان عالم نظر اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ نہ اس کے کسی فیصلہ کو ایک مضحکہ خیز تمسخر سے زیادہ وقعت دیتے ہیں۔

(۵) خلافت کمیٹی کا گذشتہ طرز عمل نجدی ہواخواہی کا شاہد ہے۔ مسلمانان ہندوستان خلاف کمیٹی کو اس معاملہ سے علاحدہ رہنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ کوئی آواز اٹھائیں تو وہ ہرگز مسلمانان ہند کی آواز نہ ہوگی۔

(۶) ان تجاویز کی ایک نقل ابن سعود کو ایک نقل جمیعۃ العلما کو ایک نقل خلاف کمیٹی کو اور ایک نقل اخبارات کو بھیجی جائے۔ فقط الراقم عمر نعیمی نائب ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد بازار دیوان۔" [اخبار الفقیہ: ۲۱/ اپریل ۱۹۲۶ء ص ۴]

جمیعۃ عالیہ اسلامیہ کا جلسہ

مرادآباد کی قلعہ والی مسجد میں جمیعۃ عالیہ کے زیر اہتمام مولانا مختار احمد صدیقی

صاحب کی صدارت میں ۱۳/ جون ۱۹۲۶ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں سعودیوں، نجدیوں کی غیر انسانی و غیر مذہبی حرکتوں کے خلاف احتجاجی تقاریر ہوئیں۔ خصوصی خطاب حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بانی جامعہ نعیمیہ و ناظم جمیعۃ عالیہ مراد آباد، کا ہوا۔ علاوہ ازیں اس تعلق سے کئی اہم تجاویز منظور کی گئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

"بتاریخ ۱۳/ جون ۱۹۲۶ء ۹ بجے شب قلعہ میں جمیعۃ عالیہ کا اجلاس بصدارت مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدیقی منعقد ہوا۔ مجمع کثیر تھا۔ اول صاحب صدر نے مختصر تقریر صدارت کے مظالم نجدیہ کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم نے تجویز (۱) پیش فرماتے ہوئے ایک بسیط تقریر فرمائی۔ مجمع تڑپ رہا تھا کہرام مچا ہوا تھا۔ آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا رہی تھیں۔ غم و اندوہ کا ایسا نقشہ اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ خاکسار (عمر نعیمی) نے اس کی تائید کی۔

(تجویز نمبر ۲) مولانا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب نے ایک دلپذیر تقریر کے ساتھ پیش فرمائی۔ اور مولانا ابو الاسرار محمد عبد اللہ صاحب نے اس کی تائید کی۔

(تجویز نمبر ۳) مولانا قاضی ابو الکمال اشہد الدین صاحب نے پیش کی اور مولوی حکیم ابرار الحق صاحب نے اس کی تائید کی۔

(تجویز نمبر ۴) خاکسار عمر نعیمی نے پیش کی اور منشی شوکت حسین نے تائید کی باتفاق رائے تمام تجاویز پاس ہوئیں۔

تجاویز

(۱) جمیعۃ عالیہ کا یہ عظیم الشان جلسہ نجدیوں کے وحشیانہ حرکات ہدم مساجد و ماثر و مقابر و قتل و غارت مسلمین و اہانت اماکن طاہرہ پر نہایت نفرت و حقارت اور انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور جو انہوں نے مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کو برباد کر کے مسلمانان عالم کو مزید مضطرب اور بے چین کر دیا ہے، اور ان کے روحانی و ایمانی جذبات کو صدمہ پہنچایا ہے اس سے وہ اس کو اور اس کے حامیوں کو اسلام کا سخت ترین دشمن جانتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لیے سرزمین پاک میں اس کا وجود گوارا نہیں کر سکتا۔

(۲) ہندوستانی اشخاص جو نجدی موتمر میں شامل ہوئے ہیں وہ مسلمانان ہند کے نمائندے نہیں ہیں۔ اور نہ انہیں اختیار ہے کہ ہماری طرف سے کوئی رائے دیں۔

(۳) یہ جلسہ حضور پر نور تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے اس احسان کا شکر گزار ہے جو انہوں نے حجاز مقدس میں نجدی کے منہدم کی ہوئی عمارات کی دوبارہ تعمیر ودرستی کے تخمینہ کے لیے انجینئر بھیج کر تمام مسلمانان عالم پر فرمایا۔ اوران کے دوام سلطنت ودولت کے لیے دعا کرتے ہوئے استدعا کرتا ہے کہ حضور پر نور ابن سعود نجدی کو مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ کے مقابر محترمہ کی اہانت پر اپنی ناراضی ورنج کے اظہار کے متنبہ فرمادیں کہ حجاز مقدس کی ایک ایک چیز مسلمانان عالم کی ودیعت ہے۔ وہ کیوں تمام جہان کے حقوق میں ہاتھ ڈالتا ہے۔

(۴) یہ جلسہ ہندوستان کے تمام مسلم والیان ملک سے استدعا کرتا ہے کہ وہ نجدی کو اس کے افعال کی شناعت اوراس سے مسلمانوں کی بے چینی اوراضطراب اوررنج وملال سے باخبر کرنے کے ساتھ اس کو ان وحشیانہ افعال وحرکات سے بازرہنے کی ہدایت کرے۔

(خاکسار عمر نعیمی نائب ناظم جمیۃ عالیہ اسلامیہ مرکزیہ مرادآباد)

[اخبار الفقیہ امرت سر: ۷؍جولائی ۲۶ء ص۵،۶۔ اخبار دبدبہ سکندری رامپور، ۷ تا ۲۸ جون ۲۶ء ص ۷]

پیلی بھیت میں نجدیوں کے خلاف صدائے احتجاج

عارف باللہ حضور شاہ محمد شیر میاں قدس سرہ کے عرس مبارک کے موقع پر مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۲۶ء کو نجدیوں کے مظالم غیر انسانی، اور حرکات غیر مذہبی کے خلاف حکیم سعید الرحمن صاحب کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا حکیم مختاراحمد صدیقی اور قاضی احسان الحق نعیمی اور مولانا عبد الاحد اور دیگر علمائے کرام کے بیانات ہوئے۔ حجاز مقدس کے چشم دید واقعات بیان کیے گئے، نجدیوں کی ان مذموم حرکات پر اظہار نفرت وملامت کیا گیا، ابن سعود کی موتمر کے غیر اسلامی ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اور اس میں شریک ہونے والے اس کے ہم خیال ہندوستانی نام نہاد لیڈروں سے اظہار براءت کیا گیا۔ اورآخر میں چند اہم تجاویز منظور کی گئیں۔ مولانا عبد الحق پیلی بھیتی اجلاس کی تفصیل

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۱۶ / جون ۲۶ء کو حضرت شاہ محمد شیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقعہ پر جس میں دور دور اضلاع کے لوگ جمع تھے۔ ایک خاص جلسہ نجدیوں کی بربریت اور وحشیانہ مظالم کے خلاف زیر صدارت جناب حکیم سعید الرحمن صاحب منعقد ہوا۔ حضرت مولانا الحاج جناب مولانا مولوی حکیم احمد مختار صاحب صدیقی رکن وفد خدام الحرمین و حضرت مولانا مولوی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی معتمد عمومی جماعت رضائے مصطفی بریلی جماعت رضائے مصطفی بریلی کے جلسہ کے بعد خاکسار کی استدعا پر پیلی بھیت تشریف لائے۔ اگرچہ اعلان کا وقت بہت کم تھا مگر اس پر بھی مجمع بہت کثیر تھا۔ ۹ / بجے شب کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ نعت شریف کے بعد حضرت سلطان الواعظین جناب مولانا مولوی عبد الاحد صاحب نے ایک مختصر تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ اور علمائے کرام کا حاضرین سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مولوی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی معتمد عمومی جماعت رضائے مصطفی بریلی نے اپنی تقریر پر تاثیر سے حاضرین کو محفوظ فرمایا۔ ان کی تقریر کے بعد حضرت مولانا مولوی حکیم احمد مختار صاحب صدیقی نے حجاز مقدس کے چشم دید حالات بیان فرمائے۔ تمام جلسہ میں آہ و بکا کی صدائیں بلند تھیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور نجدیوں کی اس بربریت پر ہر شخص نفریں کر رہا تھا آخر میں مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق پاس ہوئیں جناب صدر نے مسلمانان پیلی بھیت کی جانب سے علمائے کرام کا شکریہ ادا کیا۔

تجاویز

(۱) ابن سعود نے حجاز مقدس میں قدم رکھتے ہی جس بہیمیت و بربریت کا ثبوت دیا کہ

(الف) طائف شریف میں مسلمان مرد و عورت بوڑھے بچوں کو شہید کیا ان کا تمام مال اسباب لوٹا۔

(ب) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کو مسمار کر کے بندوق کی گولیاں قبر انور پر چلائیں۔

(ج) مکہ مکرمہ میں مساجد مآثر و مقابر کو منہدم کیا بالخصوص۔ حضرت خدیجۃ الکبری رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار اقدس کی مٹی تک کھود کر پھینک دی۔

(د) مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک و مسجد کو انہدام کیا۔

(و) خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد اقدس پر گولیاں چلائیں۔

(ذ) جنۃ البقیع میں کدال چلایا اہل بیت اطہار اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین وجملہ مسلمین کے مزارات و قبور کو زمین دوز کر دیا۔

(س) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور صلوۃ وسلام پڑھنے کو روکا وغیرہ وغیرہ۔

ان جملہ امور پر یہ جلسہ سخت غم وغصہ اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ ابن سعود نا مسعود کا وجود ناپاک ایک لمحہ کے لیے حجاز مقدس میں گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ نے ابن سعود کی منہدم کردہ عمارتیں دوبارہ بنوانے کی طرف توجہ اوران کے تخمینہ کے لیے انجینئر روانہ فرما کر اسلام و مسلمین عالم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ یہ جلسہ ان کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔

(۳) چوں کہ ابن سعود برطانیہ کا ماتحت ہے۔ لہٰذا برطانیہ پر فرض ہے کہ وہ ابن سعود کو بزور ان افعال سے باز رکھے۔

(۴) مسلمانوں کا یہ جلسہ تمام مسلمان والیان ملک سے ملتمس ہے کہ حجاز مقدس سے ابن سعود کے اخراج کی تدابیر عمل میں لائیں۔

(۵) مسلمانوں کا یہ جلسۂ عام پر زور الفاظ میں یہ اعلان کرنا اپنا فرض منصبی جانتا ہے کہ ابن سعود نے جو مکہ مکرمہ میں اپنے چند ہم خیال و ہم عقیدہ لوگوں کو جمع کر کے موتمر قائم کی ہے۔ وہ ہرگز عالم اسلام کی موتمر نہیں ہو سکتی۔ نیز اس موتمر میں جو ہندوستانی شریک ہیں وہ ہمارے نمائندے نہیں۔" (خاکسار عبد الحق از پیلی بھیت)

[اخبار الفقیہ: ۷/ جولائی ۲۶ء ص ۶]

مسلمانان کپور تھلہ کا جوش ایمانی و نجدی حرکات پر اظہار نفرت

حجاز مقدس پر نجدی تسلط اور اہل حجاز پر نجدیوں کے ظلم و ستم اور مقامات مقدسہ و

مزارات طیبہ کے انہدام کے خلاف ۱۱ر ستمبر ۱۹۲۵ء بعد نماز جمعہ کپورتھلہ کی جامع مسجد میں ایک اجلاس مولانا مولا بخش صاحب میونسپل کمشنر وصدر مجلس اسلامیہ کپورتھلہ، کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں نجدیوں کے کی وحشیانہ وظالمانہ حرکات کے خلاف اظہار مذمت کیا گیا۔ مولانا محمد بہاء الحق قاسمی امرت سری کا خصوصی خطاب ہوا۔ جس میں انہوں نے مساجد ومآثر مقدسہ اور دیگر شعائر اللہ کے احترام کو بیان کرتے ہوئے نجدیوں کے ایمان سوز عقائد و نظریات بیان کیے۔ اور حجاز مقدس پر نجدیوں اور دیگر غیر مسلموں کی مداخلت وتسلط کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں خطرناک بتایا۔ تقاریر کے علاوہ مذکورہ موضوع پر چند اہم تجاویز اجلاس میں منظور کی گئیں۔ اجلاس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

”نجدیوں کے مظالم نے مسلمانوں کے قلوب پر جو اثر ڈالا ہے اس کا اندازہ اس عام اضطراب و ہیجان سے ہو سکتا ہے جو اس وقت ملک میں پیدا ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ میں ۱۱ر ستمبر ۱۹۲۵ء کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد وربے صدر بازار کپورتھلہ میں مسلمانان کپورتھلہ کا عام جلسہ زیر صدارت جناب مولوی مولا بخش صاحب میونسپل کمشنر وصدر مجلس اسلامیہ کپورتھلہ منعقد ہوا۔ حاضرین میں ہر فرقہ کے لوگ شامل تھے۔ سب سے پہلے پیرزادہ مولوی محمد بہاء الحق قاسمی امرت سری نے حاضرین کی خواہش پر تقریر کی۔ جس میں آپ نے احترام شعائر اللہ اور احترام مساجد وقبور کے مسئلہ پر بحث کرنے کے بعد نجدیوں کی گستاخیوں اور ان کے تشددات کا ذکر فرمایا۔ اس کے ساتھ مسئلہ تطہیر حجاز میں غیر مسلم افراد اور حکومت کی مداخلت کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرناک بتایا۔ اختتام تقریر پر میاں محمد اسمٰعیل صاحب نے یہ رزولیوشن پاس کیا جو پٹواری مبارک علی صاحب کی تائید اور حاضرین کے اتفاق سے منظور ہوا۔

(۱) مسلمانان کپورتھلہ کا یہ عام جلسہ نجدی وہابیوں کی انسانیت سوز مظالم اور ان کے وحشیانہ حرکات کے خلاف سخت نفرت وبیداری کا اظہار کرتا ہے۔ جو انہوں نے مکہ معظمہ اور طائف شریف میں انہدام مساجد اور مزارات مقدسہ و قتل مومنین کی صورت میں روا رکھے۔ اور خصوصاً ان کی اس تازہ اور کمینہ حرکت کو ناقابل معافی قرار دیتا ہے کہ انہوں

نے مقدس گنبد خضرا پر آتشباری کی ہے۔ اس کے بعد شیخ غلام قادر صاحب جعفری نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو منشی برکت علی صاحب کی تائید اور حاضرین کے اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

(۲) مسلمانان ریاست کپورتھلہ کا یہ عام جلسہ نجدیوں کے گزشتہ سیاہ اعمال نامے اور حال کے قابل نفرت کارنامے اور ان کے متشددانہ عقائد کی بنا پر ان کو مرکز اسلام کی حکومت کا اہل نہ سمجھتا ہوا ہندوستان کے ذی بصیرت علما اور مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتا ہے کہ وہ نجدیوں کو حرمین شریفین سے نکالنے کی ہر ممکن اور موثر تدبیر کو کام میں لاکر اپنا فرض پورا کریں اور مرکز اسلام کی حفاظت کے لیے ایک باقاعدہ منظم تحریک شروع کریں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان دونوں ریزولیوشنوں کے پیش ہونے پر جناب خواجہ فیروزالدین صاحب اکونٹنٹ جرنل ریاست کپورتھلہ اور ماسٹر فضل محمد صاحب مقصود دہلوی نے کچھ شبہات ظاہر فرمائے اور تردد کا اظہار کیا۔ اس پر مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرت سری نے نجدی مظالم کے ثبوت میں چند دلائل بیان کیے۔ مجمع عام میں خواجہ صاحب اور ماسٹر صاحب کو آزادی کے ساتھ اظہار خیالات کا حق دیا گیا۔ چنانچہ بحمد اللہ دونوں صاحبوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ حاضرین کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ اور اس طرح متفقہ طور پر نجدیوں کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا۔ (خلیفہ امام الدین نائب ناظم مجلس اسلامیہ کپورتھلہ)

[۲۸/ستمبر ۱۹۲۵ء ص ۱۲]

امرت سر میں نجدی مظالم کے خلاف پرجوش مظاہرہ اور اہم قراردادوں کی منظوری

امرت کی مسجد میاں محمد جان مرحوم میں ۹/جولائی ۱۹۲۶ء کو بعد نماز جمعہ، نجدی تسلط کے خلاف اور ابن سعود کی خلاف اسلام سرگرمیوں کی مذمت میں ایک احتجاجی اجلاس خواجہ عبد الصمد امرت سری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں بیانات ہوئے جس میں حجاز مقدس پر نجدی تسلط اور ابن سعود کی غیر انسانی وناروا حرکات کے خلاف اظہار مذمت

کیا گیا۔ علاوہ ازیں چند اہم تجاویز پاس کی گئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

”بتاریخ ۹؍جولائی ۲۶ء بروز جمعۃ المبارک مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم میں بعد از نماز جمعہ جمیعۃ خدام الحرمین امرت سر کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ حاضرین اس قدر تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ جناب خواجہ حاجی عبد الصمد صاحب امرت سری سوداگر دار جلنگ بالاتفاق صدر منتخب ہوئے۔ سب سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ اور نعت شریف پڑھی گئی۔ اس کے بعد چند قرار دادیں تکبیر کے غلغلہ انداز نعروں میں بلا اختلاف احد سے پاس ہوئیں۔

محرکین اور مؤیدین نے زبردست تقاریر فرمائیں۔ حاضرین میں نجدیوں کی پاجیانہ حرکات اور غدار ابن سعود کی وعدہ خلافیوں کے خلاف زبردست جوش پایا جاتا تھا۔ پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی نے خلافت الجمیعۃ سیاست زمیندار اور انیس وغیرہ اخبارات کے تازہ پرچوں کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اور انہیں سے نجدی مظالم اور ابن سعود کی وعدہ خلافیوں کا بین ثبوت پیش کیا۔ شہر کی بہت سی مساجد میں بھی آزادی حجاز کی دعا کی گئی۔ اس جلسہ میں حسب ذیل رزولیوشنز پاس کیے گئے۔

(۱) مسلمانان امرت سر کا یہ جلسہ عام کامل وثوق کے ساتھ حجاز مقدس میں نجدیوں کے تسلط و اقتدار کو اسلامی مفاد اتحاد اسلام اور مقامات مقدسہ کے حق میں سخت خطرناک سمجھتا ہے۔ اور سرزمین حجاز میں نجدی حکومت کو کسی حالت گوارا نہیں کر سکتا اس لیے یہ جلسہ عام مسلمانان عالم سے درخواست کرتا ہے کہ وہ متفقہ قوت سے حجاز مقدس کو نجدی حکومت کے ظالمانہ اقتدار سے آزاد کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

محرک: پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی معتمد اعلیٰ سابق ایڈیٹر القاسم،

مؤید مولوی ابو البیان محمد دائود پسروری

تائید مزید منشی محمد اسمعیل مشتاق تاجر ٹرنک۔

(۲) مسلمانانِ امرت سر کا یہ عام جلسہ اپنی اس مضبوط رائے کا اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ابن سعود کا کوئی وعدہ متعلق حفاظت حجاز وخدمت حرمین قابل اعتماد نہیں۔ اور

خصوصاً جنت البقیع کے انہدام سے ابن سعود کی وعدہ خلافی کا جو تلخ تجربہ ہوا ہے اس کے بعد اس کے آئندہ وعدوں پر اعتماد کرنا اس جلسہ کی رائے میں مجرمانہ غلطی ہوگی۔

محرک: مولوی غلام محی الدین مولوی فاضل۔

مؤید منشی غلام نبی صاحب سابق نائب صدر خلافت کمیٹی امرت سر

تائید مزید شیخ غلامی محی الدین صاحب رکن مجلس منتظمہ خلافت کمیٹی امرت سر۔

(۳) مسلمانان امرت سر کا یہ جلسہ عام اس دلآزار تصویر کی اشاعت پر سخت نفرت وحقارت کا اظہار کرتا ہے جو حال ہی میں اخبار انڈین پکٹوریل میگزین دہلی میں شائع ہوئی ہے۔ اور جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کا نقشہ ایک فحش اور دل آزار پیرائے میں کھینچ کر مسلمانوں کو اشتعال دلایا گیا ہے۔ یہ جلسہ حکومت کو زور کے ساتھ توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس تصویر کے شائع کرنے والوں کے خلاف فوراً قانونی کارروائی کرے۔

(محرک) خاں صاحب سید بڈھے شاہ صاحب آنریری میجسٹریٹ

(موید) حاجی شیخ علی بخش صاحب آنریری میجسٹریٹ سوداگر چرم۔

تائید مزید: حکیم معراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار الفقیہ۔

(۴) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے: کہ ریزولیوشن نمبر ۱، ۲، ۳۔ کی نقل اخبارات کو بغرض اشاعت اور ایک ایک نقل مرکزی جمیۃ خدام الحرمین لکھنؤ اور جمیۃ خدام الحرمین پنجاب کو ارسال کی جائے۔

محرک: صدر صاحب باتفاق جمیع حاضرین۔ اخیر میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ حجاز مقدس کو ظالم نجدیوں کے پنجۂ ستم سے آزاد کرے اور اس کے بعد جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوگیا۔" پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ۔ معتمد اعلیٰ جمیۃ خدام الحرمین امرت سر۔

[اخبار الفقیہ: ۱۴ر جولائی ۲۶ء ص ۱۰]

پٹنہ بہار میں نجدی مظالم کے خلاف صدائے احتجاج

پٹنہ میں نجدی مظالم و مفاسد کے خلاف احتجاجی اجلاس ہوا۔ اجلاس میں اسلامی

حکومتوں سے حالات پر قابو کرنے کی استدعا کی گئی۔ اخبار لکھتا ہے:

"مسلمانان بہار نے پٹنہ میں ایک زبردست جلسہ منعقد کیا۔ جس میں وہابیوں کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ اور تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ جنگ سے پہلے کی حالت کو بحال کرنے اور قائم رکھنے کے لیے مداخلت کریں۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ جولائی، ص، ۲]

کارروائی جلسہ انجمن حنفیہ لائل پور

انجمن حنفیہ کے زیر اہتمام لائل پور کی جامع مسجد تالاب والی میں ۹/ جولائی ۱۹۲۶ء کو بعد نماز جمعہ نجدیوں کے خلاف اجلاس ہوا۔ اجلاس میں مولانا شاہ محمد صاحب خطیب جامع مسجد مذکور، حکیم محمود حسین وکیل لائلپور اور مولانا محمد علی صاحب قادری کے بیانات ہوئے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

"مورخہ ۹ جولائی ۲۶ء بعد نماز جمعہ در مسجد جامع تالاب والی انجمن حنفیہ کی سرپرستی میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں بڑے زور و شور کے ساتھ بربادی ابن سعود کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔ اولاً مولوی شاہ محمد صاحب خطیب مسجد مذکور نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاے کرام پر پر تاثیر وعظ فرمایا۔ بعد ازاں حکیم محمود حسین صاحب وکیل لائلپور نے ابن سعود کی حرکات مذبوحہ وافعال شنیعہ دربارہ انہدام مساجد و مقابر ایک پر مغز تقریر فرمائی۔ حاضرین جلسہ پر بڑا اثر ہوا۔ بعدہ مولوی علی محمد صاحب قادری نے ابن سعود کے تمام ظالمانہ واقعات کو بیان فرمایا۔ اور اپنے آپ کو ملازمت ترک کر کے روضہ اطہر کی حفاظت کے لیے پیش کیا۔ جس سے حاضرین جلسہ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور ہر ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اشک محبت ٹپکنے لگے۔ اور جان و مال سے فدا نظر آنے لگا اور بہت سے دیگر حضرات نے خصوصاً چوہدری محمد علی خان صاحب صدر انجمن حنفیہ لائل پور نے تائید کی اور اپنے آپ کو اس کار خیر میں حصہ لینے کے لیے پیش کیا۔"

(مرسلہ خدام انجمن حنفیہ لائل پور)[۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء ص، ۸]

وزیر اعظم ایران کی درخواست

مسلمانان عالم جمع ہو کر مسئلہ حجاز پر غور کریں

حجاز مقدس کے بگڑتے حالات کے تناظر میں حکومت ایران نے مسلمانان عالم سے جمع ہو کر حجاز پر غور کرنے اور ابن سعود کے منفی کردار کے خلاف محاذ آرائی نیز نجدیوں کی بڑھتی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لیے ٹھوس قدم اٹھانے کی اپیل کی۔ فارس کے اخبار ''ایران'' نے اس کی تفصیل شائع کی۔ جسے بعد میں ہندوستانی اخبار سیاست اور اس کے حوالے سے الفقیہ میں شائع کیا گیا، ملاحظہ ہو:

''شملہ ۱۹/ جولائی فارس کا ایک اخبار ''ایران'' رقمطراز ہے کہ وہابیوں کے خلاف ایران میں جو خیالات موجزن ہیں اور جن سے متاثر ہو کر حکومت ایران نے موتمر حجاز میں ابن سعود کی دعوت شرکت کو نامنظور کیا، ایران کے وزیر اعظم نے ان کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا، کہ وہابیوں نے جو گناہ مذہب اسلام اور اس کے مختلف فرقوں کے خلاف کیے ہیں اور جو وحشیانہ حرکات ان سے ان مقامات مقدسہ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں جو دنیاے اسلام کے معبد اور روحانی مرکز ہیں انہوں نے تمام عالم اسلام میں زلزلہ ڈال دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو مشتعل کر دیا ہے۔ جنۃ البقیع میں بزرگان دین کے مقابر کے انہدام کا حال جس نے تمام مخلص مومنوں میں تہلکہ ڈال دیا ہے۔ اس ملک کے بچہ بچہ کو معلوم ہے۔ حکومت ایران نے وہابیوں کی ہر ایک کارروائی کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ کیوں کہ ان کے یہ مظالم مذہب اسلام کے اصولوں اور تہذیب کے صریحاً خلاف ہیں۔

ابن سعود کی وعدہ شکنی:۔ عبد العزیز ابن سعود وہابیوں کے سرغنہ نے اقرار کیا تھا کہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب کے اعادہ کو ختم کر دے گا جو مسلمانوں کی روایات اور مذہب کی سخت توہین کا باعث تھیں۔ تاہم وہابیوں نے حال ہی میں مواعید کے خلاف بہت سی کارروائیاں کی ہیں۔ ان وعدہ شکنیوں اور مظالم نے حکومت ایران کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ موتمر حجاز میں حصہ نہ لے۔ کیوں کہ فی زمانہ تمام اسلامی ممالک اور فرقے ماثر مقدسہ کی تکریم میں متفق

ہیں۔ اور لاکھوں مسلمان ان کو اپنا روحانی مرکز جانتے ہیں نیز ہم نے حال ہی میں اقوام میں اس جذبہ کے فروغ دینے کے مسئلہ پر غور و خوض کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے مذہب کے متعلق کمال بردباری سے کام لیں۔

ابن سعود کے مظالم ناقابل برداشت:۔ حکومت ایران سے یہ نہیں ہو سکتا کہ چند متعصب آدمیوں کے اس گروہ کی کارروائیوں کو جو عالم اسلام پر اپنے باطل خیالات کو جبراً تسلیم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اس طرح دیکھے اور چپ بیٹھی رہی۔ در حقیقت ان مٹھی بھر بھیڑیوں کی یہ کارروائیاں ناقابل برداشت ہیں۔ کہ وہ ان مقامات کو انہدام کر رہے ہیں جن کی تکریم لاکھوں مسلمانوں کے قلوب میں ہے۔ حکومت ایران کا خیال ہے کہ وہابیوں کی یہ کارروائیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح مظالم توڑتے رہیں گے۔ لہٰذا ہم ان کی حرکات ناشائستہ پر پرزور احتجاج کرتے ہیں۔ تاہم مسلمانان عالم کو مخاطب کر کے اخوت اسلامی کے نام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ وہابیوں کے مزید ظلم و ستم کو ہر ممکن طریقہ سے تجویز کریں بند کریں۔

عالمگیر موتمر اسلامی:۔ چوں کہ مآثر مقدسہ کا تمام مسلمانوں سے تعلق ہے۔ اور کوئی اسلامی فرقہ یہ حق نہیں رکھتا کہ ان کو محض اپنی ملوکیت تصور کرے۔ لہٰذا تمام مسلمان اقوام سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ ایک عالمگیر موتمر منعقد کریں۔ جو مآثر مقدسہ کے متعلق ضروری انتظامات سرانجام دے۔ یہ موتمر قوانین و ضوابط وضع کرے گی۔ تاکہ تمام مسلمان فرقے آزادانہ اپنے مقامات کی زیارت اور حج کر سکیں۔

الغرض ایرانی حکومت اعتماد رکھتی ہے۔ کہ تمام اسلامی اقوام اور حکومتیں اس تجویز پر کہ مذہبی اور قومی دلائل پر مبنی ہے اتفاق کریں گی۔ اور اس امر کی اجازت نہیں دیں گی کہ آئندہ ان کے مآثر مقدسہ اور مذہب کی مزید توہین اور ہتک ہو۔" (سیاست)

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء ص ۳]

ابن سعود کو آغا رضا شاہ پہلوی کی تنبیہ اگر تم اماکن مقدسہ کی حفاظت کی ضمانت نہ دو گے تو دیگر اسلامی سلطنتیں خود اس کا انتظام کریں گی۔

حکیم ابو یوسف اصفہانی نے حجاز مقدس سے واپس آمدہ حجاج کرام سے حالات حجاز معلوم کرکے الفقیہ کو لکھے۔ مزید حکیم صاحب نے الاہرام قاہر کے حوالہ سے والئ ایران کی ابن سعود کے خلاف احتجاجی کارروائی کا ذکر کیا۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"بمبئی ۱۴ جولائی حکیم ابو یوسف اصفہانی جو آنے والے حاجیوں سے ملے ہیں۔ حالات حجاز کے متعلق اطلاع دیتے ہیں۔ کہ بیت اللہ کا دروازہ تین روپے کے ٹکٹ پر کھلتا ہے۔ اس مقدس مقام کی کوئی تطہیر نہیں کی جاتی تھی۔ حکومت حجاز سخت خراب ہے۔ قاضی شہر ہی سب کچھ ہے۔ اور قبہ جات کی سخت بے حرمتی کی جاتی ہے۔

نیز حکیم موصوف الاہرام قاہرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ رضا شاہ پہلوی والی ایران نے ابن سعود کی ان ناپاک حرکات کے خلاف سخت صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور لکھتا ہے کہ جب تک ابن سعود حفاظت مقامات مقدسہ کا حتمی اور تسلی بخش ثبوت اور وعدہ نہ دے، ہم دیگر اسلامی سلطنتوں سے ان کی حفاظت کے متعلق صلاح اور مشورہ کریں گے۔"

[الفقیہ: ۲۸ / جولائی ۱۹۲۶ء ص ۳]

انہدام جنت البقیع پر حکومت ایران کا زبردست اعلان

جنت البقیع وغیرہ کی بے حرمتی اور مقامات مقدسہ کے انہدام کی جسارتِ بے جا کے خلاف رئیس الوزرا ایران کی طرف سے حسب ذیل اعلان کیا گیا۔ جس میں مسلمانان عالم سے ابن سعود کی ناپاک حرکات کے خلاف متفقہ طور پر محاذ آرائی کی استدعا کی گئی۔ یہ اعلان اولاً اخبار الجمیعہ میں ۲۳ / جولائی ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ اور اس کے بعد الفقیہ امرت سر نے شائع کیا۔ ملاحظہ ہو:

"تمام اہالی مملکت اور عام مسلمانوں کو معلوم ہو۔ کہ طائفہ وہابیہ کچھ مدت سے عالم دیانت اور عقائد فرقہ ہائے مسلمین پر جو دست درازیاں اور زیادتیاں کر رہا ہے۔ اور حرمین

شریفین میں جو تمام مسلمانوں کا قبلہ و مبدا اور تمام اہلِ ایمان کا مرکز اتحاد روحانی ہے، جن بے حرمتیوں کا ارتکاب کر رہا ہے، اس سے تمام مسلمان مضطرب اور رنجیدہ ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کی طرف سے بقیع میں بقاع متبرکہ بزرگانِ دین پر جو جسارت کی گئی ہے اور جس سے تمام اہلِ ایمان سوگوار ہو گئے ہیں۔ اس کا حال عام طور پر اہلِ مملکت کو معلوم ہے۔

دولت ایران نے اس طائفہ کے تجاوزات کی ابتدا ہی میں ان کارروائیوں کے خلاف سخت اعتراض کیا تھا۔ جو آداب و حیثیات دینی اور اصول تمدن کے مخالف ہیں۔ اس پر طائفہ مذکورہ کے سردار عبد العزیز ابن سعود نے وعدہ کیا کہ اب ہر گز اس قسم کے فجائع و تجاوزات کا اعادہ نہ کیا جائے گا۔ جن سے عقائد و شعائر ملی عالم اسلام کی صریح بے احترامی ہوتی ہے۔ مگر توقع کے بالکل خلاف اس کی طرف سے خود اپنے مواعید کے خلاف اس قسم کی حرکات کا ارتکاب کیا گیا۔ جن سے تمام مسلمانوں کے دل متاثر و متائم ہو گئے۔ اور اس کے باعث دولت ایران کو مجمع عمومی مجاز (موتمر اسلامی) کی شرکت سے انکار کرنا پڑا۔ جس کی ابن سعود نے دعوت دی تھی۔ اماکن مقدسہ کو کروڑہا مسلمان از روے عقیدہ و ایمان مہبط انوار رحمانی و منبع فیض آسمانی سمجھتے ہیں۔ اور ان کی تعظیم شعائر ملی اسلامی میں داخل ہے۔ پس علی الخصوص آج کل کہ احترام عقائد و آداب دیانت کا زمانہ ہے اور تمام ملل متمدنہ عالم کوشش کر رہی ہیں کہ ایک دوسرے کے معتقدات مذہبی کی تعظیم و تکریم کریں۔ اور تمام فرقوں کے شعائر دینی پر حملہ و دست درازی بند کر دیں۔ دولت ایران کے لیے خاموش بیٹھنا اور تحمل کرنا مشکل ہے۔ اور حقیقتاً یہ بردباری اور تحمل کا مقام بھی نہیں ہے۔ تمام زندہ قومیں حکما و اکابر اور ارباب شعر و صناعت کے آثار کا خواہ وہ دوسری قوموں ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں ،ہزار گونہ احترام کرتی ہیں۔ اور اس معاملہ میں ملیت و قومیت... کا لحاظ نہیں کرتیں۔ ایسی حالت میں ایک طائفہ کو اجازت نہیں دی جا سکتی، کہ محض اپنی تعلیمات اور اپنے اصول کے مطابق ایسے ائمہ ہدی و اولیاے خدا کے آثار کو محو کر دے جن کا احترام کروڑہا دلوں اور روحوں میں جاگزیں ہے۔ دولت ایران اس کارروائی کو دورِ توحش و جاہلیت کی تجدید کا ہم معنی سمجھتی ہے۔ اور اس حرکت قبیح پر سخت اعتراض کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی تمام مسلمانانِ

عالم سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ بمقتضاے وحدت عقیدہ بالاتفاق ایسے ممکن وسائل اختیار کریں ۔ جن سے اس قسم کی عملیات تجاوزانہ کا سدباب ہوسکے ۔ حرمین شریفین حقیقۃً تمام عالم اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کسی مسلمان قوم کو حق نہیں ہے کہ دوسری اسلامی اقوام سے قطع نظر کرکے ان مقامات مقدسہ کو کہ قبلہ جمیع مسلمانان ومرکز روحانیت اسلام ہیں، اپنے لیے مخصوص کرلے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہے تصرف کرے۔ اور اپنے مخصوص عقائد کو دوسروں پر جبراً مسلط کردے۔ لہٰذا تمام ملل اسلامیہ سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ کہ ایک اجتماع عام منعقد کرکے اس میں حرمین شریفین کے مقدرات کو حل کریں۔ اور اس قسم کا نظام وضع کریں، جس سے تمام مسلمان اپنے اپنے عقائد کے مطابق آزادی کے ساتھ اماکن مقدسہ مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے فیوض آسمانی وبرکات روحانی سے متمتع ہوسکیں ۔ اور یہ سرچشمہ فیض وسعادت الٰہی تمام طوائف مسلمانانِ عالم کو بغیر تبعیض واستثنا سیراب کرسکے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اسلامی قومیں اور سلطنتیں اس تقاضاے دینی وملی کو قبول کریں گی۔ اور اپنے مقدسات ملی وشعائر مذہبی پر اس سے زیادہ درازدستیوں کو برداشت نہ کریں گی۔ (حسن بن یوسف رئیس الوزراء)‘‘

[اخبار الفقیہ:۱۴،۷: اگست ۲۶ء ص۶]

انجمن رضویہ مرزاپور کا اجلاس

مرزاپور میں انجمن رضویہ کے زیر اہتمام یکم اگست ۱۹۲۶ء کو جناب محمد شفیع عرف منشی بدھولال صاحب وارثی نائب صدر انجمن کے مکان پر مولانا حشمت اللہ صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں حجاز مقدس پر نجدیوں کی دسیسہ کاریوں کے خلاف اظہار نفرت وملامت کیا گیا۔ اور اس کے خلاف چند اہم تجاویز پیش کی گئیں جو بالاتفاق منظور ہوئیں۔ ملاحظہ ہو:

’’انجمن رضویہ کا جلسہ بتاریخ یکم اگست ۲۶ بر مکان جناب محمد شفیع عرف منشی بدھو لال صاحب وارثی نائب صدر انجمن منعقد ہوا۔ مختلف اشخاص نے تقریریں کیں ۔ مظالم و

سفاکیاں جو نجدیوں نے مقامات متبر کہ میں کیں ان کا اظہار کیا گیا۔ حاضرین جلسہ زار زار رو رہے تھے۔ جوش سے بھرے تھے۔ ہر طرف سے نفرت و حقارت کا اظہار ہو رہا تھا۔

بالآخر جب لوگوں کی رقت کم ہوئی انجمن نے زیر صدارت مولانا مولوی محمد حشمت اللہ صاحب حسب ذیل تجاویز پیش کیں۔ اور باتفاق رائے پاس و منظور ہوئیں۔

(۱) انجمن رضویہ کا یہ جلسہ نجدیوں کے جو مظالم و سفاکیاں و حرکات ناشائستہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ظہور پزیر ہوئے ہیں اور مقابر و مساجد و مقامات متبر کہ کی اہانت ہوئی ہے ان پر اظہار نفرت کرتا ہے۔

(۲) یہ انجمن رضویہ کا جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے بحیثیت رعایا مطالبہ کرتا ہے کہ نجدیوں کو ان حرکات مذمومہ سے جس کی وجہ سے مسلمانان ہند کو تکلیف روحانی پہنچی ہے تنبیہ کرے۔ اور مقامات مقدسہ کو یا تو نجدیوں کے صرفہ سے بنوائے۔ ورنہ تمام مسلمانان عالم کے صرفہ سے باہتمام تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ درست کرادے۔

(۳) یہ انجمن تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ کی تہ دل سے شکر گزار ہے کہ ان کا خیال اماکن مقدسہ کے مقامات منہدمہ کے درست کرانے کی طرف ہے۔

(۴) یہ انجمن دیگر انجمنوں سے متمنی ہے کہ نجدیوں کے مظالم روکنے مقامات مقدسہ کے بچانے میں جس قسم کی کوشش سے کام نکل سکے وہ کوشش کریں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کرتے رہیں کہ نجدیوں کو حرکات ناشائستہ سے باز رکھے۔

(۵) یہ انجمن رضویہ اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ جو موتمر اس وقت نجدیوں کے یہاں کام میں شریک ہیں ان میں کے اصلی نمائندے مسلمانان ہند کی طرف سے نہیں ہیں۔

(۶) یہ انجمن رضویہ دیگر انجمن احناف سے خواہشمند ہے کہ ہندوستان میں ایک موتمر اسلامی قائم کرے تاکہ ان کی رائے و مطالبہ کی وقعت ہو۔

(۷) یہ انجمن رضویہ علماء احناف عموماً اور استاد الاستاد مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی و مولانا مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے مقامات خاص کر مرزا پور کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا کریں۔ تاکہ

حنفیوں کو تقویت اور مخالفوں کو دہشت پیدا ہو۔

(ماسٹر محمد شفیع عرف منے لال وارثی نائب صدر)[اخبارالفقیہ:۲۸/اگست۲۶ءص۴]

جنت البقیع کی ویرانی اور حنفی سادات پشاور کا احتجاج

نجدیوں کی حرکات شنیعہ خاص کرانہدام جنت البقیع اور دیگر مزاراتِ مقدسہ پر نجدی دست درازی کے خلاف پشاور کی جامع مسجد گنج علی خان میں انجمن سادات کے زیراہتمام مولاناسید حبیب شاہ صاحب خطیب مسجد جہانگیرپورہ وصدرانجمن سادات کی صدارت میں ایک اجلاس بتاریخ ۵ محرم الحرام ۱۹۴۵ھ بروزجمعہ بعد نماز عصر منعقد ہوا۔ اجلاس میں حالات حجاز سے متعلق بیانات ہوئے اور نجدی بربریت کے خلاف چند اہم تجاویز پاس ہوئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

"آج مورخہ ۵ محرم الحرام ۴۵ھ بروزجمعہ ۶ بجے بعد از نماز عصر جامع مسجد گنج علی خان میں جلسہ سادات زیر صدارت جناب مولاناسید حبیب شاہ صاحب خطیب مسجد جہانگیر پورہ وصدر انجمن سادات منعقد ہوا۔ سب سے پہلے جناب صدر صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا افتتاح فرمایااورایک پر معنی دردانگیز تقریر کی لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ دہاڑیں مارمار کررورہے تھے۔ بعد ازاں ایک یتیم سیدزادے نے ایک نظم مناسب حال کے پردردلہجہ میں سنائی۔ اس کے بعد جناب حاجی سید مہربادشاہ صاحب ناظم انجمن سادات نے ایک مرقع حالات جنت البقیع ونواح مدینہ منورہ کالوگوں کے آگے ایسا کھینچاکہ گویاان کی آنکھوں کے سامنے تمام نقشہ کھنچ گیا۔ اور پھر اپنی تقریر سے ایسے انداز سے ثابت کردیاکہ ایسے ناشائستہ افعال جوکہ نجدیوں سے عمداسرزدہوتے ہیں کہ وحشی سے وحشی قوم سے بھی سرزدنہیں ہوسکتے۔ بعدازاں آقاسید حسین بادشاہ صاحب نائب ناظم انجمن سادات نے ایک پراثر تقریر میں بحوالہ حدیث شریف جنت البقیع کی شرافت کوثابت کرکے بتایاکہ انہدام روضہ اطہرجناب جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراوجناب حضرت امیر حمزہ واصحاب ودیگر مزارات اکابرین صلوۃ اللہ علیہم اجمعین جوازدست وہابیان نجدوقوع پذیر ہوا ہے، وہ ان کے اس تعصب کا اظہار ہے جوعام طور پر اصولاًوہابی مذہب اکابران دین

کے بعد از مرگ کی نسبت رکھتے ہیں۔اور تواریخ سے ثابت کیا کہ جس فرعون مزاج نے مہدی سوڈان کی قبر اوراس کی لاش کی بے حرمتی کی غرق ہوا۔اور جس شہنشاہیت نے امام شاہ علی موسیٰ رضاعلیہ السلام کے روضہ مبارک پر گولے چلائے وہ گولیوں سے فنا ہوئے۔ لہٰذا نجدیوں کو بھی منتقم حقیقی کی ضرب کا (جس کی آواز نہیں ہے) انتظار کرنا چاہیے۔

بعد ازاں ریزولیوشن پیش کیے گئے جو کہ متفقہ طور پر پاس ہوئے۔وھوھٰذا۔

(۱) انجمن سادات پشاوراس قیامت خیز کام پر جو نجدیوں نے قصداجنت البقیع اور حضرت حمزہ کے ایسے مقدس مقابر کوبرباد کرکے زمین کے برابر کردیا،جس سے عموما مسلمانوں کے دلوں کو اور خصوصا سادات کے دل محزون کو پارہ پارہ کردیا۔اپنی انتہائی رنج وغصہ کا اظہار کرتی ہے۔اورایسی شرمناک طریقہ سے دکھ پہنچانے والی ظالم قوم کے ان وحشیانہ حرکات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

(۲) انجمن سادات کا یہ جلسہ اپنی رائے اور مقاصد کوزور کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ سادات کوکسی صورت میں بھی ابن سعود یاکسی ایسے شخص پر جس سے ایسے افعال سرزد ہونے کا احتمال ہو کوئی اعتماد نہیں ہوسکتا۔اوروہ کسی حالت میں بھی ان میں سے کسی کی حکومت یااقتدارارض مقدس حجاز پر گوارانہیں کرسکتی۔

(۳) انجمن سادات یہ قرار دیتی ہے کہ مفصلہ بالا تجاویز کی نقل حضور بادشاہ افغانستان کی خدمت میں ارسال کی جائے۔ تاکہ مناسب تدابیر جلد عمل میں لائیں۔کیوں کہ مسلمانان ہندوستان وخصوصاًسادات پشاوران کی فوری انسداد کا سخت انتظار کررہی ہے۔

نوٹ: اختتام جلسہ پر تمام حاضرین نے کھڑے ہوکر باآواز بلند دعا کی اے خالق دوجہاں تو تمامی اسلامی سلطنتوں کو کفارک ہاتھ سے نجات دے اور خصوصا مقدس ارض حجاز کو نجدی وحشی ظالم قوم سے پاک کراوراپنے نیک بندے کا اس پر تسلط کر۔ آمین ثم آمین۔

بعد ازاں ایک شخص مسمی محمد عبدالحکیم سب اوو...نے ریزولیوشن نمبر ۴ کی بنا پر اپنے آپ کو والنٹیر پیش کیا کہ بغیر کسی تنخواہ کے وہ خدمت کرے گا۔فقط حاجی سید میر بادشاہ ناظم انجمن سادات پشاور۔" [**اخبارالفقیہ:۲۸؍اگست ۲۶ء ص۷**]

شملہ میں اجلاس

طائف میں کتنے ہندی مسلمان قتل ہوئے ان کے متعلق کیا کارروائی ہو گی؟

طائف میں نجدیوں کی ریشہ دوانیوں اور انسانی قتل و غارت گری سے متعلق شملہ میں مجلس آئین ساز کا ایک اجلاس ۲۴/ اگست ۱۹۲۶ء کو ہوا۔ جس کی روداد حسب ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو:

"شملہ ۲۴/ اگست آج پھر مجلس آئین ساز کا جلسہ ہوا۔ حاضری بہت کم تھی مسٹر مشیر حسین قدوائی کے ایک سوال کے جواب میں گورنمنٹ نے بتایا کہ طائف میں جب نجدیوں نے قتل عام کیا تو ہندوستانی انگریزی رعایا کے ۱۵ افراد شہید ہوئے۔ ان میں سے دو ایسے تھے جو حجاز کو ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ حکومت حجاز نے حال ہی میں ایک کمیٹی بنائی ہے کہ وہ طائف کے مقتولین اور ان کے نقصانات کا اندازہ وغیرہ لگائے۔ ہندیوں کا جس نقصان کا پتہ چل سکتا ہے وہ اس مجلس میں پیش کیا جائے گا۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اگست ۲۶ء ص ۱۰]

لکھنؤ سے جنت البقیع کی بربادی پر یوم غم کا اعلان

حجاز مقدس کے مقابر و مآثر مقدسہ کی بے حرمتی اور ان کے انہدام کی ناپاک جسارت کے خلاف لکھنؤ سے یوم غم منانے کا ایک عمومی اعلان کیا گیا۔ خاص طور پر ۸/ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ کو یوم غم مقرر کیا گیا۔ کیوں کہ اجتماعی طور پر مزارات و مساجد وغیرہ کے انہدام کی ناپاک حرکت ۸/ شوال کو کی گئی تھی۔ یہ اعلان علمائے لکھنؤ کے علاوہ علمائے عراق، علمائے بغداد، علمائے کربلائے معلی اور علمائے ہند کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"۸/ شوال اسلام کی تاریخ میں ایسا ہولناک اور قیامت خیز دن تھا کہ امتدادِ زمانہ اور مرورِ دہر میں پیدا ہونے والے ناسور کو خشک نہ ہونے دے گا۔ اسی سیاہ اور بد نصیب دن میں خاندانِ رسالت کے محترم افراد صحابہ کرام اور ائمہ امت کی آخری آرام گاہیں اور ان کے باعظمت مزارات، قبب و مآثر انور، نجدی بہائم کے ہاتھوں برباد، مسمار اور پامال کیے گئے

اور اسی دن ہم مزارِ سرکار رسالت کے بعد مدینہ منورہ کے مقدس ترین منبع فیوض و برکات سے محروم ہوگئے۔ زخمہاے دل کو تازہ رکھنے، اپنے جذباتِ عقیدت کے ظاہر کرنے اور ان اسلام سوز بربادیوں پر دلی نفرت و غصہ ظاہر کرنے کے لیے حضرات علماے عراق و کربلاے معلی و بغداد شریف اور علماے ہند نے طے کیا ہے، کہ اسی شوال کو سچے غلامانِ رسول، فدایانِ اہلِ بیت اور مخلص مسلمانانِ ہند دعا و استغفار اور اظہارِ غم میں صرف کریں۔ اور اسی دن عراق، ایران اور عتبات حالیات میں بھی عام یومِ غم منایا جائے گا۔ اس لیے غیور و حق پرست مسلمانانِ ہند سے درخواست ہے کہ اس حادثہ فاجعہ اور مہلکہ کبری پر اپنے برادرانِ اسلام کی ہمنوائی کرتے ہوئے اس اسلامی مظاہرہ میں پورے جوش اور اخلاص سے شرکت فرمائیں۔ اور ایک عام جلسہ میں اپنا دلی اضطراب و غصہ ظاہر کریں۔ اور اسی شوال سے ہفتہ جنت البقیع شروع کیا جائے اور اس عرصہ میں مسلسل دعا و استغفار اور اظہارِ نفرت و غم کی مناسب صورتیں عمل میں لاتے ہیں۔ اور ایک پبلک جلسہ کرکے اس کی کارروائی سے اسلامی اخبارات کو مطلع کریں۔ اس غرض سے آج آپ کی حمیتِ دینی اور محبتِ اسلامی کا امتحان ہے، اٹھیے دارِ رحمت کو کھٹ کھٹا کر اپنے اسلام کا ثبوت دیجیے۔ ہم کو پرجوش و باحمیت مسلمانانِ ہند سے توقع ہے کہ اس اہم اسلامی مظاہرہ میں بکثرت شرکت فرما کر اپنے دردِ دینی و جوشِ اسلامی کا شاندار ثبوت دیں گے اور دنیا پر ظاہر کر دیں گے کہ وہ ان اسلام سوز حرکات اور ان کے بانیوں سے قطعا بیزار ہیں۔

داعی الی الخیر

حضرت مولانا فقیر قطب الدین محمد عبد الوالی (فرنگی محل)، شمس العلما مولانا نجم الحسن (مجتہد) شمس العلما مولانا ناصر حسین مجتہد، مولانا محمد سلامت اللہ فرنگی محلی، شمس العلما مولانا سبط حسن، مولانا محمد عنایت اللہ فرنگی محلی، آنریبل سر مہاراجہ محمد علی محمد والی محمود آباد، آنریبل راجہ نواب علی خان تعلقدار، شیخ مشیر حسن قدوائی بیرسٹر و تعلقہ دار، مولانا حسرت موہانی، مولوی محمد نسیم ایڈوکیٹ، مولوی سید ظہور احمد وکیل، مولانا الطاف الرحمن رئیس، نواب مولوی مہدی حسن رضوی خان بہادر، محبوب حسین خان رئیس فیض آباد، مولانا شہید انصاری

ایڈیٹر خادم الحرمین، مرزا عابد حسین سیکرٹری شیعہ کانفرنس، روف احمد وکیل، حبیب احمد پرائیویٹ سیکرٹری راجہ صاحب نان پارہ، سید علی ظہیر بیرسٹر، سید سلطان بہادر رئیس، ممتاز حسین ایڈیٹر اودھ پنچ، حکیم سید علی آشفتہ، سید خلیل احمد سیکرٹری ایک آنہ فنڈ، حکیم عماد الدین انصاری، سید جالب دہلوی ایڈیٹر سوم، سید غلام حسین وکیل، شیخ احسان الرحمن بیرسٹر سیکرٹری پراونشیل مسلم لیگ۔

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ اپریل ۱۹۲۷ء ص ۱۲]

(باب ۱۳)

نجدی حکومت سے کیے گئے سوالات ومطالبات

حکومت نجد سے سوالات

مفتی عمر نعیمی نے نجدی حکوت سے چند سوالات کیے لیکن ان سوالات کے جوابات دیناضروری نہیں سمجھا گیا۔ ملاحظہ کریں:

''مسطورہ ذیل سوالات کے جوابات حکومت نجد سے مطلوب ہیں اور جب تک ان سوالات کے صاف قابل اطمینان جوابات نہ ملیں گے اس قوت تک کوئی پروپیگنڈہ کامیاب نہ ہوسکے گا۔ وہ سوالات یہ ہیں۔

(ا، الف) کیا حکومت نجد کا خیال ہے کہ مکہ مکرمہ کی حاضری اور حج کی ادا کا حق سوائے نجدیوں کے کسی کو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا صاف اعلان کر دیا جائے تاکہ غیر وہابی مسلمان نجدی کے زمانہ میں حاضری کا قصد نہ کریں۔ اور اس بات کا انتظار کریں کہ جب خداوند عالم حرمین طیبین کو آزاد فرمائے اس وقت وہ بہرہ اندوز سعادت ہوں۔

(۲، ب) اگر نجدی حکومت تمام مسلمانوں کا حج وزیارت کے لیے حرمین طیبین میں حاضر ہونا گوارہ کر سکتی ہے۔ تو اس نے حرمین محترمین میں ان کی نماز باجماعت کا کیا انتظام ہے؟ وہابیوں کے سوا تمام دنیا کے مسلمان نجدی عقیدے کے امام کی اقتدا جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ خطرہ ان کے پیش نظر رہتا ہے کہ نجدی کے عہد میں حج کے ادا کے لیے بہت سے فرائض میں خلل واقع ہوتا ہے۔ کیا نجدی حکومت گوارا کرے گی کہ عالم اسلام کی نمازوں کا لحاظ کر کے سابق اماموں کو بحال کرے۔ اور اگر نجدی ان کی اقتدا جائز نہ سمجھتے ہوں تو کسی دوسرے وقت میں وہ اپنی نماز اپنے امام کے ساتھ پڑھیں اور مسلمانوں کو نجدیوں کی اقتدا پر مجبور نہ کریں۔

(۲) حکومت نجد کو بتانا چاہیے کہ مسلمانوں کے جو بزرگ حج وزیارت کے لیے حاضر ہوئے ان کے ساتھ نجدی امام کی اقتدا نہ کرنے اور اپنی علاحدہ جماعت کرنے پر نجدی حکام نے کیا برتاؤ کیا۔ قبلہ عالم شیخ المشائخ حضرت مولانا مولوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتھم جو ہندوستان کے ایک مشہور عالم بزرگ ہیں۔ اور جن کے

حلقہ ارادت وعقیدت میں لاکھوں مسلمان داخل ہیں۔ اور جن کی تحریک وشوق معیت سے آج کل ہندوستان کے کثیر مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ حاکم مدینہ نے سال گزشتہ اوراس سال کیا سلوک کیا۔ کیا نجدی حکومت اس سے باخبر ہے؟ اگر ہے تو اس نے حاکم مدینہ سے کوئی باز پرس کی؟

(۳) آستان اقدس پر حاضر ہونے والے کو دست بستہ سلام عرض کرنے کے متعلق نجدی حکومت کا کیا طرز عمل ہے۔ کیا وہ تمام دنیاے اسلام کو اس سرزمین طاہر میں نجدی عقیدے کی پابندی کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا کیا حق ہے۔

(۴) شریف حسین کے زمانہ میں حجاج پر کیا ٹیکس تھے اور اب کیا ہیں اس کا فرق بتایا جائے۔

(۵) صدہا سال سے حج وزیارت کے متعلق جو آزادی رہی ہے اور امامت جو طبقے مسلمانوں کے کرتے رہے ہیں ان سب کے خلاف نئی پابندیاں کس طرح عالم اسلام اختیار کر سکتا ہے۔

[السوادالاعظم مرادآباد، محرم الحرام، ۱۳۵۲ھ ص ۱۱، ۱۲]

چند اور سوالات

مفتی عمر نعیمی نجدی حکومت سے چند اور سوالات کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اس لیے ضروری ہے کہ حکومت نجد سے سوالات ذیل کے جوابات حاصل کیے جائیں ۔ اور ہندوستان میں جو نجدی کے خیر خواہ اور حامی ہیں وہ ان سوالات کے جوابات حکومت نجد سے حاصل کر کے شائع کرادیں۔

حکومت نجد سے سوالات

(۱) کیا حکومت نجد حرمین طیبین میں حج وزیارت کے لیے آزادی کے ساتھ حاضر ہونا اور اپنی عقیدتوں اور مذہبی اعتقادوں کے ساتھ مناسک ادا کرنا اور آداب زیارت بجالانا تمام اسلامی دینا کے لیے روا رکھتی ہے؟ اور اہل اسلام کے ہر فرد کو اس کا مستحق سمجھتی ہے۔ یا حج وزیارت کا استحقاق صرف نجدی عقیدے والوں کے ساتھ خاص جانتی ہے؟

(۲) بیت اللہ الحرام اور مسجد نبوی سے وہ امام کیوں ہٹائے گئے جن کی اقتدا میں تمام عالم کے مسلمان بے تردد نماز پڑھتے تھے؟ اور کیا نجدی عقیدے کے اماموں کا قائم کرنا جن کی اقتدا مسلمانان عالم جائز نہیں جانتے تمام مسلمانوں کا اتلاف حق نہیں ہے؟

(۳) کیا حکومت نجد سابق اماموں کو بحال کرنا گوارا کرے گی تاکہ سرزمین مقدسہ کے حاضری دینے والوں کو جماعت سے محروم رہنے یا بمجبوری نجدی عقیدے کے امام کی اقتدا میں نماز ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر نجدی غیر نجدیوں کی اقتدا گوارا نہ کریں تو وہ اپنے لیے خاص جماعت علاحدہ کر لیا کریں۔

(۴) کعبہ مقدسہ اور مسجد نبوی میں اگر مسلمانان عالم نجدی کی اقتدا نہ کریں اور اپنی علاحدہ جماعتیں قائم کریں تو کیا حکومت نجد اس میں مانع ہو گی؟ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو خاص اپنے عقیدے کے امام کی اقتدا پر مجبور کرے گی۔؟

(۵) حکومت نجد بتائے کہ مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں کسی ہندی شیخ سے علاحدہ جماعت کرنے پر حکومت کی طرف سے کبھی کوئی باز پرس کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہوا تو کیوں؟ اور کیا یہ ہندوستانیوں کی اہانت اور ان پر بیجا پابندی اور بجبر اپنے مذہب کے مطابق عمل پر مجبور کرنا نہیں ہے۔؟

(۶) کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ طاہرہ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو ان کی عقیدت کے موافق آداب بجالانے میں انہیں آزاد کیا جاتا ہے یا حکومت انہیں اپنے مذہب کی پابندیاں اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو کیسے کہا جائے کہ حرمین کا راستہ ہر مسلمان کے لیے آزادی سے کھلا ہوا ہے۔

(۷) دوسرے مشاہد و زیارات پر بالعموم حاضری دینے اور زیارت کرنے کی عام اجازت ہے یا حکومت کی طرف سے اس میں کچھ دشواریاں پیدا کی جاتی اور رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔؟

(۸) شریف حسین کے زمانے میں حکومت کی طرف سے حجاج پر کیا ٹیکس تھے؟ اور اونٹ وغیرہ سواری والوں سے حکومت کیا لیتی تھی اور اب کیا دستور ہے؟

(۹) کیا شریف کے زمانے میں جس قدر ٹیکس باشندگان حجاز اور زائرین سے لیے جاتے

تھے وہ سب بحالہ باقی ہیں یا کچھ ٹیکس کم کیے گئے ہیں یا کوئی اضافہ ہوا اور ٹیکسوں کی شرح میں کیا فرق ہوا؟

(۱۰) اہل حجاز کی معاشی پریشانیوں کے لیے حکومت نجد نے کیا انتظام کیا اور اس وقت اہل حجاز کے عام وسائل معاش کیا ہیں؟

(۱۱) حکومت کی ملازمتوں میں حجازی لوگوں کو کس نسبت سے جگہ دی گئی ہیں اور حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر کتنے حجازی ممتاز ہیں؟

(۱۲) معلمین ومطوفین وموذنین سابق حال پر ہیں یا اس کام میں نجدی بھی داخل کیے گئے ہیں اگر کیے گئے ہیں تو ہیں کتنے؟

(۱۳) تجارتوں اور کرایہ کے مکانوں پر ٹیکسوں کی کیا تفصیل ہے؟

(۱۴) حجازی غربا کی امداد کے لیے اگر ان کو مسلمان کچھ دیں تو حکومت اس میں کچھ دخل تو نہیں دیتی اور وہ کل رقم انہیں اپنے اوپر خرچ کرنے میں آزاد رکھتی ہے؟

ان امور کے جواب حکومت کی طرف سے ملنے ضروری ہیں اس کے بعد یہ بھی قابل توجہ ہے کہ مسلمانان ہند نے دنیا بھر کے مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کی ہے اور کبھی ہندوستان نے کسی ملک کے مسلمانوں کی تکلیف پر صبر نہیں کیا۔ بڑی بڑی امدادیں پہنچائیں لیکن کیا حجاز مقدس کے رہنے والے مسلمانوں کی اعانت کے بالکل مستحق نہیں ہیں؟ کہ آج تک ان کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ کوئی آواز نہیں اٹھائی گئی۔ وہ بھوکے مرتے ہیں اور ہماری خواب راحت میں فرق نہ آئے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ہم اتنے ہیں کہ اگر اپنے اپنے دستر خوانوں سے ایک ایک لقمہ دیں تو ان کو شکم سیر کر سکتے ہیں۔ کیوں نہیں امداد حجاز کے لیے کوئی انجمن قائم کی جاتی کیوں ان کے مصائب سے بے پروائی برتی جاتی ہے ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنی آہ وبکا کی آواز ہندوستان پہنچا سکیں۔ اور اپنے اندوہ مصیبت کا افسانہ سنا سکیں۔ مگر حاجی گئے ہیں انہوں نے اپنی آنکھوں سے اہل حجاز کے مصائب دیکھے ہیں جو حالات ان سے سننے میں آئے ہیں وہ نہایت رنجیدہ اور صدمہ پیدا کرنے والے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اکابر اہل اسلام جلد تر اہل حجاز

کی اعانت اور ان کی رفع مصیبت کے لیے امدادی فنڈ کھولیں۔ اور ان کی جانوں کو فاقہ کا شکار ہونے سے بچائیں۔ اور سوالات مذکورہ حکومت نجد کے پاس بھیج دیے جائیں۔ اور جو صاحب اس حکومت کے ساتھ رسم وراہ رکھتے ہیں وہ اس سے ان کے جواب حاصل کریں تاکہ مسلمانوں کو حجازیوں کی پوری کیفیت اور حکومت کے طرز عمل کا علم ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوسکے کہ ہم اگر اہل حجاز کی کچھ اعانت کرنا چاہیں تو حکومت کی طرف سے اس میں کوئی رکاوٹ تو نہ ڈالی جاے گی۔ (از مدیر)

[السواد الاعظم مرادآباد، رجب المرجب ۱۳۵۳ھ ص ۱۰، ۱۱، ۱۲]

(باب ۱۴)

تحریک التوائے حج

ابن سعود اور نجدیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم انسانی، قتل وغارت گری اور حجاز مقدس کے تقدس کو پامال کرنے کی ناپاک حرکات حد سے تجاوز کر چکی تھیں۔ پوری دنیا میں ایک اضطرابی کیفیت پائی جارہی تھی۔ عالم اسلام بہت ہی بے چین و مضطرب تھا۔ جلسوں اور جلوس کے ذریعہ احتجاج جاری تھا۔ مساجد کے ائمہ، مدارس کے مدرسین، دارالافتاؤں کے مفتیان کرام، خانقاہوں کے مشائخ اور تمام مسلمان مرد وعورت اہل حجاز پر ہو رہے مظالم، حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ کے تقدس کی پامالی، اور حجاز مقدس میں نجدی مذہبی مداخلت کے سبب رنج والم سے دوچار تھے۔ کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آرہی تھی، کہ اسی بیچ علمائے کرام، مفتیان عظام، اور دانشوران قوم نے التوائے حج کی تحریک کے ذریعہ مہم سر کرنے کی کوشش کی۔

پوری دنیا خاص کر ہندوستان سے بڑے پیمانے پر التوائے حج کی تحریک شروع کی گئی۔ عوامی سطح پر جلسوں وغیرہ سے لوگوں کو حج ملتوی کرنے کے لیے کہا گیا۔ کیوں کہ التوائے حج سے سعودی حکومت کا کمزور ہونا لازمی تھا۔ اس سلسلے میں نجدی ہواخواہوں نے بڑا شور وغوغا کیا۔ اور اس تحریک کو خلاف شرع قرار دیا، تو علمائے کرام نے التوائے حج کی تاریخ اور اس کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے ان کو دندان شکن جوابات دئے۔ ہم یہاں ہندوستانی اخبارات ورسائل سے التوائے حج سے متعلق سیاسی، مذہبی اور شرعی خبریں اور اس کے مثبت ومنفی، پہلوئوں پر ہونے والی تفصیلی بحث ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حج کی فرضیت اور التوائے حج کی تفصیل تاریخی اعتبار سے

حج ایک مہتم بالشان عبادت ہے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر شریعت کی رو سے زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔ حج کب فرض ہوا اس تعلق سے علما مختلف ہیں۔ بعض سن ۵ ہجری بعض ۶ ہجری اور بعض ۹/ہجری بتاتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں سن ۶ ہجری کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں، سن ۵ ہجری اور ۶ ہجری کو بمقابلہ ۹ ہجری کے ارجح قرار دیا ہے۔ البتہ صدرالافاضل نے خزائن

العرفان اور صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں سن نو ہجری کو راجح قول بتایا ہے۔

اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۱۰ ہجری میں حج ادا فرمایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حج کی فرضیت سن ۵ ہجری مانیں تو ۵ سال اور ۶ ہجری ماننے کی بنیاد پر ۴ سال اور ۹ ہجری تسلیم کرنے پر ایک سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو ملتوی کیوں رکھا؟ تو اس کے علما نے کئی جواب دئے ہیں جن میں ایک جواب، لخوف المشرکین علی اهل المدينة وعلى نفسه، یعنی اہل مدینہ اور اپنی جان پر مشرکوں کی طرف سے خطرہ کا اندیشہ ہونا ہے۔ جیسا کہ در مختار اور شرح کنز الدقائق میں ہے۔

۳۲۲ھ سے ۳۲۷ھ تک قرامطہ کے فتنہ وفساد کے سبب علمائے بغداد نے التوائے حج کا حکم دیا تھا۔ تاریخ الخلفا، بنایہ شرح ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرھا کتب میں تفصیل موجود ہے۔ امام ابو القاسم صفار نے قرامطہ کے ظہور کے زمانہ میں یہاں تک فرمادیا کہ میرے نزدیک بیس سال سے حج فرض ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی کتاب "تنویرالحجه لمن یجوز التواء الحجة" میں بہت سے حوالے اس تعلق سے بیان فرمائے ہیں تفصیل وہیں سے جانیے۔

۱۲۱۹ھ میں جب حجاز مقدس پر وہابیوں کا تسلط ہوا اور وہابیوں نے لوگوں کے جان ومال بلکہ ایمان پر شب خون مارنے کی کوشش کی تو مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، اور دیگر ممالک کے مسلمانوں نے حج کو ملتوی کیا۔ جس کی تفصیل مکہ معظمہ کے مفتی شیخ سید احمد زینی دحلان، کی کتاب تاریخ خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام، میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور پھر جب انیس سو چوبیس میں حجاز مقدس پر نجدی تسلط ہوا اور نجدیوں سعودیوں نے اہل حجاز و حجاج کرام پر مظالم ڈھائے تو علمائے اہل سنت خاص کر اور عموماً مسلمانان عالم اسلام کی طرف سے التوائے حج کی تحریک چلائی گئی۔ اخبار الفقیہ میں ہمدم اخبار کے حوالے سے ایک مضمون نقل کیا گیا جس میں التوائے حج کی تحریک کو ناجائز اور نئی بتانے والوں کو جواب دیتے ہوئے سن ۵/ ہجری سے ۱۳۴۵ء تک ہونے والے التوائے حج کی تاریخی

تفصیل کچھ اس طرح درج ہے۔ ملاحظہ ہو:

التوائے حج کی پہلی مثال

"کہا یہ جاتا ہے کہ صدر اسلام سے اس وقت تک کسی سال حج کا التوا نہیں ہوا ہے اور ایسی نظیر موجود نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ خیال مذہب و تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب ہم تاریخی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بانی شریعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں اس کی نظیر موجود ہے۔ اور التوائے حج کی مثال نظر آئی ہے۔ غور سے سنو! آیات وجوب حج ۵ھ یا ۶ھ میں اُتری ہے۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج نہیں کیا۔

۶ھ میں حج کو ملتوی کیا۔ ۷ھ کو عمرہ کی بجاآوری کے لیے تشریف لے گئے، مگر حج پھر بھی نہیں ادا فرمایا۔ فتح مکہ معظمہ ۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور بنابر قول علامہ نیشاپوری حضرت ابوبکر امیر الحجاج.... رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے التوائے حج کیوں کیا؟

اس کی وجہ علامہ عینی شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ:

"لخوف المشرکین علی اهل المدینة وعلی نفسه۔ یہ حج التوا اس لیے تھا کہ مشرکین سے اپنی جان پر یا اہل مدینہ پر خطرہ تھا۔ (۷/۳۳)

معلوم ہوا کہ صرف اندیشہ خوف ضرر کی وجہ سے جب تک مکہ معظمہ پر کفار کا تسلط رہا اس وقت تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ملتوی رکھا۔ یہی صورت بعینہٖ حالت موجودہ میں ہے کہ نجدیوں کے تسلط سے حجاج کے جان و مال کا خطرہ ہے۔ لہٰذا جب تک مکہ معظمہ پر ان افراد کا قبضہ ہے حج کو ملتوی کرنا چاہیے۔ یہ اتباع رسول ہے۔ اور یقیناً اس کے تسلیم کرنے میں غلامان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عذر نہ ہونا چاہیے۔

التوائے حج کی دوسری مثال

راضی باللہ ابو العباس محمد بن مقتدر عباسی کا زمانہ ہے۔ قرامطہ نے خروج کیا۔ اور تمام بلاد میں فتنہ و فساد برپا کیا، تو اس زمانہ میں اہل بغداد نے حج کرنا ملتوی کر دیا۔ علما نے فتویٰ دیا

کہ حج نہ کیا جائے۔ چنانچہ ۳۲۲ھ سے ۳۲۷ھ تک یعنی پانچ سال برابر حج ملتوی رہا۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی (۴۰۴)

فقیہ مستند ومسلم الثبوت عالم ابو بکر اسکانی نے صاف صاف حکم دیا تھا۔ لا اقول الحج فریضۃ فی زماننا، حج ہمارے زمانے میں فرض نہیں ہے۔ یہ ۳۲۲ھ کا واقعہ ہے۔ (عینی شرح کنز ص ۲۲۸)

سقوط حج کی تیسری نظیر

فقیہ علائیہ ابو بکر راضی نے فتوی دیا کہ: ان الحج سقط عن اهل بغداد،
حج اہل بغداد سے ساقط ہو گیا (عینی ۲۲۸)

سقوط حج کا چوتھا نمونہ

زمانہ خروج قرامطہ میں ابو القاسم صفار کا قول تھا کہ: لا اری الحج فرضا هذا عشرین سنة، میری رائے میں حج بیس برس سے فرض نہیں ہے۔ (فتاوی قاضی خاں، ص ۱۳۲)

التوائے حج کی پانچویں مثال

علامہ سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ اپنی تاریخ ''خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام'' میں ۱۲۱۹ھ کے فتنہ نجدیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولم يحج فی هذا العام احد من اهل مكة وجدة والمدينة ومصر والشام وجميع البلاد وغير ما كان منهم الشامی والبصری بسبب هذا البشر۔

وہابیوں کے تسلط کی وجہ سے اس سال کسی شخص نے مکہ اور جدہ اور مدینہ اور مصر و شام وتمام بلاد سے حج نہیں کیا۔ سوائے معدودے چند اہل شام وبصری کے جو وہابیوں کے ساتھ تھے۔ یہ آغاز فتنہ نجد کا تذکرہ ہے۔ اور اس میں عمل درآمد اہل اسلام ہے۔ پھر اس وقت بھی اس فتنہ منحوسہ کے سبب سے اس طرز عمل کو اختیار کیا جائے تو کیا محل اعتراض ہے۔ کیا ان تمام نظائر کے باوجود بھی یہ کہنا درست ہے؟ کہ التوائے حج نئی چیز ہے۔ اور اس کی نظیر صدر اسلام سے اس وقت تک نظر سے نہیں گزری ہے۔ سب سے بڑا جو دھوکا دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے

کہ حج کی فرضیت واہمیت کی احادیث اخبار کو پیش کر کے قوم کو مرعوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ نہ کوئی شخص اس وقت حج کے فریضہ اسلام ہونے سے منکر ہے نہ اس کو واجبات سے خارج کرتا ہے۔ اس کے باوجود اجتماع شرائط ترک کرنے والے کے قابل سزا ہونے میں شبہ ہے۔ مگر بحث اس میں ہے کہ حج کی تکلیف کچھ شرائط کے بعد ہے۔ اور اس وقت حج کے شرائط جو کتاب وسنت واقوال سلف صالح سے ثابت ہو چکے ہیں مجتمع نہیں ہیں۔"

[الفقیہ:۲۸؍دسمبر۱۹۲۶ء ص۲]

تحریک کے دوران حج کی مضرت

نیز اسی مضمون میں التوائے حج کے دوران ہونے والی مضرتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

"جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ اس وقت شرائط حج ہی مفقود ہیں۔ اور حجاز پر ایسی جماعت کا تسلط ہے جس کی نظر میں مسلمانوں کے جان ومال کی کوئی وقعت نہیں۔ تو مسلمانوں کا حج کے لیے جانا ان لوگوں کا ذکر نہیں جو ابن سعود کے اوپر حق حمایت رکھتے ہیں۔ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، کی مخالفت اور خود باعث ہلاکت نفس ہونا ہے، جو شرعاً قابل استحسان نہیں۔

دوسری مضرت

حج کی تکلیف بسبب عدم شرائط متعلق نہیں۔ اس کے بعد بھی حج کرنا درصورتیکہ اس کے باعث سے نجدیوں کے خلاف شرع اعمال وافعال اور منافی اصول مذہب تسلط کا استحکام ہوتا ہے اعانت علی الاثم اور باعث ترقی باطل ہے۔ لہٰذا فقہ حنفیہ کی بنا پر جائز نہیں ہو سکتا۔ قرامطہ کے زمانہ میں علمانے جو التوائے حج کا فتویٰ دیا تھا تو اس کی وجہ یہی لکھی گئی ہے کہ اس زمانہ میں قرامطہ وغیرہ کو رشوت دیے بغیر کوئی حج نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اطاعت سبب معصیت ہوتی تھی۔ اور طاعت جب سبب معصیت ہو تو طاعت باقی نہیں رہتی۔

(فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۳۲)

تیسری مضرت

ابن سعود کے تسلط سے آثار و شعائر اسلام کا انہدام اور بیضہ اسلام کا ضرر کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مقدمہ واجب ہونے کی حیثیت سے التوائے حج ضروری ہے۔

مسلمانو! حامیان ابن سعود کی غلط بیانیوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ حالت بہت نازک ہے۔ اسلام پر اغیار کے حملوں کے علاوہ ان داخلی حملوں سے بہت اضمحلال چھایا ہوا ہے۔ مسلمان نما افراد دوستوں کے لباس میں دولت اسلامیہ پر رائے زنی کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں اپنے رہنمایان ملت و طریقت کے اقوال پر نظر کرو۔ عرق تعلق سے تمسک کرو تفرق و اختلافات سے پرہیز کرتے ہوئے حبل خدا کو مضبوط پکڑلو۔ حجاز کی عزت کو قائم کرو۔ خدا اور رسول کی حمایت کرو۔ جزاکم اللہ خیرا۔ (ہمدم) **[الفقیہ:۲۸/ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۲،۳]**

مدینہ منورہ سے التوائے حج کا فتوی

التوائے حج کی تحریک باضابطہ ہندوستان سے شروع ہوئی۔ اور دھیرے دھیرے تمام عالم اسلام اس سے باخبر ہو گئے۔ نتیجہ میں جابجا علما اور دانشوران قوم نے التوائے حج کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ فقہا و علما نے شرعی اعتبار سے دور حاضر میں حج کے التوا کا حکم دیا۔ بعض نے حجاز کی تشویشناک صورت حال کے پیش نظر حج کو حرام تک قرار دیا۔ مدینہ منورہ کے ایک نامور فقیہ سے التوائے حج کی بابت استفسار کیا گیا تو فقیہ محترم نے نجدیوں کے حرمین پر حاکم رہنے کی صورت میں موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے حج کے حرام ہونے کا فتوی دیا۔

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”مدینہ منورہ کے ایک فاضل فقیہ اور ایک نامور عالم کے سامنے ایک استفتا ان الفاظ میں پیش کیا گیا:۔ علمائے اسلام کا کیا ارشاد ہے کہ اس سال نجدی حکومت کی ماتحتی میں حج جائز ہے یا حرام؟ تو مولانا نے ایک طویل مدلل جواب عنایت کیا۔

جواب:۔ جس وقت تک نجدی حرمین پر حاکم ہیں۔ باجماع حج حرام ہے۔“

[الفقیہ:۲۸/ جنوری ۱۹۲۷ء سرورق]

جماعت رضائے مصطفی بریلی کا اعلان التوائے حج

حضور اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف سے بھی التوائے حج کا باضابطہ اعلان کیا گیا ملاحظہ ہو:

”مسلمانو! حالاتِ موجودہ میں حج ملتوی کرکے اپنے پیارے حبیب لبیب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ کو خطرہ سے بچانا تمہارا فرضِ اولین ہے۔ دشمنِ اسلام ظالم ابنِ سعود نے سرزمینِ حجاز مقدس پر جو ستم ڈھائے وہ تم پر مخفی نہیں۔ اس غدار بے دین نے تمہارے مقاماتِ متبرکہ و اماکن مقدسہ کو جس بے دردی سے شہید و مسمار کیا وہ تم نے اپنے کانوں سے سنا۔ اب وہ سفاک گنبدِ خضرا کو صدمہ پہنچانے کی فکر میں ہے۔

مسلمانو! مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، کی عزت پر قربان ہو جانے والو!

آہ صد آہ کہ گنبدِ خضرا خطرہ میں ہے اور تم غفلت کی میٹھی نیند سو رہے ہو۔ جاگو! ہوشیار ہو! دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ حامیانِ ابنِ سعود کے فریب سے بچو۔ دیارِ پاک حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ظالم غدار ابنِ سعود کے اخراج کی تمہارے ہاتھ میں بس یہی ایک تدبیر ہے کہ حج ملتوی کرکے اس کو مالی نقصان پہنچاؤ۔ اور اس دشمنِ دین ابنِ سعود کی اعانت نہ کرو۔

المشتہر:۔ اراکین جماعت رضائے مصطفے واقعہ آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ بریلی محلہ سوداگران

[الفقیہ: ۱۴ر فروری ۱۹۲۷ء ص ۹]

جلسہ خدام الحرمین اور تجویز التوائے حج

جمعیت خدام الحرمین کے زیر اہتمام بمبئی میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں صدارت مسٹر علی احمد خان صاحب دہلوی، بانی وزیرِ حکومت بمبئی کی تھی۔ اجلاس میں التوائے حج کی تجویز پیش کی گئی۔ مولانا قطب الدین عبد الولی فرنگی محلی نے اس کی تائید کی۔

جناب ابو یوسف اصفہانی ناظم خدام الحرمین بمبئی سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جمعیت خدام الحرمین کے زیرِ اہتمام مسٹر علی احمد خان صاحب دہلوی، بانی وزیرِ

حکومت بمبئی کی زیرِ صدارت مسلمانانِ بمبئی کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ پھنوئی بازار کے ایک وسیع و کشادہ میدان میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں قریب ہر طبقہ خیال اور رائے کے دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی اور مسٹر دہلوی کے فاضلانہ خطبہ سے مستفیض ہوئے۔ فاضل صدر نے قرآن و حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ حجاز میں جو فتنہ برپا ہے اس کا صرف یہی علاج ہے کہ حج کو ملتوی کر دیا جائے۔ ایک تجویز میں حجاز کانفرنس لکھنو کی پاس کردہ تجاویز کی تائید کی گئی۔ اور سفارش کی گئی کہ فی الحال حج میں تاخیر یا التوا کر دیا جائے۔ یہ ریزولیوشن مسٹر عبد القادر نے پیش کیا۔ اور مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی نے اس کی تائید فرمائی۔"[الفقیہ:۷ر جنوری۱۹۲۷ء ص۱۱]

مہاراجہ محمود آباد کی تقریر اور التوائے حج

التوائے حج کی تائید مہاراجہ محمود آباد نے بھی کی۔ایک تقریر میں انہوں نے التوائے حج کی ضرورت بیان کرتے ہوئے اس کی تاریخی، شرعی اور سیاسی پہلوؤں کو بھی بیان کیا ملاحظہ کریں:

"راجہ صاحب محمود آباد نے تائید مزید کرتے ہوئے فرمایا کہ التوائے حج مذہبی و سیاسی وجود سے ضروری ہے۔ مولانا ممدوح نے تحریک التوائے حج کی تائید کرتے ہوئے علاوہ دیگر دلائل پیش کرنے کے بعد فرمایا: کہ خود روحی فداک رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سال حج ملتوی رکھا۔ نیز عہدِ قرامطہ میں مختلف وجوہ سے قریب دو سال تک کے لیے حج ملتوی رہا۔ ان دلائل کو پیش کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

"کہ موجودہ حالات میں تحریک التوائے حج کی مخالفت محض جہالت پر مبنی ہے۔"

مہاراجہ محمود آباد نے اس مسئلہ کے سیاسی پہلو ظاہر کرتے ہوئے مختلف دلائل سے حاضرین کے ذہن نشین کیا کہ ارضِ حجاز کو ابنِ سعود کے مظالم سے نجات دینے کے لیے صرف التوائے حج ہی مسلمانانِ ہند کے پاس ایک ہتھیار ہے۔ آخر میں مہاراجہ صاحب نے فرمایا:

"کہ غیر مسلم حکومتوں سے امداد طلب کرنے کا بھی ایک حل ہے مگر میں ایسا

کرنے کی تجویز نہیں کرتا۔ سر مہاراجہ محمود آباد کی اس تقریر کا حاضرین پر بہت گہرا اثر پڑا اور حاضرین نے کھڑے ہو کر باتفاق رائے التواے حج کی تحریک پاس کی۔ ایک مقرر نے بیان کیا کہ مظاہرہ کی یہ عظمتِ شان اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانانِ ہند مہاراجہ محمود آباد پر اعتماد رکھتے ہیں۔" **[مرجع سابق، ص۱۱]**

چندوسی کے اجلاس میں التواے حج کی تائید
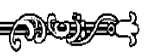
چندوسی ضلع مراد آباد کے ایک اجلاس میں مولانا ابو الکمال صاحب مراد آبادی نے اپنی تقریر میں تجویز التواے حج پیش کی جو بالاتفاق منظور ہوئی۔ ملاحظہ کریں:

"چندوسی ضلع مراد آباد میں سنی حنفی مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ مورخہ ۲/ رجب المرجب بروز جمعہ منجانب شعبہ تبلیغ مدرسہ اہلِ سنت و جماعت منعقد ہوا۔ جس میں ابنِ سعود نجدی کی حیاسوز حرکات پر عالمِ جلیل فاضلِ نبیل حامی سنن ماحی فتن مولانا مولوی ابو الکمال صاحب مراد آبادی دام مجد ہم السامی نے زبر دست تبصرہ فرماتے ہوئے التواے حج کی موثر تجویز اور متفقہ فتوی پیش فرمایا۔

جس پر تمام حاضرین نے نہایت بلند آہستگی کے ساتھ لبیک کہا۔ اور سب نے بالاتفاق اس حقانی تجویز کو منظور کیا۔ اور دعا کی گئی کہ حضرت حق تبارک و تعالی دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس فتوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ منجانب شعبہ تبلیغ انجمن اہلِ سنت و جماعت چندوسی (ضلع مراد آباد)" **[الفقیہ:۲۱/ جنوری ۱۹۲۷ء ص۹]**

التواے حج کی تائید مسلمانان مصر، شام، عراق، یمن، ایران اور جاوا کی جانب سے

التواے حج کی تائید میں صرف ہندی مسلمان ہی نہیں تھے۔ بلکہ مصر، شام، یمن، عراض اور جاوا کے مسلمانوں کی طرف سے بھی التواے حج کی تائید کی گئی تھی۔ مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی لکھنؤ سے اپنے ایک تار میں جمیعت خدام الحرمین کے وفود اور دیگر علماے اہل سنت کے ہندوستانی دوروں کا ذکر کرتے ہوئے نیز اسلامی ملکوں کی طرف سے التواے حج کی تائید کی خبر دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لکھنؤ ۸/ دسمبر مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی تار دیتے ہیں حجاز کانفرنس کے ریزولیوشنوں کی تعمیل میں جمیعت خدام الحرمین کے وفود نے ہندوستان کا دورہ شروع کر دیا ہے۔ تاکہ حالات حجاز سے مسلمانان ہند کو مطلع کیا جائے۔ مولانا سید احمد، علامہ ہندی، مولانا سید محمد کچھوچھہ شریف والے اور مولانا فضل اللہ صاحب کلکتہ پہنچے ہیں۔ جہاں سے وہ اندرون بنگال میں ایک وسیع دورہ شروع کریں گے۔

دوسرا وفد جو مولانا لیاقت علی اور مولانا کرم علی پر مشتمل ہے وہ ایک روز میں مدراس کو جائے گا۔ دورہ بنگال کے متعلق تمام خط و کتابت علامہ ہندی معرفت نواب نصیر حسین خان صاحب خیال (۴۵) بنیا پوکہ روڈ کلکتہ کے پتہ پر ہو۔

تازہ ترین جگر دوز اطلاع یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں گنبد خضری خطرہ میں ہے اور ابن سعود اس غرض سے وہاں گیا ہے کہ روضہ اطہر کو مسمار کرے۔ اس خبر نے یہ ازبس ضروری کر دیا ہے کہ مسلمانانِ ہند عزم بالجزم کر لیں کہ وہ ارض مقدس میں ان دست درازیوں کو بند کر کے رہیں گے۔ علمائے کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ جو حالات اس وقت حجاز میں رونما ہیں التوائے حج کی اجازت ہے۔ اور وہابیوں کے مظالم سے حجاز کو آزاد کرنے کا واحد ذریعہ ہمارے پاس التوائے حج ہی ہے۔ مختلف ذرائع سے اس تحریک حج کی تائید ہو رہی ہے۔ لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ امسال بہت ہی کم حاجی ہندوستان سے جائیں گے۔ مصر، شام، یمن ایران اور جاوا سے بیانات موصول ہوئے ہیں جس میں التوائے حج کی تحریک کی تائید کی گئی ہے۔“

[الفقیہ: ۱۴/ دسمبر ۲۶ء ص ۹]

جمیعت خدام الحرمین کلکتہ بنگال سے اعلان التوائے حج

جمیعت خدام الحرمین صوبہ بنگال کلکتہ، کے جنرل سکریٹری حکیم حافظ عبد الحق صاحب التوائے حج کے وجوہات بیان کرتے ہوئے۔ آل انڈیا حجاز کانفرنس لکھنؤ وغیرہ کے حوالے سے علمائے اہل سنت و دانشوران قوم کے التوائے حج پر تائیدی تاثرات بیان کرتے ہوئے نیز ارکان جمیعت کی طرف سے اعلان التوائے حج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی غفلت اور شامتِ اعمال و معصیت کا نتیجہ ہے کہ آج مرکزِ اسلام بے دینوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہے۔ ابنِ سعود نجدی نے مسجدوں کو شہید اور مزاراتِ اہلِ بیت اطہار و صحابہ کرام کو برباد و تاراج کیا۔ کلمہ 'لا اِلہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پڑھنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔ دلائل الخیرات کی بے ادبی کی۔ طائف کے بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام، عورتوں کی بے حرمتی، بچوں کو مار ڈالنا، مناسکِ حج کی مزاحمت، تمام مسلمانانِ عالم کو کافر و مشرک قرار دینا، ان پر جہاد کرنا، ان کا مال مالِ غنیمت جان کر لوٹنا، یہ وہ درد انگیز اور دِل آزار واقعات ہیں جن کو ہر مسلمان جس کے دل میں ذرا بھی نورِ ایمان ہے سن کر بے چین ہو جاتا ہے۔ سوائے وہابیوں کے۔

اس واسطے آل انڈیا حجاز کانفرنس لکھنو جس میں بڑے بڑے علماے اہلِ سنت والجماعت نے التواے حج کا فتویٰ دے دیا ہے۔ نیز لیڈرانِ قوم مولانا حسرت موہانی صاحب و علی برادران وغیر ہمانے تائید کر کے مسلمانانِ ہندوستان و بنگال و تمام مسلمانانِ عالم کو ازراہِ خیر خواہی اعلان کر دیا ہے کہ اس وقت حج کو روکنا اور نہ جانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہو چکا ہے۔ تاکہ نجدی بے دینوں سے حرمین شریفین پاک و صاف ہو جائے۔ کیوں کہ اس وقت جان و مال و ایمان کے لیے حجاز میں امن و امان نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس یہی ایک زبردست ہتھیار ہے۔ لہٰذا اِس وقت حج کو جانا گویا نجدی وہابی کی مدد کرنا ہے۔ اور اس کے ظلم پر راضی ہونا ہے۔ پس یہ جان لو کہ اس وقت حج کے جانے کے لیے جو کوئی تم کو صلاح دے وہ وہابی بے دین نجدی کا دلال ہے۔

تمہارے جان و مال و ایمان کے بچانے کے واسطے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ باقاعدہ حج ازروے شریعت ادا نہیں ہوتا ہے۔ نہ صرف حج بلکہ نجدیوں نے عرفات پر خطبہ ہی بند کر دیا ہے۔ جن کی تحقیق کے لیے وفد خلافت کمیٹی دہلی اور وفد آل انڈیا حجاز کانفرنس لکھنو فرنگی محل کی کتابیں و رپورٹ منگا کر دیکھیں۔ نجدی ابنِ سعود کے بہت سے دلال دھوکہ دے کر پھنسانا چاہیں گے۔ وعدہ خلاف و دروغ گو ابنِ سعود نجدی گذشتہ زمانہ حج میں قریب قریب چھیاسٹھ لاکھ گنی منافع کیا ہے۔ ہندوستان میں التواے حج کا اعلان ہو گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانانِ

بنگال وہندوستان سے التجاہے کہ وہ اس وقت حج ملتوی کر دیں۔ جو کوئی علما کے فتوی سے مخالفت کرے گا، عین اسلام کی مخالفت ہو گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضرات ایڈیٹران اخبار سے خصوصا عاجزانہ التماس ہے کہ آپ اپنے اپنے اخباروں میں التوائے حج کے متعلق اعلان کر کے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو خوش کر دیں۔

جناب مولانا شاہ غلام فرید صاحب، جناب مولانا مصباح الدین صاحب، جناب مولانا عظیم اللہ صاحب، جناب مولانا قاری جلال الدین صاحب، جناب مولانا عبد اللہ محمد صاحب برکتی، جناب حافظ محمد رفیع صاحب باری، جناب حکیم احمد حسین صاحب، جناب برکات احمد صاحب رفاہِ عام کمپنی، جناب منشی نشارت حسین صاحب، جناب منشی عبد الحمید صاحب، جناب شیخ عبد الرحیم صاحب، جناب منشی عبد الرزاق صاحب از ارکانِ خدام الحرمین،

راقم:۔ حکیم حافظ عبد الحق جنرل سکریٹری انجمن خدام الحرمین صوبہ بنگال، کلکتہ۔"

[اخبار الفقیہ: ۱۴؍ فروری ۱۹۲۷ء ص ۱۱]

مولانا ابو الکمال صاحب کا دورہ تبلیغ اور التوائے حج

گجرات علاقہ میں بہت سے مسلمانوں نے مولانا حکیم ابو الکمال صاحب مرادآبادی کے تحریک پر التوائے حج کا عہد کیا۔ صوفی عبد العزیز از گودھرا، ملک گجرات لکھتے ہیں:

ایک ہفتہ سے مولانا حکیم ابو الکمال صاحب ملک گجرات میں دورہ فرمارہے ہیں۔ کوٹہ اور ہاراں اور گودھرا وغیرہ میں آپ نے نجدیوں وہابیوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے سوائے دیوبندی حضرات کے ہزارہا مسلمانوں نے اپنے پیشواؤں کی یادگاریں بچانے کے لیے بالفعل حج کو ملتوی کرنے کا عہد کیا۔ اور نجدی کے دفعیہ کے لیے خدائے قہار کے دربار میں ہر نماز میں دعا کرنے کا التزام کیا ہے۔

(خادم اسلام، صوفی عبد العزیز از گودھرا، ملک گجرات)

[اخبار الفقیہ: ۱۴؍ فروری ۱۹۲۷ء ص ۱۲]

آگرہ جامع مسجد سے اعلان التوائے حج

۱۱؍ فروری ۱۹۲۷ء نماز جمعہ کے وقت جامع مسجد آگرہ میں مولانا ابو الفضل محمد حسین ناظم انجمن ضیاء الاسلام دہلی نے اپنے خطاب میں صداقت اسلام اور آواگون کی حقیقت سے متعلق خطاب فرمایا۔ نیز التوائے حج سے متعلق مدلل خطاب کرتے ہوئے سال موجودہ میں حج کے لیے نہ جانے کا حکم دیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"کل ۱۱؍ فروری کو نمازِ جمعہ آگرہ جامع مسجد میں حضرت مولانا ابو الفضل محمد حسین ناظم انجمن ضیا الاسلام دہلی نے صداقتِ اسلام پر نہایت موثر تقریر فرمائی۔ جسے لوگوں نے نہایت توجہ سے سنا۔ مولانا نے آواگون کی حقیقت بتلائی۔ اس موقعہ پر دو ہندو مسلمان ہوئے، ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا نام احمد علی رکھا گیا۔ اور التوائے حج کے لیے بہت مدلل طریقہ سے کہا کہ اس سال حج کے لیے نہیں جانا چاہیے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۱؍ فروری ۱۹۲۷ء ص ۲]

التوائے حج کے اسباب اور اس کی شرعی حیثیت صدر الافاضل کے قلم سے

التوائے حج کی تحریک سے متعلق بہت سے مسلمان ایسے بھی تھے جو اس کی شرعی حیثیت سے ناواقف تھے۔ انہیں یہ علم نہیں ہو پا رہا تھا کہ التوائے حج کا حکم کیوں ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ حضور صدر الافاضل نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اور اس تعلق سے ایک مضمون تحریر فرمایا۔ جس میں التوائے حج کے اسباب و عوامل اور اس کی شرعی حیثیت بیان فرماتے ہوئے لکھا:

"التوائے حج کا مسئلہ آج دنیا میں ہر طرف زیر بحث ہے۔ اور مسلمان جا بجا سے اس کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔ ان سب حضرات کو ذیل کے چند سطور اور مختصر بیان کے ساتھ ایک مسئلہ شرعیہ سے باخبر کیا جاتا ہے۔ حرمین طیبین کی پاک اور مقدس سرزمین اور وہاں کے مشاہد، مساجد بلکہ وہاں کے دشت و جبل اور مناجاتیں نظمیں لکھتے ہمارے اسلاف کرام اور بزرگان اسلام کو صدیاں گزر چکی ہیں۔ اسی سرزمین پاک کے ذرہ ذرہ کی زیارت ہمارے دل

کی تمنا اور ہماری جان کی راحت ہے۔ اس کے فراق میں ہم مدتوں بلک بلک کر رویا کیے ہیں۔ ان بلاد طاہرہ کے احترام کے لیے گزشتہ صدیوں کے مسلمانوں نے بڑی بڑی حوصلہ مندیوں کے ساتھ قربانیاں کی ہیں۔ وہاں کی خاک کا ذرہ ذرہ محترم سمجھا ہے۔ اور دین اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ اس سرزمین پاک پر ان بلاد طاہرہ پر حجاز مقدس اور حرمین طیبین پر کوئی بلا اور کوئی مصیبت آئے اور جان دینے سے دفع ہو سکے تو ہمیں یقیناً جان دے دینا چاہئے۔ اور بحمد اللہ ہر مسلمان اپنے دل میں جذبہ رکھتا ہے۔

آج حجاز مقدس کی کیا حالت ہے

جس حالت کا تصور مسلم کا قلب گوارا نہیں کر سکتا۔ خیال میں جس کا نقشہ کھینچنے سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ آہ! کہ آج وہ حالات اس سرزمین مقدس میں اس بلد امین میں آرام گاہ سید المرسلین (صلوات اللہ وسلامہ) میں رونما ہیں نجدی وحشیوں کی وحشت وبربریت، ظلم وستم، جور وجفا، بے رحمی وسفاکی، بے حیائی وبیباکی سے آج وہ بلاد طاہرہ برباد ہو رہے ہیں۔ وہاں کی مخلوق کو چین کی زندگی میسر نہیں ہے۔ امراء وروسا کے گھروں کے اسباب ان کی آنکھوں کے سامنے نیلام ہوتے ہیں، اور وہ بول نہیں سکتے۔ ان کے یہاں فاقے ہیں وہ مصیبت سے دم توڑ رہے ہیں۔ اگر کسی بیرونی شخص نے انہیں کچھ دے دیا، وہ بھی نجدی چھین لیتے ہیں۔

بات بات پر بلکہ بے بات مار پیٹ زود کوب قتل وخون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آج باشندگان حرمین کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے دنیا میں کوئی اس کا قصاص لینے والا نہیں ۔بے رحم درندے حکومت کر رہے ہیں درندوں سے بھی جو وحشت وبدتمیزی نہیں ہو سکتی وہ نجدیوں کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ بہت سے علما مشائخ شرفا اپنے جان وایمان کو بچانے کے لیے بھاگ گئے ہیں۔ معلوم نہیں آوارگی انہیں کہاں اور کس حال میں لیے پھرتی ہے۔ بچے ماں اور باپ کو ترستے ہیں۔ ماں باپ کو اولاد کی خبر نہیں ہے۔ ستم کا وہ طوفان برپا ہے کہ شاید دنیا کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ طائف ومدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ کی پاک ومقدس سرزمین کس سنگدلی کے ساتھ روندی گئی ہے۔ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو گھوڑوں اور گدھوں کے پائوں میں باندھ کر گھسیٹا گیا ہے۔ ہر مومن ان مردم خوار وحشیوں کے عقیدے میں

مشرک مباح الدم ہے مسلمانوں کا قتل کرنا ان کے نزدیک بہترین عبادت ہے۔ اسی پر وہ اور ہندوستان کے نجدی انہیں غازی کہتے ہیں مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر صدمہ روح فرسا اور کیا ہو گا۔ ان صدمات نے عالم اسلام کو درہم برہم کر دیا ہے اور دنیاے اسلام اس مصیبت سے خلاص حاصل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ لیکن دشمن صاحب قوت ہے اس کے پاس فوج بھی ہے لشکر بھی ہے سامان جنگ اور آلات حرم بھی ہیں۔ اس کی مدافعت کے لیے بیدست وپا اور دور افتادہ مسلمانوں کے پاس کوئی کارگر حربہ نہیں ہے۔ مدتیں انہیں فکروں میں ہو گئیں مگر کوئی تدبیر ایسی ہاتھ نہ آئی جس سے اس ظالم کو دفع کیا جا سکے۔

آخر کار اہل الراے کا اسی پر اتفاق ہوتا ہے کہ اس موذی کو دفع کرنے اور بلاد طاہرہ کو اس کے شر سے محفوظ کر لینے کے لیے اگر کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو یہی کہ حاجی اس کے زمانہ تسلط تک حج کو نہ جائیں ۔ حجاز میں نہ ولایت کی طرح کارخانے ہیں نہ ہندوستان کی طرح زراعت ہے۔ حاجیوں ہی سے لوٹ کھسوٹ کر بے محابا ٹیکس لے کر اور طرح طرح سے ستا کر نجدی روپیہ وصول کر سکتا ہے۔ اگر حاجی نہ جائیں تو اس کے مصارف اس کو خود وہاں ٹھہرنا دشوار کر دیں گے۔ ایسی صورت میں ہر ایک مسلمان اور سرزمین حجاز کی آزادی کا خواہان بدل وجان اس تدبیر پر عمل کرنے اور اپنے امکان تک سعی کرنے کے لیے تیار ہو گا۔ صرف اتنی بات قابل لحاظ ہے کہ آیا ایسی صورت میں حج کا ملتوی کرنے والا گنہگار تو نہ ہو گا اور اس پر شرعا ترک فرض کا الزام تو نہ آئے گا۔ یہ اطمینان کر لینا مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اور اس کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں ۔ قرآن پاک میں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حج کو فرض فرمایا ہے وہیں استطاعت معتبر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

امن طریق استطاعت میں داخل ہے۔

مستخلص میں ہے:

" وامن الطریق ای شرط مان الطریق وھوان یکون الغالب فیھا السلامۃ فان الاستطاعۃ لاتثبت بدونہ "

درالمختار میں ہے:''مع امن الطریق''
اس پر علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔
''قدمناعن اللباب ان من شروط وجوب الاداء وفی شرحہ انہ الاصح و رجحہ فی الفتح''
اس سے کچھ آگے چل کر، ناقلاعن الفتح فرماتے ہیں:

''والذی یظھرانہ یعبرمع غلبۃ السلامۃ عدم غلبۃ الخوف حتی لوغلب لوقوع النھب والغلبۃ من المحاربین مراراوسمعواان طائفۃ تعرضت الطریق ولھاشوکۃ والناس یستضعفون انفسھم عنھم لایجب''

یہاں یہی صورت واقع ہے کہ ایک صاحب شوکت ان بلاد پر مسلط ہے۔ اور مسلمانوں کا قتل اس کے عقیدے میں عبادت ہے۔ وہ تمام جہان کے مسلمانوں کو مشرک واجب القتل سمجھتاہے۔ اور مسلمان اس کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں غلبہ متحقق ہوااور حج کی ادائیگی فی الفور لازم نہ رہی۔ اور جب تک یہ فتنہ دفع ہو یا کوئی صورت امن واطمینان پیدا ہو حج کا التوا جائز ہو گا۔ اور شریعت اس پر مطالبہ ومواخذہ نہ فرمائے گی۔ ایسی حالت میں جب کہ شریعت سے التوا کی اجازت ہے اوراس التوا سے دشمن کی قوت کم ہونے بلکہ اس کے قدم اکھڑ جانے کی امید ہے۔ یقیناہر مسلمان جو حرمین طیبین کی حمایت وحفاظت کا شیدائی ہے۔،حج کے التوا میں دشمن کی طاقت کم کرنے کے لیے پوری سعی کرے گا۔ اور خدا یہ تدبیر موثر کرے توان موذیوں کے دفع ہونے کے بعد امن واطمینان کی حالت میں اداے حج اور زیارت امکنہ طاہرہ سے دل کھول کر مشرف ہو گا۔

جب سے حج کے التوا کی گفتگوئیں ہندوستان میں ہوئی ہیں۔ نجدیوں کو پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔ ان کے ایجنٹ بھی ہندوستان آرہے ہیں اوران کے ہندی ہوا خواہ بھی دھوم مچارہے ہیں۔ اور طرح طرح سے لوگوں کوور غلاتے پھر رہے ہیں۔ لیکن برسوں تک نجدی کے افعال پر پردہ ڈالنے، اوراس کے مظالم کو چھپانے اوراس کی ستم انگیزیوں کی تاویلیں گڑھنے اور خلق خدا کو دھوکہ دینے کا یہ اثرہے کہ اب وہابیوں کی تقریر، تحریر، فتوی کچھ موثر نہیں۔ اور مسلمان خوب اچھی طرح پہچان گئے ہیں کہ یہ وہی فریبی ہیں جو برسوں تک

مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہے اور حرمین طیبین کو انہوں نے اپنے پیر مغاں سے برباد کرادیا۔
لہٰذا حامیان ابن سعود وہابیہ ہند خواہ وہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی اس باب میں کچھ بھی کہیں ان کی بات اصلا قابل التفات نہیں، کہ نجدی کی حمایت کے واسطے ہر قسم کا دھوکہ دینا ان کا شعار ہے۔ مسلمان آگاہ ہیں اور آگاہ رہیں۔ وماعلینا الا البلاغ۔"

[السواد الاعظم مرادآباد، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص ۱۳ تا ۱۵]

التوائے حج کے وجوہات اور شرعی حکم بقلم مفتی اعظم ہند

التوائے حج کے وجوہات اور اس کی شرعی حیثیت سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند بریلوی رقم طراز ہیں:

"جب یہ معلوم ہو لیا تو ہم کہتے ہیں اور بجزم و یقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس و نامسعود مخذول و مطرود و مردود اور اس کے ہمراہیان نامحمود کا نحس ورود ہے۔ اور حسب بیان سائل فاضل و دیگر کثیر حضرات حجاج وافاضل امان مفقود ہے فرضیت ساقط ہے۔ یا ادا غیر لازم ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے حج اسی پر فرض فرمایا ہے جو استطاعت رکھتا ہو۔ اور یہاں سرے سے استطاعت ہی نہیں..... کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتی ہے۔ اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل و نہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب، نہب و قتل و غارت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور اب جب کہ وہ سب ان خبثانے کر کے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے سے قوی امید ہو سکتی تھی تو اب تو عدم امن پر تعین کامل ہو گیا۔ جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے۔ **[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، ص ۹، ۱۰]**

مزید فرماتے ہیں:

"تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شر اشرار لئام ناممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا۔ اب ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ، دماغ میں عقل اور

پہلو میں دل، اور دل میں ذرا سا انصاف، اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی، کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا ہنستا سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نافرجان کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہوگا؟..... گرامی برادران: یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن و آشکار ہولیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں۔ یا ادا لازم نہیں، تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ماعلیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے۔ اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں، نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے یہی ایک تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی۔ اب آپ ہی پر فیصلہ ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے.....حج کو جو مسلمان جائے گا حج کرلے گا حج تو ہو جائے گا مگر ہر عاقل کے نزدیک طاعت ایسے طور پر کرنی چاہیے جس سے اللہ عزوجل راضی ہو، طاعت سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو۔ نہ یوں کہ معاذ اللہ معاصی پر شامل ہو۔ یہ تھا حق کا پیغام۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔ والسلام خیر ختام

کتبہ عبدہ المذنب الفقیر مصطفی رضا محمد القادری البرکاتی النوری الرضوی البریلوی غفرلہ مولاہ العلی و القوی وحقق املہ و اصلح عملہ بفیضہ العلی آمین۔ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ

[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، ص ۱۲، ۲۴، ۲۵]

مفتی اعظم پر حکم التواے حج کے حوالے سے اعتراض تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ

یہاں ہم ایک بات بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ۱۹۲۶ میں جب علماے اہل سنت نے یہ تحریک چلائی تو مخالف جماعتوں نے پوری جماعت اہل سنت کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا علماے اہل سنت کے ناموں میں کمی ہوتی چلی گئی۔ اور جیسے ہی اکیسویں صدی شروع ہوئی مخالف جماعتوں نے تحریک التواے حج کے جملہ محرکین، مویدین اور معاونین کے نام حذف کرکے صرف ایک نام باقی رکھا اور وہ نام ہے شہزادہ حضور اعلیٰ

حضرت مفتی اعظم ہند محمد مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ کا۔

مخالفین اپنی تحریروں، اپنی تقریروں میں اب یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ بریلی کے مفتی اعظم نے لوگوں کو حج جیسی عظیم عبادت سے روکا تھا۔ اور حوالے میں حضور مفتی اعظم کی کتاب مستطاب "تنویرالحجه لمن یجوز التواء الحجة" کو پیش کرتے ہیں۔

حالانکہ التواے حج کی تحریک میں مفتی اعظم ہند تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ علماے اہل سنت کی اکثریت تھی۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مزید شہادتیں آگے آ رہی ہیں۔ نیز حجاج کے غیر مامون و محفوظ ہونے پر حج کو ملتوی کرنے کا حکم دینا اگر جرم اور گناہ ہے تو سن ۶ ہجری سے، ۱۲۱۹ھ تک متعدد بار حج کے ملتوی کرنے والوں کے خلاف کوئی آواز کیوں نہیں اٹھائی گئی؟

علاوہ ازیں کیا مخالفین کو یہ نہیں معلوم کہ جب حجاج کے جان و مال محفوظ نہ ہوں تو ان پر حج فرض نہیں ہوتا۔ بالکل معلوم ہے۔ اور مخالف جماعتوں کے پاس اس کے انکار کی کوئی سبیل بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کی عام کتابوں میں بھی حج کے شرائط میں سے ایک شرط "امن" بھی لکھی ہوئی ہے۔ تو اگر اسی شرط کے مفقود ہونے کے سبب علماے اہل سنت خاص کر مفتی اعظم ہند نے التواے حج کا فتوی دیا تو کون سا جرم کیا،؟

کیا بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حجاز مقدس پر خاص کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر نجدی ریشہ دوانیاں، قرامطہ اور وہابیہ کی سابقہ فتنہ انگیزیوں سے کم تھیں؟ ہر گز نہیں۔ تو پھر کیا بات ہے؟ کہ سابقہ تحریکات سے قطع نظر اسی تحریک کی مخالفت کی گئی اور ما قبل تحریک کے محرکین کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف مفتی اعظم ہند کو ہدف تنقید بنایا گیا۔

اگر یہ کہہ کر دامن چھڑانے کی کوشش کی جاے کہ سابقہ ادوار میں واقعی امن کی شرط مفقود تھی اور اس دور میں امن تھا۔ تو یہ سراسر جھوٹ اور تاریخ مسخ کرنے والی بات ہوگی۔ کیوں کہ بیسویں صدی کے اوئل کی تاریخوں کے اخبارات مشاہد ہیں کہ کس طرح عبدالعزیز ابن سعود اور اس کے نجدی حواریوں نے حجاز مقدس پر غاصبانہ قبضہ کیا، اور کس کس طرح اہل

حجاز خاص کر اور عموما حجاج کرام پر ظلم و ستم کیے۔ حجاج کا نہ مال محفوظ تھا نہ جان محفوظ تھی، حد تو یہ کہ ایمان بھی محفوظ نہیں تھا۔ سابقہ اوراق میں اس کی تفصیل ہم پیش کر آئے ہیں۔

طرفہ تماشا یہ کہ اس تحریک سے تین سال قبل شریف حسین کے دور میں سیاسی سطح پر ہندوستان سے التواے حج کی تحریک چلائی گئی، حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۳۴۲ھ میں ایک کتاب ”حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ“ کے ذریعہ اس کی زبردست تردید فرمائی۔ اور خلاف شرع التواے حج کا حکم دینے والے نام نہاد مفتیوں کے خلاف احکام شرع بیان کر کے ان کی اس تحریک کا سد باب فرمایا۔ لیکن مخالف جماعت نے اس کی مخالفت در کنار ذکر تک نہیں کیا، کیوں؟ اسی لیے تو کہ وہ انہیں کے مقصد کو پورا کر رہے تھے۔ وہ شریف حسین کی مخالفت کر کے ابن سعود کا کام کر رہے تھے اور ان کو بھی ابن سعود کی اتباع کا شرف حاصل تھا۔

حضور مفتی اعظم نے ہند اس تعلق سے فرماتے ہیں:

”یہاں کے نجدیان بد لگام جو آج اس حال میں فرضیت حج یا لزوم ادا کی بانگ بے ہنگام محض نجدیت کے سبب اٹھا رہے ہیں خصوصاً بعض وہ جو زمیندار میں کالم کے کالم سیاہ کرا رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کے زور لگائے جا رہے ہیں۔ اور یوں اپنے آقاے نعمت ابن سعود کی نمک خواری کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا یہ دیکھیں کہ نجدی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ امن شرط فرضیت حج ہے۔ ورنہ آج سے پہلے کیا جتنے نجدی مر گئے اور اس لیے انہوں نے حج نہ کیے کہ مکہ معظّمہ، شریف حسین کے پاس تھا، کیا وہ اس کے نزدیک تارک فرض رہے۔ اور مدتوں حج نہ کر کے فاسق و فاجر مرے۔ اگر تمہارے نزدیک نجدیوں کے لیے ترکوں یا شریف حسین کے قبضے میں مکہ معظمہ ہونا نجدیوں کو ان سے محض بد گمانی کی بنا پر خوف قتل و نہب ہونا ان سے فرضیت حج ساقط کرتا ہے تو ہمارے لیے ظالم نجدی جس کے مظالم ظاہر و عالم آشکار ہیں ایسے مفتن کا وہاں ہونا کیوں عذر نہیں ہو سکتا۔ وجہ فرق بتاؤ۔ الحمد للہ یہ ان منہ زوروں کے منہ پر ایسا بھاری پتھر ہے جس کے سبب گھٹ گھٹا کر رہ جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ چاہے تو لب تک نہ ہلا سکیں گے۔“

[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، ص ۲۳]

الحاصل: تحریک التواے حج صرف مفتی اعظم یا علماے اہل سنت ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی آواز کا نام تھا۔ جسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، مگر یہ رنگ لاکر ہی رہی۔ بھلے ہی نجدی حکومت کے خلاف کوئی خاص معرکہ سر نہ ہوا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ حجاج اور اہل حجاز پر ظلم وستم پر روک تھام ہوگئی۔ اور ان کے جان ومال ایمان محفوظ ہوگئے۔ اور رہے نمک خواران ابن سعود تو وہ مسلمانوں کے خلاف کل بھی اسی طرح پروپیگنڈا کرتے رہے۔ اور آج بھی اپنی قدیم روش پر قائم رہتے ہوے اہلِ سنت کی مخالفت کا کام سر انجام دے رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت کل بھی سر بلند رہے اور آج بھی سر بلند ہیں۔ اور آگے بھی سر بلندی انہیں کا حصہ ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

التواے حج کے اقوالِ عدم جواز کا شرعی جائزہ

ایک طرف تو علماے اہل سنت ودانشوران قوم کی طرف سے التواے حج کی تحریک چلائی جارہی تھی۔ لیکن دوسری طرف سعودی ہوا خواہ اپنا حق نمک ادا کرنے میں کسی طرح کی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے۔ اپنے اپنے طور پر تحریک التواے حج کو ناکام بنانے میں مصروف تھے۔ ایک صاحب غلام مرشد نام کے نجدی پرست اخبار بنام زمیندار میں ناقص دلائل سے التواے حج کو ناجائز حرام قرار دینے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔ مگر الفقیہ اخبار کے مضمون نگار حضرات نے اس پر توجہ دی اور اس مضمون کے سارے تانے بانے کھول کر نجدی ایجنٹ مضمون نگار کی علمی حیثیت اجاگر کرکے مضمون کو باطل وغلط ثابت کردکھایا۔ اور التواے حج کے جواز پر شرعی نقطہ نظر سے کلام کرکے اپنا دینی فریضہ بخوبی انجام دیا۔ ہم یہاں اخبار الفقیہ سے وہ مضمون بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

”حجاز کانفرنس لکھنؤ میں تمام فرق اسلامیہ کے اہل الراے نمائندوں نے جمع ہوکر ابن سعود کے اخراج کے لیے یہ لائحہ عمل تجویز کیا، کہ جب تک حجاز تسلط اصل نجد سے آزاد نہ ہوجائے مسلمان حج کو ملتوی رکھیں۔ اس پر نجدی کے حامی اخبارات میں ایک قیامت خیز شور وغوغا بلند ہوگیا۔ کیوں یہی ایک ایسا آلہ ہے جس سے تسلط نجد میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ

ہے۔ لہٰذا وہ اس حربہ کے استعمال کو ٹھنڈے دل سے گوارا نہیں کرسکتے۔ میرے سامنے اس وقت اخبار زمیندار کے ماہ اکتوبر کے کئی پرچے ہیں جن میں اجتماع جیوش اسلامیہ کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون کسی غلام مرشد صاحب کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ جس میں حج کے شرائط لکھتے ہوئے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ التوائے حج کا فیصلہ ناجائز ہے۔ مجھے اس مضمون کی بنیادوں پر ایک اجمالی نظر کرنا ہے اور اس کی غلطیوں پر اشارہ مقصود ہے۔

شرائط وجوب حج

جناب باری عزاسمہ سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

(یعنی تم لوگوں میں سے خانہ کعبہ کا حج کرنا ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کے ذرائع رکھتا ہو)

اس آیت کریمہ میں شرط وجوب حج استطاعت کو قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا جتنی چیزیں استطاعت میں دخل رکھتی ہیں ہر ایک شرط وجوب حج قرار پائے گی۔ اوران میں سے ایک ہی موجود نہ ہو تو حج دائرہ وجوب میں نہ آئے گا۔ ہمیں اس موقع پر مولانا سید سلیمان ندوی سے سخت تعجب ہے کہ انہوں نے اس آیت کے ترجمہ کرنے میں فاش غلطی کی ہے۔

مولانا کا جو فتوی اخبار زمیندار میں شائع ہوا ہے۔ اس میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ کہ وہ شخص جو راستے کی حیثیت سے استطاعت رکھتا ہو، افسوس ہے کہ ایک ماہر ادا شخص ایسا ترجمہ کرے۔ درحقیقت یہ دھوکا (سبیل) لفظ سے ہوا ہے۔ جس کے معنی لغت میں راہ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن محاورات اہل زبان پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبیل کے معنی ایسے مقام پر صرف ذرائع و وسائل کے ہوا کرتے ہیں۔ جن سے مطلوب تک پہنچنا آسان ہو۔ جس طرح راہ کی آخری۔ منزل پر منتہی ہوتی ہے۔ اسی طرح وسائل کو مقصود تک پہنچانے میں دخل ہوتا ہے۔ اس جہت سے ان سب پر سبیل کا اطلاق ہوتا ہے۔ اوراس

آیت میں بھی استطاعت سبیل کے معنی یہی ہیں کہ جس شخص کے پاس وسائل و ذرائع حج کے موجود ہوں۔

چنانچہ علامہ رازی لکھتے ہیں، کہ کسی شی کی طرف استطاعت سبیل کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز تک پہنچنا ممکن ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۸)

اسی کے قریب علامہ نیشاپوری نے غرائب القرآن میں تحریر کیا ہے۔ اور مفسر مشہور ابو سعود رقمطراز ہیں:

کہ سبیل سے مراد وسیلہ حج مثلاً مال وغیرہ۔ (تفسیر ابو سعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ص ۱۸)

نیز دوسری آیتیں نظیر میں موجود ہیں۔ جن میں سبیل کا لفظ وسیلہ و ذریعہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ ''فھل الی خروج من سبیل'' دوسری آیت ''فھل الی مرد من سبیل'' تیسری آیت'' ماعلی المجنین من سبیل'' چوتھی آیت لن یجعل اللہ الکافرین علی المومنین سبیلا،

ان تمام آیات میں سبیل کے معنی امکان اور ذریعہ کے ہیں۔ ان اجلہ مفسرین کے اقوال اور ان آیات کریمہ کے نظائر دیکھنے کے بعد بھی کیا شبہہ ہو سکتا ہے کہ سبیل کے معنی راستے کے ہیں۔ اور یہ ترجمہ صحیح ہے کہ راستہ میں استطاعت ہو۔ معلوم ہوا ہے کہ، من استطاع الی سبیلا، کے اندر تمام وسائل و ذرائع جن کو خانہ کعبہ تک پہنچنے میں دخل ہو مندرج ہیں۔ اور وہ سب شرائط ایسے ہیں جن کے بغیر حج واجب ہی نہیں ہوتا۔ ان شرائط استطاعت کا علمانے چند اصولوں کے تحت میں ذکر کیا ہے۔ جن میں ایک امن طریق ہے یعنی اس بات کا پورا پورا اطمینان اور گمان غالب ہونا کہ راستے میں یا خاص مکہ معظمہ میں کوئی نفس یا مال کا نقصان نہیں ہو گا۔ چنانچہ علامہ عینی شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں۔:

ان کان الغالب فی الطریق السلامة یجب و ان کان خلاف ذلك ولا یجب،

یعنی اگر راستہ میں گمان غالب سلامتی کا ہو تو حج واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے ص ۳۳۸،
امام اعظم ابو حنیفہ کو فی امن طریق کو شرائط وجوب حج سے سمجھتے ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۷۲)
اور دیگر محققین مثلاً ابن حمام نے بھی اس کی تصریح کی ہے (نہر الفائق ص ۲۰۸)

جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ شرائط وجوب حج سے ایک شرط مسلمانوں کے جان ومال کا راہ حج میں اور خاص مکہ میں خطرہ میں نہ ہونا بھی ہے۔ تو اب صرف اس امر پر نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ بحالت موجودہ حج میں مسلمانوں کے جان ومال کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔ اور آئندہ ابن سعود کے عقائد افعال وعادات کسی جہت سے حجاج کے متعلق کسی خطرہ سے نہ ہونے کا ظن غالب ہونا چاہئے۔ اور ابن سعود کی حکومت میں ہے یا نہیں۔

حکومت حجاز کی موجودہ حالت

حجاز اس وقت تمام تر نجدیوں کے تسلط میں ہے۔ جو ابن عبد الوہاب کے متبع ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کو مشرک وکافر سمجھتے ہیں۔ کتاب التوضیح عن توحید الخلاق فی جواب اہل العراق جو سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی یعنی بانی مذہب وہابیہ کے پوتے کی تصنیف ہے۔ اس میں مختلف مواقع پر اس بات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص کسی میت کی قبر پر دعا مانگے، کسی میت سے شفا چاہئے، کسی میت کو آواز دے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اہل قبلہ کی صف سے علاحدہ ہے۔ بلکہ وہ مشرکین وکفار میں مندرج ہے۔ اور جب وہ ان تمام افراد کو اپنے خیال میں کافر ومشرک طے کیے ہوئے ہیں۔ تو مباح الدم اور جائز القتل سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نظر میں کوئی وقعت ان کے جان ومال کی نہیں۔ اس لیے کہ مشرکین کے متعلق آیت ''واقتلوھم حیث ثقفتموھم''
ان کے مباح الدم ہونے میں نص صریح ہے۔ چنانچہ اس کتاب التوضیح میں تصریح ہے۔

واباح لاھل التوحید اموالھم ونساءھم یتخذوھم عبیدا،

خداوند عالم نے اہل توحید کے لیے مباح وحلال کر دیے ہیں ان لوگوں کے مال وزن وفرزند اور یہ کہ ان کو غلام وکنیز بنائیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۱۳)

اس کے علاوہ ابن سعود اور اس کے اسلاف کے کارنامے اور واقعات تاریخی اس امر کو بالکل بے نقاب کر دیتے ہیں کہ ان لوگوں کی نظر میں مسلمانوں کی جان ومال کی وقعت ایک پشہ سے زیادہ نہیں ہے۔ چناں چہ ۱۲۵۹ء میں اس گروہ نے جو حملہ عراق عرب پر کیا ہے

اور عتبات عالیات میں جو دست درازیاں کی ہیں، ان کے حالات کربلائے معلی کے ایک خط سے واضح ہوتے ہیں۔ کہ اس معرکہ میں مقتولین کی تعداد بارہ ہزار پانچسو پچیس نفر تک پہنچی تھی۔ اور یہ سب کو لوٹتے تھے۔ مقتولین کی کربلائے معلی میں یہ حالت تھی کہ راہوں میں بغیر لاشوں کے اٹھائے ہوئے راستہ چلنا محال تھا۔ رسالہ کشط الاباب میں ہے۔

ان علی ومن قتل حل ابدی هولاء المسہ فین یزید علی مائة الف وقتلوا اهل الطائف وهم جم غفیر بعض المعاهدة والمحاف یصییفوبانهم لافیهم السیف

ان خونریزوں کے ہاتھوں مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور طائف کو انہوں نے یہ عہد کرنے کے بعد کہ تم پر تلوار نہ اٹھائیں گے قتل کیا ہے یہ بھی لکھا ہے،

ونهب اموال المسلم واستحلالها والخطاب بیا مشرك لهم،

یعنی.... لوگوں کی عادات میں سے مسلمانوں کے مال کا لوٹنا اور اس کو حلال سمجھنا اور یا مشرک کے لفظ کے لیے ان سے خطاب کرنا ہے۔

اور اب اسی سیرت کا اتباع ابن سعود کی افواج نے طائف میں کیا۔ کہ وہاں قتل عام کر دیا گیا۔ راتوں کو گھروں میں جا کے مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں کو اسیر بنایا۔ نیز محمل مصری کے ساتھ جو حجاج تھے ان کو مشرک کا لقب دے کے ان سے مقابلہ کیا گیا۔ اور خاص حرم میں خونریزی ہوئی۔ اس طرز عملی کے باوجود یہ کہنا کہ ان کے نزدیک کوئی کلمہ گو مباح الدم نہیں ہے، کہاں تک معیار ہوش مندی پر درست ہے۔

اگر بعض سیاسی مصلحتوں سے اس سال حج کے موقعہ پر اس قسم کے واقعات رونما نہ ہونے پائے، تو اس سے اس امر کی حمایت نہیں ہو سکتی، کہ آئندہ کامل طور پر تسلط ہو جانے کے بعد ایسا نہ ہو گا، جب کہ ان کے عقائد و اعمال ان خونریزوں کی انسداد کی کوئی ضمانت نہیں کر سکتے بلکہ حامی ہیں۔ ہر صاحبِ عقل سمجھ سکتا ہے کہ کسی انسان کا ایسے شخص کے زیر تسلط چلا جانا کہاں تک قرین عقل ہے جو اس کو مباح الدم اور واجب القتل سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں پاک عقیدت حجاج تو کبھی حجاز میں خطرہ سے محفوظ نہیں ہو سکتے۔ اور یقیناً ان کی جان و مال کے ضرر کا اندیشہ ہے۔

کیا حجاز میں امن ہے؟

غلام مرشد صاحب رقمطراز ہیں کہ

"موجودہ حکومت کے متعلق احناف اور اہل حدیث اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ اس کے انتظام شریفی دور کی نسبت بہتر ہیں اور بظاہر حج کی غرض سے جانے والوں کے لیے راستہ پر امن نہیں ہے اہل حدیث کا تو ذکر نہیں ان کے لیے تو ابن سعود کی مذمت کرنا اُصولاً خلافِ عقیدہ ہے لیکن معلوم نہیں وہ احناف کون سے ہیں جو اس بات پر متفق ہیں کہ اس وقت حجاز میں امن وامان ہے۔ اگر اس امر کی حقیقت کا انکشاف مقصود ہو تو اس مرتبہ کے حجاز کے بیانات وسر گزشت حالات دیکھو مصر کے (۸۰) حاجیوں نے متفق کلمہ یک زبان و دولب ہو کے جو بیان شائع کیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"ہم حجاج مصر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو گواہ کرتے ہیں ان سختیوں اور مصیبتوں پر جو ہم کو اس سال حج میں برداشت کرنا پڑی ہیں اور جو ضیق و تنگی ہم کو اٹھانا پڑی ہے کہ جس سے بہت سے جان ومال تلف ہو گئے۔ جس روز سے کہ ہم نے جدہ سے مکہ تک کے راستہ میں اور خاص مکہ میں اور مکہ سے منیٰ وعرفات تک مختصر مناسک حج میں وہ نجدی گروہ کہ جو مذہب وہابیہ کا حلقہ بگوش ہے اور جو باغات نجد سے سمٹ کر حجاز میں جمع ہو گیا تھا جس کے ہجوم سے پاؤں رکھنے کی زمین پر جگہ نہ تھی۔ اس سے ہم کو ہر قسم کی ذلت اور سختی برداشت کرنا پڑی۔ وہ صبح وشام اٹھتے بیٹھتے ہم پر ہجوم کرتے تھے۔ اور ہم کو اندھیری راتوں میں آ آ کے ستاتے تھے۔ اور ہم سب کے خواہ مرد ہو یا عورت کپڑوں کی تلاشی لیتے تھے۔ اور ہمارے سامان ضروری کو کھولتے تھے۔ سارے ضروریات سفر الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ اور جو مال ان کے ہاتھ لگتا تھا اور جو چیز سامان میں ان کو نظر آتی تھی وہ چھین لے جاتے تھے۔ اور اس ظلم وستم کا بہانہ یہ تھا کہ سگریٹ وغیرہ ایسی چیزوں کے خیال سے تلاشی لیتے تھے کہ جن کا استعمال ان کے مذہب میں حرام ہے۔ اور اگر کوئی حاجی ان کو اس طرز عمل سے روکتا تھا تو وہ اس کو زمین پر گرا دیتے تھے۔ اور لاتیں اس کو مارتے تھے۔

اور سلاح جنگ سے اس کو دھمکاتے تھے۔ پھر جب ہم جمع ہو کے چاہتے تھے کہ حکام کے پاس شکایت لے جائیں تو وہاں فریاد رسی کے دروازے کو اپنے لیے بند پاتے تھے۔ اور ہم دیکھتے تھے کہ حکام کی دشمنی ہم سے ان نجدیوں بدوؤں سے زیادہ ہے۔ وہ ایک شمہ ہے ان کثیر مصیبتوں کا جو ہمیں اٹھانا پڑی ہیں۔ حتی کہ اس ظلم واستبداد میں ہماری ذلت و سرگشتگی کی حالت بہائم سے کم نہ تھی۔ (دیکھو ہمارا رسالہ فریاد مسلمانان عالم ص ۵،۴)

مولانا نثار احمد صاحب کانپوری مفتی جامع مسجد آگرہ ورکن وفد جمیعۃ العلما اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ:

زیارت کی اجازت نہیں۔ بلکہ ابن سعود کی طرف سے ممانعت ہے۔ اس نے سرکاری اخباروں میں یہ اعلان کر دیا کہ مآثر ومزارات کی زیارت کرنے والوں کو اگر میری فوج کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی۔ نجدیوں نے رمی جمار اونٹوں پر بیٹھ کر کیا۔ اور اونٹوں کو اس قدر زور سے بھگاتے تھے جس کے باعث حجاج کو سخت چوٹیں آئیں۔ ایک عورت بیہوش ہو گئی دوسری کا انتقال ہو گیا۔

(ہمدم ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء)

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

نجدیوں کی بے رحمی نہیں تو یہ بے خیالی نے پریشان کر دیا تھا۔ اور بعض جانیں بھی اسی طرح ضائع ہو گئیں۔ مگر حکومت کا ایک سپاہی پولیس والا کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ نجدی وحوش کو انھوں نے یہی تعلیم دی تھی کہ یہ اور تمام مسلمان کافر ومشرک ہیں اور قبر پرست اور ان کا مارنا جہاد ہے۔ (ہمدرد ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء)

خواجہ محمد اکرم وخواجہ محمد اعظم رئیس لدھیانہ کا بیان ہے حاجیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے ذرا ذرا سی بات پر نجدی حاجیوں کو زود وکوب کرتے تھے۔

(انیس لدھیانہ ۱۵/ جولائی ۱۹۲۶ء)

کیا ان تمام بیانات کے دیکھنے کے بعد بھی اس وقت حجاز کے بے امن ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے جب کہ حجاز میں امن مفقود ہے اور حجاج کے جان ومال کے نقصان ہونے

کا کوئی اغلب ظن نہیں ہے تو شرط حج مفقود ہے۔ لہٰذا وجوب کا تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔

غالباً غلام مرشد صاحب کے ذہن میں اب یہ بات آجائے کہ حج کا التوا کسی نئی شرط کے اختراع اور زیادتی پر مبنی نہیں، بلکہ اپنی شرائط کی بنا پر ہے جو صراحۃ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔ نیز اجتہاد فقہاے امت سے ثابت ہیں۔ لہٰذا وہ تمام احادیث بے ربط ہیں جو اختراع شروط عبادت کی ممانعت ومذمت میں پیش کی گئی ہیں ۔بلکہ خداوند عالم کے پیش کردہ شرائط کی عدم موجودگی میں مشروط پر اصرار کرنا مخالفت الٰہی اور جرات عصیان ہے۔ اور شرط اللہ اوثق۔ (بخاری ۲۲۷) کے خلاف ہے۔

اسی مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یزید اور عبد الملک اور حجاج اور ولید کے مظالم پر حالت موجود کا قیاس کرنا اور یہ کہنا کہ اس زمانہ میں حج نہیں روکا گیا تو اب کیوں روکا جائے غلط ہے۔ کیوں کہ وہ مظالم ایک مخصوص جماعت اور طبقہ افراد میں منحصر تھے اور انہیں سے وہ جنگ ومقابلہ تھا۔ عام حجاج کی جان ومال پر کوئی خطرہ نہ تھا۔ مضمون نگار زمیندار کو یہ ثابت کرنا چاہیے، اور تاریخی حوالہ دینا چاہیے کہ ولید وغیرہ کے زمانہ میں تمام فرق اسلام کافر ومباح الدم سمجھے جاتے تھے۔ اوران کے جان ومال معرض تلف میں تھے۔ برخلاف اس وقت کہ حجاز پر ایسی جماعت کا تسلط ہے جو تمام مسلمانوں کو مباح الدم سمجھتی ہے۔ لہٰذا ان کی جانیں اس کے قابو میں جانے کے بعد ہر وقت خطرہ میں ہیں۔"

(باقی مضمون، چند صفحات قبل، بعنوان حج کی فرضیت اورالتواے حج کی تفصیل تاریخی اعتبار سے، کے تحت پیش کر دیا گیا ہے۔)

[۲۱/ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۶،۷،۸]

التواے حج کے خلاف فتوی کا جائزہ بقلم مولانا عبد الحامد بدایونی

کلکتہ سے التواے حج کے خلاف ایک فتوی شائع ہوا۔ جس میں علمی وفقہی تاریخی ومذہبی استدلال سے ہٹ کر اپنی ذاتی راے کو بیان کیا گیا۔ جواب میں مولانا محمد عبد الحامد قادری ناظم انجمن تبلیغ الاسلام ورکن جمعیت علماے ہند نے ایک مدلل ومفصل تحریر الفقیہ

میں شائع کرائی۔ من و عن پیش ہے۔ ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

"کلکتہ سے ایک فتویٰ مخالفت تحریک التواو تاخیر حج میں شائع ہوا ہے۔ استفتا میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ابنِ سعود کے اعلانِ ملوکیت اور ہدم قباب کی بنا پر بعض لوگ فریضہ حج ملتوی کرا دینا چاہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مجیب، مفتی سوال کے مطابق جواب دیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حجاز میں شخصی، شاہی اور محض ملوکیت ہے۔ یا قبہ جات مزارات کی مخالفت سے تاخیر و التوائے حج نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس وقت جو بحث ایک حقیقت ثانیہ کی صورت میں دائر ہے وہ ابن سعود کے انتہائی مظالم اور مناسکِ حج میں خلل اندازی اور پر خوف و خطر طرزِ عمل اور عالم اسلامی کے مسلمانوں کو مباح الدم، مشرک، کافر سمجھنے کی ہے۔ جس کی بنا پر تحریک التواو تاخیر حج شروع ہوئی ہے۔ اور یہ ایک تاریخی و فقہی شہادت و حقیقت ہے کہ بعض حالات میں حج کے ادا میں تاخیر و التوا کیا گیا اور کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ مناسک و ارکانِ حج میں خلل پڑتا ہو۔ اور حاجی کے لیے امن طریق و زادِ راہ اور جان کی خیریت اور سلامتی کا اطمینان نہ ہو۔ اور مخالف قوت و باعثِ قوت و طاقت حاجی و زائر کے مقابلے سے زائد اور اس کے لیے موجب ہول و خطر ہو۔ ان تمام اُمور کا انطباق و انشراح ہم اپنے طور پر کسی دوسری تحریر میں مفصلا کریں گے۔ اس وقت ہمیں فتویٰ ایک ورقہ کلکتہ کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ اس میں سب سے پہلا جواب علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کا ہے۔ جن کو یہ منصب رئیس الوفد خلافت برائے موتمر مکہ لکھا گیا ہے۔ یہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ سید صاحب رئیس وفد ہیں۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ فتویٰ بھی بحیثیت رئیس وفد دیا ہے۔ سید صاحب نے جواب مختصر ذاتی رائے سے کہا ہے۔ نہ استدلال علمی و فقہی ہے، نہ مواد تاریخی، البتہ مذہبی رنگ دینے کو، جزو آیہ کریمہ میں استطاع الیہ سبیلا، تحریر فرما کر راستہ کے لحاظ استطاعت کی تفسیر میں علما و ائمہ کے اتفاق سے تین چیزوں کا ہونا بیان و ظاہر فرمایا ہے۔

(راستہ کا امن و امان) (راستہ کا خرچ) (راستہ چلنے کی قوت)

ہم انھیں امورِ ثلاثہ کی تشریح و توضیح کے بعد بالاعلان کہتے ہیں کہ رئیس الوفد کے مسلمہ، مدونہ، مرتبہ حالات بصورت مجلد رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء کی بنا پر قطعاً اور یقیناً التوا

و تاخیر حج کرنا چاہیے۔ ملاحظہ ہو رپورٹ وفد خلافت جس کے مرتب کرنے والوں میں پہلا نام علامہ رئیس الوفد سید سلیمان صاحب کا ہے۔ ص ۱۳۲، نمبر ۱۰۹، عنوان حج اور انتظامات۔ منیٰ میں امسال حکومت کی غفلت سے نجدیوں کے ہاتھوں حجاج کو سخت تکالیف پہنچیں اور چند اموات بھی واقع ہوئیں۔ الخ۔

سید صاحب محترم مجیب استفتائے کلکتہ و رئیس الوفد ارشاد فرمائیں کہ مناسک کے متعلقات میں یہ خرابی آپ کے مرتبہ رپورٹ میں درج ہے یا نہیں۔ نیز اس سے امن کی حالت بھی ظاہر ہوتی ہے یا نہیں۔ پھر جب آپ کی شہادت سے مناسکِ حج کا جن چیزوں یا مقامات وعبادات سے تعلق ہو ان میں یہاں تک خرابی ہو۔ آپ کے الفاظ میں سخت تکالیف اور چند اموات واقع ہوئیں تو پھر اب تو التوائے حج اور تاخیر ضروری ہے۔

راستہ کے خرچ کے متعلق یہی مجیب مکرم سید صاحب محترم علامہ رئیس الوفد اپنی مرتبہ رپورٹ کے ص: پر عنوان کیا یہ قیامِ امن پائدار ہے۔ سطر چھ پر نظر ڈالیں۔

کہیں نجدیوں کی مذہبی تنگ نظری اور تشدد اور محاصل کی غیر متوقع زیادتی نے امسال حجاج وزائرین کو بددل کر دیا ہے۔ الخ۔

اِس غیر متوقع زیادتی کے لفظ پر غور فرما کر جواب دیجیے! کہ حاجی راستہ کے خرچ کا کیا اطمینانی انتظام کر سکتا ہے۔ یا یہ تجویز کیا ہے کہ غیر محدود دولت نجدیوں کی خاطر لیکر جائے اور بیاندازہ خرچ کی تکلیف و شرط میں مبتلا ہو اور جس سے غیر متوقع زیادتی، جدید ٹیکس، رشوتیں مجبورا ادا کرے۔ ورنہ خوف و خطرہ میں مبتلا ہو۔ اور ارکانِ حج کی ادا سے محروم رہے۔ اِسی سلسلہ قیامِ امن میں اِسی صفحہ پر یہ فقرہ بھی ملاحظہ ہو۔ ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں موجودہ ارکانِ حکومت پر اعتماد نہیں۔

مسلمانو! سید صاحب رئیس الوفد کا فیصلہ سنو صاف صاف ظاہر کر دیا گیا کہ راستہ کا خرچ اور زادِ راہ حج کے سلسلہ میں بھی حاجی نجدیوں کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ ص:۱۲۸، پر مرقوم ہے۔ میرٹھ کے مشہور رئیس شیخ وحید الدین، بشیر الدین موٹر اپنے ہمراہ لے گئے تھے اِس پر بھی حکومت نجد نے نو سو روپیہ ٹیکس لگایا۔

اِسی طرح بہت سے ٹیکسوں اور جبری آمدنیوں اور روپیہ وصول کرنے کے متعلق رئیس الوفد کی مرتبہ رپورٹ شاہد ہے۔ پس بتاؤ! کہ ان کے اصول جواب پر کہ راستہ کا خرچ بھی استطاعت کی تفسیر میں ہے اور اسی خرچ کے متعلق غیر متوقع زیادتی کا لفظ رپورٹ کے فقرہ مندرجہ بالا میں استعمال کیا گیا ہے۔ کیا یہ نہیں بتاتا کہ یقیناً ایسی صورت میں حج ملتوی و موخر کیا جائے۔ اب خاص کعبہ میں امن کے متعلق سنو۔

ص ۱۱۱، رپورٹ سفر:۔ ہمارے وفد کے کاتب اختر علی صاحب کو حرم شریف میں صرف اِس صورت پر گرفتار کر کے حوالات میں ڈال دیا کہ پولیس والے حرم شریف میں سونے والوں کو بید مار مار کر اٹھا رہے تھے تو انہوں نے محض راہِ ہمدردی و ترحم ان کو سمجھایا کہ لوگوں کو حرمِ پاک میں اس طرح نہ مارنا چاہیے۔ اِس کہنے پر پولیس والے برافروختہ ہوئے۔ انہیں حوالات میں ڈال دیا۔ بند کرنے کے بعد ان کو مارا، ان کی داڑھی بھی نوچی۔

مسلمانو! اب تو رئیس الوفد کی شہادت سے خاص حرمِ کعبہ میں عدمِ امن ثابت ہو رہا ہے اور کیا اب انہیں کے اصول پر کہ مناسکِ حج کا تعلق کعبہ الخ، التواحج ضروری نہ ہو گیا۔

اِس کے علاوہ عدمِ امن کی اور شہادتیں یہاں تک کہ لوگ مارے گئے اِسی رپورٹ مرتبہ رئیس الوفد مجیب استفتائے کلکتہ کے بیان سے ملتی ہیں۔ مگر ہم بخوفِ طوالت اِس تحریر میں ان کو درج نہیں کرتے۔ دوسری تحریر و اشاعت میں واضح کریں گے۔ اس وقت ہمیں یہ بتانا تھا کہ رئیس الوفد مجیب استفتائے کلکتہ نے جو اصل عدم التوائے حج کی ٹھہرائی تھی اور جو تفسیریں استطاعت کی بحوالہ ائمہ و علما ظاہر کی تھیں۔ انہیں کی بنا پر حسبِ بیان رئیس الوفد التوائے حج و تاخیر قصد حج ضروری ضروری ضروری ہے۔

مسلمانو! غور کرو کہ اس وقت حاجیوں کے لیے مناسک و معقولاتِ حج ادا کرنے میں بھی امن کہاں ہے۔ دیکھو اور رئیس الوفد کی مرتبہ رپورٹ پڑھو۔ تو تم کو اور حقائق و کوائف بھی ایسے معلوم ہو جائیں گے جن کے علم کے بعد پھر مسئلہ صاف ہو جائے گا، کہ نجدیوں کا عہد حجاز و حرمین کو پر خطر اور حج کے موسم کو بھی پر خوف بنا رہا ہے۔ اور نجدی عام طور پر ہم تم سب مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ہم کو حج و عبادت کیا کرنے دیں گے۔

ملاحظہ ہو رپورٹ مرتبہ رئیس الوفد ص ۱۱۳: مولوی عبد الحلیم صدیقی رکن جمعیۃ العلما کی بحث سلطانِ نجد و قاضی القضاۃ کے سامنے دربارہ تکفیر اہلِ قبلہ اور اس پر سلطانِ نجد اور قاضی القضاۃ کی سختی اور درشتی۔ اور مولانا نثار احمد رکن وفد جمعیت کے حرم میں پنکھوں میں پٹنے کا تذکرہ اور معمولی معمولی باتوں پر نجدیوں کی مارپیٹ اور اس قتل و موت کے واقعات کا ہونا اس کے بعد خدارا سوچو، سمجھو کہ نجدیوں کے عہد میں بجز ہلاکت اور ٹیکسوں، رشوتوں، میں مال ضائع کرنے کے ہر قسم کی سختی تکلیف اٹھانے کے حاجیوں کو اور کیا آرام ملتا ہے۔ پس صاف طور پر اعلان کر دو کہ اب قصد حج موخر و ملتوی کر دینا ضروری ہے اور نجدیوں کے حجاز سے اخراج واستیصال کے لیے یہ حربہ استعمال کرنا حرمین وحجاز کی خدمت ہے۔“

[الفقیہ: ۷؍ جنوری ۱۹۲۷ء ص ۱۱، ۱۲]

التواے حج کے خلاف نجدی فتنہ انگیزیاں

ہر چہار جانب علماے اہل سنت ودانشوران قوم مسلم کی طرف سے التواے حج کے اعلان کیے جارہے تھے۔ مگر خلافی گروہ کے سبھی افراد مکمل طور پر تحریک التواے حج کو ناکام کرنے میں سرگرم تھے۔ لوگوں کو یہ کہہ کر کہ تم کو فریضہ حج سے روکا جارہا ہے، روانگیِ حج کے لیے اکسا رہے تھے۔ اور جب وہ وہاں جاکر مصیبت میں گرفتار ہوگئے تو امیر علی وغیرہ کے خلاف آواز ناحق بلند کرتے پھر رہے تھے۔ اور اپنے امیر وپیشوا کے سارے کرتوت چھپا کر حق نمک ادا کر رہے تھے۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”یہی حال اب لوگوں کو حج پر آمادہ کرنے کا ہے علماے کرام سمجھاتے رہے کہ حجاز میں میدان کارزار گرم ہے، اس لیے ایسی حالت میں ارادہ حج کرنا جائز نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ امیر علی بن حسین نے مصر والوں کو اطلاع دیدی ہے کہ حج کے لیے پروانہ راہداری نہ دیا جائے۔ تو ان خلافی رہزنوں اور اخباروں نے شور مچادیا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مخالف ہیں فریضہ حج سے روکتے ہیں۔ وغیرہ ذالك من الهفوات والخرافات والواهيات۔ جن احمقوں پر ان کا جادو چلنا تھا چلا اور روانہ ہوگئے۔

اب خبریں آرہیں ہیں کہ پہلا جہاز بندر سوڈان پر رکا ہوا ہے اور بندر رابغ کی ناکہ بندی ہورہی ہے۔ اور امیر علی اس پر گولہ باری کرنا چاہتا ہے۔ اب خلافی اخبارات عموماً اور زمیندار خصوصاً امیر علی کو گالیاں دے رہے ہیں کہ وہ حجاج پر ظلم کر رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو فریضہ حج ادا کرنے سے باز رکھنا چاہتا ہے۔

یہ ان لوگوں کا دھوکہ ہے نہ امیر علی فریضہ حج کے خلاف ہے نہ حج کو روکتا ہے۔ مگر ایام جنگ میں اگر حجاج کے جہاز میں اس کے غنیم دشمن کی امداد کا سامان ہے تو ایسے جہازوں کو تباہ کرنے اور ان پر گولہ باری کرنے میں حق بجانب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا اب اس پر کیا الزام۔ مگر خلافی رہزنوں کو اس میں بھی فائدہ ہے۔ ہندوستان کے احمق مسلمانوں سے جو کچھ بھی ٹھگا گیا ہے وہ سالم کا سالم ان کے قبضہ میں رہے گا اور خلافی زمانہ کی طرح خوب گل چھرے اُڑا سکتے ہیں۔ زمیندار گورنمنٹ پر الزام لگاتا ہے کہ وہ کیوں زور دے کر امیر علی کو باز نہیں رکھتی اس کا مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ اسے کیوں مجبور نہیں کرتی کہ وہ دشمن کے پاس سامان رسد غلہ وغیرہ پہنچنے دے۔ مگر گورنمنٹ کا فرص صرف اتنا ہے کہ اگر امیر علی نے رابغ کی ناکہ بندی کر لی ہے تو جہاز کو صحیح و سلامت واپس بمبئی پہنچا دے۔ مگر یہ لوگ شیاطین نجد اور قرن الشیطان ثانی ابن سعود پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے، جس نے جھوٹ بولا کہ بندر رابغ ہر طرف سے محفوظ ہے، اور اس نے حجاج کی حفاظت اور آسائش کا پورا بندوبست کیا ہے۔ یا اپنے آپ پر لعنت کریں کہ کیوں ان شیاطین کے جھوٹے وعدہ کو وحی آسمانی کا رتبہ دیا۔" [الفقیہ: ۱۴ر جون ۱۹۲۵، ص ۴،۵]

وہابیوں کا اعلانِ حج

وہابیوں نے التوائے حج کی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے اور اپنے پیشوا ابن سعود کو خوش کرنے کے لیے اعلان کرا دیا کہ ایک پورا جہاز اہلِ حدیث حضرات کی طرف سے حجاز کو روانہ ہو گا۔ اس خبر کا شہرہ مکہ میں بھی ہوا۔ جس کا ذکر مدیر الفقیہ کے نام مکہ سے آئے درج ذیل خط میں کیا گیا ہے۔ لیکن جب حجاز کے راستہ کی دشواریوں اور امیر علی کی طرف سے

گولہ باری کی خبریں سنیں تو جانے کا فیصلہ ملتوی کر دیا۔ دوسروں کو حج پر اکسانے والے خود حالات حجاز خراب ہونے کے سبب حج کو نہیں گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ التواے حج کا فیصلہ بالکل درست تھا۔ مدیر الفقیہ لکھتے ہیں:

”مکہ معظمہ سے ہمارے ایک دوست کے نام ایک خط آیا ہے۔ جو بمبئی تک دستی اور بمبئی سے ڈاک میں آیا ہے۔ اگرچہ راقم خط نے ابن سعود ملعون کی نسبت کوئی کریہہ لفظ نہیں لکھا۔ تاہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیاطین نجد کے قبضہ سے طائف کے سب لوگ بھاگ گئے۔ اور مکہ معظمہ کے لوگوں میں سے تجار اور اہل دول خائف ہو کر بھاگ گئے۔ اور صرف ۔ا۔۳، سے بھی کم آبادی رہ گئی ہے۔ واقعات وہی ہیں جو کہ پہلے معلوم ہوئے تھے۔ اور جن پر شیاطین نجد کے حامیوں نے پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر اس خط میں ایک خاص بات تھی۔ وہ یہ کہ مکہ معظمہ میں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ ایک جہاز ہندوستان کے اہل حدیثوں کا امسال حج کے لیے جائے گا، اور سارے جہاز میں ایک بھی غیر اہل حدیث نہ ہو گا۔ اس خبر سے قرن الشیطان بہت خوش ہوا اور عام طور پر اپنی مجالس میں اس کا فخریہ تذکرہ کرتا رہا۔ راقم خط لکھتا ہے کہ معلوم نہیں کہ ان کا جہاز آئے گا یا نہیں۔

غریب راقم الخط کو کیا معلوم کہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح ان لوگوں کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ جب مدیر اہل حدیث نے اپنا ارادہ حج ظاہر کیا اور تحریک کی کہ سالم جہاز صرف اہل حدیثوں کا ہو تو بہت سے وابستگان دامن نے اس ارادہ کے ترک کرنے پر مجبور کیا۔ مگر مدیر صاحب نے کسی کا نہ مانا اور یہی جواب دیتے رہے کہ اگر عین وقت پر راستہ بند ہو گا تو ارادہ فسخ ہو گا۔ اور اگر راستہ صاف ہوا تو ہم ہرگز اس سال حج کو ملتوی نہ کر سکیں گے۔ اب جب کہ حامیان قرن الشیطان نے لوگوں کو حج کے لیے اس غرض سے اکسایا کہ قرن الشیطان کی امداد کا سامان پیدا ہو جائے۔ تو اخبار اہل حدیث نے بھی اس کی تائید کی اور حج کے لیے جانے کی ترغیب دی۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کے خیال میں رستہ صاف تھا مگر باوجود اس کے اپنا اور سالم جہاز کا ارادہ گاؤ خورد ہو گیا یا ہوئے شتر ثابت ہوا قرن الشیطان ثانی اس پر جتنا بھی افسوس کرے صحیح ہے۔

زمیندار میں ایک طرف تو حاجیوں کے بخیر وعافیت رابغ پہنچ جانے کی خبریں درج ہو کر اظہار خوشی کیا جاتا ہے۔ مگر دوسری طرف گورنمنٹ کی معرفت سے آئی ہوئی خبر کی بنا پر یہ لکھا جاتا ہے کہ رابغ پر گولہ باری جاری رہے گی۔ تعجب ہے، کہ ہجرت کے واقعہ سے لوگوں نے سبق نہ لیا۔ اور اکثر حمقاء خلافی لیڈروں اور اخباروں کے دھوکے میں آ گئے۔ خدا ان کو صحیح وسالم واپس لائے۔ ورنہ سارا ہندوستان خلافیوں کو بے نقط گالیاں دے گا۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸؍جون ۱۹۲۵، ص۶]

حج بیت اللہ اور ہندوستانی وہابی

نجدی ہوا خواہوں کی التوائے حج کی تحریک کو ناکام کرنے کی اکثر کوششیں خود ناکام رہی تھیں۔ ۱۹۲۵ء میں باضابطہ ایک مکمل جہاز لے جانے کا اعلان کیا تھا۔ مگر حالات ناسازگار ہونے کے سبب نہیں گئے۔ اس لیے ۱۹۲۶ء میں حد بھر کوشش کی۔ لیکن جس طرح کی کوششیں تھیں اس اعتبار سے لوگ حج کے لیے تیار نہ ہوئے۔ مولوی ثناء اللہ اور چند نجدی افراد ہی حج کو روانہ ہو سکے۔ اخبار الفقیہ کے حوالے سے مولوی ثناء اللہ کے اس سفر سے متعلق تفصیل ملاحظہ کریں:

"پچھلے سال مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی و بعض دیگر عمائد وہابیہ اس امر پر زور دیتے تھے کہ حج پر ضرور جانا چاہیے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب مانع حج تو نہ تھے البتہ واقعات کی بنا پر التوا کا مشورہ دیتے رہے آخر اب کے برس جب کہ ابن سعود کا مکمل قبضہ حجاز پر ہو گیا تو وہابیہ میں خصوصیت کے ساتھ حج کا شوق پیدا ہوا۔ اگرچہ دوسرے مسلمان بھی حج کو جا رہے ہیں، مگر انہوں نے اپنی روانگی کا ارادہ نہ تو ظاہر کیا نہ اس کے اعلان کی ضرورت سمجھی۔ ہاں وہابیہ میں زور شور سے اعلانات شائع ہونے لگے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو یہاں تک ارادہ کر لیا کہ سالم جہاز ہی غیر مقلدین کا ہو گا۔ مگر افسوس! کہ ان کے متواتر اعلانات کے ہوتے ہوئے بھی کئی مہینوں کی لگاتار کوشش کا نتیجہ یہ ہوا، کہ حج پر آمادہ ہونے والے اور ان کی رفاقت منظور کرنے والوں کی تعداد پانچ سو تک بھی نہ پہنچ سکی۔ مسٹر ظفر علی کی نسبت جب

یہ افواہ اڑی کہ ابن سعود سے بیعت کر کے اور اس کی مدح خوانی کر کے اس نے بہت بڑا مالی فائدہ حاصل کیا اور ابن سعود کی بارگاہ میں وہ معزز اور مقتدر بلکہ قابل قدر حامی قرار دیا گیا۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی یہ ارادہ کر لیا کہ مسٹر ظفر علی سے بڑھ چڑھ کر انہیں کامیاب ہونے کا موقع ہے۔ اپنا رعب داب قائم کرنے کے لیے سالم جہاز کو اس لیے تجویز کیا کہ ابن سعود سمجھے کہ بڑے مقتدر اور معزز ہیں کہ صرف حج کرنے والوں میں اتنی جماعت ان کی خادم ہے اس لیے ممکن ہے کہ ظفر علی سے زیادہ اور گرانقدر رقم ان کو بھی مل جائے۔

مگر افسوس کہ روانگی سے چند دن پہلے رفاقت کا وعدہ کرنے والوں میں سے بھی اکثر نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا دوسری چال جو انہوں نے اپنا اقتدار جمانے کے لیے چلی، یہ تھی کہ جب ابن سعود نے ایک بیہودہ موتمر کی دعوت دے دی تو مولوی صاحب نے جس طرح لاہور میں چپکے چپکے اپنے آپ کو سردار اہل حدیث منتخب کرا لیا تھا اسی طرح دہلی میں اہل حدیث کانفرنس سے جو ایڈیٹر رسالہ اہل الذکر کے نزدیک دہلی کے سوداگروں کی کانفرنس ہے، یہ فیصلہ کرا لیا کہ ابن سعود کی موتمر میں شامل ہونے کیلیے جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب بطور نمائندہ بھیجے جائیں۔

جب یہ خبر مشہور ہو گئی تو جو جماعت مولوی صاحب کے خلاف ہے اور جس کے نزدیک مولوی صاحب نہ صرف اہل حدیث سے خارج ہیں بلکہ خدا جانے کیا کیا ہیں اس کے خلاف ہو گئی۔ اور لاہور مسجد چینیانوالی میں ایک جلسہ کر کے قرار دیا کہ مولوی صاحب اہل حدیث کے نمائندے نہیں۔ اور جس جماعت نے ان کو نمائندہ قرار دیا ہے۔ وہ جماعت ہی خود صحیح معنوں میں نمائندہ نہیں اور انہوں نے عہدہ نمائندگی تصور کر کے مولوی عبد القادر کو دیا۔ اس کے ساتھ ہی مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی عازم حج ہو گئے اور بہت تھوڑے دنوں میں ان کے رفقا کی تعداد بڑھ گئی۔ امرتسر میں مولوی ابو تراب محمد عبد الحق صاحب روانہ ہو گئے جن کا بیان ہے کہ انہوں نے مولوی ثناء اللہ پر اعتراضات کا کافی سامان پہلے ہی سے ابن سعود کے پاس بھیج دیا ہے۔ اور وہاں جا کر ابن سعود پر ان کی اصلیت تمام و کمال ظاہر کر دیں گے۔ اور دکھا دیں گے کہ یہ شخص اس قابل نہیں کہ کسی جماعت کا نمائندہ ہو۔

دیکھیں ابن سعود کے سامنے اگر مولوی ثناء اللہ کا جھگڑا پیش ہو تو معلوم نہیں کہ وہ کیا فیصلہ کرے۔ لیکن ہمارے خیال میں مولوی عبد الحق صاحب اور مولوی عبد الواحد صاحب کو مولوی ثناء اللہ کی مخالفت میں کامیابی نہ ہوگی۔ کیوں کہ ابن سعود کوئی مذہبی آدمی نہیں بلکہ وہ ایک پولیٹکل شخص اور پولیٹکس میں بڑا چالک ہے۔ مولوی ثناء اللہ کی مخالفت میں مذہبی اعتراضات ہوں گے مگر مولوی ثناء اللہ کے پاس اخبار اہل حدیث کا فائل ہے جس میں وہ ابن سعود کو دکھا سکتا ہے کہ میں نے اتنی حمایت اور خدمت کی۔ کہ شاہ شطرنج کی طرح تمہارے لیے اسپیریل گورنمنٹ تجویز کے تمہیں شہنشاہ بنا دیا۔ اور تمہارے سابقہ اعلانات کی تفسیر ایسی کہ خود تم بھی نہ کر سکتے۔ اور مطلب یہ بیان کیا کہ ابن سعود نے اپنے لیے اسپیریل گورنمنٹ کے حقوق محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

دوسرا وہ یہ بھی اپنے اخبار میں دکھادے گا کہ ہندوستانی وہابیوں کے اختلافات کے متعلق اس کو الہام ہو چکا ہے کہ ابن سعود کی تقلید کی جائے شرک فی الرسالۃ جس تقلید کو کہتے ہیں وہ تو ائمہ مجتہدین کی تقلید ہے۔ مگر ابن سعود کی تقلید واجب بلکہ فرض ہے۔ کیوں کہ اس کی بنا مولوی ثناء اللہ کے الہام پر ہے تو ہمیں امید نہیں کہ ابن سعود جیسا دنیا پرست آدمی مسائل کی پروا کر کے اپنے ایسے زبردست حامی اور موید کو ناراض کر دے۔ بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسٹر ظفر علی کی طرح یہ بھی مالا مال ہو کر آئیں گے۔ پھر مولوی عبد الحق اور دیگر ہم عقیدہ لوگوں سے اس طرح پیش آئیں گے جس طرح مسٹر ظفر علی اپنے ہندوستانی اولیاے نعمت کارکنان خلافت کمیٹی سے پیش آئے۔" [الفقیہ: ۲۱ر اپریل ۱۹۲۶ء ص ۲]

عبد الواحد وہابی غزنوی کا حج اور مولوی ثناء اللہ کا معاملہ تکفیر

وہابیہ حج کو جانے کے لیے اس قدر کوشاں تھے کہ انہوں نے اہل سنت کی مخالفت میں اپنے اہل خانہ تک کے ساتھ رواداری قائم نہیں رکھی۔ وہابی جماعت کے مشہور مبلغ عبد الواحد غزنوی نے حج کو جانے کے لیے کس طرح سے تیاری کی۔ اور وہاں جا کر حج کے اصل مقصد سے ہٹ کر وہاں کس طرح اپنے ہی مولوی ثناء اللہ کے خلاف فتوی تکفیر کے

حصول کی کوشش کی ملاحظہ کریں:

"امسال کے وہابی حجاج میں لاہور کے ممتاز وہابی عبدالواحد غزنوی بھی تھے۔ جنہوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اہل حدیث کے سردار مولانا ثناء اللہ کی تکفیر کی تصدیق کرانا چاہی۔ لیکن ناکامی سے روسیاہ ہوئے۔ ان کی اپنی کرتوت سن لو!

اپنی سگی بہو کو جو حاملہ تھی سرکاری اسپتال کے خیراتی وارڈ میں داخل کراکے حج کو گئے تھے۔ وہ سخت بیمار تھی اس کا زیورا تار لیا تھا۔ اور کئی مہینوں کے لیے صرف دس یا بارہ روپے اس کو خرچ کے لیے دے گئے تھے۔ وہ بیچاری مصیبت کی ماری خیراتی ٹکڑوں پر پلتی رہی۔ کسی نے اس کی خبر تک نہیں لی۔ اور یہ حج کرتے اور ابن سعود کے جوٹھے مگر میٹھے ٹکڑے اڑاتے رہے۔ کیا اس حج کو حج کہہ سکتے ہیں؟ کیا اس سلوک کو شریفانہ کہہ سکتے ہیں؟ یہ روش انسانوں کی روش ہے؟ (ایک امرتسری اہل حدیث) (سیاست)"

[۱۴ر ستمبر ۲۶ء ص ۱۰]

علمائے اہل سنت کے خلاف اخبار زمیندار کی ہرزہ سرائی کا جواب

علمائے اہل سنت نے جب التوائے حج کا حکم دیا تو اخبار زمیندار میں علمائے بریلی کو طعن و تشنیع سے یاد کیا جانے لگا۔ اور کہا جانے لگا کہ علمائے بریلی اب بجائے کعبہ لندن کا طواف کریں۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"زمیندار کے بعض نامہ نگار شاعر علمائے بریلی ایدھم اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہوئے یہ حماقت بھی چھانٹتے ہیں کہ علمائے بریلی اب بجائے کعبہ کے لندن کا طواف کریں۔ یہ ضرورت سے زیادہ گروہ حمقا اپنے آپ میں شرمندہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ یہ مسلک اور مذہب تو ان کے گرو گھنٹال کا ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ؎

بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے

علمائے بریلی کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بجائے شیاطین نجد جیسے مخفی کافروں

کے کسی ظاہری کافر کی سلطنت بھی عرب میں ہو یا اگر شیاطین نجد علیہم ما علی الشیخ النجدی کعبہ مطہرہ کو مسمار بھی کر دیں تو ہمارا کعبہ وہ ارض مقدس ہے جس پر تعمیر کعبہ ہے۔ تحت الثری سے ثریا تک اس جگہ کی ہوا بھی کعبہ ہے۔ لندن جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں تم لوگ واقعی ان دنوں میں لندن کا طواف کر چکے ہو۔ جب کہ کعبہ مطہرہ پر شریف حسین کا تسلط تھا۔ وہی فریضہ حج جو آج نجدی ایجنٹوں کے نزدیک ضروری واجب الادا ہے، ان دنوں واجب الترک تھا۔ چنانچہ اسی پر زور دیا جاتا تھا۔ اس لیے کہ گرو گھنٹال کا خدا لندن میں تھا۔ خدا بھی ان کا عجیب کھلونا ہے۔ جو کئی سال تک تو لندن میں رہا اور اب جب کہ کعبہ مطہرہ پر اعداء اللہ واعداء الرسول قابض ہیں تو وہ پھر کعبہ میں آدھمکا۔ [اخبار الفقیہ: ۱۴؍ جولائی ۱۹۲۵ء ص ۵]

تحریک التوائے حج اور چند اپنوں کا منفی رویہ

ابن سعود اور نجدی مظالم کے روک تھام کے لیے اہل سنت کے پاس واحد ذریعہ التوائے حج تھا۔ لیکن اغیار کے ساتھ کچھ اپنوں کی بھی لاپرواہی اس تحریک کی ناکامی کا سبب بنی۔ مولانا سید حبیب شاہ صاحب مدیر اخبار سیاست لاہور التوائے حج کے خلاف چند اپنوں کا منفی رویہ بیان کرتے ہوئے نیز التوائے حج کے مخالفین کی سرگرمیوں اور ان کے مالی فوائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں جانتا ہوں کہ آج تطہیر حجاز کی تحریک کو ہندوستان میں زندہ کرنا خارج از امکان ہے۔ لیکن میرا فرض ہے کہ میں نقصان، شہرت، عزت، مال اور اشاعت کو برداشت کرتے ہوئے حقائق تلخ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دوں۔ شاید بارگاہ ایزدی میں میرے لیے یہی تڑپ میری شفاعت کا باعث بن جائے۔ اور نہیں تو کم از کم مجھے یہ اطمینان تو حاصل ہو گا کہ طول و عرض ہند کے ۸ کروڑ مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کہنے، سچ لکھنے اور سچ حالات سے عالم اسلام کو آگاہ کرنے کی توفیق دی۔ تطہیر حجاز کا واحد ذریعہ التوائے حج تھا۔ جب حجاج کم ہوئے تھے تو ابن سعود کی عقل درست ہو گئی تھی اور مآثر و مقابر کو اس نے درست کر دیا تھا ۔ لیکن خدا ہمارے صوفیوں سے سمجھے۔ عبد القدیر بدایونی جیسے لوگ یہ دیکھ کر کہ کسی کے

خرچ سے حج کرنے سے انہیں مالی فائدہ ہوتا ہے حج کو اٹھ دوڑے۔ اب کے حجاج کی تعداد میں ۳۳ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ اور یوں ابن سعود کے حوصلے بڑھ گئے اور اب پھر کھیل کھیلا ہے۔ جو لوگ ابن سعود کی طرف سے حج کا پروپاگنڈا کرتے ہیں ان کی کیفیت کیا ہے؟ یہ کہ وہ حجاز میں جاکر احسان اللہ کے وسیلے سے اور دوسرے وسائل سے ابن سعود کے اس منافعہ میں سے جو اسے حجاج کی وجہ سے ہوتا ہے حصہ لینے کی سعی کرتے ہیں۔ تین سو روپے سے لیکر ۲۴ ہزار کی رقم خطیر تک ان لوگوں کو بطور انعام روپیہ ملا۔ موٹروں پر اسماعیل غزنوی پھرے اور مکہ سے جدہ تک رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی پیدل آئے۔ کیوں اس لیے کہ ایک مامور ہے اور دوسرا مخلص مسلمان ہے۔ ابن سعود کے گرد و پیش مرزائی اور وہابی ہیں۔ ان میں اور دوسرے زر پرست مسلمانوں میں حج کے ایام میں سازشیں، اور سازشوں کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں .... جھوٹی رپورٹ اور فریب کاری کا جال بچھایا جاتا ہے اور ہندوستان اور اس کے مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔ یہ زر پرست لوگ مسلمانوں کو فریب دے کر حج کو لے جاتے ہیں۔ جیر ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ابن سعود کا فائدہ کراتے ہیں۔ اور اس میں سے...وصول کرتے ہیں۔ آہ! حجاز ان زر پرستوں کی ہوس کا شکار ہو رہا ہے، اور ہوتا رہے گا۔ اور وہ دن دور نہیں کہ ابن سعود کی آنکھیں بند ہونے کے بعد حجاز پر علیٰ رؤوس الاشہاد انگریزوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔" (منقول از سیاست، ۲۱ مئی ۳۵ء)

[اخبار الفقیہ، ۲۱ر جون ۱۹۳۵ء ص ۴،۵]

التوائے حج کے عوامل ونتائج کی تفصیل

تحریک التوائے حج کے اسباب و عوامل کیا تھے؟ اس کے نتائج کیا بر آمد ہوئے؟ التوائے حج میں مکمل کامیابی نہ ملنے کے کیا اسباب رہے؟ ان ساری باتوں کے جوابات مفتی محمد عمر نعیمی صاحب کے درج ذیل مضمون میں موجود ہیں۔ مضمون دلچسپ اور مفید ہونے کے سبب من وعن نقل کر رہے ہیں، ملاحظہ کریں۔ مفتی محمد عمر نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"ملک کی ویرانی اور بربادی تو نجدیوں کے ورود کے ساتھ ہی اس طرح ہوئی کہ جس

کی دنیا کے کسی خطہ اور کسی عہد میں نظیر نہیں ملتی۔ بیدردی سے قتل کی گرم بازاری رہی بے گناہوں کو جور و جفا کے ساتھ بے رحمی سے تہ تیغ کیا گیا۔ اور انسانیت سوز مظالم کا ایک طوفان برپا ہوا قبریں برباد کی گئیں، مسجدیں گرائی گئیں، پیشوایان اسلام کے مقابر کی بے حرمتی کی گئی۔ آج حرمین طیبین کے رہنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ ہے وہ ناداری اور فاقہ کشی کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ حاجیوں سے معلوم ہوا کہ وہاں کی جفاکش و مزدور پیشہ اقوام کے گوشت بھوک کی سختیوں سے گھل گئے ہیں۔ بدن دبلے اور لاغر ہو گئے ہیں۔ اور ہڈیاں نمودار ہو گئی ہیں۔ اور وہ زندگی کے دن بہت ناگواری کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ اور نجدی عیش و عشرت کے مزے اڑا رہے ہیں۔ ان کی سختیوں کا یہ اثر ہے کہ روز بروز حاجیوں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔ امسال حاجی بہت ہی کم پہنچے۔ اگر یہی نجدی حکومت اور اس کا یہی تعصب رہا یہی سختیاں رہیں تو نہ معلوم آئندہ کیا حال ہو۔ اگرچہ ہر سال ہندوستان میں نجدی کی طرف سے پروپگنڈا کیا جاتا ہے۔ اور حج و زیارت کی ترغیبیں دی جاتی ہیں۔ لیکن حکومت نجد کے سلوک کا یہ نتیجہ ہے کہ حجاج کی تعداد روز بروز گھٹتی چلی جاتی ہے۔

ٹیکسوں کی زیادتی علاحدہ ناقابل برداشت ہے۔ اس کے بعد مذہب میں مداخلت ناقابل برداشت تکلیف ہے۔ ایک عقیدت مند انسان جو بحر و بر کے سفر طے کر کے اپنے جذبات عقیدت لے کر حاضر ہوتا ہے۔ اس کو اپنے جذبات عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرنے کا موقع بھی میسر نہیں آتا۔ اس وقت وہ کس قدر کبیدہ ہوتا ہے اس کو کتنا صدمہ پہنچتا ہے۔ اپنی ناکامی پر کتنا رنجیدہ ہوتا ہے۔ دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور اندوہ الم کا ذخیرہ لے کر وہ اپنے گھر واپس ہوتا ہے۔

سفر زیارت

نجدیوں کے عقیدہ میں کسی مزار کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے وہ اس کو شرک سمجھتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ عقیدہ دوسری طرف یہ عمل کہ سفر زیارت کے لیے حکومت نجد موٹروں کا انتظام کرتی ہے۔ زائرین سے ٹیکس لیے جاتے ہیں۔ اگر یہ ان کے عقیدے میں شرک ہے تو وہ شرک کی امداد کر کے اپنے ہی عقیدے کی بنا پر خود کیوں شرک

میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اوراگر سیاسی اور ملکی اغراض کے سامنے مذہب کالحاظ ضروری نہیں سمجھتے تو پھر زائرین کوان کے حسب عقیدت آداب بجالانے سے کیوں مانع ہوتے ہیں۔

جس وقت دنیامیں حج وزیارت کے لیے پروپگنڈہ کیاجاتاہے تو یہ کوشش صرف اپنے ہم مذہب وہابیوں ہی تک محدود نہیں رکھی جاتی بلکہ تمام مسلمانوں کوترغیب دی جاتی ہے۔ اگر نجدیوں کے نزدیک حرمین طیبین کی حاضری اور فرض حج کی ادا صرف وہابیوں ہی کاحق ہے تو پھر وہ تمام مسلمانوں کو کیوں ترغیب دیتے ہیں۔ اوراگر نجدی سیاست تمام اہل اسلام کے لیے حج وزیارت کا دروازہ کھلارکھنا چاہتی ہے تو کیاوجہ ہے کہ اس نے حرمین طیبین میں قدیمی اماموں کوعلاحدہ کر کے خاص اپنے مذہب کے امام مقرر کیے ہیں۔

نجدی حکومت کوواضح رہے

ہر ایک حکومت کا فرض ہے کہ اپنے خارجی وداخلی تعلقات میں جن سے واسطہ پڑتا ہے ان کے جذبات اوران کی عقیدتوں سے کماحقہ واقف ہو۔ اوراس کاپورالحاظ رکھے۔ جو حکومت اس کالحاظ نہ رکھے وہ دیر تک دنیامیں باقی نہیں رہ سکتی۔ نجدی حکومت کو یہ اچھی طرح سمجھ لیناچاہیے کہ دنیا میں وہابیوں کی تعداد بہت قلیل ہے ان کے سوادنیاکے جس قدر مسلمان ہیں وہ نجدی عقائدوالے کے پیچھے اپنی نماز جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے متعلق فتویٰ دے چکے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں اس کے مسائل ہیں اسی وجہ سے بہت سے لوگ تو جماعتوں اور نمازوں کے فوت ہونے کے اندیشہ سے حج میں تاخیر کرتے ہیں اور نجدی حکومت کے عہد میں جانانہیں چاہتے۔ اور بہت لوگ ایسے ہیں کہ جاتے ہیں مگر حرم شریف کی جماعت کا افسوس لے کر آتے ہیں۔ حج کے ایام میں یاوہ اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھتے ہیں یابیت اللہ شریف میں کوئی وقت اور موقع پاکر تنہانمازاداکرلیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو حکومت کے اندیشہ سے نماز میں شامل ہوجاتے ہیں مگر پھر بھی اپنی نماز کااعادہ کرتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب جب واپس ہوتے ہیں۔ بہت بددل کبیدہ خاطر واپس ہوتے ہیں۔ اوراپنی نمازوں کی طرف سے ایک گہرارنج اپنے دلوں میں لاتے ہیں جوزندگی بھران کے ساتھ رہتاہے۔ اگریہی حالات رہے

اور نجدی کی طرف سے ان تکالیف کا سلسلہ جاری رہا اور اس نے نماز و زیارت کے باب میں متشددانہ و متعصبانہ روش کو نہ بدلا، تو دنیا صبر کی سل سینے پر رکھنے کے لیے مجبور ہو گی۔ اور حاجیوں کی تعداد یوماً فیوماً سرعت کے ساتھ کم ہوتی چلی جائے گی، اور حکومت باقی نہ رہ سکے گی۔ ان شاء اللہ۔" (از مدیر) **[السواد الاعظم مراد آباد، محرم الحرام، ۱۳۵۲ھ ص ۱۰، ۱۲]**

مزید رقمطراز ہیں:

"نجدی حکومت کا عہد اہل حجاز کے لیے قیامت نما مصائب و آفات کا زمانہ ثابت ہوا۔ پہلے تو بے گناہ حجازی نجدیوں کی ستم آفرینیوں کا شکار ہوئے۔ ظلم و جفا کا تختہ مشق بنے۔ گولیوں کا نشانہ بنائے گئے۔ بے رحمیوں کے ساتھ قتل کیے گئے۔ ان کا خون وہابیوں کی نگاہ میں گھاس کوڑے کے برابر بھی قیمت نہ رکھتا تھا۔ ان کی مصیبتیں وہابیوں کی فرحت و سرور کا مشغلہ تھیں۔ ان کے مال لوٹے گئے۔ گھر ویران کیے گئے۔ بستیاں تباہ ہوئیں۔ ان کے جوار رحمت الٰہی میں آرام کرنے والے بزرگوں کے نشانہائے قبور مٹا کر ان کی توہین کر کے ان کی دل آزاری کی گئی۔ غرض وہ ظلم ہوئے وہ ستم ہوئے جن کا تصور خون رلاتا ہے۔ اور جن کی یاد سے دل لرز جاتا ہے۔

اس زمانہ میں علمائے اسلام نے یہ تحریک کی تھی کہ حجاز و اہل حجاز کو اہل نجد کے مظالم سے بچانے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ مسلمانان عالم کچھ زمانہ کے لیے حج کو ملتوی کریں، تاکہ حکومت نجد کو قوت نہ پہنچے اور وہ حجاز چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ اور خطرہ کے وقت حج میں تاخیر کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان اس تحریک پر کس حد تک عمل کرتے۔ کیوں کہ تحریک پر زیادہ زور بھی نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن نجدیوں کی حرص و ہوس نے حجاج کو بہت زیر بار کیا۔ گراں ٹیکس لگائے۔ مصارف بڑھ گئے۔ اور متوسط الحال طبقہ کی برداشت سے زیادہ ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حجاج کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔ جہاں لاکھوں حاجی پہنچتے تھے وہاں بیس سے تیس ہزار تک کی تعداد رہ گئی۔ اور روز بروز یہ تعداد گھٹ رہی ہے۔ باوجودیکہ شرکت حج کی ہر سال بڑی کوشش سے ترغیب دی جاتی ہے اور زبردست پروپیگنڈہ کیے جاتے ہیں۔ اور ہندوستان کی وہابی جماعت کے لیے اس سے

بہتر کوئی وقت نہیں۔ ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال لوگوں کی سلطنت و حکومت ہے جس پر وہ بہت ناز کرتے ہیں۔ اور اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے اور اس کی مداحیاں کیا کرتے ہیں۔ لیکن باایںہمہ وہ بھی اس زمانہ میں بہ کثرت حج کے لیے پہنچ کر اس کمی کو پورا نہیں کرتے۔ اور اپنی حکومت کی تائید و امداد کے شوق میں حج کے لیے اس کثرت کے ساتھ چل نہیں پڑتے کہ تعداد حجاج سابق سے کم نہ ہونے پائے اس کا باعث یہ تو ہے نہیں کہ انہیں نجدی قوم یا نجدیوں کی حکومت کے ساتھ محبت و ہمدردی نہ ہو۔ محبت تو اس قدر ہے کہ رات دن اس کی تعریفوں کے گیت گایا کرتے ہیں اور امن و دینداری کے افسانے سنا سنا کر لوگوں کو اس کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پھر کیا چیز ہے جو انہیں ایسے وقت اور ایسے موافق زمانے میں بھی حج سے روکتی ہے۔ اگر بقول ان کے نجدی کا زمانہ امن و انصاف اور رواج دین و سنت کا زمانہ ہے تو پھر خود کیوں بہ کثرت تشریف نہیں لے جاتے۔ اور اس عہد کے کیوں لطف نہیں اٹھاتے جس کی تمنائیں کرتے کرتے ان کے اکابر مر گئے۔ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ٹیکسوں کی کثرت اور مصارف کا بار اس قدر گراں اور زائد ہو گیا ہے۔ جو انہیں ہمت نہیں کرنے دیتا۔ اور خاص وہابی گروہ بھی باوجود نجدی محبت کے سفر کا خرچ برداشت کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ تو جتنے غیر وہابی ہیں ان کے لیے دونی مشکلات ہیں۔ ایک تو یہی مالی نقصان جو وہابیوں تک کے لیے حوصلہ فرو ہمت شکن ہے۔ دوسرے نجدیوں کے مذہبی تعصب کا جوش کہ اس نے تمام عالم اسلام کو اپنے خیالات کی پابندی پر مجبور کرنے کا عہد کر لیا ہے۔

دنیا میں وہابیوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے اور اہل سنت بفضلہ تعالیٰ سب سے زائد۔ مکہ مکرمہ کی حاضری اور سفر حج کوئی مقصد دنیوی یا سیر و تفریح کے لیے تو کرتا نہیں۔ سفر کے مصارف راہ کی مشقتیں اعزہ کی جدائی وطن کی مفارقت کاروبار معطل کرنا یہ تمام چیزیں دین کی محبت اور فریضہ کی ادا کے لیے بہ تمنا گوارا کی جاتی ہیں۔ حجاج مکان سے نکلنے کے قبل یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے دنیا ترک کر دی اور راہ خدا میں قدم رکھ دیا دوست دشمن سب سے ملتے ہیں۔ خطا قصور معاف کراتے ہیں۔ جو حقوق ان کے ذمہ ہوں وہ ادا کرتے ہیں۔ یا

صاحبِ حق سے معافی کراتے ہیں۔ گناہوں سے توبہ کرتے اور استغفار پڑھتے ذکر الٰہی کرتے روانہ ہوتے ہیں۔ ان کی آرزو ہوتی ہے کہ اس سفر کا لمحہ لمحہ عبادت میں گزرے۔ اس زمانہ میں دنیا کی بات تک انہیں ناپسند و ناگوار ہوتی ہے۔ راہ میں تلاوت کرتے صدقہ خیرات دیتے نیکیاں کرتے چلے جاتے ہیں بات بات میں احتیاط کرتے جاتے ہیں کوئی غلط کلمہ زبان سے نہ نکلے کسی کو ہمارے لفظ سے ایذا نہ پہنچے۔ کسی کی غیبت نہ ہو جائے۔ مکہ مکرمہ میں نماز ادا کرنے کی آرزو کیسی دل میں موج زن ہوتی ہے۔ اس کا لطف تو وہی جانیں جنہیں فضل الٰہی سے یہ دولت میسر آئی ہو۔ عمر بھر کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں۔ نماز کی نیت میں زبان سے کعبہ شریفہ کا نام لیا ہے۔ آج وہ دن نصیب ہوا کہ خاص حرم شریف میں نماز ادا کریں۔

کعبہ مقدسہ نظر کے سامنے ہو مگر اس کے درد کی کیا انتہا جو یہاں آکر دیکھتا ہے کہ امام نجدی مذہب ہے اس کی اقتدا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ وہ ایک آہ کھینچتا ہے اور دل پکڑ کر رہ جاتا ہے۔ کہاں آکر نماز گئی کس امید گاہ پر دل فگار مایوسی ہوئی۔ ہائے حرم شریف میں نماز بجماعت نصیب نہ ہوئی۔ اس صدمہ کو وہ ساتھ لاتا ہے زیارت گاہوں کی طرف جانے کا قصد کرتا ہے تو اس کی ویرانی و شکستہ حالی خون کے آنسو رلاتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان میلاد پاک جس کی زیارت مومن کے لیے راحت دل و سرور جان اور سبب تازگی ایمان تھی، اس کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔

اب بجائے سعادت زیارت کے اشک غم بہانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح تمام زیارت گاہوں کی ویرانی قلب و جگر کو زخمی کر ڈالتی ہے۔ پھر یہ منظر کس قدر جانگزا ہے کہ حرم شریف میں روشنی کا انتظام نہایت ناقص و خراب ہے۔ اور نجدی حکومت اور اس کے علاقہ داروں کی کوٹھیاں اور ایوان بجلی کی بہتر اور مصفا روشنیوں سے جگمگا رہی ہیں۔ اسی طرح مدینہ طیبہ کی حاضری جہاں کی خاک کو سرمہ بنانا دل کی آرزو تھی۔ وہاں ہاتھ باندھ کر عرض سلام کی بھی اجازت نہیں۔ عقیدت مند آداب عقیدت و محبت بجالانے سے روکے جاتے ہیں۔
مسجد نبوی جس کی نسبت حدیث شریف مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ وارد ہے

اور جس کی نسبت جنتی چمنستان ہونے کا مژدہ دیا گیا ہے اور جس کی یاد میں مسلمان عمر بھر حسرت کے آنسو بہاتا رہا ہے، آج جب وہاں پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس قطعہ جنت میں امام نجدی مذہب ہے وہاں بھی نماز باجماعت میسر نہیں آسکتی۔ اس سے اس کے دل کو کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ کیسی ایذا پہنچتی ہے۔ کتنا دل گیر ہوتا ہے۔ سفر کی صعوبتیں جس مراد کے لیے اٹھائی تھیں اس مراد کی جگہ پہنچ کر نامرادی اور مایوسی سے دوچار ہونا قلب و جگر کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ یہ بھی میسر نہیں کہ صحابہ و اہل بیت کے مزارات کی زیارت سے قلب کو کچھ تسکین دیں۔ کیوں کہ نجدی عہد میں سب سے پہلے انہیں کو نقصان پہنچایا گیا۔ اور عہد اوّل کے جاں نثاران اسلام کے گنبد گرا کر ان کی یاد دلوں سے محو کرنے کی کوشش کی گئی۔ اب وہ مقامات دیکھنے والے کو تڑپا دیتے ہیں اور زیارت اقدس کے لیے سفر کرنے والے سینے پکڑ پکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والے اہل مدینہ جو فیض ربانی سے تمام عالم میں سب سے زیادہ اعلیٰ اخلاق رکھنے والے پاکیزہ سیرت وسیع الاخلاق رحیم مزاج ہیں ان کی زیارت ہی موجب سعادت ہے، اور ان کی محبت نشان ایمان، ان کی تکالیف ان کی عسرت دیکھنے والوں سے دیکھی نہیں جاتی۔ وہ بھوکوں سے مرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی حالتیں دیکھ کر جراحات دل پر اور نمک پاشی ہوتی ہے۔

ان حالات میں زائرین کی تعداد کس طرح نہ گھٹے۔ اور روز بروز حج کے جانے والوں کی کمی کس طرح ترقی نہ کرتی رہے۔ اہل حجاز کی مصیبتوں کا لحاظ کر کے اس وقت ہندوستان کے سنی بھی یہ تجویز کر رہے ہیں کہ حاجیوں کو کثرت سے بھیجنے کی کوشش کی جائے۔ تا کہ اہل حجاز کے فلاح کی کچھ سبیل ہو اور انہیں کچھ نہ کچھ مدد پہنچ جائے۔ یہ خیال تو نیک ہے اور اہل حجاز کی اعانت کی فکر مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ مگر اس طریقہ سے ان اسیر ان مصیبت و بلا کی کیا امداد ہو سکتی ہے۔ حاجی سرزمین حجاز میں پہنچتے ہی نجدیوں کی حرص و آز کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ کی بڑی رقمیں ٹیکسوں کے ذریعہ حکومت کے ہاتھ میں پہنچتی ہیں۔ سفر موٹر کمپنیوں کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ باشندگان حجاز کو امداد پہنچانے کا کیا موقع مل سکتا ہے۔"

[السواد الاعظم مراد آباد، رجب المرجب ۱۳۵۳ھ ص ۷، ۸، ۹، ۱۰]

(باب ۱۵)

حجاز جانے والے ہندوبیرون ہندوفودکی کارگزاریوں کا تفصیلی جائزہ

حجاز کو جانے والا پہلا ہندوستانی وفد

ابن سعود کے حجاز مقدس پر قابض ہونے کے بعد حجازیوں پر ظلم و ستم اور مساجد و مآثر کے انہدام کی خبریں چاروں طرف گردش کرنے لگیں۔ ہندوستان میں بھی جب اس طرح کی خبریں عام ہوئیں تو مسلمانان ہند بے چین ہو گئے۔ ہندوستان کے نجدی ہوا خواہوں نے ان خبروں کی تردید میں پورا زور صرف کر دیا۔ مسلمانان ہند کے لیے یہ بڑی تشویش کی بات تھی ان خبروں پر یقین کریں یا نہ کریں؟ اس لیے ہندوستان سے پے در پے کئی وفود حجاز کو روانہ کیے گئے۔ تاکہ وہاں کے صحیح حالات سے مسلمانوں کو آگاہی ہو۔ اور وہ وفود مسلمانان ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے ابن سعود کو ان مظالم و مفاسد سے باز رہنے کو کہیں۔ سب سے پہلے جو وفد ہندوستان سے روانہ ہوا وہ خلافت کمیٹی کی طرف سے تھا۔ خلافت کمیٹی نے اپنی طرف سے چند اراکین پر مشتمل ایک وفد تیار کیا۔ جس میں

مولانا کفایت اللہ صاحب

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

مولوی عبد القادر صاحب وکیل قصوری

تصدّق احمد صاحب شروانی بیرسٹر

عزیز احمد صاحب انصاری کو شامل کیا گیا۔

بعد میں مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی کے نام کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔

لیکن اس وفد سے مسلمانان ہند کی اکثریت متفق نہیں تھی۔

اولاً اس لیے کہ خلافت کمیٹی اپنے سابقہ کردار کے سبب مسلمانان ہند کی نظر میں پایہ اعتبار سے گر چکی تھی، اس لیے مسلمان اس پر کسی طرح کا اعتبار کرنے کو راضی نہیں تھے۔ دوسری وجہ اس وفد کے اراکین تھے، جو مذہب و مسلک کے اعتبار سے بھی اور دنیاوی تشخص کے اعتبار سے بھی ساقط الاعتبار تھے۔ اور ایسے لوگ مسلمانان ہند کے کسی طرح بھی نمائندہ نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اخبار الفقیہ اخبار شوکت کے حوالے سے لکھتا ہے:

"جو وفد مرکزی خلافت کمیٹی نے حجاز کے لیے تیار کیا ہے، گورنمنٹ نے اس کے جانے کی اجازت دے دی۔ مگر اراکین وفد مسلمانوں کے صحیح قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ جمہور مسلمین ہند کو ان پر اعتبار نہیں۔ خلافت کمیٹی کو لازم تھا کہ وفد کے ایسے ارکان منتخب کرتے جو مسلمانانِ ہند کی عام رائے سے چُنے جاتے۔ چنانچہ ہم عصر شوکت بمبئی ۱۶؍ نومبر ۱۹۲۴ء رقم طراز ہے:

"مرکزی خلافت کمیٹی نے بقول مولانا شوکت علی صاحب جیسا کہ انہوں نے ہم کو زبانی کہا ہے۔

(۱) مولانا کفایت اللہ صاحب

(۲) مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

(۳) مولوی عبد القادر صاحب وکیل قصوری

(۴) تصدّق احمد صاحب شروانی بیرسٹر

(۵) عزیز احمد صاحب انصاری کو وفد حجاز و نجد میں جانے کے لیے تجویز کیا ہے۔ ہمارے دوست سید احمد صاحب عیدروس کے اعتراض اور نام بتانے پر بھائی شوکت علی صاحب نے

(۶) مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی کے نام کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نمبر ۳۔۴۔۵ کس مرض کی دوا ہیں ؟ (۳) مولوی عبد القادر صاحب قصوری کی خصوصیت کیا ہے۔ اور کس نظر سے ان کا انتخاب ہوا ہے ؟ کیا محض اس لیے کہ وہ غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں۔ نجدیوں کے قصیدہ خواں ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کے روپے سے وہ خوب اچھی طرح غیر مقلدی کی اشاعت کر چکے ہیں؟

اربابِ حل و عقد جواب دیں اور امتیاز بیان کریں۔

(۴) تصدق احمد صاحب شروانی بڑے کامیاب بیرسٹر تھے۔ عبد القادر صاحب قصوری کی وکالت سے یقیناً ان کی بیرسٹری ہزار گنا زیادہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے پانچ سو علما کے فتویٰ پر لات مار کر جس کو کل تک بڑی شان سے پیش کیا جا رہا تھا گورنمنٹ سے

معاہدہ کیا، اور پھر بیرسٹروں میں نام لکھالیا۔ پبلک دریافت کرنا چاہتی ہے کہ وہ سرزمین حجاز میں پہنچ کر بھی احکامِ اسلام کی اسی طرح عزت کریں گے؟ اس میں تو شک نہیں کہ باوجود ایک سال کی قید کاٹنے کے یہ فخر آپ ہی کو حاصل ہو گا کہ گورنمنٹ دوسرے سزایافتوں کی طرح آپ کو روکے گی نہیں۔ کیوں کہ وفاداری کا معاہدہ ہو لیا ہے۔

(۵) عزیز احمد صاحب انصاری کی پوزیشن بھی کچھ زیادہ نمایاں نہیں۔ علی العموم تو یہی سوال ہوتا ہے کہ یہ ہیں کون صاحب؟ (۶) مولانا کفایت اللہ صاحب پر بھی یہ اعتماد نہیں کہ وہ بے تکلّف اور برجستہ اہلِ زبان سے گفتگو کر سکیں گے۔ خطبہ دے سکیں گے۔ وفد کے لیے ضرورت تھی، کہ اگر ایک طرف ماہرین سیاست عالم عارفین مسائل حجاز و نجد، عراق و جزیرۃ العرب ہوں تو دوسری جانب کاملین زبان ادب و علم ہوں۔ جو اُبلتے ہوئے چشموں، بہتے ہوئے دریاؤں کی طرح میدانِ کلام میں موجیں مارتے ہوئے چلے جائیں۔ کیوں نہیں مولانا کفایت اللہ صاحب کی جگہ مولانا انور شاہ صاحب، عزیز احمد صاحب انصاری کی جگہ ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری، تصدق احمد صاحب شروانی کی جگہ شعیب احمد صاحب قریشی اور عبد القادر صاحب وکیل قصوری کی جگہ مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی مہتمم مدرسہ صولتیہ مکرّمہ کو منتخب کیا جاتا۔ یہ عجیب حیرت ہے کہ اس وفد میں حضرت قبلہ مولانا عبد الباری جیسے ادیب و ماہر زبان واقفِ سیاست عرب و ہندوستان کو کہیں نہیں جگہ دی گئی۔ شوکت: ہماری رائے میں تو اس ڈیپوٹیشن میں صرف تین آدمیوں کا جانا بہت کافی ہو سکتا ہے، جو بحسن وجوہ اس خدمت کو انجام دے سکتے ہیں۔

(۱) مولانا عبد الباری صاحب

(۲) ڈاکٹر مختار احمد انصاری صاحب

(۳) سید سلیمان ندوی صاحب۔

ان تینوں پر ہندوستان کے سب مسلمان متفق اللسان رائے بھی دے سکتے ہیں۔ اور پھر خرچہ بھی بہت کم ہو گا جو آج کل خاص طور پر خلافت کمیٹی کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔''

[الفقیہ، ۷ر دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۸، ۹]

مذکورہ وفد سے متعلق مفتی محمد عمر نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا اخبار الفقیہ، اور اخبار دبدبہ سکندری میں شائع شدہ درج ذیل مراسلہ بھی کافی دلچسپ ہے ملاحظہ فرمائیں، آپ لکھتے ہیں کہ:

”نجدیوں کے تسلط سے حرم پاک کی سرزمین میں حشر نما مصائب کے طوفان آرہے ہیں۔ اور مقدس مقامات اور متبرک مشاہد کی بے حرمتی ہورہی ہے اور انسان کو شرمادینے والے مظالم کا سیلاب روزبروز مزید طغیانی پر ہے۔ جس نے تمام عالم اسلام کو مضطرب اور بے چین کردیا ہے۔ اس کے لیے ہندوستان سے ایک وفد جارہاہے۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس وفد کا بھیجنے والا کون ہے؟ مسلمانان ہندوستان نے ابھی تک اپنی رائے سے نہ کوئی وفد تجویز کیا نہ کسی مرکزی مقام پر اس کے متعلق کوئی جلسہ یا مشورہ ہوا۔ اس لیے یہ وفد مسلمانان ہندوستان کا بھیجا ہوا اور ان کا نائب اور قائم مقام کہلانے کا کسی طرح مستحق نہیں ۔ اور نہ مسلمانان ہندوستان نے اب تک اس پر اظہار رضامندی کیا ہے۔ نہ اس کو اپنی طرف سے کسی طرح کا کوئی اختیار دیا ہے۔ نہ اس خودساختہ خودرو وفد نے اپنا عزم وارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہاں جاکر وہ کیا کرے گا۔ اور حجاز مقدس کے بے گناہ باشندوں کو نجدیوں کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کے لیے کیا تدابیر عمل میں لائے گا۔

ہندوستان میں وہابیوں کی ایک ہی جماعت ہے اور وہ نجدیوں کے تسلط کو اپنی کامیابی جانتی ہے۔ ان کی حیثیت وہی ہے جو نجدیوں کی۔ اور ان کا مقصد اور عقیدہ وہی ہے جو نجدیوں کا۔ اس لیے اس گروہ کا کوئی شخص نہ مسلمانوں کا نائب ہوسکتا ہے۔ نہ اس کا ساختہ پرداختہ مسلمانوں کا ساختہ پرداختہ سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ ضرور وہاں جاکر تہنیت ومبارکباد کے سوا اور کوئی کام نہ کرے گا۔ اور نجدیوں کے مظالم پر پردہ پوشی کرنے اور مسلمانوں کو غلطی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اس وفد کے چمکتے ہوئے رکن مولوی کفایت اللہ صاحب ہیں۔ آپ شاہجہانپور کے باشندے ہیں دہلی میں مسجد فتح پوری میں مدرس تھے۔ اب جمیعۃ الوہابیہ کے صدر اور پکے وہابی نجدیوں کے ہم عقیدہ ہیں۔ اور آپ نے تعلیم اسلام کے سلسلے میں ہندوستان میں نجدیت پھیلانے کی بہت کچھ کوشش کی ہے۔ وفد کے ایسے اراکین سے یہ

یقین کامل ہے کہ وہ مسلمانان ہندوستان کو غلطی میں ڈالنے اور نجدیوں کو مبارکباد دینے کے سوا اور کچھ نہیں کریں گے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ نجدیوں کے تسلط کو ناجائز بتائیں۔ انہیں اس سرزمین پاک سے نکل جانے کا حکم کریں۔ بلکہ وہاں اس کے موافق رایوں کی تائید اور اس کے موافقین کا لشکر بڑھانا اور اس کے پروپیگنڈا کو زبردست کرنا یہ اس وفد کا مقصد ہے۔ اس لیے مسلمانان ہندوستان کو جلد تر پیہم اعلانات سے اہل عرب پر واضح کر دینا چاہیے کہ یہ وہابیوں کا وفد ہے۔ نہ مسلمانانِ ہند نے اسے بھیجا، نہ کوئی خدمت تفویض کی، نہ کوئی مقصد بتایا، نہ کچھ اختیار دیا، نہ اس نے عام مسلمانوں کی رائے یا اجازت حاصل کی۔ اس لیے اس وفد کی آواز محض بے اثر اور نجدیوں کی آواز ہے۔ نجدیوں کا ایک گروہ وہاں مظالم برپا کر رہا ہے اور ایک گروہ ہندوستان سے ان کی تائید کے لیے جا رہا ہے اور وہابی مسلمانان ہند کو مغالطہ دینے کی فکر کر رہے ہیں۔ کہ یہ وفد سرزمین حجاز میں کچھ مسلمانوں کے کام آئے گا یہ محض دھوکہ اور باطل ہے۔ مسلمانوں کو مشہور ناموں سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ اور نظر عمیق اور غور کامل سے کام لینا چاہیے۔ ''عمر نعیمی نائب ناظم انجمن اہل سنت مراد آباد۔''

[الفقیہ، ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۴، ص ۱۰، اخبار دبدبہ سکندری رام پور، ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۴ء ص ۱۰، ۱۱]

فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پوری اخبار الفقیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں وفد حجاز پر بے اعتمادی کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے جلسوں کے انعقاد کا مشورہ دیتے ہوئے، نیز اسی ضمن میں نجدی طرز عمل سے متعلق چند اور باتیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نامہ رشید

''حضرتا! میں ایک خادم اہل سنت و جماعت ہوں۔ اور میری نظر میں یہ اہم و ضروری نظر آتا ہے کہ اس وقت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں منجانب اہل السنۃ والجماعۃ زبردست جلسے قائم کیے جائیں۔ اور وفد حجاز پر بے اعتمادی کا اظہار اور نجدیوں کی حکومت حجاز پر اظہار ناراضگی کیا جائے۔ اور ایسی تجاویز سے بذریعہ تار باشند گان حجاز و جدہ کو

مطلع کیا جائے۔ سنا گیا ہے کہ مولوی شیخ عبید اللہ لاہوری جو عرصہ سے کابل میں مقیم تھا اور بوجہ ظہور عقائد خبیثہ کے اس کو بجائے اس امر کے کہ وہ دوسرے حنفی مسلمانوں کو وہابی کرے اس کو خود اپنی زندگی بسر کرنی مشکل ہوئی۔ اور وقت آرہا تھا کہ اس کے ساتھ نعمت اللہ مرزائی کا سا معاملہ کیا جائے۔ مگر خوش قسمتی سے وہ بھاگ کر وہاں سے نکلا۔ اور نجد میں آکر اپنے امام الوہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی کے گدی نشین ابن سعود کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ اور نجدیوں کی سیاسی ترقی کے لیے دوسرے ہندی وہابیوں کے مشورہ کے ساتھ حجاز پر فوج کشی کا مشورہ دینے لگا۔ جیسا کہ خود نجدی اقراری ہیں کہ ہمیں حجاز پر فوج کشی کا مشورہ بعض ہندی مسلمانوں نے دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی وہابی نجدی پر وپیگنڈہ کو زور و شور کے ساتھ شروع کر رہے ہیں۔ خود بانی مذہب وہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی کی مدح میں امام، مصلح، مجدد وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں مگر ع

عیسے نتواں گشت بتصدیق خرے چند

نجدیوں کے حقیقت حال پر روشنی ڈالنے والے کو تفرقہ پرواز اور شریفی پروپیگنڈہ کرنے والا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ تمامی اہل سنت شریف حسین سے عملی خرابیوں کے باعث ایسے بری اور بیزار ہیں جیسا کہ اعتقادی خرابیوں اور مظالم کی وجہ سے نجدیوں سے بری اور بیزار ہیں۔ الخ" الراقم عبد الرشید ریاست جودھپور۔

[۷ر فروری ۱۹۲۵: ص ۹، ۱۰]

وفد خلافت کمیٹی کی روانگی حجاز سے قبل تعجب خیز بیان بازی

وفد حجاز کو چاہیے تو یہ تھا کہ جانے سے قبل جابجا اجلاس میں اپنے حجاز جانے کے مقصد کو بیان کرتا۔ اور انہیں حجازی حالات سے آگاہ کر کے انہیں بیدار کرتا۔ مگر اخبارات کی چند خبریں پڑھ کر وفد حجاز کی پالیسی کو سمجھ پانا کافی حد تک مشکل نظر آتا ہے۔ کیوں کہ وفد حجاز حجاز روانہ ہوتے وقت مقصد حجاز کو بیان کرنے کے بجائے اپنا الگ ہی راگ الاپ رہا تھا۔ مسٹر محمد علی صاحب نے حجاز کو جاتے ہوئے بمبئی میں حالات حجاز پر تبصرہ کرنے کے بجائے کچھ اس

طرح بیان بازی کی ملاحظہ کریں:

"بمبئی میں ۱۲ر مئی کو اراکین وفد حجاز نے ایک مسلم جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ اسلام خطرہ میں ہے اوران کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے خلاف جو اسے مٹانا چاہتے ہیں اسلام کی حفاظت کریں۔ مسٹر محمد علی صاحب نے قرآن شریف کی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

کہ انہوں نے ہندوؤں کے سامنے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اگر ہندوان سے لڑنا ہی چاہتے ہیں تو ہندوستان کے سات کرور مسلمان تیئیس کرور ہندوؤں کو مطیع کرلیں گے۔ پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ۱۵۳ مسلمانوں نے ایک پوری فوج پر فتح حاصل کی تھی۔ اور مسلمانان ہند کے لیے ہندوؤں کو مطیع کرنا نہایت آسان ہو گا۔ شوکت علی صاحب نے مسلمانوں کا ان کی امداد کے لیے شکریہ ادا کیا۔" [دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۲]

مسٹر شوکت علی صاحب کا پیام

"مسٹر شوکت علی صاحب نے حج کو روانہ ہوتے وقت مندرجہ ذیل بیان دیا۔ کہتے ہیں:

"میری حیثیت ارجن کی سی ہے۔ میں ہندوؤں کو متنبہ کرتا ہوں، اورامید بھی ہے کہ وہ تنبیہ حاصل کریں گے، اوراز سر نو اتحاد قائم کریں گے۔ کعبہ میں مقدس سیاہ غلاف کو بوسہ دیتے وقت میں ہندو مسلم اتحاد کے لیے خدا سے دعا کروں گا۔ خدا کے گھر جاتے وقت میں اپنے دل میں کسی قسم کا کینہ یا غصہ نہیں رکھوں گا۔ میں اپنے لبوں پر کلمات صدقات لے کر جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں ہندو دوستوں سے کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا دوستی کا ہاتھ پھیلا ہوا ہے۔ ان کی خوشی ہے کہ اسے قبول کریں یا رد کریں۔ میں کانگریس سے علاحدہ نہیں ہوں گا۔ اور حصول سوراج کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ خواہ ہندو مسلمانوں سے اتحاد کریں یا نہ کریں۔ مسٹر گاندھی کے لیے میرے دل میں وہی عزت واحترام موجود ہے۔ لیکن ایسے نازک وقت میں متمنی ہوں کہ وہ دلیرانہ اظہار خیالات فرمائیں گے۔"

[دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۲]
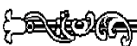
خلافت کے وفود کی بیان بازی میں تضاد

خلافت کمیٹی کی طرف سے وقفہ وقفہ سے متعدد وفد حجاز مقدس روانہ کیے گئے۔ جن کی تفصیلی روداد "مسئلہ حجاز رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم یہاں بس اتنا عرض کردیں کہ مجلس خلافت کے وفود نے حالات حجاز پر مشتمل جو رپورٹ پیش کیں ان میں تضاد تھا۔ ظفر علی کی رپورٹ میں ابن سعود کی حمایت اوراس کی طرفداری کا عنصر پایا جارہا تھا۔ اس رپورٹ میں کتمان حق کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔ ابن سعود کے جرموں پر پردہ ڈالا گیا تھا۔ حالات حجاز سے متعلق حتی المقدور کذب بیانی سے کام لیا گیا تھا۔ اور مولوی محمد عرفان اور شعیب قریشی کی رپورٹ کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ، اخبار لکھتا ہے:

"دہلی ۱۱/ مارچ، ورکنگ کمیٹی کا اجلاس گزشتہ دوروز تک ہوتا رہا جن میں دو رائے پیش تھیں۔ ایک مولوی محمد عرفان اور شعیب قریشی کی اور دوسری ظفر علی خان کی۔ دونوں رپورٹیں متضاد تھیں۔ ظفر علی خان کی رپورٹ جو دہلی ہی میں لکھی گئی تھی، بتارہی تھی کہ حجاز میں جمہوری حکومت ناممکن ہے۔ ابن سعود کو اہل حجاز نے اپنی خوشی سے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا ہے، اس لیے موتمر اسلامی کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز ابن سعود کے مظالم اوراس کی غداریوں پر اچھی طرح پردہ ڈالا گیا تھا۔ مولوی عرفان اور شعیب قریشی صاحب کی رپورٹ کا ملخص یہ تھا کہ عرب میں جمہوری حکومت کی اہلیت ہے اور اہل حجاز حکومت خود اختیاری کے لیے بے چین ہیں ان کو مجبور کرکے بیعت لی گئی ہے۔

جس وقت ملوکیت کا اعلان کیا جانے والا تھا وفد جدہ میں تھا۔ ظفر علی خاں تنہا ابن سعود سے ملنے کے لیے مکہ گیا اور ملوکیت کی تائید کی۔ علاوہ ازیں تمام مقابر اور مساجد کے انہدام اور تخریب کی بھی تصدیق کی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں ایک مزید اطلاع یہ ہے کہ اب تک تو انہدام قبہ جات کا سوال تھا۔ مگر ہم نے خود جاکر دیکھا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا مزار شریف اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہے۔ حالانکہ قبہ صحیح وسالم ہے۔ قبر پر ملبہ

اور کوڑا جس میں ردی اور میلے کاغذ بھی ہیں پڑا ہوا تھا۔" [الفقیہ: ۲۱/مارچ، ۱۹۲۶ء ص ۳]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"مجلس عاملہ وفد خلافت نے جو رپورٹ پیش کی ہے وہ متفقہ نہیں ہے۔ مولانا ظفر علی اور مولانا مہر علی ان تمام برائیوں کو جو ابن سعود میں ہیں ہنر بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور اس کے اعلان ملوکیت کو حق بجانب قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے لیے حجاز کی رائے عامہ کو بہتر بتاتے ہیں۔ مولانا عرفان علی اور مولانا حشمت قریشی ابن سعود کے اعلان ملوکیت پر حجاز میں خاموشی پر فریب اور تشدد کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ اور حجاز کی رائے عامہ کو اس کے خلاف بتاتے ہیں۔ اور موتمر کے انعقاد کو ابن سعود کی کامیابی بتاتے ہیں۔ اور باشندگانِ حجاز کو جمہوریت کا دلدادہ بتاتے ہیں۔" [مرجع سابق، ص ۲]

اراکین وفد خلافت میں آپسی ٹکراو

ان متضاد رپورٹس کے سلسلے میں اراکین خلافت کے مابین جنگی ماحول پیدا ہو گیا۔ اور اس سلسلہ میں کئی اہم مجلسیں منعقد ہوئیں۔ لیکن ان سے کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔

اخبار لکھتا ہے:

"ان دونوں رپورٹوں پر کل شام تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا ممبران مرکزیہ نیچے بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ کب ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ختم ہو اور مرکزی کا جلسہ شروع ہو۔ آخر ۶ بجے ممبران مرکزیہ نے نوٹس دیا کہ اگر دو منٹ میں تمام ممبران نیچے نہ آئے اور ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ختم نہ ہوا تو ہم اپنا جلسہ کرلیں گے۔ اس پر حکیم اجمل خان صاحب معہ جملہ ممبران کے نیچے اُتر آئے۔ اور ایک مختصر تقریر میں ممبران سے درخواست کی کہ وہ ایک گھنٹہ کی مہلت اور دیں۔ چناں چہ یہ مہلت دی گئی۔ اور ممبران ورکنگ کمیٹی پھر بالا خانے پر چلے گئے۔ اور ۷ بجے شام تک ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ہوتا رہا۔ مولانا محمد علی صاحب اور ظفر علی خاں میں نہایت تند و ترش گفتگو ہوتی رہی۔ آخر حکیم صاحب نے دونوں کو اپنی تقریر سے ٹھنڈا کیا۔ اور ریزولیوشن گڑھے گئے۔

ٹھیک ۷ بجے شام مجلس مرکزیہ کا جلسہ شروع ہوا۔ جس میں یہ رزولیوشن پیش کیا گیا کہ جمیعت مرکزیہ خلافت کمیٹی اپنی ماتحت کمیٹیوں کو اجازت دے کہ وہ کونسل کے انتخابات میں حصہ لے۔ اس پر ایک یوپی کے ممبر نے تجویز پیش کی۔ کہ چونکہ اس جلسہ میں مولانا شوکت علی موجود نہیں ہیں اس لیے اس رزولیوشن کو ایک ماہ کے لیے ملتوی رکھا جائے۔ ظفر علی خان اور غازی عبد الرحمن اس کے خلاف تھے۔ آخر اس پر ووٹ لیے گئے کہ یہ رزولیوشن ایک ماہ تک ملتوی کیا جائے یا نہیں؟

آخر مولانا ابو الکلام صاحب نے بحیثیت صدر اپنی رائے التوا کے حق میں دی۔ اس پر ظفر علی خان کی پارٹی بطور احتجاج جلسہ سے اٹھ کر چلی گئی۔ اور گیارہ بجے شب کو جلسہ بغیر کسی نتیجہ پر پہنچنے کے آج ملتوی ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی صاحبان کلکتہ میل سے جمیعۃ العلما کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ دہلی ۱۱/ مارچ آج صبح ۷ بجے سے مجلس مرکزیہ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ اکثریت اہلِ پنجاب کی ہے۔ چوں کہ جلسہ حکیم صاحب کے مکان میں ہو رہا ہے۔ اور انتظامات سخت ہیں تاکہ کوئی واقعات سے باخبر نہ ہو جائے۔ اس سے ابھی اندورن حالات ابھی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر اتنا ضرور معلوم ہوا کہ ظفر علی اور مولانا محمد علی میں نہایت کوفت گفتگو ہوئی جس کی وجہ سے تمام ہال میں ہلچل مچ گئی۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ممبران آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے ہر چند کوشش کی کہ یہ ناخوشگوار گفتگو کا خاتمہ ہو جائے مگر حکیم صاحب کامیاب نہ ہو سکے۔" [مرجع سابق، ص۳]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"مجلس عاملہ کا اجلاس جب ۴ بجے تک ختم نہ ہوا تو سنٹرل خلافت کمیٹی کے ممبران نے چیلنج کیا کہ یا تو اپنا جلسہ ختم کر دو ورنہ ہم اپنا جلسہ شروع کیے دیتے ہیں۔ یا آپ کے جلسہ میں ہم کو مجبوراً مداخلت کرنی پڑے گی۔ اس بالشوزم سے ممبران مجلس عاملہ سخت پریشان ہوئے۔ مسیح الملک نے وہ نسخہ تجویز کیا جو اس سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور جو غالباً سنٹرل خلافت کمیٹی میں ہو جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ابو الکلام اور مسیح الملک ذرا جرات اور ایمانداری سے کام لیں تو آج ظفر علی اینڈ کا دماغ درست ہو جائے۔ مگر پارٹی پالیٹکس کو سمجھنے والے بیان

کرتے ہیں کہ حکیم صاحب اور مولانا آزاد نہیں چاہتے کہ مولانا محمد علی کے ہاتھوں مولانا ظفر علی کو شکست دلوا کر مولانا محمد علی کو خلافت کمیٹی پر قابض کریں۔" **[مرجع سابق، ص۲]**

یہ جنگ یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ دہلی میں مسٹر محمد علی اور ظفر علی کے درمیان لڑائی ہو گئی۔ اخبار الفقیہ، اخبار سیاست کے حوالے سے لکھتا ہے:

"دہلی میں مسٹر ظفر علی اور مسٹر محمد علی لڑ پڑے۔ صرف جوتا اٹھا کر مارنے کی کسر رہ گئی۔ ظفر علی کو جلسہ سے بھاگ کر اپنی جان بچانی پڑی۔ دیگر ارکان وفد خلافت کی اطلاع کے بغیر ظفر علی خان نے ابن سعود سے روپیہ لے لیا۔ جامع مسجد میں مسٹر محمد علی کی معرکۃ الآرا تقریر نے ظفر علی خاں کی غداری اور ابن سعود کی بے ایمانی کی پول کھول کر رکھ دیا۔" (سیاست) **[الفقیہ: ۷ر مارچ، ۲۶ء ص۱۱]**

یہاں یہ بھی بتا دیں کہ اراکین حجاز نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس کے علاوہ ان سے اخبارات کے نامہ نگار حضرات نے ملاقات کر حالات حجاز جاننے کی کوشش کی تو حسب ذیل واقعات معلوم ہوئے۔ ملاحظہ کریں:

(۱) ابن سعود اول درجہ کا عیاش ہو گیا ہے

(۲) جس طرح یوپی اور پنجاب کی بعض دیسی ریاستوں میں شرفا کی عزت اور ناموس محفوظ نہیں ہے۔ اس طرح حجاز میں نجدی شیطانوں کے ہاتھوں عفت مآب عربی خواتین کی عصمت محفوظ نہیں ہے۔ اور شرع کی آڑ میں عیاشی کے اڈے قائم ہیں جن کا نجدی شیطان کو علم ہے۔

(۳) اعلان ملوکیت کے وقت توپخانہ لگا ہوا تھا اور جن سے مخالفت کا اندیشہ تھا ان پر نجدی سپاہی ریوالور تانے کھڑے تھے۔

(۴) حجاز کا کوئی قبیلہ نجدی سلطان کی سیادت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اور ہر قبیلہ کا شیخ آزادی کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے تیار ہے اگر اس کو کسی طاقتور مسلمان رئیس کی امداد کا یقین ہو جائے۔

(۵) حجاز کی حالت آج کل ایسی ہے جیسی پنجاب کی مارشل لا کے زمانہ میں تھی۔

باشندگان حجاز نجدی مظالم سے اس قدر تنگ آگئے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ان کی تباہی کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

(۶) اگر آزادی رائے کا موقع دیا جائے تو ابن سعود کو پانچ فیصدی سے زیادہ ووٹ حجازی شرفا کے نہیں مل سکتے۔

(۷) عبد اللہ زینل اور اس کے چند پٹھوؤں نے اعلان ملوکیت پر مسرت کا اعلان کیا ورنہ تمام حجاز خلافت کمیٹی کی رائے کا موید ہے۔

(۸) تمام عہدوں پر نجدیوں کا قبضہ ہے۔ حالانکہ وعدہ یہ تھا کہ حجازیوں کی ملازمتوں پر نجدیوں کا تقرر نہ ہوگا۔

(۹) اس سے وہ تمام حالات ابن سعود کے خلاف پیدا ہو گئے ہیں جو شریف حسین کے خلاف پیدا ہوئے تھے۔ اور جن کی وجہ سے ابن سعود کامیاب ہوا تھا۔ اگر اس وقت کوئی طاقت ور سلطنت مقابلہ کرے تو ابن سعود کا قلع قمع ایک ہفتہ میں تمام حجاز سے ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ تمام حجازی نجدی مظالم سے تنگ آگئے ہیں اور موقع کے منتظر ہیں۔

(۱۰) خاص مکہ کے دو شریف خاندان کی لڑکیاں ابن سعود نے اپنے لیے منتخب کی ہیں۔ جن کے والدین اگر راضی نہ ہوں تو جبراً نجدی شیطان اٹھالائیں گے۔

(۱۱) کوئی منہدم شدہ قبہ اور مسجد دوبارہ نہیں بنائی جائے گی۔

(۱۲) کسی منہدم شدہ قبہ پر فاتحہ کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۳) وہابی عقائد جبراً تسلیم کرائے جاتے ہیں۔

(۱۴) اس وقت ۵۰ کے قریب اراکین سنٹرل خلافت کمیٹی آئے ہیں جن میں ۲۵ کے قریب پنجاب کے ڈیلی گیٹ ہیں۔" [الفقیہ: ۲۱ر مارچ، ۱۹۲۶، ص ۲]

مولوی محمد علی، ابن سعود کی مخالفت میں

ہندوستان میں دانشوران قوم کی اکثریت ابن سعود کے ناپاک ارادوں سے اول دن سے ہی آگاہ تھی۔ اور حجاز پر ہونے والے اس کے مظالم سے بھی آگاہ تھی۔ لیکن خلافت کمیٹی

خاص کر مولانا محمد علی ابن سعود کی حمایت میں تھے۔ اور اس کے جرموں پر پردہ ڈالنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے تھے۔ مگر بعد میں وہ بھی ابن سعود کے خلاف ہو گئے۔ اور حجاز مقدس پر ابن سعود کی بادشاہت و حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے لگے۔

علاوہ ازیں انہوں نے حجاز سے موصول ہونے والی خفیہ اطلاعات کو عام کرنے کا اعلان بھی کیا۔ تاکہ لوگ ابن سعود کی حرکتوں سے صحیح طور پر واقف ہو جائیں۔

ناظم جمیعۃ خدام الحرمین دہلی کے ناظم و ملبغ محمد اسحق صاحب، خلافت کمیٹی کے ارکان کی ان غیر ذمہ دارانہ حرکتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے، نیز ابن سعود کی حمایت سے منہ موڑنے والے مسٹر محمد علی صاحب سے حالات حجاز کے بارے میں موصول شدہ خفیہ اطلاعات کا مطالبہ کرتے ہوئے، نیز ابن سعود کی حمایت میں جمیعۃ علماے ہند اور علماے دیوبند کی ناپاک روش پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”خلافت کمیٹی خفیہ اطلاعات کو جلد سے جلد شائع کر دے ۔ناظم وصدر جمیعۃ علماے ہند کی خود سری کا نتیجہ ،ابن سعود نے حجاز کی بادشاہی کا اعلان کر کے صرف ہم اراکین خدام الحرمین کے قلوب کو ہی زخمی نہیں کیا بلکہ ارکان خلافت کے جگر کو بھی پارہ پارہ کر دیا ہے۔ چنانچہ مسٹر محمد علی جیسے حامیان ابن سعود اس خبر سے سخت پریشان ہیں۔ اور انہوں نے ۱۵ر جنوری ۲۶ء کو جامع مسجد میں اس کا صاف اعلان کر دیا۔ کہ ہم شاہی اور شہنشاہی کے ہرگز مؤید نہیں ہوسکتے۔ ابن سعود نے ہم کو دھوکہ دیا کہ حجاز میں موتمر اسلامی کے ذریعہ جمہوری حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مگر افسوس کہ ابن سعود نے خلافت کمیٹی کے ساتھ نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ غداری کی ہے۔ اس سلسلہ میں جو اطلاعات خلافت کمیٹی کو پہنچی ہیں وہ ہم شائع کر دیں گے۔ اراکین خدام الحرمین چوں کہ ابن سعود کو پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے ابن سعود کی غداریوں کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔ جس کو مسٹر موصوف جھٹلاتے رہے۔ مگر اب جب کہ ابن سعود کی غداری ظاہر ہو گئی ہے تو اس سے جمیعت خلافت کا رہا سہا وقار بھی برباد ہو گیا۔ جس طرح سے خلافت کمیٹی نے غلطی کا ارتکاب کر کے اپنے اقتدار اور مسلمانان عالم کے مذہبی مفاد کو خاک میں ملایا ہے اسی طرح جمیعۃ علماء ہند نے بھی ابن سعود کی

حمایت کر کے اپنے اقتدار اور مسلمانوں کے مفاد کو برباد کر دیا۔ ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ جمیعت علما کے صدر اور ناظم نے ارکانِ جمیعت کے خلاف جن میں علماے دیوبند بھی شریک ہیں تبلیغ و تنظیم کے مقابلہ میں علی برادران کو خوش کرنے کے لیے، خوسرانہ کارروائیاں کی ہیں۔ ورنہ جمیعت علما کا فرض تھا کہ جب حجاز سے اس کا نمائندہ واپس آیا تھا جمیعت عاملہ کو طلب کر کے فیصلہ کرتی۔ مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ناظم اور صدر جو چاہتے کرتے رہے۔ اب جمیعت علما کو بھی ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض کا احساس کرے۔ ابن سعود کی غداریوں کے راز فاش کر کے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اس وقت جب کہ خلافت کمیٹی کا نام نہاد وفد جس میں ظفر علی خاں اور مولوی محمد عرفان شریک ہیں حجاز میں موجود ہے۔ اور اس کی موجودگی میں ابن سعود نے یہ غداری کی ہے اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس نے خلافت کمیٹی کے مسلک کے خلاف ابن سعود کی غداری میں امداد کی ہے۔ نیز اس اعلان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ابن سعود برطانوی نمائندہ سر گلبرٹ کا پکا مرید ہو چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خلافت کمیٹی برطانیہ کے اس پٹھو کی کہاں تک مخالفت کرتی ہے۔ آخر میں ہم مرکزی خلافت کمیٹی سے پر زور درخواست کرتے ہیں کہ وہ خفیہ تحریرات اور اطلاعات جلد از جلد شائع کر کے اپنی حق پسندی اور نیک نیتی کا ثبوت دے۔ کیوں کہ وہ خفیہ اطلاعات مسلمانوں کی ملک ہیں۔ اور کسی مخصوص جماعت کو چھپانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ورنہ پھر حکومت برطانیہ اور خلافت کمیٹی کی حکومت میں کوئی فرق نہ ہو گا۔ علاوہ ازیں اگر ان خفیہ اطلاعات کے خفیہ رکھنے کی وجہ سے مسلمان بھٹک گئے تو اس کی ذمہ داری بھی خلافت کمیٹی پر عائد ہو گی۔" المشتہر محمد اسحق مدیر مبلغ وناظم جمیعۃ خدام الحرمین دہلی۔

[الفقیہ: ۲۱ر جنوری ۲۶ء ص ۱۰، ۱۱]

مزید اخبار لکھتا ہے:

"مولانا محمد علی نے کہا بھائیو! میں تو تمام حالات کا مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر حجاز میں ہم کسی ملکیت کو بطور استثنا کے جائز بھی رکھتے ہیں تب بھی سلطان ابن سعود ان کی قوم اور ان کے موجودہ مشیروں اور عمال سلطنت کو تو ہم ہرگز حکومت حجاز سپرد نہیں

کر سکتے۔"[الفقیہ:۲۸/ اگست ۲۶ء ص ۱۰]

اخبار میں درج، حسب ذیل تبصرہ بھی کافی دلچسپ ہے، جس میں خلافت کمیٹی کے کالے کارناموں پر تنقید کی گئی ہے۔ نیز ابن سعود کی حمایت سے مسلمانوں کو پہنچنے والے نقصان کے بعد مولانا محمد علی کے پچھتاوے پر تیکھاوار کرتے ہوئے لکھا گیا ہے، کہ اب پچھتاوے سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں وہابی جماعت کی طرف سے ابن سعود کے ہز مجسٹی کہے جانے پر تنقید کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ اخبار لکھتا ہے:

"خلافت کمیٹی اگرچہ اپنے قیام کے وقت سے اب تک مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچا چکی ہے۔ مسلمانوں کا بے شمار روپیہ خلافت کمیٹی کے سربر آوردہ اشخاص کے تنور شکم کا ایندھن بنا۔ مسلمان ذلیل ہوئے خوار ہوئے۔ مگر اب اس کا افسوس فضول ہے۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ مگر ابن سعود کی حمایت کر کے خلافت کمیٹی نے مسلمانوں کو جس قدر دھوکا دیا ہے اور جس بڑے جرم کا ارتکاب کیا وہ صرف نا قابل تلافی ہی نہیں بلکہ نا قابل عفو ہے۔

خلافت کمیٹی نے ابن سعود کے قبضہ کو آزادی قرار دینے اور اس کے تمام غلط اور جھوٹے وعدوں پر اعتبار کرنے میں ایک شرمناک غلطی کی ہے۔ اور یہ بدنما دھبہ خلافت کمیٹی کی پیشانی سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔ خلافت کے ارباب حل وعقد بتائیں کہ ان کے پاس کون سا ذریعہ ایسا تھا جس نے ان کو یقین دلایا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی حکمبرداری کے قائم رہنے میں بھی ابن سعود خود مختار رہے۔ اور وہ مسلمانوں کی متفقہ رائے پر عرب کی حکومت کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ترک جس طرح موصل کے معاملہ میں معترض ہیں اور اب تک اڑے ہوئے ہیں، اگر اسی طرح وہ جزیرۃ العرب کی حکم برداری کے متعلق بھی معترض ہوتے اور اب تک اڑے رہتے، تو البتہ خلافت کمیٹی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہوتی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آخری فیصلہ ان کے حق میں ہو گا۔ اسی امید پر ایسا کیا گیا۔ مگر واقعہ یہ بھی تو نہ تھا بلکہ انگریزوں کی حکم برداری مسلمہ اور مصدقہ تھی۔ خلافت کمیٹی خود ہی بتائے کہ ایسی حالت میں خلافت کمیٹی کا یہ فیصلہ کہ ابن سعود نے عرب کو آزاد کرایا اور موتمر اسلامی اس کی حکومت کا فیصلہ کرے گی، ایک نا قابل عفو جرم ہے یا نہیں؟ گو اب مسٹر محمد علی صاحب ابن

سعود کی غداری دیکھتے اور پچھتاتے ہیں۔ تو ان کا پچھتانا فضول ہے ع

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

خلافت کمیٹی کے ارباب حل و عقد اگر اتنی ہی سمجھ کے مالک ہیں، وہ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ برطانیہ کی حکم برداری کے ہوتے ہوئے آزادی اور موتمر اسلامی کا خواب دیکھا تو یقینا ایسی کمیٹی کی مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں۔ اس کو چاہیے کہ دنیا سے رخصت ہو جائے اور اپنا دفتر بند کر کے خدام الحرمین میں جذب ہو جائے۔ کیوں کہ ایسے لوگوں سے مسلمان ہمیشہ تباہ ہونے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ الحمدللہ کہ جو مسلمان ابن سعود کے مخالف تھے اور جنہوں نے ہندوستان میں انجمن خدام الحرمین کی بنیاد رکھی انہوں نے جو کچھ سمجھا وہ بالکل صحیح سمجھا۔ اور آج خلافت کمیٹی کی طرح ان پر بھی صادق نہیں آسکتا کہ ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں

لیک بعد از ہزار رسوائی

دہلی کے ایک وہابی اخبار نے ابن سعود کو ہز میجسٹی لکھا ہے۔ ان لوگوں کی سمجھ پر ہنسی آتی ہے کہ انہوں نے شاید کسی کو ہز میجسٹی قرار دینا اپنی رائے پر منحصر رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جو ملک کسی دوسری طاقت کی حکم برداری میں ہو وہاں کا فرماں روا ہز میجسٹی کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ دیکھو سلطنت افغانستان کا جب تک انگریزوں سے معاہدہ تھا کہ اس کا تعلق خارجی دنیا کی کسی دوسری طاقت سے نہیں ہوگا۔ اس وقت تک امیر افغانستان ہز ہائینس ہی تھا۔ حالانکہ انگریزی سلطنت کو اس کے اطراف و جوانب پر اقتدار حاصل نہ تھا۔ اور عرب تو علاوہ حکم برداری کے چاروں طرف سے انگریزی اقتدار میں گھرا ہوا ہے۔ تو ابن سعود کس طرح ہز میجسٹی کہلا سکتا ہے۔ جو فرماں روا کسی طاقت کی حکم برداری میں ہو اسے دنیا کے سارے بادشاہ مل کر بھی قانوناً ہز میجسٹی کا خطاب نہیں دے سکتے۔ تاوقتیکہ خود وہ سلطنت اسے ہز میجسٹی نہ بنائے، جس کے ماتحت ہے۔ دہلی کے وہابی اخبار کے بنائے تو ابن سعود ہز میجسٹی نہیں بن سکتا۔ البتہ وہ اپنے آپ میں خوش ہو جائے کہ اس نے اپنے روحانی مقتدا کو ہز میجسٹی تو بنا ڈالا۔" [الفقیہ: ۲۸ر جنوری ۱۹۲۶ء ص ۲،۳]

مولاناشوکت علی کااظہارافسوس

مولانا شوکت علی نے ابن سعود کی فریب دہی پر اظہارافسوس کچھ اس طرح جتایا۔ کہ اپنے مرشد مولاناعبدالباری صاحب مرحوم کی روح سے معافی مانگتے ہوئے اپنے حنفی قادری ہونے پر فخر ظاہر کیا۔ نیز حجاز کی عنان حکومت ابن سعود کے ہاتھوں دئے جانے کی مخالفت کی۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ سے درج ذیل خبر:

"مولاناشوکت علی نے اپنے مظلوم مرشد مولاناعبدالباری صاحب مرحوم کی روح سے معافی مانگی۔ اور کہاکہ میں نے فریب کھایا۔ مگر کسی کو میں نے فریب نہیں دیا۔ میں حنفی اور قادری ہوں۔ اوراس پر مجھے ایساہی فخر ہے جیساکہ اہلحدیث کواپنے اہلحدیث ہونے پر ناز ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہاکہ میں خداکی ذات سے مایوس نہیں۔ ابن سعود سے مجھے کوئی توقع نہیں۔ اور کراچی میں، میں نے جو کہااس کامطلب یہ نہیں کہ میں ابن سعود سے کوئی توقع رکھتاہوں۔" [الفقیہ:۲۸/اگست۲۶ء ص۱۰]

وفد جمیعت خدام الحرمین کی کارگزاریاں

وفد خلافت کمیٹی پر مسلمانوں کاعدم اعتماداپنی جگہ درست تھا۔ کیوں کہ وہ شروع سے ہی ابن سعود کے حامی وطرف دار تھے۔ مگر جمیعت خدام الحرمین پر مسلمانوں کوکامل اعتماد تھا۔ نیز جمیعت کو علماے اہل سنت کی بھی تائید حاصل تھی۔ حضور محدث اعظم ہند کی درج ذیل تحریر جس کی شہادت کے لیے کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب ہندوستان میں خدام الحرمین کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے۔ اوررخ بکعبہ سجدہ کرنے والی، اوررخ بمدینہ شفاعت طلب کرنے والی، قوم مسلم کاواحد فرض یہی ہے، کہ خدام الحرمین کی قوت کوبڑھائے۔ اورمادّی قوت یاپرستاران نجد کی نفرت سے بے پرواہو کر تطہیر حرمین کافرض اولین اداکرے۔ ہر ہر شہر میں جلسے ہوں، جس میں نجدی غاصبانہ اقتدار سے سخت بیزاری کااظہار کیاجائے۔ ممبران خدام الحرمین میں لگاتاراضافہ کی کوشش کی جائے۔ اور ایک مرتبہ ہندوستان کے مشرق ومغرب میں عقائد حقہ کی آوازبلند کردی جائے۔ اورابن

سعود کے خلاف نفرت عامہ پیدا کر کے سلاطین اسلام و جانبازان دین خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام کو مطمئن کر دیا جائے، کہ اسیر ان ہند کی درد بھری دعائیں اور مزدوران ہندوستان کی گاڑھی کمائیاں آپ کے عزم تطہیر حرمین پر قربان و نچھاور ہیں۔ ضرورت ہے کہ مرکزی دفتر سے بھی ایک وفد تمام ہندوستان کا دورہ کر کے عام ہمدردی حاصل کرے۔ اور ملک کی فضا کو ہموار کرے۔ غرض انقلاب حجاز ایک دنیاے اسلام کا امتحان ہے۔ جس میں کامیابی حاصل کرنا ہر بازوے مسلم پر فرض ہے۔"

[ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، محرم الحرام ۱۳۴۵ھ مطابق جولائی ۱۹۲۶ء ص ۳،۴]

اس لیے مسلمانان ہند کی اکثریت کی طرف سے نمائندگی کے لیے جمیعت خدام الحرمین کو منتخب کیا گیا۔ جمیعت کی طرف سے ایک وفد جس میں خود جمیعت کے صدر مولانا سید حبیب صاحب شامل تھے۔ حجاز مقدس کے حالات کا جائزہ لینے، اور ابن سعود تک اس کے مظالم کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں کی آواز پہچانے، اور مظلوم و بے کس حجازیوں کی مدد کے لیے تیار کیا گیا۔ جمیعت نے وفد روانہ کرنے سے قبل مسلمانوں کو اس جمیعت سے وابستہ کرنے اور ان سے مظلوم حجازیوں کی مدد کرنے پر کافی زور دیا۔ اور اس پر انہیں کامیابی بھی ملی۔ ناظم جمیعت خدام الحرمین لکھتے ہیں:

"مظلوم و بیکس اہل حجاز کی اعانت میں بزرگان پنجاب نے جس فراخ دلی، فیاض منشی بلندی ہمتی اور عالی حوصلگی کا ثبوت دیا ہے وہ کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں۔ صرف چند روز میں صوبہ کے مختلف اضلاع نے جس قدر نقد و غلہ فراہم کیا ہے وہ ان کے جذبہ ایمانی کی تازہ شہادت ہے۔ جن مخلص و درد مند خادمانِ قوم و ملت نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے ان کو اللہ تعالیٰ جزاے خیر عطا فرمائے۔ اور دیگر بہی خواہان ملت کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

ارضِ مقدس میں جو ظلم ڈہائے گئے ہیں اور ہندوستان میں جس قدر عقائد فاسدہ کی اشاعت کی جا رہی ہے، اسے پیش نظر رکھتے ہوئے آج ہر درد مند مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خدمت اسلام کے لیے کمر ہمت باندھ لے۔ اس وقت جمیعت خدام الحرمین ہی مسلمانوں کی

حقیقی نمائندہ جماعت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ جمیعت خدام الحرمین کے مقاصد کی اشاعت اس کے حلقہ اثر کی توسیع اور ہر مقام پر اس کی شاخیں قائم کرنے اور حجاز و اہل حجاز کی امداد و اعانت میں سعی و اعانت کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ تبلیغ و اشاعت دین حقہ کے لیے جمیعت خدام الحرمین پنجاب نے بہت سے علمائے کرام کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ جن بزرگوں کو اپنے حلقوں میں عوام کو ان کے مواعظ حسنہ سے مستفیض کرانا مقصود ہو وہ ناظم اعلیٰ جمیعت خدام الحرمین پنجاب رفیق منزل موچی دروازہ لاہور سے خط و کتابت کریں۔ اور جو اصحاب اعانت کے لیے کچھ عطا فرمانا چاہیں وہ ترسیلِ زر بھی اسی پتہ پر کریں

ناظم جمیعت خدام الحرمین پنجاب لاہور

ارض مقدس کو غیر مسلموں کے بالواسطہ یا بلاواسطہ قبضہ سے بچانے اور حجاز مقدس کی خبر گیری کرنے اور مسلمانوں کو منظم اور دیندار بنانے کے لیے جمیعت خدم الحرمین پنجاب نے صوبہ کے ہر شہر و قصبہ میں مبلغین متعین کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ اس کار خیر کے لیے کئی علمائے کرام کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔ برادران ملت کو جمیعت کا حلقہ وسیع بنانے میں سعی بلیغ فرمانی چاہیے۔ جمیعت کی رکنیت کا چندہ صرف ۴/ سالانہ ہے۔ اور جمیعت کے اغراض و مقاصد ہمدردی رکھنے والا ہر مسلمان اس کا ممبر بن سکتا ہے۔

ناظم جمیعت خدام الحرمین پنجاب لاہور۔ **[۲۱/ دسمبر ۲۵ء ص ۹]**

وفد خدام الحرمین کے حجاز جانے کے اسباب

جمیعت خدام الحرمین کا وفد حجاز مقدس کیوں جارہا تھا یہ بات جگ ظاہر تھی۔ پھر بھی جمیعت نے لوگوں کو اپنے حجاز مقدس روانہ ہونے سے قبل اسباب و مقاصد سے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔ ۳۱/ دسمبر ۱۹۲۵ء کو یہ وفد روانہ ہونے والا تھا، اور اس سے چند روز قبل اراکین وفد کی طرف سے حجاز مقدس جانے کے اسباب و مقاصد پر مشتمل ایک طویل تحریر الفقیہ وغیرہ اخبارات میں شائع ہوئی۔ ہم اسے اخبار الفقیہ کے حوالے سے من و عن

نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

”۳۱؍ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ہم اراکین مسلم وفد حجاز سواحلِ ہند سے رخصت ہو جائیں گے۔ مناسب ہے کہ اپنی رخصت کے موقع پر ہم اپنے مقصدِ سفر کی غرض وغایت کو مشتہر کریں۔ لیکن عامۃ الناس کو مقاصدِ سفر کے سمجھانے کے لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حجاز کے ان واقعاتِ تازہ پر تبصرہ کریں جنہوں نے عالمِ اسلام کو اس قدر پریشان کر دیا ہے۔ یہ حقیقت نفس الامری مضطرب ہے کہ تمام عالمِ اسلام موجودہ حالات حجاز سے مضطرب ہے۔ اس امر واقعہ سے ثابت ہے کہ یمن، ایران، مصر، ہندوستان، جاوا وغیرہ سے وفود یا تو حجاز کو جا چکے ہیں اور یا جانے والے ہیں۔

موجودہ اضطراب کا باعث

سوال یہ ہے کہ عالمِ اسلام کے موجودہ اضطراب کا باعث کیا ہے۔ آیا اس کا باعث یہ ہے کہ نجد کے شورہ پشتوں نے حجاز میں شرارتیں کی ہیں، نہیں۔ اضطراب کا اصل باعث صرف حجاز کی شکستہ مسجدیں اور قبریں نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ممد اضطراب ضرور ہیں۔ اصلی وجہ وہ فرض ہے جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے علاحدگی اختیار کرتے وقت ہر سچے مسلمان پر عائد کیا۔ یعنی یہ کہ ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ جزیرۃ العرب کو بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر مسلم اثر و مداخلت سے پاک رکھے۔ جب محاربہ عظیم کے بعد دول یورپ نے فلسطین اور عراق کو حکم بردار کے پردہ میں غیر مسلم اقتدار کے ماتحت کر دیا تو سرورِ کائنات (فداہ روحی) کی یہی آخری وصیت مبارکہ تھی، جس نے مسلمانوں کو عَلَمِ خلافت کے نیچے جمع کرا دیا تھا۔

خلافتیوں نے (اور ہم بھی حامیانِ خلافت ہیں) انہیں کے سامنے اعلان کیا کہ وہ ہر قسم کے بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر مسلم اقتدار سے جزیرۃ العرب کو آزاد کروائیں گے۔ ہم مسلمانانِ ہند نے خلافت کمیٹی کی سرکردگی میں معزول شریف حسین کی بدیں وجہ مخالفت کی تھی کہ اس نے ایک غیر مسلم طاقت (برطانیہ) سے تعلق پیدا کر لیا تھا۔ ہم حجاز کو جا رہے ہیں

نہ صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ مقاماتِ مقدسہ پر نجدیوں نے کس قدر دست درازی کی ہے، بلکہ یہ دریافت کرنے کے لیے بھی کہ کہاں تک ہاشمیوں اور نجدیوں پر حجاز میں جو جزیرۃ العرب کا مقدّس ترین خطّہ ہے، غیر مسلم اقتدار پیدا کرنے کی ذمے داری عائد ہوتی ہے۔ اور اس کی روک تھام کا طریق کیا ہے۔

اب حالت کیا ہے؟

جب ابن سعود نے شریف حسین پر حملہ کیا تو دنیاے اسلام کے ایک حصہ نے اس کو لبیک کہا۔ اس لیے کہ اس حصہ کو یقین تھا کہ ابن سعود خود آزاد ہے لیکن جلد اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اب یہ ناقابلِ شک طریق پر ثابت ہو گیا کہ ۱۹۱۵ء میں ابن سعود نے برطانیہ سے (جو غیر مسلم طاقت ہے) ایک معاہدہ کیا جس نے اس کو اہلِ برطانیہ کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی سی بنا دیا۔ ابن سعود اپنی سلطنت نجد میں ہندوستان کے کسی والیِ ریاست سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا۔ نجد جزیرۃ العرب کا جزوِ لاینفک ہے۔ لہٰذا ابن سعود کا یہ فعل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت مبارک کی صریح خلاف ورزی ہے۔"

نیا معاہدہ

صرف یہی نہیں بلکہ بقول رائٹر عربی اخبارات ابن سعود نے برطانوی سفیر گلبرٹ کلیٹن سے مشاورت کرکے عراق و نجد اور حجاز و فلسطین کی حد بندی کو منظور کر لیا ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے جزیرۃ العرب کے ان جزوہاے لاینفک پر غیر مسلم یعنی برطانوی اقتدار تسلیم کر لیا ہے۔ اور اس واقعہ سے لازم ہے کہ عالم اسلام مضطرب ہو جائے۔

واقعات حجاز اور برطانوی مداخلت

یہ تفصیلات میں پڑنا ضروری نہیں سمجھتے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ لوگ ابن سعود کو آزاد سمجھتے ہیں کس قدر غلط تھے۔ اور کہ وہ نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ خاص حجاز میں غیر مسلم مداخلت کو کس حد تک دعوت دے رہا ہے۔ ہم صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کریں گے۔ جب سے معرکہ حجاز شروع ہوا ہے برطانیہ نے بارہا دنیا کے روبرو اعلان کیا ہے کہ

انگریز اس جنگ میں کسی ایک یا دوسری طرف سے دخل نہ دیں گے۔ اس لیے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا تعلق مسلمانوں اور صرف مسلمانوں سے ہے۔ لیکن انگریزوں نے مداخلت کی ہے اور وہ بھی ابن سعود کی طرف سے۔ جدہ حجاز کی اصلی بندر گاہ ہے اور ابن سعود کا تصرف حجاز ہر گز مکمل نہ ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اس بندر گاہ پر قبضہ نہ کرتا۔ اس نے بار بار اس پر حملے کیے مگر بری طرح ناکام رہا۔ اس پر اس نے رابغ کو ایک مقابل کی بندر گاہ کی حیثیت سے کھولا۔ اب تمام انگریزی جہاز جو مال لے جاتے ہیں رابغ میں ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح برطانیہ نے ابن سعود کو جدہ سے تغافل رکھنے اور اس کو بحیرہ احمر میں ایک نہایت ضرورت کی شی یعنی بندر گاہ حاصل کرنے میں امداد دی۔ اور ہاں ابن سعود ہی نے عقبہ اور معان کا قبضہ انگریزوں کو دے دیا۔ جو حجاز خاص کے اندرونی حصے ہیں۔

خلافتی اور ابن سعود

ابن سعود کی ان خلاف اسلام حرکات نے عالم اسلام کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور آج دنیائے اسلام حجاز اور جزیرۃ العرب کے مستقبل کے متعلق مضطرب اور سخت مضطرب ہے۔ بد قسمتی سے معزز اراکین مجالس خلافت ہندوہابی ہیں۔ اور ابن سعود ان کا ہم عقیدہ ہے۔ وہ اس شوق میں کہ حجاز کا مالک ایک وہابی ہو تحریک خلافت کے اصل اصول اور بنیادی امر کو بھول گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ جزیرۃ العرب کو ہر قسم کے بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر مسلم اقتدار اور مداخلت سے پاک رکھا جائے۔ وہ اندھا دھند ابن سعود کی حمایت کر رہے ہیں۔ جس نے نجد، عراق، فلسطین اور حجاز میں غیر مسلم سیادت کو اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ علاقے جزیرۃ العرب کے اصل لاینفک جزو ہیں۔ لہٰذا مسلمانانِ ہند سنی اور شیعہ (بلکہ وہابیوں کے سواسب) نے مل کر جمیعت خدام الحرمین کی بناڈالی ہے کہ وہ خلافت کمیٹی کے اس اصلی کام کو سرانجام دے جس سے مجلس خلافت دانستہ تغافل برت رہی ہے۔ اور جزیرۃ العرب کو نجد کے مسلم کش اقتدار سے پاک رکھنے کی کوشش کرے۔

ابن سعود کے خلاف انسانیت مظالم

شریف حسین پر ابن سعود کے حملہ کے بعد ہی نجدیوں کے خلاف انسانیت مظالم وخلاف شرع افعال کی خبریں ہم تک نہایت اصرار سے پہنچنا شروع ہوئیں۔ بعض نے ان پر اعتبار کیا اور بعض نے ان کو دشمنان ابن سعود کا پروپگنڈا سمجھ کر غلط سمجھا۔ لیکن گزشتہ سال نیک نیت اور متدین حاجی مکہ مکرمہ کو گئے اور انہوں نے واپس آکر المناک وخونین واقعات کی تصدیق کی۔ اب ابن سعود کی بہت سے حامی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابن سعود مظالم ذیل کا مجرم ہے۔

اول: اس نے اہل طائف سے پناہ کا وعدہ کیا اور اس طرح ان کو تابع بنایا۔ اور پھر بے پناہ مسلمانان طائف کو قتل کیا۔ مرد اور عورتیں جوان اور بوڑھے بچے اور بیمار بھی اس نے نہ چھوڑے۔

دوم: اس نے قبروں کو گرایا۔ مثلاً مزار خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم محترم نبی علیہ السلام وغیرہ

سوم: اس نے مساجد کو تباہ کر دیا۔ مثلاً مسجد جن ابو قبیس مسجد بلال وغیرہ۔

چہارم: اس نے اسلام کے مقدس و تاریخی مقامات کو برباد کیا۔ مثلاً مولد النبی ﷺ و مولد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس کو کعبہ کے بعد مقدس ترین مقام گنا جاتا ہے۔

پنجم: اس نے وہابیوں کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کا لقب دیا وغیرہ وغیرہ۔

ہماری غرض وغایت:

ہمیں مفصلہ ذیل غرض وغایت سے حجاز کو بھیجا جا رہا ہے۔

(۱) حجاز کے سفر کے بعد یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کتنے اماکن مقدسہ، مزارات متبرکہ ومساجد اللہ کی بے حرمتی ہوئی ہے۔ اور ان کی مرمت کے لیے کیا ہو سکتا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔

(۲) یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کیا ابن سعود کا عقیدہ یہ ہے کہ اماکن مقدسہ ومساجد کی بے حرمتی کرنا اس کی رائے میں شرعاً قابل تعریف ہے۔ اور اگر اس کا جواب اثبات میں

ہو تو ہم دنیاے اسلام کو اس حقیقت سے مطلع کر دیں گے۔ اور یہ دنیاے اسلام پر چھوڑ دیں گے کہ وہ فیصہ کرے کہ آیا اسے حجاز پر ایسے حکمراں کی سیادت گوارا ہے۔

(۳) کہا جاتا ہے کہ حجاز میں جو قابل نفریں جرائم ہوئے ان سے ابن سعود کو کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ اس کی فوج کا ایک حصہ خاص اس کا ذمہ دار ہے۔ اگر یہ سچ ثابت ہوا تو ہم معلوم کریں گے کہ مجرموں کے خلاف ابن سعود نے کچھ کارروائی اگر کی ہے تو کیا؟ اور وہ ان کے نیک چلن رہنے کی ضمانت پیش کرتا ہے۔

(۴) ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ابن سعود کو غیر مسلم دول عالم سے کیا تعلق ہے؟ اور اگر ثابت ہوا کہ وہ کسی بھی غیر مسلم طاقت کے زیر اثر ہے تو ہم اس کو مشورہ دیں گے۔ کہ اگر اسے دنیائے اسلام کے جذبات دینی کا کچھ بھی احترام مطلوب ہے تو وہ ان تعلقات کو توڑ دے۔ اگر اس نے ہمارے مشورہ کی پرواہ نہ کی تو ہم دریافت کرنے کی کوشش کریں گے کہ ارض حجاز کو ہر قسم کے غیر مسلم اثر و مداخلت سے پاک کرنے کی تدبیر کیا ہے۔؟

(۵) ہم پتہ لگائیں گے کہ ابن سعود کے متعلق عام رائے کیا ہے۔

اور اگر اہل حجاز کو امداد کی ضرورت ہے تو وہ کس قسم کی امداد کے زیادہ حاجت مند ہیں۔؟

(۶) ہم کسی فرد یا جماعت کی حمایت نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ہم دنیا کے مسلمہ اصول "حجاز برائے اہل حجاز" کے حامی ہیں۔ ابن سعود نے پہلے ہی دنیا کے سامنے اعلان کر رکھا ہے کہ جو بنی ہاشمی خاندان حجاز سے نکل جائے گا وہ حجاز کو آزاد کر دے گا۔ اب کہ وہ حالت پیدا ہو گئی ہے ہم ابن سعود سے کہیں گے کہ وہ ایک معین میعاد میں اپنی افواج حجاز سے ہٹالے اور کسی ایسی تیسری طاقت کے (جس کو حجاز میں کسی مفاد کی خواہش نہ ہو) انتظام میں راے عامہ لی جائے اور فیصلہ کیا جائے کہ کس قسم کی حکومت اہل حجاز کو اپنے ملک میں زیادہ مرغوب ہے۔ اور خواہ وہ جمہوری حکومت چاہیں یا آئینی یا شخصی ہم ایسی حکومت کے قیام میں مدد دیں گے۔

(۷) اگر وہ اس پر راضی نہ ہوا تو ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس کے... آزادی حاصل کرنے کے لیے اہل حجاز کی کیا امداد ممکن ہے۔

(۸) اگر وہ اس پر راضی ہو گیا او جس قسم کی مداخلت اہل حجاز کو مرغوب ہوئی وہ قائم

ہو گئی تو ہم معلوم کریں گے کہ دنیائے اسلام کو اس حکومت حجاز کی کیا مدد کرنا چاہیے ؟ کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے اور یورپ کی سرمایہ دار سلطنتوں کے پھندے میں نہ پھنسے۔

(۹) ہم اس بات کے حامی ہیں کہ مسلمانان عالم کی کوئی نمائندہ جماعت قائم کی جائے جو حکومت حجاز کی مدد کرے۔ لیکن ہم اصولاً اس بات کے مخالف ہیں، کہ غیر ملکی مسلمانوں یا غیر مسلموں کی کمیٹی بنائی جائے جو اہل حجاز پر حکومت کرے۔ اس لیے کہ بدقسمتی سے آج عالم اسلام کا بیشتر حصہ غیر مسلموں کا غلام ہے۔

(۱۰) خلافت کمیٹی کے جو وفد اب تک حجاز کو گئے ہیں وہ ہمیشہ خالص وہابیوں کے وفود ہوتے تھے۔ انہوں نے دنیائے اسلام کو دانستہ دھوکا دیا ہے کہ مسلمانان ہند حجاز میں وہابی حکومت کے حامی ہیں۔ اور ہم اس کمینہ اور قابل نفرت کذب کی تردید کریں گے۔ اور دنیائے اسلام کو مطلع کریں گے کہ اس معاملہ کے متعلق ہندوستان کے مسلمانوں کی ازبس کثیر تعداد کی خواہش کیا ہے؟ واللہ المستعان۔

صدر (فدائے ملت) سید حبیب۔ اراکین (مولانا) مختار احمد صاحب (میاں)
عبدالعزیز (صاحب) معتمد۔ (مولانا) فضل اللہ خاں (صاحب) بمبئی ۲۶/ دسمبر ۱۹۲۵ء۔

[الفقیہ: ۲۸/ جنوری، ۱۹۲۶ء ص ۶، ۷، ۸]

خدام الحرمین کا تار

وفد خدام الحرمین کی طرف سے ۲۵/ جنوری ۱۹۲۶ء کو جدہ سے ایک تار روانہ کیا گیا جس میں ابن سعود سے وفد کی ملاقات، حجازیوں کی حالت زار کا بیان اور وفد خلافت کی حجاز مقدس سے واپسی کا ذکر کیا گیا تھا۔ ملاحظہ کریں:

"ابن سعود کے کارپرداز ہم سے بڑی محبت سے ملے۔ وفد ابن سعود سے بھی ملاقی ہوا۔ حجازیوں کی حالت قابل رحم ہے۔ وفد خلافت واپس آرہا ہے۔" **[۷/ فروری، ۱۹۲۶ء ص ۱۱]**

وفد خدام الحرمین اور ابن سعود سے سوالات

۲۶/ جنوری ۱۹۲۶ء کو وفد کی جانب سے ۸۹/ سوالات پر مشتمل درج ذیل سوال

نامہ ابن سعود کے پاس بھیجا گیا:

سوالات

(۱) طائف میں قتل وخونریزی وغارتگری کے صحیح حالات کیا ہیں؟
(۲) کیا طائف والوں نے اپنی جان ومال کے وعدہ امن پر دروازے نہیں کھولے تھے؟
(۳) قتل عام کس طرح شروع ہوا اور ابتدا کس نے کی؟
(۴) طائف میں جو سادات علما بچے اور عورتیں قتل ہوئیں ان کی شمار وتعداد کیا ہے؟
(۵) یا یہ صحیح ہے کہ زنان طائف کی جبرا عصمت دری کی گئی؟
(۶) کیا زرومال لوٹا گیا؟
(۷) کیا یہ صحیح ہے کہ تلاشی کے وقت عورتوں کو برہنہ کرکے تلاشی لی؟
(۸) کیا بقیۃ السلف ارباب الطائف کو علی پاشاہ کے باغ میں بے آب ودانہ تین روز تک قید رکھا گیا۔
(۹) کیا یہ سچ ہے کہ ان کو تین روز کے بعد فی سو کس ایک بوری آٹا دیا گیا؟
(۱۰) کیا شہداے طائف کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی اور ان کو ننگا کیا گیا؟
(۱۱) کیا شہداے طائف کی لاشوں کو دفن کرنے کے لیے گدھے کھینچ کر لے گئے؟
(۱۲) کیا یہ قتل عام عظمۃ السلطان نائب السلطان یا کسی ذمہ دار افسر کے حکم سے ہوا؟
(۱۳) کیا عظمۃ السلطان اس واقعہ کو برا سمجھتے ہیں؟
(۱۴) اگر برا سمجھتے ہیں تو مجرموں کو کیا سزا دی گئی؟
(۱۵) پسماندگان مقتولین طائف کو دیت یا کچھ مال بطور تلافی مافات دیا گیا؟
(۱۶) اگر اب تک کچھ نہیں کیا گیا آئندہ کچھ کیا جائے گا؟
(۱۷) کیا مساجد اللہ کو افواج سلطان نے منہدم کیا؟
(۱۸) جو مساجد سپاہیوں نے گرائیں ان کے نام کیا ہیں؟
(۱۹) ان میں کتنی مساجد کی دوبارہ تعمیر ہو چکی ہے؟
(۲۰) جملہ مساجد کی تعمیر کب تک مکمل ہو جائے گی؟

(۲۱) ان مساجد کو کیوں منہدم کیا گیا؟

(۲۲) مساجد کی تخریب کرنے والوں کے متعلق عظمۃ السلطان کی کیا رائے ہے؟

(۲۳) جن لوگوں نے مساجد کی تخریب کی ان کو اس گناہ عظیم پر (جس پر قرآن کریم میں وعید نازل ہے) کچھ سزا دی گئی؟

(۲۴) آئندہ مساجد کے احترام و قیام اور ایسے واقعات کے روک تھام کے لیے کیا کارروائی کی گئی ہے؟ اور عظمۃ السلطان عالم اسلامی کو اس کے متعلق کیا ضمانت دے سکتے ہیں یا دینے پر تیار ہیں؟

(۲۵) کیا متعدد مآثر کو برباد کیا گیا؟

(۲۶) اس کی ذمہ داری عالم اسلامی کے سامنے کس پر عائد ہوتی ہے؟

(۲۷) ان مآثر میں سے کتنے دوبارہ بن چکے ہیں، کتنے زیر تعمیر ہیں کتنے باقی ہیں؟

(۲۸) سب کی تعمیر کب تک مکمل ہو جائے گی؟

(۲۹) ان مآثر کو کیوں گرایا گیا خصوصاً مکہ مکرمہ میں جہاں داخلہ امن سے ہوا تھا؟

(۳۰) ان مآثر کے متعلق عظمۃ السلطان کا کیا اعتقاد ہے؟

(۳۱) کیا سلطان کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی کثرت عظیم ان مآثر کے بقا کی طالب ہے؟

(۳۲) سلطان ان کے قیام و دوام کی کیا ضمانت دے سکتے ہیں یا دینے پر تیار ہیں؟

(۳۳) برباد شدہ مآثر متبرکہ کی فہرست عنایت ہو؟

(۳۴) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مولد فاطمہ رضی اللہ عنہ کو کیوں برباد کیا گیا اور ان کی موجودہ حالت کیا ہے؟

(۳۵) کیا متعدد مزارات بھی منہدم کیے گئے؟

(۳۶) ایسے متعدد مزارات کو کیوں اور کس کے حکم سے منہدم کیا گیا؟

(۳۷) **سوال درج ہونے سے رہ گیا ہے۔**

(۳۸) ان کے متعلق عظمۃ السلطان کا کیا عقیدہ ہے؟

(۳۹) کیا ان کی بھی مرمت ہو رہی ہے؟

(۴۰) اگر ہو رہی ہے تو کتنے مکمل ہو چکے ہیں باقی کتنے ہیں اور کتنے زیر تعمیر ہیں؟

(۴۱) کیا عظمۃ السلطان کی علم ہے کہ مسلمانوں کی کثرت عظیم مزارات کے قیام کی طالب ہے؟

(۴۲) سلطان مزارات کے آئندہ تحفظ کی ضمانت عالم اسلامی کے سامنے کیا پیش کرتے ہیں؟

(۴۳) کیا ام المومنین خدیجۃ الکبری کے (مزار شریف) گرانے کے بعد ان کی شان میں گستاخی کی گئی؟

(۴۴) کیا متعدد قبے گرائے گئے؟

(۴۵) ان قبوں کے گرانے کا کس نے حکم دیا تھا؟

(۴۶) ان کے متعلق عظمۃ السلطان کا کیا اعتقاد ہے؟

(۴۷) ایسے قبب کی فہرست مطلوب ہے؟

(۴۸) اگر بنائے قبب کو ناجائز مان بھی لیا جائے تو انہدام کی دلیل جواز کیا ہے؟

(۴۹) کیا طائف میں ابن عم رسول حضرت عبد اللہ ابن عباس کے قبہ کو گرایا گیا؟

(۵۰) کیا ان قبب کی تعمیر شروع ہو گئی؟

(۵۱) اگر ہو رہے ہیں تو کتنے زیر تعمیر ہیں؟ کتے باقی کتنے مکمل ہو چکے ہیں؟

(۵۲) کیا عظمۃ السلطان کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی عظیم الشان کثرت قیام قبب کی حامی ہے؟

(۵۳) اگر ایسا علم ہے تو سلطان کیا ضمانت پیش کرنے پر تیار ہیں؟

(۵۴) کیا امیر حمزہ کے مزار اور ان کی مسجد کو شہید کر دیا گیا؟

(۵۵) ان کی موجودہ حالت کیا ہے؟

(۵۶) کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین رحمۃ اللعالمین کے گنبد مبارک پر گولیاں لگیں؟

(۵۷) یہ گولیاں کس نے چلائیں؟

(۵۸) گولیوں کے کتنے نشان ہیں؟

(۵۹) گنبد روضہ اطہر کے متعلق عظمۃ السلطان کا عقیدہ کیا ہے؟

(۶۰) کیا عظمۃ السلطان کے آنے سے قبل صلاۃ و ترحیم کی رسم حرم مکہ میں جاری تھی؟ اور

کیا اب حکومت نے بند کرادی؟

(۶۱) کیا مکہ مکرمہ میں ...... منع ہے اور اگر ہے تو کیوں ہے؟

(۶۲) عظمۃ السلطان کے خزانہ میں تمبا کو کی درآمد سے کتنی آمدنی ہے؟

(۶۳) عظمۃ السلطان مسلمانوں کے لیے حجاز میں مذہبی آزادی کو تسلیم کرتے ہیں؟

(۶۴) اگر تسلیم کرتے ہیں تو کیوں؟ دلائل الخیرات کو اکثر سر بازار پاؤں کے نیچے روندا گیا؟

(۶۵) کیا عظمۃ السلطان کو علم ہے کہ مسلمانوں کی کثیر جماعت حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائل ہے؟

(۶۶) اگر علم ہے تو لوگوں کو یارسول اللہ کہنے سے کیوں منع کیا گیا؟

(۶۷) عظمۃ السلطان حجاز میں مذہبی آزادی دینے اور اس کے قائم رکھنے کے لیے کیا ضمانت دینے پر تیار ہیں؟

(۶۸) کیا یہ صحیح ہے کہ معزز جماعت اخوان کے بعض افراد اپنے اعتقاد سے مخالفت کرنے والوں کو مشرک و کافر کہہ کر بلاتے ہیں؟

(۶۹) اگر نہیں ہے تو اس کے انسداد کی کیا صورت ہے؟

(۷۰) کیا عظمۃ السلطان اس پر راضی ہوں گے کہ ایک شاہی فرمان کے ذریعہ سے مسلمانوں کے لیے عام مذہبی آزادی کا اعلان کریں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو مشرک کہنے والوں کے لیے سزا مقرر کریں اور صلاۃ ترحیم کی عام اجازت اذان کے بعد ماسبق کی طرح عنایت فرمائیں۔

(۷۱) کیا کوئی حجازی شبہہ کی وجہ سے قید ہے؟

(۷۲) کیا ایسے حجازی بھی ہیں جو ملک سے باہر ہیں اور بخوف سلطان واپس نہیں آتے؟

(۷۳) عظمۃ السلطان کو جنگ حجاز کے اختتام پر کتنے اسلحہ ملے؟

(۷۴) کیا یہ آلات حرب حجاز ہی میں ہیں یا کچھ ان میں سے باہر بھیج دیے گئے ہیں؟

(۷۵) عظمۃ السلطان کے آنے سے قبل حجاز میں کتنے مکتب جاری تھے؟

(۷۶) اب کتنے مکتب جاری ہیں اور کتنے بند؟

(۷۷) کیا عظمۃ السلطان کو علم ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں شبہہ ہے کہ عظمۃ السلطان نے انگریزوں کی سیادت اپنے اوپر قبول کی ہے؟

(۷۸) کیا عظمۃ السلطان اس خیال کی تردید کرتے ہیں؟

(۷۹) کیا عظمۃ السلطان آمادہ ہیں کہ مسلمانوں کی تسلی کے لیے نجدی وبرطانوی معاہدوں کو شائع کر دیں گے جو نجد و حجاز سے متعلق ہیں؟

(۸۰) معاہدات ۱۹۱۶ء و ۱۹۲۲ء اور مشہور معاہدہ بحرہ و جدہ کی نقلیں عنایت ہوں۔

(۸۱) عقبہ و معان پر انگریزوں نے کیسے تصرف کیا؟

(۸۲) اس معاملہ میں عظمۃ السلطان کی ذمہ داری کتنی ہے؟

(۸۳) برطانیہ کے ان مقامات پر قبضہ کرنے کے خلاف کیا عظمۃ السلطان نے کچھ احتجاج کیا؟ اگر کیا تو اس کی نقل ہمیں عنایت ہو۔

(۸۴) کیا عظمۃ السلطان نے یہ اعلان کیا تھا کہ ان کے حملہ حجاز کا مقصد یہ تھا کہ وہ حسین اور اس کی اولاد کو یہاں سے نکال دیں۔ اور یہ کہ ان کے نکل جانے پر عظمۃ السلطان حجاز کو حجازیوں سے خالی کر دی گے؟

(۸۵) اب جب کہ سلطان کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی ہے۔ تو مستقبل حجاز کے متعلق ان کا کیا ارادہ ہے؟

(۸۶) کیا یہ سچ ہے کہ حجاز کو نجد سے ملحق کر دیا گیا ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو یہ فعل سلطان کے سرکاری اعلان سابق سے کس طرح مطابق ہو سکتا ہے؟

(۸۷) کیا عظمۃ السلطان حجاز کو آزادی دیں گے اور اس معاملہ میں انہوں نے کیا تدابیر اختیار کیں؟

(۸۸) موتمر اسلامی کے انعقاد کے لیے کیا تدابیر اختیار کی گئی ہیں؟

(۸۹) یہ دعوت نامہ کب روانہ کیے گئے اور ان کی ایک نقل عنایت ہو۔

[الفقیہ: ۷ر مارچ ۱۹۲۶ء ص ۲ تا ۴]

وفد خدام الحرمین کا خط

۲۸/ جنوری ۱۹۲۶ء کو وفد کی طرف سے ایک اور خط ہندوستان روانہ کیا گیا جس میں سابقہ ارسال کردہ خطوط کا ذکر اور سوالات سے متعلق رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا گیا کہ سوالات کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ البتہ جواب ملنے پر امید جتاتے ہوئے لکھا کہ اس سے واقعہ پر کافی روشنی پڑے گی۔ علاوہ ازیں ابن سعود کو زبان عربی میں بھیجے گئے خط کا بھی ذکر کیا گیا۔ اور اس سے ہونے والے انگریزی معاہدہ سے متعلق تفصیل بھی طلب کی گئی۔ وفد خلافت کے رکن ظفر علی خاں کو مزید تحقیق کے لیے روکا گیا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ مزید براں یہ کہ جو غلہ ہندوستان سے مظلوم و غریب حجازیوں کے لیے اکھٹا کیا گیا تھا وہ ان تک پہنچانے کے لیے سعودی ٹیکس کی بابت تفصیلی روداد بھی لکھی گئی۔ نیز ابن سعود کے ملک الحجاز بننے اور اس کے ایماپر ہونے والے مظالم و مفاسد کا بھی قدرے ذکر کیا گیا۔ تفصیل کے لیے درج ذیل خط ملاحظہ فرمائیں:

"از جدہ پنجشنبہ ۱۳/ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ ۲۸/ جنوری ۱۹۲۶ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں جہانگیر جہاز روانہ ہوا جس میں دو خط تم کو روانہ کیے آج مصری میل آنے اور چند ہی گھنٹہ میں جانے والا ہے اس لیے یہ خط پہلے ہی سے لکھ کر تیار رکھتے ہیں۔ گزشتہ ایک ملفوف میں معہ سوالات کے وہ خط ہے جو ابن سعود کو بروز سہ شنبہ ۱۱/ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ عربی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

سید حبیب شاہ صاحب نے سوالات کی تعداد ایک جزئیہ کے لحاظ سے بہت زیادہ کر دی۔ میں بھی یہ سمجھ کر خاموش رہا کہ ہمارا روئے سخن کسی خود مختار بادشاہ سے نہیں ہے بلکہ ہمیں ایک مذہبی مجرم سے جرح کرنی اور حقیقت کو اس کی زبان سے واضح کرنا ہے۔ اگر ہر سوال کا جواب نمبر وار دیا تو امید ہے کہ واقعہ پر ضرور کافی روشنی پڑ جائے گی۔

وفد خلافت کو دعوت

سید حبیب شاہ صاحب جہانگیر پرڈاک دینے گئے تھے اسی وقت انہوں نے ظفر علی خاں صاحب وغیرہ سے کہا کہ میرے خرچ پر ایک ماہ اور ٹھہر جاؤ۔ آؤ مل کر تحقیقات کریں کہ ابن سعود انگریزوں کا غلام ہے یا نہیں؟ مگر کوئی راضی نہیں ہوا۔

برطانوی نمائندہ اور ابن سعود

بحرہ میں سر گلبرٹ گلیٹن کا آنا اور گفتگو ہونا بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ ہمیں صرف صورت معاہدہ کی تفصیل سرکاری طور پر وصول کرنی ہے۔ جس کا مطالبہ ہمارے سوالات کے آخری حصہ میں ہے۔ یہ تحریر نائب السلطنت کے ہاتھ میں خود دے کر آیا ہوں ہنوز جواب نہیں آیا۔ ہم تحریری جواب چاہتے ہیں۔

غلہ کا محصول

کراچی سے ہمارے ساتھ صدر الوفد کے نام پر پچاس بوری گندم اسٹیمر جہانگیر میں آئی ہیں۔ پرسوں معافی حصول کسٹم کے لیے میں نے عبد اللہ زین العلی رضا صاحب گورنر جدہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ امر میرے اختیارات سے بالاتر ہے۔ اختیار معافی حصول نائب السلطنت یا سلطان کو ہے۔ میں فوراً نائب السلطان کے پاس گیا اس سے کہا کہ یہ غلہ فقرائے حجاز پر تقسیم ہو گا۔، لہٰذا محصول معاف کیا جائے۔ تو مجھ سے وعدہ کیا گیا کہ کل صبح آدمی بھیج دینا میں افسر جمرک کے نام چٹھی دے دوں گا۔ کل اسی مضمون کا خط لکھ کر آدمی روانہ کیا اس کا جواب ملا۔

شرط معافی محصول

محصول معاف کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے مقرر کردہ لوگوں کے ذریعہ سے تقسیم کرو۔ یہاں سے فوراً جواب لکھ دیا کہ غلہ وغیرہ ضرور حجاز کے سربر آوردہ اور واقف حال بزرگوں کی جماعت کے ذریعہ تقسیم ہو گا۔ مگر سرکاری مداخلت کے بغیر اگرچہ ہم کو محصول ہی ادا کرنا پڑے۔

ضبطی مکان

جم جم صاحب نے حکومت ہاشمیہ سے ایک مکان نقد قیمت دے کر خریدا۔ اور حسب دستور عرب ایک سال کا کرایہ پیشگی لے کر ایک شامی ڈاکٹر کو رہنے کے لیے دے دیا۔ کل چہار شنبہ کو عمال حکومت نے جبراً ڈاکٹر صاحب سے خالی کرا کر قبضہ کر لیا۔ بیچارے جم جم تو قیمت کا ذکر بھی زبان پر لانے کی تاب نہیں رکھتے۔ ہاں ڈاکٹر نے زر کرایہ کا مطالبہ کیا کہ ابھی ایک ماہ بھی رہنے نہیں پایا جواب ملا کہ کرایہ جس کو دیا ہے اس سے لو۔

زیارت و فاتحہ کی ممانعت

حضرت حوا علیہا السلام کے قبہ مبارکہ کا در اقدس پتھر اور چونہ سے تیغہ کر دیا گیا۔ نہ کوئی اندر داخل ہو سکتا ہے، نہ عام طور سے فاتحہ خوانی و زیارت کی اجازت ہے۔

نمائندہ اور وفود

محمد سعید صاحب عیاش ایڈیٹر البلاغ بیروت سے اخباروں کے نمائندہ کی حیثیت سے آئے ہیں۔ ہم سے ملاقات ہوئی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے بھی وفود آئے ہیں مگر وہ صرف نظام جدید کے مشورہ کے لیے۔ چنانچہ یہ امر طے پایا گیا

نظام حکومت حجاز

(۱) ابن سعود کو حکومت سے پانچ ہزار گنی (پچھتر ہزار روپیہ) مصارف خصوصیہ کے کے لیے دی جائیں۔

(۲) مصارف عساکر کے لیے گیارہ ہزار چھ سو چھیاسٹھ گنی (ایک لاکھ چوہتر ہزار نو سو نوے روپے)

(۳) معمولی کاموں پر حجازی ملازم رکھے جائیں گے مگر ہر محکمہ میں افسر اعلیٰ نجدی رہیں گے۔

(۴) جدہ کے جملہ شیوخ کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے اپنے محلہ کے آدمیوں سے ہتھیار لے کر داخل کر دیں۔

ابن سعود ملک الحجاز بن گیا

زمین مقدس حجاز سے تازہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مکہ معظمہ کے وہابیوں کو اشارہ کر کے ملک الحجاز بننے کی تجویز عمل میں لائی گئی۔ خوف مظالم سے لوگوں کو خلاف بولنے کی مجال نہ تھی۔ ایک معمولی مجلس میں جلالۃ الملک، امیر المومنین، خادم الحرمین، میں سے جلالۃ الملک کا خطاب پسند کیا۔ الحاق حجاز ونجد کا مسئلہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس میں محمد نصیف بھی شامل ہے۔ وفد خلافت یہاں نجدی لباس پہنتا تھا۔ بیروت کے اخبار البلاغ کا نمائندہ جو یہاں موجود ہے۔ کہتا ہے: کہ جلالۃ الملک انگریزوں کا دست نگر اور غلام بن گیا ہے۔ ابن سعود مستقل طور پر حجاز میں رہے گا۔ جدہ اس کا صدر مقام ہو گا۔ حجاز سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ تاوان جنگ وصول کرنا چاہتا ہے۔ اور ماہانہ فوجی اخراجات گیارہ ہزار چھ سو چھیاسٹھ پونڈ اور پانچ ہزار پونڈ ماہانہ اپنی تنخواہ۔ ایک باشندئہ جدہ کے مکان پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ مالک مکان کو قیمت نہیں دی۔ کرایہ دار جو پیشگی سال بھر کا کرایہ دے چکا تھا نکال دیا۔ اور کرایہ واپس نہیں دیا۔ تمام اہلِ حجاز کے ہتھیار اسلحہ خانہ سلطانی میں جمع کرا لیے۔ اور ہندوستانیوں کی طرح ان کو بے دست وپا کر دیا۔ مدرسہ ہاشمیہ میں گھوڑے باندھے جاتے ہیں۔ لارڈ کرزن کی مصلحت کے ماتحت مصر سے ڈاکٹری وفد آیا ہے۔ اہل حجاز کو غلہ اور روپے کی بڑی ضرورت ہے۔"

(منجانب سکریٹریان واراکین جمیعۃ خدام الحرمین ممبئی) **[الفقیہ: ۱۴؍ مارچ ۱۹۲۶ء، ص، ۲، ۳]**

وفد خدام الحرمین کا قید ہونا اور حجاز سے نکالا جانا

پورٹ سوڈان سے فدائے ملت مولانا سید حبیب شاہ رئیس وفد خدام الحرمین کا تار ہندوستان آیا کہ انہیں ابن سعود نے حجاز سے نکلوا دیا ہے۔ پہلے جدہ میں تین دن تک قید رکھا گیا اور پھر مصر روانہ کر دیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

"صلح کی گفت وشنید ناکام ہوئی۔ ابن سعود نے ہمیں حجاز سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ہمیں زیر حراست جدہ میں لایا گیا۔ تین دن تک وہاں قید رکھا گیا۔ اس کے بعد جہاز پر سوار ہو کر مصر کو جانے پر مجبور کیا گیا اور تختہ جہاز پر ہمیں رہا کیا گیا۔" **[مرجع سابق، ص، ۳]**

صلح کی جن شرائط کا مندرجہ بالا خط میں حوالہ دیا گیا وہ شرائط اس سے قبل موصول شدہ خط میں ذکر کی گئی تھیں جو حسب ذیل تھیں۔:

"ابن سعود کا وزیر حافظ واہبہ شرائط کے لیے ہمارے پاس بھیجا گیا۔ ہم نے تباہ شدہ اماکن مقدسہ کی از سر نو تعمیر مجرموں کو سزا دئے جانے، آزادئ عقائد حجاز میں حجازیوں کے حسب منشا تشکیل حکومت کے لیے موتمر اسلامی کے انعقاد اور وفد کو ہر دو انگریزی نجدی معاہدوں کے جن میں سے پہلا ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا دکھائے جانے کا مطالبہ کیا۔ حافظ واہبہ نے تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ شائع ہوا درست ہے۔" [مرجع سابق، ص،۳]

وفد خدام الحرمین کی حجاز سے مراجعت اور ہندوستان کا دورہ

۳۱/ دسمبر ۱۹۲۵ء کو وفد خدام الحرمین ہندوستان سے حجاز مقدس کے لیے روانہ ہوا۔ اور چار ماہ چھ دن وہاں رہ کر ۷/ مئی ۱۹۲۶ء کو واپس ہندوستان پہنچ گیا۔ بمبئی کے ساحل پر مسلمانان ہند کی طرف سے وفد کا پر زور استقبال کیا گیا۔ سید حبیب صاحب نے لوگوں کے سامنے وہاں کے حالات کی تفصیلی روداد بیان کی۔ اور ابن سعود کی آمریت اور حجاز مقدس پر اس کی بربریت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا۔ مزارات مقدسہ مآثر متبرکہ کے انہدام کی تصویریں بھی ساتھ لے کر آئے تھے۔ تاکہ لوگ دیکھ کر یقین کر سکیں۔

انہوں نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ ابن سعود ان مذموم حرکات کو شرعی تسلیم کرتا ہے۔ جس پر وفد نے اس کو چیلنج مناظرہ بھی دیا مگر وہ راضی نہ ہوا۔ وفد کے مطابق ابن سعو حکومت برطانیہ کا غلام ہے از خود کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اخبار دبدبہ سکندری رام پور کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"مولانا حبیب صاحب، مولوی احمد مختار صاحب صدیقی اور مولوی فضل الرحمن صاحب جو گزشتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں بحیثیت ارکان وفد خدام الحرمین ابن سعود سے ملنے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات بچشم خود ملاحظہ فرمانے حجاز گئے تھے۔ ۷/ مئی کو واپس بمبئی وارد ہوئے۔ مسلمانوں نے جوش و خروش سے ساحل بحر پر ان کا استقبال کیا۔ سید حبیب

صاحب نے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ پہلی ملاقات میں میں نے ابن سعود سے درخواست کی تھی کہ ہمارے درمیان گفت وشنید تحریری ہونی چاہیے تاکہ بعد میں کسی فریق کو اپنے اپنے بیان سے مکر جانے کی گنجائش نہ رہے۔ ابن سعود نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وفد کے اطمینان کے لیے تمام سرکاری کاغذات تمہارے حوالے کر دیے جائیں گے۔

ابتدائی خط وکتابت میں ابن سعود نے ان زیادتیوں کا اقرار تو کیا جو طائف میں وقوع پذیر ہوئی تھیں مگر ساتھ ہی عذر کیا کہ ان زیادتیوں کے لیے جواب دہی میری ذات نہیں ہو سکتی۔ وفد نے پوچھا کہ آپ نے مال غنیمت کا خمس وصول کیا جس میں چودہ سو پونڈ طلائی بھی شامل تھے؟ ابن سعود نے کہا کہ اس سوال کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ گویا ابن سعود نے ان تمام بے اعتدالیوں کا اعتراف کر لیا۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ اہل طائف کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ مساجد و مآثر متبرکہ کے انہدام کے متعلق سید حبیب صاحب نے فرمایا کہ ہم نے ان مقامات کے فوٹو بھی حاصل کر لیے ہیں۔

ابن سعود نے جن مقامات کے انہدام کا نہ صرف اقرار ہی کیا ہے بلکہ اصرار کیا ہے کہ یہ سب کچھ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوا ہے، یہ کہنا کہ ابن سعود ان افعال پر پشیمان ہیں سراسر جھوٹ ہے۔ ہمارے وفد کے پاس ابن سعود کی تحریر موجود ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہیں ان افعال پر فخر ہے۔ ہمارے وفد نے ابن سعود کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ساتھ مناظرہ کریں اور ثابت کریں کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے شریعت مطہرہ کے مطابق ہے مگر انہوں نے اس چیلنج کو نامنظور کیا۔ ہمارے پاس اس امر کے دلائل بھی موجود ہیں، ابن سعود کو کسی ہندوستانی والی ریاست کی طرح اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ دولت برطانیہ کے بغیر مشورہ کسی اجارے کی منظوری دے سکیں۔ ہمارے وفد کو طائف اور مدینہ جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔" [دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۰، ۲۱]

بمبئی سے روانہ ہو کر وفد گیارہ مئی کو لکھنؤ پہنچا۔ جہاں خدام الحرمین کی مجلس مرکزیہ نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ اور اسی دن ایک جلسہ منعقد کیا گیا جو ۱۳ر مئی کی شام تک جاری رہا۔ اور پھر وفد لکھنؤ سے مرادآباد کے لیے روانہ ہو گیا۔ اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"لکھنؤ میں گیارہ مئی کو خدام الحرمین کا وفد پہنچا۔ خدام الحرمین کی مجلس مرکزیہ نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اسی روز مجلس عاملہ خدام الحرمین کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کا سلسلہ ۱۳؍ مئی کو شام تک جاری رہا۔ ارکان وفد مولانا حسرت موہانی کے ساتھ تمام ہندوستان کا دورہ کر کے جلسہ منعقد کرائیں گے۔ جن میں ارکان وفد حجاز کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کریں گے۔ وفد مذکور مراد آباد جارہا ہے وہاں سے دہلی اور لاہور جائے گا۔"

[دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷؍ مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۱]

وفد لکھنؤ سے نکل کر ۱۳؍ مئی کو دن کے دو بجے مراد آباد پہنچا۔ جہاں انجمن اہل سنت و جماعت (جامعہ نعیمیہ) کے ذمہ داران حضرات، طلبا اور شہر کے معزز حضرات نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ رات کو جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں رئیس وفد فدائے ملت نے لوگوں کے سامنے حجاز مقدس کے روح فرسا حالات بیان کیے۔ منہدم مقامات و مزارات کے فوٹو بھی لوگوں کو دکھائے۔ رات بارہ بجے جلسہ ختم ہوا۔ اخبار دبدبہ سکندری کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"مراد آباد کے اخبار مخبر عالم سے معلوم ہوا کہ خدام الحرمین کا وفد لکھنؤ سے ۱۳؍ مئی کو دو بجے دن کے بذریعہ اکسپریس مراد آباد پہنچا۔ انجمن اہل سنت والجماعت کے مقتدر اراکین و طلبا اور شہر کے بیشتر معززین اصحاب نے اسٹیشن پر اس کا استقبال کیا۔ ۹؍ بجے شب کے انجمن اہل سنت والجماعت کے جلسہ میں رئیس وفد مولانا سید حبیب شاہ صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور نے حجاز مقدس کے چشم دید اور جو معتبر ذرائع سے حالات معلوم ہو سکے وہ حالات اور نجدیوں کے مظالم کی تفصیل نیز ابن سعود کے ساتھ اپنی گفتگو اور خط و کتابت کے متعلق تفصیلی بیان کیا۔ اس کے بعد مولانا مختار صاحب صدیقی نے انہیں بیانات پر مفصل روشنی ڈالی۔ ارکان وفد اپنے ساتھ بہت سے ابن سعود کے دستخطی اہم کاغذات کے علاوہ ان مساجد و مقامات کے فوٹو بھی لائے ہیں جو منہدم ہوئے ہیں ان فوٹوؤں کی زیارت کرائی گئی۔ افسوس کہ بروقت کوشش کرنے سے ایک..... منہیات ہوئی۔ مگر اس نے کچھ کام نہ دیا۔ ورنہ فوٹو اس کے ذریعہ بخوبی نمایاں ہو پاتے، اور آسانی سے تمام حاضرین جلسہ مستفید ہوتے۔ جلسہ میں تقریباً ڈھائی تین ہزار آدمیوں کا ہجوم تھا جو قریباً ۱۲؍ بجے ختم ہوا۔" [دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷؍ مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۱]

وفد خدام الحرمین کی رپورٹ کی تائید

۱۵؍مئی کے ایک تار کے ذریعہ جمیۃ خدام الحرمین کے صدر مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محلی نے وفد خدام الحرمین کی کارگزاریوں کو سراہتے ہوئے وفد کی جانب سے پیش کردہ رپورٹ کی تائید کی۔ نیز ان سب معاملات میں مولوی شوکت علی کی نامناسب روش اور جمیۃ خلافت کا وہابیت کے ہاتھوں بک جانے کی کھل کر مذمت کی۔ اور مولوی محمد علی، مولوی سلیمان ندوی جیسے افراد پر مشتمل وفد حجاز پر بے اعتمادی کی تجویز پاس کیے جانے کا ذکر کیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محل صدر جمیۃ خدام الحرمین لکھنؤ سے ۱۵؍مئی کو حسب ذیل تار دیتے ہیں۔ بحیثیت جمیۃ خدام الحرمین میں مولانا شوکت علی صاحب غلط الزامات کو ٹوکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خدام الحرمین کو اماکن مقدسہ اسلامیہ کی حفاظت کے مقصد کو اس وقت ہاتھ میں لینا پڑا جب کہ جمیۃ خلافت نے اپنے آپ کو وہابیت کے ہاتھ میں فروخت کر دیا۔ اور خود اپنے اصول کے برخلاف سلطان ابن سعود کی وساطت سے غیر مسلم اثرہماری سرزمین اقدس پر قبول کرلیا۔ خدام الحرمین کا وفد انہیں دونوں نجدیوں کی تباہی انگریزی و قتل ہائے عام کے جن کا حجاز مقدس میں ارتکاب کیا گیا فوٹو اور ناقابل تردید ثبوت لے کر واپس آیا ہے۔ میں پورے طور پر اس سے آگاہ ہوں کہ (مولانا) شوکت علی صاحب کا شریعت اسلام کا علم کس قدر محدود ہے۔

لہٰذا میں یہ ان کو ثابت کرنے کے لیے چیلنج نہیں دیتا کہ قانون اسلام مساجد مآثر متبرکہ یا قبر کے اوپر بنے ہوئے قبوں کے بھی انہدام کی اجازت دیتا ہے۔ کاش کہ ارض مقدس کے عازم ہونے کے وقت وہ ایسے غلط الزامات لگانے اور قبور کے انہدام کی اجازت دینے والے قوانین کا (جو اس سے پہلے دریافت نہیں ہوئے) اظہار کرنے سے باز رہتے۔ جب کہ وہ ارض مقدس حجاز کو روانہ ہونے کے وقت یہاں تک کھل کر اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ وہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر ہندو مسلم اتحاد کے لیے دعا مانگیں گے۔ تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ

خود اتحاد ملت کی خاطر وہ یہ کہہ کر کہ اسلام میں قبور کے انہدام کی اجازت ہے مسلمانوں کو اشتعال نہ دلاتے۔ مجلس خدام الحرمین سے وفد خدام الحرمین کے رپورٹ پر بذریعہ ایک تجویز کے اعتماد ظاہر کیا گیا ہے اور جو وفد سید سلیمان صاحب ندوی مسٹر محمد علی صاحب وغیرہ کا موتمر مکہ کی شرکت کے لیے جا رہا ہے اس پر بے اعتمادی کا رزولیوشن پاس کیا گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ وفد محض وہابی طبقہ کا نمائندہ ہے۔"

[دبدبہ سکندری، ۲۴، ۱۷ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۱]

لاہور میں صدر وفد خدام الحرمین کا شاندار خیر مقدم

اور مسجد وزیر خاں میں اجلاس

اخبار الفقیہ صدر وفد کی سرزمین حجاز سے واپس لاہور پہنچنے کی خبر دیتے ہوئے لکھتا ہے:

۱۶ر مئی کی صبح کو وفد خدام الحرمین لاہور وارد ہوا۔ جہاں پر زور استقبال کیا گیا۔ ۱۷ر مئی کو مسجد وزیر خاں میں مولانا سید حبیب صاحب نے ایک تفصیلی تقریر کی جس میں حجاز مقدس کے حالات بیان کیے، نجدی مظالم کی تفصیل بیان کی اور حجاز مقدس میں وفد کی کارگزاریوں کا ذکر کیا۔ اخبار دبدبہ سکندری رام پور لکھتا ہے:

"لاہور ۱۶ر مئی آج صبح ۸ بج کر ۱۰ منٹ پر بمبئی میل میں فدائے ملت مولانا سید حبیب رئیس وفد خدام الحرمین الحجاز مصر اور یمن سے ہو کر واپس لاہور تشریف لائے۔"

[۲۸ر مئی ۲۶ء، ص ۱۱]

اخبار مزید لکھتا ہے:

"۱۶ر مئی کو صبح کے وقت بمبئی میل سے جناب مولانا سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور و صدر وفد حجاز خدام الحرمین تشریف لائے۔ اسٹیشن پر معزز اہالیان لاہور نے حضرت مولانا کا نہایت پر جوش و پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ آپ نے اہالیانِ لاہور کے اصرار پر ۱۷ر مئی کی شب میں مسجد وزیر خاں میں دس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں حجاز کے عینی مشاہدات کی بنا پر ایک دلچسپ تقریر فرمائی۔

جس کا ضروری خلاصہ حسب ذیل ہے:

جناب مولوی محرم علی صاحب چشتی وکیل و صدر جمیعت خدام الحرمین صدر جلسہ قرار پائے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مولوی سید دیدار علی شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آج ان مساجد و مقابر ماثر کے عکس بھی بذریعہ عکسی لمپ دکھائے جائیں گے جو نجدی ظالموں نے حجاز مقدس میں کیے ہیں۔ سنیما کی ذی روح تصاویر جائز نہیں۔ اور گو مسجد میں غیر ذی روح تصاویر کا دکھانا بھی مستحسن نہیں۔ لیکن مقدس مقامات و مساجد کے نقشے اس غرض سے بنانا اور دکھانا کہ ان سے حق ظاہر ہو اور مسلمان متنبہ ہوں جائز ہے۔

جناب صدر کی تقریر

ازاں بعد صدر جلسہ چشتی صاحب نے وفد کی خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جمیعت خلافت کی باطل پرستی پر اظہار افسوس کیا۔ اور فرمایا: کہ جمیعت خدام الحرمین نے اپنی چند روزہ ہستی میں مسلمانوں کی یہ عظیم الشان خدمت کی ہے۔ جو لوگ حنفی چشتی قادری بن بن کر مسلمانوں کو فریب دیتے اور اپنے مذہب کو چھپا کر مسلمان بھیڑوں میں بھیڑیوں کا کام کر رہے تھے ان سب کو الگ کر دکھایا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ آئندہ ایسے دھوکہ بازوں سے آگاہ رہ کر ان کے فریب سے بچیں۔

مولانا سید حبیب صاحب کی تقریر

اس کے بعد اللہ اکبر کے نعروں میں مولانا سید حبیب صاحب نے اپنی تقریر شروع کی۔ جس میں پہلے وہاں کے ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد کہا کہ ابن سعود نے ہماری خواہش پر منظور کر لیا تھا کہ جو سوال و جواب بھی ہو تحریری ہو۔ چناں چہ میرے پاس تحریری ثبوت موجود ہے جو آپ نے حاضرین کو دکھایا۔ جس پر ابن سعود کی مہر اس کے بیٹے کی خاتم اس کے نائب کے دستخط اور اس کے وزیر اعظم کی تصدیق موجود تھی۔ جب ابن سعود جواب سے عاجز آگیا تو اس نے یہ لکھ کر بھیج دیا کہ میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں۔ پھر.... حافظ وہبہ کو روانہ کیا جس سے زبانی گفتگو کے بعد شرائط صلح طے پائیں جو لکھ کر بھیج دی گئیں۔ دو

دن جواب کے لیے مقرر تھے، لیکن چھ دن کے بعد ہمیں نکالا گیا۔ ہم اخراج کے دن اس کے مہمان تھے۔ اور جب ہم نے شاہی دعوت میں یارسول اللہ کے نعرے لگائے تو نجدی بھنا اٹھے۔ دعوت میں ذی روح جانوروں کی تصاویر پر ہم نے اعتراض کیا تو ان کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ دعوت کے بعد حرم میں نماز پڑھنے پر ہمیں اخراج کا حکم ملا۔اور پولیس کے زیر حراست ہمیں جدہ بھیج کر قید کر دیا گیا۔جب اس نے شیخ سنوسی جیسے بزرگ کی سخت تذلیل کی ہے تو ہمیں اس اخراج کی کیا شکایت ہے۔ ابن سعود نے ہم پر سازش و غداری کے جھوٹے الزام لگائے۔ چنانچہ جن نجدیوں کے نام اس نے سازشی اعلان میں شائع کیے ان میں ابا بکر بالقاء کا نام بھی ہے۔ جو اس وقت بھی قاہرہ میں مقیم تھا،اوراب بھی ہے۔ ہم نے کوئی سازش نہیں کی اور ہمارے پاس سرمایہ بھی کافی تھا۔ چنانچہ ہم نے ابن سعود کے افسران کے سامنے صالح ہجوم سے ۲۰۵ پونڈ وصول کیے۔ ہم نے ابن سعود کے افسروں سے کہا کہ ہمارے پاس درجہ اول کے ٹکٹ ہیں مگر آپ ہندوستان کے جہاز کا انتظار کریں تو ہم قید و بند کی تکالیف اٹھالیں تاکہ مسلمانوں کا روپیہ برباد نہ ہو۔اور آپ اگر اپنی مرضی سے ہمیں کسی دوسرے جہاز پر بھیجیں تو اخلاقاً و قانوناً آپ کا فرض ہے کہ ہمارا کرایہ ادا کریں ۔جس پر افسروں نے اول درجہ کا ٹکٹ بھجوانے کا وعدہ کیا۔ مگر بھیجے دوسرے درجہ کے جن کو ہم نے اپنے خرچ پر اول درجہ کا کرایا۔

خیرات کا معاملہ

ہم نے ۵۳ بوری غلہ اور پونے تین ہزار روپیہ ہندوستانی سوداگروں کی معرفت تقسیم کیا۔ابن سعود کی خواہش تھی کہ یہ اس کی معرفت تقسیم ہوتا تاکہ اس کی وجہ سے حجازی اس کے جاسوس یا خادم بن سکیں۔اس لیے اس نے زکاۃ معاف کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن ہم نے زکوۃ دینی پسند کی لیکن اس دخل دہی کو برا سمجھا۔

حجاز میں مَیں نے کیا دیکھا

اس موضوع پر آپ نے فرمایا کہ مظالم طائف کے بیان کرنے کی مجھ میں طاقت

نہیں۔ حافظ وہبہ نے ہم سے کہا کہ جو مظالم بھی آپ کے وہم وگمان تخیل میں آئیں سمجھ لیجئے کہ وہاں ہوئے۔ ابن سعود اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ اس کی فوج طائف میں اللہ اور ابن سعود کی امان جان ومال کا وعدہ لے کر داخل ہوئی۔ نجدیوں نے شہریوں کو دروازہ کھٹ کھٹا کر مکانات سے اتارا اور ہر مکان سے اترنے والے نے سلام کیا۔ لیکن سلام کے جواب میں گولی سے مار دیا گیا۔ اس کی رشتہ دار عورتوں سے اس کی لاش باہر پھنکوائی جس خاتون نے عذر کیا یا صل علی بھی کہا اس کو مار دیا۔ کنواری سید زادیوں سے بدکاری کی۔

ان کی شرمگاہوں میں تلوار مار کر ان کو ذبح کیا۔ ان کی چھاتیاں ٹٹولیں۔ اور پائجامہ کے سوا تمام کپڑے اُتارے۔ بچے اور بوڑھوں کو تہہ تیغ کیا۔ ابن سعود کہتا ہے کہ میری فوج میں بدو مل گئے تھے اس لیے ان پر ہی ذمہ داری ہے۔ لیکن طائف والے کہتے ہیں کہ کوئی بدو نہیں آئے۔ اور اگر آئے بھی ہوں تو شب اول کے مظالم میں ان کو شریک سمجھ لیجئے۔

لیکن دو تین دن تک شہریوں کو جب ذلیل کیا اور بے آب ودانہ قید رکھا، متوفین کی لاشوں کو گدھوں سے کھنچوایا گیا، ان کو بے غسل وکفن جنازہ دفن کیا گیا، بیچا گیا، اور تاوان وصول کیا، تو اس میں کون سے بدو شریک تھے؟ یہ حرکتیں تو خاص نجدیوں کی ہی تھیں۔

ابن سعود نے اپنے قصور کو تسلیم کر لیا

ابن سعود نے اپنے قصور کو تسلیم کر کے اپنی بریت میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تو بنی جذیمہ کی طرف خالد بن ولید کو بھیجا تو خالد نے بنی جذیمہ کو قتل کیا۔ لیکن جب ہم نے کہا کہ بنی جذیمہ باوجودیکہ کافر تھے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمنے ان کی خبر لی۔ اور ہر قسم کی امداد کے لیے حضرت علی .... کو بھیجا۔ انہوں نے اپنے فرض کو بہترین طریقے پر انجام دیا۔ اور آپ نے تو مسلمانوں کا قتل کیا غنیمت لوٹا۔ یہ کہاں جائز ہے؟ اور خمس بھی وصول کیا۔ اس لیے آپ کیسے بری الذمہ ہوسکتے ہیں۔ جس کے متعلق اس نے لکھا کہ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔

مساجد کی بربادی

جو مسجدیں نجدیوں نے گرائی ہیں وہ یہ ہیں۔ طائف میں روضہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے ساتھ کی مسجد، مدینہ منورہ میں حضرت امیر حمزہ کی مسجد، مکہ میں مسجد کوثر، مسجد جبل نور، مسجد جن، مسجد کیش، مسجد ابو قبیس، مسجد بلال، ان میں سے آخری مسجد کی قدرے مرمت ہوئی ہے۔ اور کسی مسجد کی مرمت نہ ہوئی نہ ہو رہی ہے۔

مقدس مقامات اور قبریں

نجدیوں نے مولد فاطمہ مولد نبوی مولد صدیق غار ابراہیم کو تباہ کر دیا ہے۔ دار ارقم یعنی جہاں حضرت عمر ایمان لائے تھے اس کو بند کر دیا تھا۔ اب سنا ہے گرا دیا ہے۔ مولد علی کرم اللہ وجہہ بند کر دیا ہے۔ حضرت امیر حمزہ حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت آمنہ خدیجہ حضرت ابو طالب حضرت حوا حضرت میمونہ کے مقبروں کو توڑ دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ہزارہا اور مقبریں توڑے گئے ہیں ۔ روضہ خدیجۃ الکبریٰ میں پیشاب کرنا گولیاں چلانا اور ان کو گالیاں دینا ثابت ہے۔

دینی بحث

ابن سعود کے ہندی حامی کہتے ہیں کہ ابن سعود کو مقدس مقامات و مزاروں کے گرانے کا افسوس ہے، یہ جھوٹ ہے۔ بلکہ اس کو افعال شنیعہ پر ناز ہے وہ ان کو شریعت کے مطابق جانتا ہے۔ اس نے ہم سے دو خطوط میں دلیل شرعی طلب کی کہ اس کا یہ فعل ناجائز ہے؟ اس پر ہم نے بحث کے لیے ایک عالم نجد کو طلب کیا، تو ابن سعود بھاگ گیا۔ اور اس خط کی یاد دہانی کے باوجود اب تک جواب نہیں آیا۔

مذہبی آزادی چھین لی

مکہ معظمہ اور جدہ میں ترحیم و صلاۃ بند ہے۔ حرم میں لوگوں کو پیٹا جاتا ہے۔ مقدس مقامات کی زیارت کو جانے والے گویوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کی اجازت نہیں۔ مقدس

مقامات پر بول و براز کیا جاتا ہے۔ سگریٹ اور تمبا کو پر ابن سعود محصول وصول کرتا ہے۔ مگران کے پینے والوں کو اس قدر پیٹا جاتا ہے کہ وہ نیم مردہ ہو جاتے ہیں۔ کتاب دلائل الخیرات کو جس میں درود شریف لکھے ہوئے ہیں پاؤں کے تلے روندا جاتا ہے۔"

[دبدبہ سکندری، ۳۱ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۵، ۶، ۷]

جمیعۃ خدام الحرمین کی طرف سے ارض حجاز و جیران رسول کے لیے دعا

جمیعۃ خدام الحرمین پنجاب نے حجازیوں پر نجدیوں کے جور و ستم کے خاتمہ کے لیے مسلمانوں سے روزہ رکھنے، نماز نفل ادا کرنے اور دعا کرنے کی درخواست پیش کی۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر:

"جمیعت خدام الحرمین پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۹ر جولائی ۲۶ء صوبہ بھر کے وہ مسلمان جنہیں خدا کے برگزیدہ رسول (فداہ ابی وامی) اور ان کے اہل بیت سے کچھ بھی الفت ہے روزہ رکھیں۔ مل کر یا فرداً فرداً نفل پڑھیں۔ اور دعا کریں اللہ جل شانہ ارض حجاز و جیران رسول اکرم ﷺ کو نجدیوں کے ظلم ناروا سے بچائے۔ امید ہے کہ ہر شہر کے مسلمان اس درخواست پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ خادم حبیب معتمد اعلیٰ جمیعت خدام الحرمین پنجاب لاہور)" **[الفقیہ: ۷ر جولائی، ۱۹۲۶ء ص ۴]**

جمیعۃ خدام الحرمین پنجاب کا سالانہ اجلاس

حجاج کرام نے جب گنبد خضری کے انہدام کا اندیشہ ظاہر کیا تو جمیعت خدام الحرمین پنجاب نے اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لیا۔ اور عوام و خواص کو یکجا کر کے اس کے حل کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ جس کے لیے لاہور میں ایک سالانہ اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"بہت سے حاجیوں نے ہی خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ابن سعود حجاج کی واپسی کے بعد گنبد خضرا کے اُتروانے کی فکر میں ہے نعوذ باللہ۔ قبر کے پختہ رکھنے قبہ بنانے یا نہ بنانے کے بارے میں گو ہم مختلف الرائے ہوں لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ یہ گنبد ہم سب کے

دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہے۔اس لیے اس کو بچانا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے۔ مگر سب سے ضروری ہے چیز یہ ہے کہ اس جدوجہد میں ہم سب متحد ہوں۔للہ سعودیت و شریفیت کے نام چھوڑئے۔سب محمدی بن کران کے گھر کو بچایئے۔جن کے آپ اور ہم سب کہلاتے ہیں۔گنبد خضرا کی ہم کیسے محافظت کرسکتے ہیں؟اور حلقہ بگوشان آقائے نامدار کو کیسے منظم کرسکتے ہیں ؟ یہ سوالات ہیں جن کا حل اکتوبر ۱۷،۱۶،۱۵ر کو لاہور میں منعقد ہونے والے جلسہ میں کیا جائے گا۔ اس احتجاج دینی میں ملک کے بہت سے نامور و ممتاز اہل الرائے اصحاب کی تشریف آوری کی قوی امید ہے۔ مسلمانان پنجاب کو چاہیے کہ ان بزرگان قوم کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لیے رکنیت مجلس استقبالیہ قبول فرمائیں۔چندہ رکنیت مجلس استقبالیہ صرف دو روپے ہے۔جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام ناظم اعلیٰ جمیعت خدام الحرمین نزد دفتر سیاست لاہور ہونی چاہیے۔(ناظم جمیعت خدام الحرمین پنجاب)“

[الفقیہ:۲۱ر ستمبر ۲۶ء ص ۱۰]

اجلاس کی تفصیلی روداد

۱۵ر اکتوبر سے ۱۷ر اکتوبر تک بریڈلا ہال لاہور میں مسلسل اجلاس ہوئے۔ہزاروں کی تعداد میں سامعین حاضر آئے۔اور دانشوران قوم بھی خاصی تعداد میں شریک اجلاس ہوئے۔حالات حجاز پر تفصیلی بیانات ہوئے۔اور اجلاس میں ابن سعود کے مظالم کے خلاف صدائے حق بلند کرنے،التوائے حج اور کئی اہم قراردادوں کو منظور کیا گیا۔

علامہ عبد الباری لکھنوی کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔اجلاس میں شریک نہ ہونے والے ارباب علم ودانش کے خطوط پڑھے گئے۔حجاز مقدس میں وفد جمیعت خدام الحرمین کی کارگزاریوں کو بیان کیا گیا۔اور وفد کی پیش کردہ رپورٹ سے متعلق تائیدات و تاثرات پیش کیے گئے۔الفقیہ اخبار میں اس اجلاس کی تفصیلی روداد شائع کی گئی ہم من و عن اسے نقل کر دیتے ہیں۔ملاحظہ کریں۔اخبار لکھتا ہے:

”۱۷،۱۶،۱۵ر اکتوبر کو بریڈلا ہال لاہور میں آل انڈیا جمیعت خدام الحرمین کا سالانہ

اجلاس کوئی ۹ بجے شروع ہوا۔ وسیع بریڈلا ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ امر تسر قصور اور یگر مقامات سے متعدد مہمان آئے۔ کانفرنس کے لنگر میں کم و بیش تین سو مہمانوں کا کھانا پکتا ہے۔ جو لوگ اپنے اہتمام و انتظام سے ٹھہرے ہوئے ہیں ان کی تعداد بھی قریب قریب اتنی ہی ہو گی۔ جلسہ گاہ میں ۵ ہزار سے کم آدمی کسی وقت میں بھی موجود نہیں رہے۔ اور اکثر حاضری ۸، ۷ ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ وائسرائے کی آمد آمد دسہرہ کی رونق اور بخار کی کثرت کی وجہ سے حاضری پھر بھی توقع سے کم رہی۔ جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہابیوں نے شہر میں مشہور کر رکھا تھا کہ داخلہ کا ٹکٹ دو روپے میں ملتا ہے۔

افتتاح

جلسہ کے افتتاح سے قبل متعدد حضرات نے نعتیں پڑھیں۔ لیکن اجلاس کی ابتدا تلاوت قرآن مجید سے ہوئی۔ آل نبی اولاد علی حضرت مولانا حافظ محمد جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری کی صدارت میں کام شروع ہوا۔ اور سب سے پہلے حضرت مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات حسرت آیات کے متعلق ذیل کی قرارداد صاحب صدر نے پیش کی، جو بالاتفاق پاس ہوئی۔ اور سب نے حضرت صدر کے حکم کے بموجب ایک دفعہ الحمد شریف اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب مرحوم کی روح کو بخشا۔ اور سب نے مل کر دعاے مغفرت کی۔ قرارداد کے الفاظ یہ ہیں۔

اسل انڈیا جمیعت خدام الحرمین کا یہ جلسہ حضرت مولانا عبد الباری علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ ممدوح نے اسلام اور مسلمانوں کی جو متعدد خدمات کیں وہ ہر لحاظ سے بے نظیر و بے مثال تھیں۔ اور مسئلہ حجاز میں مسلمانان ہند کی جو رہنمائی حضرت مولانا غفران مکان نے کی اس کے لیے تمام مسلمانان حضور موصوف کے گرویدہ احسان ہیں۔ یہ جلسہ ممدوح کے جانشین حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی مد ظلہ العالی اور دوسرے اقربا و احباب سے ان کے اس ناقابل تلافی نقصان پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کو یقین دلاتا ہے کہ تمام ہندوستان کو حضور ممدوح کے انتقال پر ملال سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

حجاز کانفرنس لکھنو کا شکریہ

اس کے بعد حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب خلف حضرت مولانا پیر عبد الکریم صاحب ساکن راولپنڈی نے ایک سبق آموز تقریر کی اور ذیل کی قرارداد پاس ہوئی۔

آل انڈیا جمعیت خدام الحرمین کا یہ جلسہ لکھنؤ کی آل انڈیا حجاز کانفرنس کی اس دعوت کو لبیک کہتا ہے کہ کانفرنس مذکور کی قراردادوں کو جمعیت خدام الحرمین جامہ عمل پہنائے۔ اور اس اعتبار اور اعتماد کے لیے کانفرنس مذکور کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

دہلی کے مشہور کارکن مولانا عبد المجید صاحب مہتمم مدرسہ نعمانیہ اور علامہ تاج الدین احمد تاج کی زبردست تائیدی تقریریں ہوئیں۔ اور قرارداد بالاتفاق پاس ہوئی۔

پیامات

اس موقع پر صاحب صدر کے حکم سے مولانا حامد رضا خان صاحب قبلہ نوری رضوی بریلوی کا پیام برق سنایا گیا کہ ممدوح اپنی اور اپنی بیگم صاحبہ کی علالت کی وجہ سے شامل اجلاس نہیں ہو سکے۔ لیکن جلسہ کی کامیابی کے لیے دعا کرتے ہیں۔ حاضرین نے حضرت صدر کے ارشاد پر دعا کی کہ خدائے قدوس ممدوح اور ان کی بیگم صاحبہ کو صحت کامل وعاجل واجل عطا فرمادے۔ آمین۔ پھر مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی رئیس گدیہ آنریری جنرل سیکریٹری مرکزی جمعیت خدام الحرمین کا خط سنایا گیا۔ ممدوح بھی علالت کی وجہ سے تشریف نہیں لاسکے۔ اور انہوں نے بھی جلسہ کی کامیابی کے لیے دعا کی تھی۔ ازاں بعد حکیم ابو یوسف اصفہانی اور کئی اور حضرات کے پیامات ہمدردی پڑھے گئے۔

وفد حجاز کا شکریہ

اس کے بعد حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی خادم الخدام جمعیت مرکزیہ خدام الحرمین لکھنؤ نے ذیل کی قرارداد پیش کی۔

آل انڈیا خدام الحرمین کا یہ جلسہ جمعیت خدام الحرمین کے وفد الی الحجاز کے تمام اراکین کا بالعموم اور مولانا سید حبیب مدیر سیاست رئیس وفد کا بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہے۔

ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتا،ان کے حوصلے اوردلیری کی داد دیتا،اوران کی مجسم صداقت رپورٹ کی تائید کرتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے کہ آج معاملات حجاز پراس رپورٹ سے زیادہ معتبر وثوق اور کوئی تحریر موجود نہیں۔ حضرت مولاناسید فضل شاہ صاحب قبلہ سجادہ نشین جلال پور شریف ورئیس مجلس استقبالیہ نے مولانا محمد جامع صاحب سیکریٹری جمیعت خدام الحرمین کانپور نے اور مولانا محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری نے اس قرارداد کی تائید کی۔ تمام حضرات نے وفد کی ہمت دلیری اور شجاعت کی داددی۔ اوربیک زبان رئیس وفد یعنی فدائے ملت مولاناسید حبیب کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا۔اور کہاکہ جو دلیری جو بسالت جو بے جگری سید صاحب نے ظاہر کی ہے اس کی مثال قرون اولیٰ کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔سید صاحب نے مسلمانانِ ہند پر وہ احسان کیاکہ ان کا شکریہ ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔ قرار داد اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

التوائے حج کی تحریک

اس کے بعد یہ تجویز کہ آل انڈیاجمیعت خدام الحرمین کایہ جلسہ لکھنؤ کی حجاز کانفرنس کی قرار دادوں کی تائید کرتا ہے۔ اور مسلمانان ہند کوبالخصوص اور مسلمانان عالم کوبالعموم مشورہ دیتاہے کہ وہ التوائے حج کی تحریک پر عمل کرکے ابن سعود علیہ ماعلیہ کو مجبور کریں کہ وہ ارض حجاز کواپنے ناپاک جسم سے پاک کردے۔بشرطیکہ علمائے کرام فتوی دیں کہ التوائے حج بحالاتِ موجودہ جائز ہے۔یہ کانفرنس جمیعت مرکزیہ سے توقع کرتی ہے کہ وہ جلد ایسافتوی حاصل کرکے شائع کرے گی۔ حضرت مولاناشاہ عبد القدیر صاحب قادری بدایونی نے پیش کی۔

آپ نے جب گنبد خضری کے دیدار کعبۃ اللہ کے طواف کے شرف سے چندے جبر وکراہت محروم رہنے کامشورہ مسلمانوں کودیاتو آپ کی آنکھوں سے آنسوبرس رہے تھے۔ اورآپ کی تقریر سے وہ درد،وہ رنج اور ملال ٹپکتا تھاکہ درودیوار متاثر ہورہے تھے۔ حاضرین کے رومال آنسوؤں سے تر ہوگئے۔ آپ نے جب من استطاع الیہ سبیلاپر بحث

کرتے ہوئے یہ بتایا کہ آج زر و مال اور جان سے زیادہ عزیز شے یعنی ایمان حجاز میں لٹ رہا ہے تو حاضرین زار و قطار روئے۔ آپ کی تائید میں حضرت مولانا قاری شاہ سلیمان پھلواری نے ایک نہایت ہی رقت انگیز تقریر کی۔ جس کی تائید مولانا مولوی کریم الدین رئیس نے کی۔ اور قرارداد منظور کی گئی۔

ابن سعود پر انگریزوں کی غلامی کا الزام

آل انڈیا جمعیت خدام الحرمین کا یہ جلسہ ان الزامات کی تائید کرتا ہے جو حجاز کانفرنس لکھنؤ نے ابن سعود پر لگائے ہیں۔ اور اس میں اتنا اضافہ ناگزیر سمجھتا ہے کہ اس اجلاس کی رائے میں یہ بات ناقابل انکار شہادت سے ثابت ہو چکی ہے کہ ابن سعود غیر مسلموں کا غلام ہے۔ اس کی وجہ سے نصاریٰ کو حجاز میں دخل حاصل ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی حجاز میں اس کی سیادت ہرگز ہرگز گوارا نہیں کی جائے گی۔

الفاظ بالا میں ایک قرارداد حضرت مولانا حسرت موہانی، سید حبیب، مولانا محمد داؤد امرت سری، مولانا صبغۃ اللہ شہید انصاری لکھنوی، اور مولانا ظہور احمد صاحب.....نے تائید کی اور بدلائل قاطع و براہین ساطع ثابت کر دیا کہ ابن سعود انگریزوں کا غلام ہے۔ اور اس کے بیٹے کو حال ہی میں ستارہ ہند کا خطاب ملا ہے اس پر نفرت ظاہر کی گئی ہے۔ اس کے بعد صاحب صدر جلسہ کی طرف سے ذیل کی تین (تجاویز پیش کی گئیں)۔

پنجاب میں دارالعلوم کھولا جائے

آل انڈیا جمعیت خدام الحرمین کا جلسہ جمعیت خدام الحرمین یہ پنجاب لاہور سے استدعا کرتا ہے کہ وہ ایک دارالعلوم پنجاب میں جاری کرنے کے وسائل اختیار کرے۔ جہاں عقائد صحیحہ کی تعلیم دی جائے۔ اور جس کی شاخیں ملک کے ہر گوشہ میں موجود ہوں۔

وفد حجاز کی رپورٹ پنجاب میں شائع کی جائے

آل انڈیا جمعیت خدام الحرمین کا یہ جلسہ جمعیت خدام الحرمین پنجاب لاہور سے استدعا کرتا ہے کہ وہ جمعیت کے وفد حجاز کی رپورٹ اور صدر کے وفد کا روزنامچہ کا ضروری

اقتباس جلد سے جلد شائع کرے۔

حکام ریلوے کے ظلم کے خلاف احتجاج

مسلمانانِ ہند کا یہ اجتماع عظیم حکام نارتھ ویسٹرن ریلوے کی اس روش کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کرتا ہے کہ وہ مسلمان ملازمین کارخانہ ریلوے کو اوقات کارخانہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور جو مسلمان نماز پڑھتے ہیں ان پر ظلم روار کھا جاتا ہے۔ اور نماز جمعہ کے لیے جو مسلمان جاتے ہیں وہ مزدوری وضع کر لی جاتی ہے۔

التواء:۔ چوں کہ اب بارہ بج چکے تھے اس لیے ڈھائی بجے تک جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔

سہ پہر کا اجلاس۔ اہم قراردادوں کی منظوری

یہ اجلاس ۳ بجے شروع ہوا.... حضرت علامہ تاج الدین احمد صاحب تاج نے مظالم نجد پر ایک نظم پڑھ کر حاضرین کو آٹھ آٹھ آنسو رلایا۔

اخبارات کے متعلق مشورہ

آل انڈیا خدام الحرمین کا یہ جلسہ سیاست لاہور ہمدم لکھنؤ نشتر لاہور میونسپل گزٹ لاہور مبلغ دہلی پیشوا دہلی الفقیہ امرت سر انیس لدھیانہ اور دوسرے ایسے اخبارات کی جو حجاز کے مسئلہ میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر رہے ہیں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی حوصلہ افزائی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور زمیندار مسلم آؤٹ لک اور دوسرے ایسے اخبارات سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیتا ہے جو باطل کی حمایت اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مولانا محمد حسین صاحب دہلوی اور مولانا محمود صاحب گنجوی کی تائید کے بعد یہ قرارداد پاس ہوئی۔ مولانا شیر نواب کی تحریک بے حد موثر تھی۔

جزیرۃ العرب میں غیر مسلم مداخلت

آل انڈیا جمعیت خدام الحرمین کا یہ جلسہ مسلمانان ہند کے اس عزم مصمم کا پھر اعلان کرتا ہے کہ مسلمان جزیرۃ العرب میں کسی غیر مسلم خلافت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ مداخلت کو قبول نہیں کر سکتے۔ قرارداد بالا مولانا باقر علی صاحب نے ایک فاضلانہ تقریر کے

بعد پیش کی۔ آپ کی تائید میں مولانا حاجی رب نواز خاں صاحب قصوری حاجی کرم الٰہی صاحب وکیل سیالکوٹ مولوی محمد سلیمان صاحب امرت سر اور سید ابوالحسن صاحب سہارنپوری نے زبردست تقریریں کیں اور قرارداد قبول ہوئی۔

مبلغین کا تقرر

منشی دین محمد صاحب ایڈیٹر میونسپل گزٹ لاہور نے ایک فاضلانہ تقریر کے بعد ذیل کی قرارداد پیش کی آل انڈیا خدام الحرمین کا یہ جلسہ مرکزی جمیعت سے درخواست کرتا ہے کہ وہ مبلغین مقرر کرے جو ہندوستان کے ہر گوشہ میں جا کر وہابی پروپاغندہ کی تردید کریں۔ سید بڈھے شاہ صاحب رئیس اعظم امرت سر میاں محمد شریف صاحب رئیس اچھرہ اور مولانا ظہور احمد صاحب ساکن بھیرہ کی تائید کے بعد یہ قرارداد بھی منظور ہوئی اور جلسہ بعد دعا دوسرے روز صبح ۸ بجے تک ملتوی رہا۔

۷ر اکتوبر کی کارروائی

والی افغانستان کے پاس وفد روانہ کرنے کے متعلق مولانا عبدالحمید صاحب دہلوی نے (تجویز) پیش کی۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

آل انڈیا جمیعۃ خدام الحرمین کا یہ جلسہ ضروری سمجھتا ہے کہ معزز مسلمانوں کا ایک وفد ہندوستان کا دورہ کرے۔ جو بالخصوص مسلم والیان ریاست کی خدمت میں بھی حاضر ہو۔ اور ایک اور وفد یا کئی وفود مختلف ممالک اسلامی کو جا کر وہاں کے مسلمانوں کو معاملات حجاز کی طرف متوجہ کریں۔ اور کوئی متحدہ لائحہ عمل پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ جلسہ اصحاب ذیل کا وفد شاہ افغانستان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نامزد کرتا ہے۔ اور اس کا انتظام مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست کے سپرد کرتا ہے۔ وفد اپنا صدر خود منتخب کرے گا۔

(۱) مولانا قطب الدین صاحب عبد الوالی صاحب لکھنؤ

مولانا عبد القدیر صاحب بدایوں

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب

حضرت فضل شاہ صاحب جلالپور

حضرت صاحبزادہ پیر ضیاء الدین صاحب سیال شریف

مسٹر مشیر حسین قدوائی لکھنؤ

مولانا سید حبیب صاحب لاہور

صاحبزادہ حافظ عبد الرحمن راولپنڈی

ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب

اس ریزولیوشن کی تائید میں مولانا محمد جامع کانپور خواجہ نظام الدین صاحب بدایوں

خواجہ محمد اعظم صاحب رئیس لدہیانہ

مولوی اللہ دین صاحب ہوشیارپوری

ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب رئیس لدہانہ

اور ملک محمد الدین صاحب آوان ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین نے تقریریں کیں۔

خواجہ محمد اعظم اور ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب نے حجاز کے نہایت دردناک واقعات بیان کیے اور فرمایا کہ ابن سعود نے علی الاعلان کہا تھا کہ جتنے حاجی آئے ہیں یہ محمد علی شوکت علی یا خلافت کمیٹی یا علماے حدیث کے ارسال کردہ نہیں آئے بلکہ ظفر علی خان کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ میں نے ظفر علی پر احسان کیا اس نے میری خدمت کی۔ ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا۔ کہ جب آپ نے رشوت دے کر جنت المعلی میں جانے کی اجازت لی۔ اور وہاں جا کر ایک نجدی سے استصواب کیا کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تو وہ آپ کو ایک گڑھے پر لے گیا اور اس میں پیشاب کرنے لگا اور کہا کہ یہی وہ قبر ہے جس کی تم پوجا کرتے تھے۔

متحدہ ریاست ہائے عرب

اس کے بعد فدائے ملت مولانا سید حبیب کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: کہ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ حجاز حجازیوں کے لیے ہے تو مخالفین شور کرتے ہیں کہ حجاز حجازیوں کے لیے ہے تو پھر شام شامیوں عراق عراقیوں اور یمن یمنیوں کے لیے ہوا۔ اس طرح جزیرۃ العرب کی طاقت منتشر ہو جائے گی۔ اور ضرورت ہے متحدہ عرب کی۔ یہ خیال صحیح ہے لیکن تاریخ عرب کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ عرب کبھی کسی کا غلام نہیں بنا۔ اور اگر اس نے ترکوں کی طرح کسی بیرونی حکومت کو چندے گوارا بھی کر لیا ہو تو بھی اس نے کبھی دوسرے عرب ملک کی حکومت کو انگیز نہیں کیا۔ ناممکن ہے کہ والئ نجد یا امام یمن بادشاہ عراق یا والی حجاز کے ماتحت تمام خطہ ہائے عرب متحد ہو سکیں۔ اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہر خطہ عرب آزاد ہو۔ اور سب مل کر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرح متحدہ ریاست ہائے عرب بنالیں۔ چناں چہ آپ نے ذیل کی تحریک پیش کی۔

اہم ترین قراردادیں

آل انڈیا خدام الحرمین کا یہ جلسہ حجاز اور جزیرۃ العرب کے دوسرے حصص کی کامل اندرونی آزادی کا مؤید اور ان سب کو متحدہ ریاست ہائے جزیرۃ العرب کی سلک میں منسلک دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس کی تائید میں حضرت مولانا مولوی سید مراد علی شاہ صاحب رئیس اعظم وسجادہ نشین کوٹلی شریف اور مولوی محمد صاحب قادری لائلپوری نے کی۔ اور قرارداد اللہ اکبر کے نعروں میں منظور ہوئی۔ (اور پھر اس کے بعد تیسری قرارداد خفیہ مراسلات سے متعلق پیش کی گئی۔ اور آخر میں دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا)" [**الفقیہ:۲۸، ۲۱/ اکتوبر ۲۶ء ص ۵ تا ۸**]

وفد خدام الحرمین کی رپورٹ کی بابت تفصیلی بیان

وفد خدام الحرمین کی طرف سے حجاز کے حالات، مشاہدات، مصدقہ واقعات پر مشتمل سرگزشت حجاز کے نام سے ایک رپورٹ پیش کی گئی۔ ناظم جمعیت ہٰذا نے اسے ترتیب دیا۔ اور اسے جمعیت خدام الحرمین کی طرف سے شائع کر دیا گیا۔ اخبار الفقیہ میں اس

رپورٹ کا خلاصہ بیان کیا گیا جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔ اخبار لکھتا ہے:

"ابن سعود کے مظالم اگرچہ اب پایۂ تصدیق کو پہنچ گئے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب ان مظالم کی اطلاع ہندوستان میں پہنچی تو حامیان ابن سعود نے ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ بد قسمتی سے علی برادران بھی دھوکے میں آکر اکثر مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے مرتکب ہوگئے۔ وفد خلافت بسر کردگی مسٹر ظفر علی ایڈیٹر زمیندار حجاز کو گیا۔ مگر مسلمانان ہند کی اکثریت کو اس وفد پر اعتبار نہ تھا۔ کیوں کہ شاہدرہ کے جلسہ میں مسٹر ظفر علی مذکور نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ ہم ابن سعود کی حمایت اور ہاتھ بٹانے کو جارہے ہیں۔

اس لیے جمیعۃ خدام الحرمین نے فوراً اپنا وفد بھیجنے کی تجویز کی۔ اور ایک وفد بسر کردگی سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار سیاست لاہور حجاز کو روانہ کر دیا گیا۔ وفد کے حالات مشاہدات و نتیجہ تحقیقات اس سے پہلے عام طور پر اخبارات کے ذریعہ سے پبلک تک پہنچ چکے ہیں۔ اگرچہ یہ واقعات مصدقہ اور مسلمہ ثابت ہوگئے تھے۔ مگر اس پر بھی ملک کو باقاعدہ رپورٹ کا انتظار تھا تاکہ جمیعۃ کی طرف سے رپورٹ ایک مستند ذریعہ قرار پائے۔

چناں چہ سرگزشت حجاز کے نام سے جمیعۃ خدام الحرمین کی طرف سے ایک مفصل روئداد و رپورٹ شائع ہوگئی۔ جس کو ناظم اعلیٰ جمیعۃ موصوفہ نے مرتب فرمایا ہے۔ ہم نے اس روداد کو غور سے پڑھا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو بیانات ابن سعود کے پہلے شائع ہو چکے تھے وہ سب صحیح ہیں۔ اور ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وفد کی اس رپورٹ کے خلاف ممکن ہے کہ اور وفود کی رپورٹ شائع ہو لیکن مسلم پبلک ایسے بیانات پر اعتبار کرنے کے لیے قطعاً تیار نہ ہوگی، جو وفد خدام الحرمین کے خلاف ہوں۔ کیوں کہ وفد خدام الحرمین نے زبانی یا سنی سنائی باتوں کی بنا پر کچھ نہیں لکھا بلکہ حسنِ اتفاق سے وفد نے ابن سعود کو پہلے اس امر پر راضی کر لیا تھا کہ زبانی کوئی بات نہ ہو بلکہ تمام معاملات بذریعہ تحریر تکمیل پذیر ہوں۔ وفد کا ہر بیان نجدی سرکاری تحریروں کی بنا پر ہے۔ اس لیے بمقابلہ دوسرے وفد کی تحریروں کے یہی زیادہ تر مستند اور قابل اعتبار ہے۔

اسی رپورٹ میں وہ اصل خط و کتابت تمام و کمال نقل کر دی گئی ہے جو وفد اور ابن

سعود کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اردوخوان حضرات کے لیے مقابل کے کالم میں اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بعض مآثر موالد و مزارات مساجد منہدمہ کے فوٹو دئے گئے ہیں۔ جن سے سماعی امور سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے ان میں ایک فوٹو اس وقت کا بھی ہے جب کہ انگریزی نمائندہ وسرپرستی کاکس نے ابن سعود کے سینہ پر تمغہ اسٹار آف انڈیا کو زینت دی تھی۔ جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ ابن سعود مثل ہندوستانی ریاستوں کے گورنمنٹ آف انڈیا کے ماتحت ہے۔ اگرچہ اختیارات میں کچھ مزید حاصل ہو گیا ہو۔ اور یہ ماتحتی براہ راست گورنمنٹ برطانیہ سے تعلق نہیں رکھتی۔ اگر ایسا ہوتا تو بمقابلہ ہندوستانی ریاستوں کے اس کی عزت کچھ زیادہ قرار دی جاتی۔ اس کا ثبوت اس عہدنامہ سے ہوتا ہے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے نمائندہ اور ابن سعود کے مابین ہوا تھا جو اس رپورٹ میں معہ ترجمہ شامل ہے۔ اس کو چوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے تصدیق کیا ہے گورنمنٹ گریٹ برٹن نے نہیں کیا اس لیے یہ امر مصدق ہو گیا۔ وفد اور ابن سعود کے مابین جو خط و کتابت ہوئی اور جو اس رپورٹ میں درج ہے اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وفد کے اعتراضات کا کوئی جواب ابن سعود کے پاس نہیں۔ بلکہ لطایف الحیل سے صرف ٹال مٹول کی کوشش کی گئی ہے آخر عاجز آکر یہ حربہ اختیار کیا گیا کہ ارکان وفد کو قید کر کے زبردستی مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ وفد نے جس ایمانداری جرات سے اپنے فرائض کو انجام دیا ہے اس کے لیے ارکان وفد مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

مسٹر ظفر علی نے خدا کے گھر میں جا کر ایمان کو فروخت کر دیا۔ شائد اس لیے کہ اس کے مذہب میں اب خدا کعبہ سے لندن چلا گیا ہے۔ چنانچہ اس کا تصنیف شعر ہے ۔

بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے

مگر وفد خدام الحرمین نے اپنا قیمتی ایمان ٹکوں پر فروخت نہیں کیا۔ خدا ہر مسلمان کو ایمان کے سلامت رکھنے کی توفیق دے۔ ایمانداری سے جو کام کیا جائے اس کا نتیجہ ضرور اچھا ہوتا ہے۔ اس رپورٹ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ وفد نے ایک سخت غلطی

کی تھی۔ مگر چونکہ وفد کی نیت نیک تھی اور ایمانداری کو ہاتھ سے نہیں دیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کا نتیجہ بھی بہترین صورت میں پیدا کیا۔ وہ یہ کہ وفد جو غلہ مساکین حجاز میں تقسیم کرنے کے لیے لے گیا تھا، اس پر قانوناً محصول چونگی کا ادا کرنا ضروری تھا۔ وفد نے یہ غلطی کی کہ اس محصول کی معافی کی درخواست کر دی، حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس معمولی رقم چونگی کے لیے ابن سعود کا ممنون احسان ہونا ہمارے نزدیک بری بات تھی۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابن سعود کو وفد کی غلطی سے بھی فائدہ اٹھانے کی توفیق نہ دی۔ بلکہ اس نے یہ جواب دیا کہ اگر غلہ ہمارے سپرد کر دو اور ہمیں اختیار دیدو کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں تو محصول چونگی معاف ہو سکتا ہے۔ وفد چوں کہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ ابن سعود مساکین حجاز کو اس میں سے ایک دانہ بھی نہ دے گا، اگر ان کو کچھ دینے کی نیت ہوتی تو اہل حجاز پر ظلم و ستم ہی کیوں روا رکھتا۔ وہ تو سب کچھ خود رکھتا ہے یا نجدی شیاطین کا اس سے پیٹ بھرتا ہے۔ اس لیے وفد نے شرط کو نامنظور کرتے ہوئے محصول چونگی ادا کر دیا۔ اگر وفد یہ غلطی نہ کرتا اور ابن سعود سے معافی محصول کی درخواست نہ کرتا تو اس پر یہ الزام ہی نہ آتا کہ اس نے محصول چونگی لے لیا۔ بلکہ اگر کوئی اس کی شکایت بھی کرتا تو وہ کہہ دیتا کہ مجھ سے کب معافی محصول کا مطالبہ ہوا۔ اگر وفد معافی محصول کے لیے درخواست کرتا تو میں ضرور معاف کر دیتا۔ مگر خدا کا شکر ہزار ہزار شکر ہے کہ وفد کی ایماندارانہ غلطی بھی ابن سعود کے لیے باعث ذلت و رسوائی ہوئی۔ اور اب وہ کوئی بہانہ بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال یہ رپورٹ کامل مکمل اور مفصل ہے اور مستند بھی۔ اس لیے کہ ابن سعود اور اس کے ذمہ دار افسروں کی خط و کتابت پر مبنی ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس رپورٹ کو لیں اور کتاب سر گزشت حجاز کا مطالعہ ضرور ہی فرمائیں۔

قیمت ٦/ علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کے پتہ: دفتر مرکزی جمعیۃ خدام الحرمین لکھنؤ معتمد جمعیۃ خدام الحرمین صوبہ پنجاب لاہور۔"

[الفقیہ: ٢٨/ ستمبر ٢٦ء ص ٢]

صوبہ بنگال کلکتہ میں خدام الحرمین کی قائمہ

وفد جمیعت خدام الحرمین کی حجاز مقدس میں کی جانے والی کارکردگی سے اہالیان ہند کافی خوش اور مطمئن تھے۔ اسی لیے جابجا لوگ اس جمیعت سے وابستہ ہونے لگے۔ شہر در شہر جمیعت کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ اسی میں سے ایک شاخ کلکتہ میں قائم ہوئی۔ مولوی صوفی ابو بکر صاحب پیر بنگالہ اس کے صدر بنائے گئے اور مولانا مصباح الدین صاحب نائب صدر منتخب ہوئے۔ مجلس کی اس شاخ کے قیام کی خبر دیتے ہوئے مجلس ہذا کے جنرل سیکریٹری حافظ عبد الحق کلکتوی، اخبار الفقیہ کے نام ارسال کردہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

جناب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کل بتاریخ ۹ر جنوری یوم یکشنبہ بوقت شب ایک جلسہ علما و شرفا شہر کلکتہ کا بر مکان جناب حافظ محمد رفیع باری صاحب بصدارت جناب مولانا مولوی صاحبزادہ شاہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین بارکپور منعقد ہوا۔ یہ تجویز پیش ہوئی کہ حجازِ مقدس کی خوفناک اور درد انگیز حالت کے واقعات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مجلسِ خدام الحرمین کی ایک شاخ کلکتہ میں فوراً قائم کر دی جائے اور وہ شاخ صوبہ بنگال میں مکمل طور سے کام کرے۔ چنانچہ تمام شرکائے جلسہ نے اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ اور نہایت خلوص و محبت و مستعدی کے ساتھ اپنی خدمات کو پیش کیا۔ اس لیے اسی جلسہ میں شاخ قائم کر دی گئی۔ جس کے صدر مولانا مولوی صوفی ابو بکر صاحب پیر بنگالہ، نائب صدر جناب مولانا مصباح الدین صاحب اور جناب مولانا شاہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین بارک پور جناب مولانا سید شاہ عبد اللہ صاحب برکتی، جناب مولانا عظیم اللہ صاحب، جناب مولانا شاہ راحت حسین صاحب، جناب حافظ محمد رفیع باری صاحب دہلوی نیز ممبرانِ مجلسِ عاملہ و سیکرٹری و خازن وغیرہا کا تقرر ہو کر رات بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ اور آج سے با قاعدہ کام شروع ہو گیا۔" راقم (جنرل سیکرٹری خدام الحرمین حافظ عبد الحق صوبہ بنگال کلکتہ، جنوری یوم دوشنبہ)

[۲۱ر جنوری ۱۹۲۷ء ص ۹]

تونے پورا کر دیا جو فرض تھا انسان کا

مشتاق امرت سری کی طرف سے وفد خدام الحرمین کی کارگزاریوں پر منظور خراج عقیدت بھی ملاحظہ کریں:

وفد آیا ہے مسلمانان ہندوستان کا	اس کا استقبال کرنا چاہیے اک شان کا
حبذا اھلا و سھلا مرحبا وفد حجاز	تونے سب ظاہر کیا احوال عربستان کا
احمد مختار فضل اللہ اور سید حبیب	ہند ہے ممنون دل سے آپ کے احسان کا
آپ نے سب نجدیوں کے رکھ دیے بخیے ادھیڑ	سچ اگر پوچھو تقاضا ہے یہی ایمان کا
آرہی ہے خون مظلومان طائف کی صدا	ہے یہ نقشہ کربلا کے جنگ کے میدان کا
نجدیوں نے جو ستم ڈھائے ہیں ان کے سنتے ہی	کانپ اٹھتا ہے جگر پہلو میں ہر انسان کا
تیرا آنا اپنے سر آنکھوں پہ اے وفد حجاز	تونے پورا کر دیا جو فرض تھا انسان کا
ہاں وفود سابقہ کا جانتے ہیں حال سب	جس نے نجدی بنک میں بیمہ کیا ایمان کا
ایک نجدی کا موافق ایک نجدی کا خلاف	ہے بیاں سچا ظفر یا مولوی عرفان کا
ہے یہ ارشاد نبی اس میں نہیں کچھ بھی کلام	نجد سے ہوگا ہویدا سینگ اک شیطان کا
کیا کہیں مومن سے مومن خمس کرتا ہے وصول	نجدیو! دکھلا تو دو کیا حکم ہے قرآن کا
بحث پر جب ہو گئے آمادہ تھے سید حبیب	تنگ یکسر ہو گیا تھا قافیہ سلطان کا
تین دن تک تھا حراست میں مسلمانوں کا وفد	کر دیا اچھا ادا حق سنت نعمان کا
مصر کیا ہندوستان کیا نجد کیا اور کیا عراق	جس کو دیکھو ہے ثناخواں شاہ انگلستان کا
لطف تو جب تھا کہ ہوتے ان مقاموں کے سفیر	ریف کا ٹرکی کا افغانوں کا یا ایران کا
موتمر اسلامیہ میں وہ نہیں مشتاق لطف	بو کی صورت اڑ رہا ہے رنگ چمنستان کا

[الفقیہ: ۲۸؍ مئی ۲۶ء، سرورق]

حجازی وفد جمعیت الاحرار کا دورہ ہند

نجدی دسیسہ کاریوں کے سدباب کے لیے حجاز مقدس کی ایک جمعیت بنام حزب

الاحرار نے مورچہ ہاتھ میں لیا۔ جمیعت کی جانب سے ہر چہار جانب وفود روانہ کیے گئے تاکہ لوگوں کو ابن سعود کی شاطرانہ چالوں اور حجازیوں پر ہونے والے مظالم سے آگاہ کیا جاسکے۔ اور حجازیوں کی مدد کے لیے تیار کیا جاسکے۔ ایک وفد ہندوستان بھی وارد ہوا۔ ہندوستان کے متعدد مقامات کا دورہ کیا۔ حالات حجاز بیان کر کے لوگوں سے حجازیوں کی مدد کرنے کی اپیل کی۔ شہر مرادآباد میں صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی کے در دولت پر بھی اس وفد نے حاضر ہو کر قیام کیا۔ شہر میں اجلاس بھی منعقد ہوا۔ جس میں وفد نے اپنی آمد کے اسباب بیان کیے۔ السواد الاعظم مرادآباد، میں درج حسب ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیں:

”نجدیوں کی پیہم غیر منقطع ستمگاریوں سے مجبور ہو کر حجازیوں کی جمیعت حزب الاحرار نے فیصلہ کر دیا کہ وہ اپنی زندگی کے لمحات کو تخلیص حجاز مقدس کی جدوجہد میں صرف کر کے رہیں گے۔ اس مقصد کے لیے حزب موصوف کی جمیعت نیابیہ یمنہ کی جانب سے مسلمانان عالم سے گفت وشنید کرنے کے لیے وفود بھیجے گئے ہیں۔ ہندوستان میں بھی ایک وفد دورہ کر رہا ہے۔ جو دو معزز ارکان پر مشتمل ہے۔ اور اس کے رئیس جناب سید محمد حسین دباغ صاحب ہیں۔ اس وفد کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانانِ عالم کو نجدیوں کی شوریدہ سری سے باخبر کر کے بتادے کہ حالات اس درجہ پہنچ چکے ہیں جنہوں نے حجازیوں کے لیے خاموش بیٹھنا ناممکن کر دیا ہے۔ اور وہ تخلیص وطن کے لیے دم آخر تک سرگرم رہنے پر مجبور ہیں۔ اپنے وطن کی تخلیص اور اپنے دین وعزت جان ومال کا استحفاظ یقیناً ان کا حق ہے اور اس کے لیے وہ جس قدر جدوجہد کریں گے اس میں حق بجانب ہوں گے۔ کوئی منصف ان کو موردالزام نہ قرار دے سکے گا۔ یہ وفد اس لیے دورہ کر رہا ہے تاکہ مسلمان باخبر ہو کر واقعات پر منصفانہ نظر ڈال سکیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ حریف کے اغوایا پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر وہ عربوں کی نسبت کسی بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں۔ یہ وفد بڑی عزت وتکریم کے ساتھ دورہ کر رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو حالات سے باخبر کرنے میں مستعدی سے کام لیتا ہے۔ کسی قسم کا چندہ طلب نہیں کرتا۔ مصیبت زدگان حجاز کے لیے مالی اعانت کی شدید ضرورت ہے اس کی طرف مسلمانوں کو خود توجہ چاہیے۔ یہ محترم وفد چوتھی دسمبر کو مرادآباد وارد ہو کر حضرت صدرالافاضل مولانا

مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے دولت کدہ پر مقیم ہوا۔ اور پانچ دسمبر کی شب میں مخصوص مسلمانوں کے ایک جلسہ خاص میں اس نے اپنے مقاصد کا اظہار کیا۔ چھ دسمبر کی صبح کو وہ دہلی روانہ ہو گیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان عربی مہمانوں کا عزت واحترام کے ساتھ خیر مقدم کریں۔ اوران کے مقاصد کو بغور سنیں۔ اور جواب مناسب سے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ خدا وہ دن لائے کہ حجاز کی مقدس سرزمین نجدی مردم آزار دشمنان ملت سے پاک ہو۔ اور حجازی اس کی تخلیص کا ارادہ کریں تو مسلمانان عالم کو بڑے حوصلہ کے ساتھ مالی خدمت اپنے ذمہ لینا چاہیے کہ حجاز کی تخلیص تنہا حجازیوں ہی کا فرض نہیں ہے۔"

[السواد الاعظم، جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ ص ۱۲، ۱۳]

وفدِ حجاز و وفدِ جمعیۃ علماے صوبہ بمبئی کا مکالمہ

۲/ جولائی ۱۹۲۵ء کو حجاز مقدس سے ایک وفد ہندوستان پہنچا جمعیۃ علماے صوبہ بمبئی کے وفد نے اس حجازی وفد سے ملاقات کر حجاز مقدس کے حالات جاننے کی کوشش کی۔

جسے مکالمہ کے حوالے سے اخبار الفقیہ میں شائع کیا گیا ملاحظہ فرمائیں:

سوال ا۔ کیا آپ کے پاس حزب وطنی حجازی یا امیر علی جن کے نائب ہو کر آپ یہاں آئے ہیں کوئی باضابطہ سند یا اجازت نامہ ہے؟

ج۔ ہاں حزب وطنی حجازی جو اُمتِ حجازیہ کی قائم مقام ہے، اس کی باضابطہ سندیں ہمارے پاس موجود ہیں۔

س ۲۔ کیا حزب وطنی حجازی تمام اہالیانِ حجاز کی نابت کرتی ہے؟

ج۔ جی ہاں! وہ تمام اُمت حجازیہ کی نیابت کرتی ہے۔

س ۳۔ شریف حسین کا عزل منجانب قوم تھا یا کسی بیرونی اثر کے ماتحت؟

ج۔ شریف حسین محض اُمت کے مطالبہ پر دست بردار ہو گئے اور اس میں قطعی طور پر اُمتِ حجازیہ کے سوا کسی کا ذرا بھی اثر نہ تھا۔

س ۴۔ حکومت برطانیہ کے ساتھ شریف علی کے تعلقات کس طور پر قائم ہیں؟

ج۔ ملک علی اور موجود حکومت کے تعلقات حکومت برطانیہ کے ساتھ بعینہ وہی ہیں جو دوسری اجنبی حکومتوں کے ساتھ ہیں۔ اور یہ وہ تعلقات ہیں جو ایک خود مختار حکومت کے دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔

س۵۔ موجودہ حکومت شخصی ہے یا دستور؟

ج۔ ماہِ ربیع الاوّل میں جب انقلاب ہوا۔ تو اُمت نے امیر علی کی بیعت اس شرط پر کی کہ وہ دستوری نیابی شرعی حکومت کے بادشاہ ہوں۔ چنانچہ جب سے حکومت قائم ہوئی ہے وہ تمام علماد و اعیانِ اُمت کے مشورہ کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ البتہ نمائندوں کا انتخاب اور مجلس نائبین کی اُسی وقت عمل میں آسکتی ہے جبکہ اس سرزمین کے وہ حصّے جو دشمنوں کے ہاتھ میں جاچکے ہیں، واپس لیے جائیں۔ اور خدا کے حکم سے جس وقت یہ آفت ناگہانی دور ہو گئی تو اُس وقت یہ باتیں عمل میں لائی جائیں گی۔ اور فی الحقیقت حکومت اس کارروائی کے لیے پابند ہے۔ اور اس کو سرکاری طور پر وزیر خارجہ نے اپنے خط میں ظاہر کر دیا ہے۔ جو اس نے جمعیت خلافت ہندیہ کے وفد جدّہ کو تحریر کیا تھا۔

س۶۔ حکومت امیر علی اُن معاہدات کے متعلق کیا خیال رکھتی ہے جو اُن کے والد اور اجنبی حکومتوں کے درمیان قرار پائے تھے۔

ج۔ سرکاری طور پر کوئی معاہدہ اُن کے والد اور کسی اجنبی حکومت کے درمیان نہیں ہوا تھا۔ البتہ چند وعدے ان کے اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان تھے۔ جن کا کسی طور پر ملک پابند نہ تھا۔ اور یہ روشن و واضح ہو چکا ہے کہ باضابطہ طور سے معاہدہ پر دستخط کرنے کے لیے پوری جدوجہد کی گئی۔ لیکن بیکار۔ اس سے یہ صاف عیاں ہے کہ ان کوششوں کے قبل سرکاری طور پر کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اور موجودہ حکومت نے سرکاری طور پر یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی گذشتہ عہد و پیمان کی ذمے دار نہیں ہے۔ جس پر کسی معترض نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور یہ اس کے کسی معاہدہ کی ذمے داری سے برأت اور اس کی پاک دامنی و نیک نیتی کی کافی دلیل ہے۔ اور اس کا دامن پاک ہے۔ اور اس کی نیت اچھی ہے۔ اگرچہ اس راہ میں اس کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

س۷۔ بالفرض! حکومت امیر علی نے کوئی بھی معاہدہ نہیں کیا تو پھر کونسلوں کو جدّہ میں کیوں اور کس بنا پر رہنے دیا گیا۔

ج۔ جدّہ میں کونسلوں کے رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکومت موجودہ اور اُن حکومتوں کے درمیان جن کے یہ کونسل ہیں، کوئی معاہدہ بھی ہوا ہو۔ اور ہم یقینی طور پر بتائے دیتے ہیں کہ وہاں اِس قسم کی کوئی بات نہیں ہیں۔ اور گذشتہ حکومت کا جو طریقہ تھا وہ یہ تھا کہ کوئی معتمد (ایجنٹ) یا کونسل میں کسی حکومت کا بھی جب جدّہ میں اپنا کونسل خانہ قائم کرنا چاہتا تھا تو جب تک وہ حکومت عربی ہاشمی کی خود مختاری کا اقرار نہ کرلیتا تھا، نہ اس کو مانتے تھے اور نہ اس کے اعتماد کے کاغذ کو منظور کرتے تھے۔

س۸۔ کیا امیر علی حکومت کی تمام دولت اور سامانِ جنگ پر قابض ہو گیا؟

ج۔ ہاں شریف حسین کی دست برداری کے وقت حسب دستور سب چیزیں اس کے قبضہ میں آگئیں۔

س۹۔ وہ کیا اسباب ہیں جنہوں نے ابنِ سعود کو حجاز پر حملہ کرنے کی طرف مائل کیا۔ اور شریف حسین طائف کی مدافعت کیوں نہ کر سکے؟

ج۔ ابنِ سعود نے حجاز پر جو حملہ کیا وہ صرف فتح مندی اور ملک گیری کی ہوس سے کیا۔ اور اسی کے ضمن میں یہ بھی کہ بے دست وپا رعایا کی دولت ہاتھ لگے۔ وہ مسلمانوں کو اصل حقیقت سے پردے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ثبوت میں ہمارے صحیح اور واضح دلائل موجود ہیں۔ ہاں طائف میں مدافعت نہ کرنے کے متعدد اسباب ہیں، جن میں سے یہ بھی ہے کہ حملہ بے خبری میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے گذشتہ حکومت کوئی فوجی بندوبست نہ کر سکی۔ اور خوں ریزی نہ ہونے کے لحاظ سے یہی بہتر سمجھا کہ وہ طائف سے واپس آجائے۔

س۱۰۔ حکومت کے مکّہ مکرّمہ سے چلے آنے کے کیا اسباب تھے؟

ج۔ جس وقت مقام ہدی (مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مشہور کریٰ پہاڑی کے ایک بالائی حصے کا نام ہے) پر جنگ ہوئی۔ اور خدا کو منظور ہوا کہ فوجی نظام کے ماتحت فوج واپس آجائے۔ اور اُمتِ حجازیہ کو جب یہ پتہ چل گیا کہ موجودہ قوت مکّہ مکرمہ کی مدافعت

کرنے کے قابل نہیں ہے تو اس نے مشہور انقلاب کر دیا۔ اور امیر علی سے بیعت کرلی۔ اس کے بعد اُمتِ حجازیہ نے ابنِ سعود اور تمام عالمِ اسلامی کو تار دیئے۔ تا کہ وہ ایسی صورت اختیار کریں جس سے بلد الحرام میں خوں ریزی نہ ہو۔ اُمتِ حجازیہ نے حزب وطنی کی زبان سے اور ملک علی نے اپنی طرف سے ابنِ سعود اور اس کی فوج کے سپہ سالاروں کو جو طائف میں تھے، خطوط لکھے۔ لیکن انہوں نے ان خطوط کو پھاڑ ڈالا۔ اور التوائے جنگ اور کسی قسم کی صلح سے انکار کر دیا۔ اور عملی طور پر ان کا لشکر طائف سے مکّہ مکرمہ کی طرف بڑھا۔

چناں چہ حزب وطنی کے اعضا جدہ میں جمع ہو کر ملک علی سے بذریعہ ٹیلی فون یہ گفتگو کرتے رہے کہ کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔ اور بالآخر بحث وتدقیق کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ مکہ مکرمہ سے فوراً واپس ہو جائیں تا کہ حرم شریف میں خون نہ بہے۔ اور تا کہ مکّہ مکرمہ میں مدافعت کرنے سے وہاں کی کمزور رعایا پر وہ مصیبتیں نہ ٹوٹ پڑیں جو طائف میں آئیں۔ لہذا مکہ کی سلامتی اسی میں دیکھی گئی کہ امیر علی اور اس کی قوت وہاں سے جدّہ ہٹ آئے۔

س ۱۱۔ کیا ابن سعود نے حملہ حجاز میں حکومت برطانیہ سے کچھ امداد حاصل کی؟

ج۔ ابن سعود اور برطانیہ میں جو تعلقات ہیں وہ ہم کو اور ہر اُس شخص کو جس نے کچھ بھی اس پر غور کیا معلوم ہیں لیکن انہوں نے اس جنگ میں کیا مدد لی ہم کو نہیں معلوم۔ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی اچھی طرح جانتا ہے۔

س ۱۲۔ اگر اکثر مسلمانانِ ہند چند شروط کے ساتھ شریف علی کی امارت کو مان لیں تو کیا موجودہ حکومت (حجازِ جدہ) اُن پر کاربند ہو گی؟

ج۔ حکومت کی صرف یہ غرض ہے کہ مقدس ملک محفوظ رہے۔ لہٰذا ہر وہ شرط جو ملک کی خود مختاری کو ٹھیس نہ لگاتی ہو، ہم اس پر مباحثہ کرنے اور اس کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔

س ۱۳۔ صحیح طور پر نجدیوں کے مظالم کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں۔ اور کس طرح آپ نے معلوم کیا ہے؟

ج۔ ان کے مظالم کی کوئی حد نہیں اور نہ شمار۔ اور ہماری معلومات خود بیٹے ہوئے واقعات، مشاہدات اور متواتر خبروں پر مبنی ہیں۔ جس میں شک کو ذرا بھی گنجائش

نہیں۔ اگر ان مظالم کو گنانے بیٹھیں تو اس کے لیے ضخیم دفاتر اور کافی وقت درکار ہو گا

س ۱۴۔ آپ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ شریف حسین میدان میں آنا خلیفۃ المسلمین پر خروج تھا یا نہیں؟

ج۔ ہم چاہتے ہیں کہ گذشتہ اُمور پر گفتگو نہ کریں۔ کیوں کہ گذشتہ زمانہ کے واقعات کا سوال ایک ہی شخص سے ہو سکتا ہے۔ اور کوئی بات جو پہلے واقع ہو چکی ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بُری۔ اس کے سوا کسی دوسری شخص پر عائد نہیں ہوتی۔ اور اب وہ شخص ملک سے دستبردار ......اب وہ جانے اور اس کا خدا۔

س ۱۵۔ ضرور آپ جانتے ہوں گے امیر علی اپنے باپ کے خروج کی حرکات میں شریک و معاون تھے، جس کے بعد وہ ولی عہد اور امیر مدینہ مقرر ہوئے؟

ج۔ ہم نے سابقہ سوال میں توضیح کر دی ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور ملک علی کے مدینہ میں رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس حرکت سے متفق تھے۔ وہ مدینہ منورہ میں بحیثیت ملکی امیر کے تھے۔ اور اپنی امارت کے زمانہ میں جو کچھ انہوں نے وہاں کیا وہ بتا رہا ہے کہ حتی الوسع بھلائی کے دلدادہ ہیں۔ وہ سرکاری طور پر ولی عہد نہیں مانے گئے۔

اور نہ ان کو قوم نے اس بنا پر پسند کیا ہے کہ وہ ولی عہد تھے۔ اور نہ اس خیال سے کہ وہ شریف حسین کی اولاد میں سے ہیں۔ بلکہ ملک کی حالت پر خوب غور کرنے کے بعد اور یہ جان کر کہ ملک کی حفاظت اس کی سلامتی اور وہاں عدل اور شریعت اسلامیہ قائم رکھنے کے لیے ایک شخص میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے ان میں موجود ہیں۔ ان باتوں کے لحاظ سے ان کو منتخب کیا گیا۔ ۱۰/ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ جولائی ۱۹۲۵ء

(دستخط) رئیس وفد حجازی (دستخط) رئیس وفد جمعیۃ" [۲۸/ جولائی ۱۹۲۵ء، ص ۵، ۶]

نجدی وفد ہندوستان میں

جولائی ۱۹۲۵ء میں ایک اور وفد حجاز سے ہندوستان پہنچا۔ یہ وفد تحقیق کے مطابق نجدی وفد تھا مگر اسے ابن سعود کے حواریوں نے حجازی بنا کر پیش کیا تا کہ لوگوں کو دھوکہ

دیا جا سکے۔ ۲۲/ جولائی ۱۹۲۵ء کہ یہ قصور وارد ہوا۔ اس وفد نے مذہبی احزاب اسلام امرت سر کے جلسے میں شرکت کی۔ اور حجاز مقدس کے حالات بیان کیے۔ ان کے بیان سے ابن سعود کی حمایت و طرفداری ظاہر تھی جسے سمجھنے میں لوگوں کو کسی وضاحتی بیان کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی آخر میں لوگوں نے ان سے چند سوالات کے جوابات طلب کیے۔ جس سے ان کی اصلیت بالکل کھل کر سامنے آگئی۔ اخبار لکھتا ہے:

"سنا جاتا تھا کہ نجدیوں کا ایک وفد مذہبی احزاب اسلام امرت سر کے جلسے میں شریک ہوا ہے۔ مگر یار لوگ یہی اُڑاتے رہے کہ یہ لوگ جانب دار ہیں (باوجودیکہ اخبار زمیندار نے ان کو ابنِ سعود نجدی کے آدمی تسلیم کیا ہے یہ وفد مورخہ ۲۲/ جولائی ۱۹۲۵ء کو قصور پہنچا۔ اور تین چار خاص الخاص آدمی استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے۔ اور نہایت احترام سے استقبال کیا۔ شہر میں منادی ہوئی۔ مکّہ مکرمہ سے چار عرب آئے ہیں جو وہاں کے چشم دید حالات بیان کریں گے۔ اور ان کا نجدیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر اہلِ شہر کو حقیقت کا علم ہو چکا تھا۔ اس لیے صرف تین چار سو آدمیوں کا مجمع ہوا۔ پرانی منڈی میں جلسہ منعقد ہوا۔ کسی ممتاز شخصیت نے صدارت قبول نہ کی۔ ایک اسلامیہ مدرسہ کے مدرّس کو صدر بنایا گیا۔ جلسہ شروع ہوا۔ ایک صاحب شافعی عالم ہیں۔ انہوں نے بھی تقریر کی تھی۔ باقی تین معزز اصحاب ہیں۔ میں ان کو دفتر زمیندار لاہور سے ساتھ لایا ہوں۔ حالانکہ وفد کے ایک دو آدمی اردو بول سکتے تھے۔ مگر تقریر عربی میں کی گئی۔ اور صدر صاحب ترجمہ کرتے گئے۔ بیان کیا گیا کہ مکّہ میں اب ہر طرح امن ہے (مگر صرف صحیح الخیال مسلمان نہیں بلکہ تقریباً کل آبادی مکّہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور ہوئی) ایسا انتظام صدیوں میں بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔

ایک حنفی مفتی مقرر کر دیا ہے۔ ابھی تک چاروں مصلّے اپنی حالت پر قائم ہیں (اللہ تعالیٰ آیندہ بھی محفوظ رکھے۔ آمین) حقّہ، سگریٹ وغیرہ کوئی پی نہیں سکتا۔ مشہور مزاروں اور مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قُبّے گرا دیے گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ ان کو بدعت سئیہ سمجھتا ہے۔ سلطان ابنِ سعود کوئی نئی روِش اختیار نہیں کریں گے بلکہ اپنے جدّ امجد محمد بن عبد الوہاب کے نقشِ قدم پر ہی چلیں گے۔ مکّہ مکرمہ کے لوگ سخت تنگی کی حالت میں ہیں۔

ان کی امداد کرنی چاہیے وغیرہ۔

اگرچہ اس تقریر سے ہی لوگوں نے اندازہ لگالیا تھا کہ یہ وفد نجدیوں کا ہے۔ اور اس بات کا بھی پورا یقین ہو گیا تھا کہ ابنِ سعود پکّے غیر مقلد (وہابی) ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے حامیوں کی زبان سے ہی کہلوا دیا کہ سلطان ابنِ سعود اپنے جدّ امجد محمد بن عبد الوہاب کے نقشِ قدم پر ہی چلیں گے۔ مگر مزید تشریح اور اطمینان کے لیے وفد سے چند اُمور دریافت کیے گئے جو بصورت سوال و جواب درج ذیل ہیں:

سوال۔ امرت سر میں صرف دو وفد آئے تھے ایک ابن سعود کی طرف سے۔ دوسرا حجازی۔ جیسا کہ اخبار سیاست اور شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹر کے بیان سے معلوم ہوا ہے۔ آپ کا امیر علی سے تو تعلق نہیں؟ کیا آپ ابنِ سعود کے نمائندے ہیں؟

جواب۔ ہمارا ابنِ سعود سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کو معلوم ہے اخبارات ہمیشہ سچ نہیں لکھا کرتے۔ (خوب! گویا شیخ صادق حسن صاحب وغیرہ سب جھوٹ کہتے ہیں)

سوال۔ اگر آپ ابنِ سعود کی طرف سے نہیں آئے تو کیا کسی جمعیت نے آپ کو نمائندہ بنا کر بھیجا ہے؟

جواب۔ نہیں! ہم اپنے آپ آئے ہیں۔

سوال۔ مکہ مکرمہ سے کب روانہ ہوئے؟ کون سے جہاز سے اور کس تاریخ کو بمبئی پہنچے؟

جواب۔ پہلے تو ٹال مٹول کی باتیں ہوتی رہیں مگر زیادہ اصرار پر بیان کیا کہ ۱۷ر شعبان کو مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے۔ بذریعہ کشتی وغیرہ عدن پہنچ کر میل اسٹیمر سے ۷ر شوال کو بمبئی پہنچے۔

سوال۔ بمبئی میں کن کن لوگوں سے ملے؟ ۷ر شوال سے ۲۱، ۲۲ر ذی الحجہ تک کہاں رہے؟ کیوں کہ آپ کے وجود کا علم بذریعہ اخبارات امرت سر کے جلسے پر ہی ہوا ہے۔

جواب۔ مسافر خانہ میں ٹھہرے اور مولانا شوکت علی سے ملے۔

سوال۔ آپ نے اپنے خاص مقصد مالی اِمداد حاصل کرنے کے لیے کیا کوشش کی اور کتنا چندہ جمع کیا؟

جواب۔ (کوئی معقول جواب نہ دے سکے صرف یہ کہا کہ) بمبئی میں ایک جلسہ ہوا۔ بعد ہماری تقریر کے اصل غرض پیش ہوئی۔ جس پر گڑبڑ مچ گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔ (جیسا قصور میں ہوا)

سوال۔ جب اور قُبّے گرا دیئے گئے تو حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا گنبد مبارک نہ گرایا جائے گا؟

جواب۔ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے (اس کے متعلق تو صاف جواب موجود ہے کہ ابنِ سعود اپنے جدّ امجد محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے نقشِ قدم پر ہی چلے گا۔ اور ابنِ عبدالوہاب کا قول اظہر من الشمس ہے کہ جب تک (معاذ اللّٰہ) یہ بڑا بُت (روضہ مبارک) دنیا میں موجود ہے، بُت پرستی دور نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلے اس کو گرانا چاہیے) نعوذ باللّٰہ من ذٰلك۔

سوال۔ ایک انسان دوسرے انسان کے خیالات اور گذشتہ روش سے اندازہ کر سکتا ہے کہ آئندہ اس کا طریق کیا ہو گا۔ کیا آپ قیاس اور اندازہ نہیں کر سکتے کہ مدینہ منورہ پر قبضہ ہونے کی حالت میں گنبد مبارک محفوظ رہے گا۔

جواب۔ ہم عالم الغیب نہیں۔

سوال۔ آج سے پہلے مسلمان بادشاہ مکّہ معظمہ کی خدمت کرتے رہے اور بڑے بڑے علما موجود رہے۔ ابنِ سعود سے قبل کسی کو یہ نہ سوجھا کہ قبّہ بنانا بدعتِ سیئہ ہے۔ اگر بدعتِ سیئہ ہے تو کیا علما نے کبھی اس کے خلاف آواز اُٹھائی؟ یا آج ہی بدعت بن گئی؟

جواب۔ ندارد۔)

سوال۔ آپ کا اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ کیا سب قبّے گرا دینے چاہیے؟

جواب۔ یہ فتویٰ کسی حجازی یا ہندوستانی مفتی سے پوچھا جا سکتا ہے۔

سوال۔ آپ بھی عالم ہیں۔ جب آپ کی زبان چند آدمیوں کے سامنے نہیں کھل سکتی تو آپ ابنِ سعود کے سامنے کیسے اظہارِ حق کر سکتے ہیں؟ جہاں اس کی حکومت کی تلوار آپ کے سر پر بے نیام ہو گی۔ آپ کو اس جگہ تو کم از کم صاف گوئی سے کام لینا چاہیے۔

جواب۔ ہم جھگڑا کرنے نہیں آئے۔ (سابقہ سوالوں کے جواب میں بھی یہ لفظ وقتاً فوقتاً

استعمال ہوتے رہے)

سوال۔ کیا مکّہ معظمہ میں صلّے اللہ علیک یَارَسُولَ اللہ کہنے کی اجازت ہے؟

جواب۔ آج کل نہیں۔

حاضرین جلسہ تو پہلے ہی متنفّر ہو رہے تھے۔ بڑی مشکل سے خاموش کرایا جاتا تھا۔ اس سوال و جواب کے بعد حقیقت واضح ہو گئی۔ لوگوں نے اس کے بعد جلسہ کی حاضری گوارا نہ کی اور اُٹھ کر چلے گئے۔ جلسہ مجبوراً برخاست ہو گیا۔

حضراتِ ناظرین! آپ پر واضح ہو گیا کہ ابنِ سعود نجدی کے حمایتی اخبارات جو گلا پھاڑ پھاڑ اس حقیقت پر پردہ ڈال رہے تھے کہ ابنِ سعود وہابی نہیں۔ اس نے کوئی قبّہ نہیں گرایا اور نہ ہی مذہب میں کسی قسم کی مداخلت کی گئی ہے۔ ذرا چشم بصیرت کھولیں اور انصاف کریں کہ "مدعی سست گواہ چست" والا مقولہ ان پر صادق آتا ہے یا نہیں؟

ابن سعود کے آدمی تو خود اقبال کریں کہ قبّے گرا دیے گئے۔ اور یہ حضرات لوگوں کی آنکھوں میں خاک دھول ڈال کر دن کو رات بنانے کی کوشش کریں۔ انتظامِ مکّہ مکرمہ کے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ سوائے نجدیوں کے یا ان کے خوشامدیوں وظیفہ خواروں کے وہاں اور کوئی وجود ہی نہیں تو پھر حسنِ انتظام کی تعریف کیوں نہ ہو۔

نیز وفد کا اپنا بیان ہی خوبیِ انتظام پر کافی دلالت کرتا ہے کہ اہلِ مکّہ بھوک اور پیاس سے سخت تنگی کی حالت میں ہیں۔"

نوٹ: یہ مضمون اخبار الفقیہ، ہمدرد، ہمدم، میدنہ، سیاست، زمیندار، الجمیعۃ کو بھیجا گیا ہے۔ دیکھیں کون کون سا اخبار بموجب تقاضائے ایمانداری اس کو شائع کرتا ہے۔ فقط (بشیر احمد شہر قصور، ضلع لاہور)"

[الفقیہ: ۷/اگست ۱۹۲۵ء، ص ۴،۵]

(باب ١٦)

نجدی مظالم کی پردہ پوشی میں ہندوستانی نجدی ایجنٹوں کی ناپاک کوششیں

پوری دنیا میں ابن سعود کا مکروہ چہرہ پہچانا جاچکا تھا۔ حرمین پر تسلط سے لے کر اہل حجاز پر مظالم اور انہدام مقابر و مآثر تک کے سارے حالات تفصیلی نہ سہی اجمالی طور پر تو لوگوں تک پہنچ ہی چکے تھے۔ مسلمانوں پر ایک ہیجانی کیفیت طاری تھی۔ عالم اسلام میں ماتم برپا تھا۔ ہر طرف ابن سعود کی برائی بیان کی جارہی تھی۔ اہل حجاز پر نجدی مظالم کی مذمت میں کسی طرح کی کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی تھی۔ ایسی صورت حال میں ہر مسلمان کا فرض بنتا تھا، کہ میدان عمل میں اتر کر طاقت بھر ابن سعود کے خلاف آواز حق بلند کرے۔ لیکن افسوس کچھ زرہوس ایسے بھی تھے جو ابن سعود کے سارے جرائم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے تھے۔ مدیر اخبار الفقیہ لکھتے ہیں:

"یوں تو شیاطینِ نجد کے ظلم و ستم کو چھپانے کی جو ناپاک کوششیں حامیانِ شیاطین کی طرف سے جاری ہیں۔ ان سے اکثر سیدھے سادے مسلمان دھوکے میں پڑ کر اپنا دین و ایمان برباد کررہے ہیں۔ ان شیاطین الانس نے نجدی پروپیگنڈا کو جس انداز سے اُٹھایا ہے اس سے بیرونِ ہند پر بھی بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اگرچہ اس سال زیادہ تر حامیانِ شیاطین نجد حج کے لیے نہیں بلکہ قرن الشیطان ثانی ملعون ابن ملعون نجدی کی پیٹھ ٹھونکنے کے لیے اور اس ابلیس شقی کو امداد دینے کے لیے گئے تھے مگر بعض دھوکے میں پھنسے ہوئے مسلمان بھی چلے گئے۔ انہوں نے جو حالات بیان کیے وہ اب ملک کے سامنے موجود ہے۔

اس امر کی تصدیق ہورہی ہے کہ خلافی گروہ کے نمائندے یا حامیانِ قرن الشیطان جہازوں میں تمام حاجیوں سے منت سماجت اور لجاجت سے کہتے تھے کہ جو حالات دیکھے اور سنے گئے ہیں، ان کا تذکرہ ہندوستان پہنچ کر نہ کیا جائے۔ مگر مسلمانوں نے انکار کیا۔ حامیانِ قرن الشیطان نے تو ہاں میں ہاں ملائی۔ حاجی محمد بخش صاحب امرتسری کا گھر مکہ معظمہ میں تھا۔ ان کا خسر وہاں فوت ہوگیا۔ حاجی صاحب اپنی اہلیہ کو لے آئے۔ انہوں نے بھی تصدیق کیا کہ خلافی لیڈر حالاتِ صحیحہ کے بیان کرنے سے منع کرتے تھے۔ امرتسر کی مسجد شیخ خیر الدین میں ایک حاجی صاحب نے وہاں کے حالات کا اظہار کرنا چاہا تو حامیانِ قرن الشیطان نے شور مچادیا اور نہ سنانے دینا تھا، نہ سنانے دیا۔ قصور میں ایک جلسہ عام مسلمانوں کا ہوا۔ جس میں

حجاز کے پوست کندہ حالات بیان ہوئے۔ جس کی روئداد ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ آئی جو غیر مسلم ہے۔ اور جو بحیثیت مذہبی جذبات کے اسلام کی دشمن ہے۔ مگر کیا حامیانِ قرن الشیطان ثابت کرسکتے ہیں کہ ہندوستان کے کسی مقبرہ یامزار کو انہوں نے گرایاہو۔ وہ کس منہ سے شیطان نجدی جیسے بے ایمان کو کس طرح مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ افسوس۔"[۱۴/اگست،۱۹۲۵، ص،۶،۷]

حاجی عبدالستار صاحب کہتے ہیں:

"خلافتی لیڈر جہاز سے اُترتے ہی شاہی مہمان بنائے گئے اور نجدی حکومت اور مختلف افسروں کی طرف سے پر تکلف دعوتیں کھاتے رہے۔ واپسی کے وقت خلعت بھی حکومت کی طرف سے وصول کیے۔ ایک خلعت مسٹر شوکت علی صاحب کے لیے بھی ابن سعود کی طرف سے لائے۔ ان لیڈروں نے بھی سوائے مولوی قمر احمد صاحب کے جو بمبئی خلافت کمیٹی کے نمائندہ بن کر گئے تھے)خوب حقِ نمک ادا کیا۔ اور نجدیوں کی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ واپسی پر حاجیوں کو کہا گیا کہ ہندوستان میں جاکر کچھ مت کہنا تاکہ نفاق پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مولوی محمد شفیع داؤدی نے طواف الوداع کے بعد مجھے بھی یہی الفاظ کہے۔"[مرجع سابق:ص۷]

اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر بھی ملاحظہ کریں:

"شیاطین نجد کے ایجنٹوں اور دلالوں نے قرن الشیطان ثانی علیہ ماعلی الاول کے تمام مظالم اور بے ایمانیوں پر پردہ ڈال کر خاندان شریف حسین کو بدنام کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن آخر صداقت چھپائے نہیں چھپ سکتی۔ اور ان کذابوں کی روسیاہی کے سامان پیدا ہورہے ہیں۔ اوران شاء اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد آنے والا ہے کہ ان دروغ بانوں کی پردہ دری ہوکر رہے گی۔ شیاطین نجد کی حمایت میں ان دلالوں اورایجنٹوں نے آسمان وزمین کے قلابے تو ملائے لیکن ان حمقا سے کوئی پوچھے کہ ذریت شیخ نجدی تو زائدازایک صدی سے سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کی جانی دشمن اورانگریزوں کی وظیفہ خوار ہے۔ ان کو شریف حسین کے مقابلہ میں کون سی ترجیح ہوسکتی ہے۔ علاوہ براں ذریت شیخ نجدی اعداء

اللہ و اعداء الرسول بھی ہیں۔ ان شیاطین کی حمایت سے تمہیں بجز سواد الوجہ فی الدارین کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے؟

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ نجدی شیاطین کے کارناموں کو چھپانے اور مخفی رکھنے کے لیے ان خلافی نمائندوں نے جو قرن الشیطان سے انعام و اکرام اور خلعت ہائے فاخرہ کے حاصل کرنے کے لیے حجاج کے جہازوں میں گئے تھے بے حد کوشش کی۔ اور واپسی پر حجاج سے منت خوشامد کرتے رہے کہ خدا کے واسطے ہندوستان جا کر ان حالات کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ ان کا خیال تھا کہ سب کے سب حاجی قرن الشیطان کے ملعون کے حامی اور وہابی ہی ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ بھولے بھالے مسلمان بھی حامیان قرن الشیطان کے دھوکے میں آکر حج کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ شیطانی پروپیگنڈہ کی حمایت میں حق کو چھپا دیں۔ چناں چہ ہندوستان میں پہنچ کر انہوں نے سب حالات مفصل بتا دئے۔ اور حامیان شیطان نجدی کا منہ کالا ہو گیا۔ مگر اللہ رے ڈھٹائی ابھی تک یہ لوگ شیطان ملعون نجدی کی خوبیوں کے راگ گا رہے ہیں۔"

[۱۴/ اگست ۱۹۲۵ء: ص ۳]

مساجد کے انہدام کی نجدی تاویل

ابن سعود نے تسلط کے بعد مقابر و مقامات مقدسہ کے انہدام کے ساتھ مساجد بھی منہدم کرائیں۔ اور نجدی ہواخواہوں نے اس کی یہ تاویل کی کہ ان مساجد میں خلاف شرع حرکات ہوتی تھیں اس لیے ابن سعود نے یہ قدم اٹھایا۔ نجدیوں کی اس مفلوج تاویل کے جواب میں مولانا محمد سلطان احمد خان بریلوی رقم طراز ہیں:

"وہابیہ ہند کا یہ مسلک نہیں کہ مساجد کو مہندم کیا جائے اور ابن سعود نے مساجد بھی مسمار کر دیں پس جملہ وہابیہ کو چاہیے کہ اس کو گمراہ جانیں اور اس سے الگ رہیں میں نے سنا ہے کہ زمیندار نے اس کی بات یوں بنانا چاہی کہ مساجد جو مسمار کی گئیں ہیں ان میں افعال خلاف شرع ہوتے تھے۔

اقول۔ اول تو یہ افترا مسلمانوں پر ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا تھا تو اس فعل ناجائز سے باز رکھا جاتا نہ کہ اس کی سزا مسجد کو دی گئی۔ یہ عجیب منطق ہے اور عجیب دین ہے۔ کیا اگر نماز میں کوئی نمازی بے قاعدہ کام کرے تو نماز ترک کرنے کو اس سے کہا جائے گا یا بے قاعدہ امام کو منع کیا جائے گا۔

(۲) یہ کہ سنا ہے کہ یہی نجدی لوگ جس قبر کو مسمار کرتے ہیں تو پھر مقبور سے کہتے ہیں کہ اٹھ اور اپنی قبر کی حفاظت کر، اگر تجھ میں کچھ زور ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات وہ کہے گا جس کا کوئی دین نہ ہو گا اس لیے کہ اس سے حاصل نجدیوں نے یہ نکالا کہ ہمارے اس کہنے سے مقبور نے اپنی قبر کو نہ بچایا نہ ہمارا کچھ کر سکا تو مقبور لاشی اور ہیچ ہے۔ تو بعینہ یہی حال ہر مسجد بلکہ کعبہ کا ہے۔ کہ اس کو اگر یہ کہے کہ اے خدا! اگر تجھ میں کچھ زور ہے تو اپنے گھر کو بچا۔ چناں چہ مساجد جو اس نے گرا دیں تو خدا بھی بچانے کو اب تک نہ ظاہر ہوا۔ اس سے نجدیوں کے طور پر معلوم ہوا کہ خدا کا وجود اگر ہوتا تو مساجد کو گرانے سے روکتا۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

اے سنی مسلمانو! تم نے دیکھا کہ نجدیوں کے واسطے جو ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے دعا نہ فرمائی۔ بلکہ یہ فرمایا: کہ نجد میں تو فتنے ہوں گے اور وہاں سے سینگ شیطان کا نکلے گا۔ تو اس خبر کا ظہور دیکھ لیا اور اس سے پہلے بھی اہل نجد کا فتنہ حرمین شریفین پر ہو چکا ہے جسے عرصہ ایک سو دس برس کا ہوا۔ راقم محمد سلطان احمد خان بریلوی۔"

[۲۱/ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۱۰، ۱۱]

نجدی ہوا خواہوں کے نزدیک ابن سعود، غازی اور نجدی لشکر، مجاہدین

ہندوستانی نجدیوں نے ابن سعود کی نمک خواری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ ابن سعود نے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے، غریبوں بے کسوں نہتوں کو ستایا، مزارات گرائے، مقامات مقدسہ منہدم کیے، مسجدیں شہید کیں، یہاں تک کہ گنبد خضری پر گولہ باری کی۔ مگر ہندوستانی نجدی ایجنٹوں نے ان مظالم و مفاسد کی مذمت کرنے کے بجائے ابن سعود کے اس عمل پر

اسے غازی کا لقب دے دیا۔ اور نجدیوں کے ناپاک حرکتوں سے خوش ہو کر انہیں مجاہدین تسلیم کر لیا۔ الغرض ابن سعود کے ہر ہر جرم پر پردہ ڈالتے ہوئے اس کے ان فاسد کارناموں کو اعمال صالحہ بنانے کی حتی الامکان کوششیں کی گئیں۔ اور جو لوگ ابن سعود کی مذمت میں سرگرداں تھے انہیں یہ کہہ کر باز رکھنے کی کوششیں کی گئیں کہ جب تک تحقیق نہ ہو جائے تب تک کسی طرح کا کوئی رد عمل نہ کیا جائے۔ اور صرف فساق کی خبر پر اعتبار نہ کیا جائے۔

حالانکہ حجاز مقدس سے متعلق خبریں فساق کی طرف سے عام نہیں ہوئی تھیں بلکہ حجاج کرام کی کثیر تعداد اس پر شاہد تھی۔ اور اکثر علمائے کرام حجاز کے حالات از خود ملاحظہ کر کے آئے تھے۔ مگر نجدی ہوا خواہوں نے تو جیسے قسم کھالی ہو کہ ابن سعود کے ہر جرم پر پردہ ڈالنا ہے۔ یا یوں کہ جس قدر محنت کی جائے گی اسی قدر وظیفہ ہاتھ آئے گا۔ اسی لیے ہندوستانی نجدی ایجنٹ ابن سعود کی حمایت میں جان توڑ کوششوں میں مصروف تھے۔

تفصیل کے لیے اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"آج محبت دیار حبیب کا منافقانہ دم مارنے والے، روضہ اطہر کی زیارت کا شوق اور ولولہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دکھانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشاد کا خلاف کر کے قرن الشیطان کو سلطان غازی اور اور اس کے بے دین اور کافر لشکر کو مجاہدین کا لقب دیکر بھی شرمندہ نہیں ہوتے۔ کہ ایک طرف تو صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ کو پس پشت ڈال کر اس کا خلاف کر رہے ہیں اور میری طرف منافقانہ شوق اور ولولہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مزارات پر قبہ بنانا حرام ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ....لات وعزی کی پرستش شروع کر رکھی ہے۔ قبوں اور مزارات مقدسہ کے انہدام کو جزو ایمان و اسلام بتایا جاتا ہے۔ دوسری طرف گنبد خضری پر جان قربان کرنے کا منافقانہ دعوی ہے۔

احمق لوگ جو ان نجدی ایجنٹوں کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور ہر بات پر آمنا وصدقنا کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ان کا پہلا بیان صحیح ہے تو دوسرا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ روضہ متبرکہ بھی تو انہیں احکام کے ماتحت ہے۔ پھر اگر وہ

بھی شیاطین کے مذہب کے رو سے واجب الانہدام ہے تو روضہ مطہرہ ان کے خیال میں کس طرح مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ مگر یہ صرف ایک چال ہے جو محض دھوکہ دینے کے لیے اختیار کی گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ شیطانی ایجنٹوں کا اعتبار دن بدن کم ہو رہا ہے۔ اور لوگ مردود قرن الشیطان کی کرتوتوں سے آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور شیطانی ایجنٹوں کے بنائے اب کوئی بات نہیں بن سکتی۔ مدینہ منورہ پر گولہ باری اور گنبد خضری پر گولیوں کی خبر نے تہلکہ مچا دیا۔ مگر قرن الشیطان کے ایجنٹوں کی پردہ داری اس وقت کوئی کام نہ آ سکی۔ قرن الشیطان کا لاہوری ایجنٹ بمقابلہ دوسرے ایجنٹوں کے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس نے محض دھوکہ دینے کے لیے یہ چال اختیار کی کہ اپنے آپ کو بڑا بے تاب ظاہر کیا اور مدینہ منورہ جانے کا عزم کر لیا۔ اور روضہ مطہرہ سے وہ محبت ظاہر کی کہ سچا عاشق جان نثار ثابت ہو۔ مگر جاننے والے جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اصلیت کچھ اور ہی ہے ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را می شناسم

اس پر لطف یہ کہ بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے عالی جناب اعلیٰ حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین عمدۃ الواصلین حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری دام برکاتھم و عالیجناب حضرت مولانا مولوی سید دیدار علی شاہ صاحب قبلہ و جناب مولوی محرم علی صاحب چشتی وکیل ہائیکورٹ پنجاب کو اپنا رفیق سفر بننے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ بزرگان اس کا رفیق سفر بننا تو درکنار اس کی منحوس شکل دیکھنا تک گوارہ نہیں فرماتے۔ مگر احمقوں میں یہ بڑ ہانکنے کی گنجائش نکل آئے گی کہ دیکھو صاحب ہم تو کہتے ہیں ساتھ چلو مگر ساتھ بھی نہیں جاتے اور انکار بھی کرتے ہیں۔

دوسرا لطف یہ ہے کہ بار بار اس امر کا تقاضہ کیا جاتا ہے کہ جب تک صحیح صحیح حالات معلوم نہ ہوں ان بزرگوں اور ان کی جماعت کے لوگوں کو بالکل خاموش رہنا چاہیے۔ اور کوئی مظاہرہ مدینہ منورہ کے متعلق نہ ہو۔ مگر اپنا طرز عمل یہ ہے کہ ہر روز علمائے کرام کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اور مدینہ منورہ کی خبر پر پردہ ڈالنے کے لیے کیسی کیسی شیطانی چالیں ہو رہی ہیں۔ گویا

ساری دنیا خاموش ہو کے بیٹھ رہے اور خود بدولت اپنے طوفان بے تمیزی کو جاری رکھیں۔
قرن الشیطان کا لاہوری ایجنٹ جانتا ہے کہ ممکن ہے کہ قرن الشیطان کسی بات میں چوک جائے۔ تو اصلی غرض اس کے جانے کی یہ ہے کہ ایک تو تمام واقعات پر پردہ ڈال دے۔
دوسرا اگر شیطنت کا کوئی پہلو اس کے آقا اور ولی نعمت سے رد ہو گیا تو وہ بھی اسے سکھا پڑھا آئے۔ یا کم از کم اس کو یہ پٹی پڑھا دے کہ تم کہدو کہ امیر علی کی فوج نے گنبد خضری پر گولہ باری کی ہے۔ اگرچہ یہ امر بمبئی سے ایک تار کے ذریعہ اس کو سمجھا دیا گیا ہے۔ مگر اس رنگ میں کہ احتیاط رکھنا کہ کہیں امیر علی کی فوج مدینہ منورہ میں کوئی ایسی بات نہ کر دے جس کا الزام تم پر عائد ہو ممکن ہے کہ وہ غبی ان خلافی ایجنٹوں اور دلالوں کی اصلی نصیحت تک نہ پہنچ سکے۔ اس لیے لاہوری ایجنٹ کا جانا ضروری ہے۔ تاکہ ساری شیطنت اس کو اچھی طرح سمجھا دے۔ اور ساتھ ہی مالی فائدہ یہ ہو گا کہ اکثر احمق دام افتادے خاطرہ خواہ روپیہ دیں گے۔ خلافت کمیٹیاں بھی کچھ دیں گی۔ چنانچہ گرم خبر ہے کہ امرت سر کی خلافی کمیٹی جیسی بد دیانت و خائن جماعت نے بھی پندرہ سو روپیہ دے دیا۔ جب اپنے آقا اور والی نعمت سے ملاقات کرے گا تو مثل عرفان اور داؤدی کے خلعت فاخرہ عطا ہو گی۔ اور مٹھی بھی وہ گرم ہو گی کہ عمر بھر میں اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو۔ اور یہاں آ کر لوگوں کو جھوٹی رپورٹ سنا دی جائے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ لاہوری ایجنٹ تو فریق مقدمہ ہے۔ مزارات اور قبوں کو لات منات اور عزت کے استھان کہتا ہے۔ ان کو مقدس سمجھنے والے اس کی نگاہوں میں اینٹ پتھر کی پرستش کرتے ہیں۔ تو اس کی شہادت اور رپورٹ کا کیا اعتبار؟
مسلمان تو اس کا قطعاً انکار کریں گے۔ رہے اپنے دام افتادے ان کو تو وہ یہیں بیٹھ کر اپنی چالوں سے خوش کر سکتا ہے۔ پھر وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اس گروہ کی کچھ تسلی ہو جس کو تم اینٹ پتھر کی پرستش کرنے والے کہتے ہو۔ وہ تم تو کیا تمہارے جیسے ہزارہا آدمی جائیں اور آ کر حلفیہ بیان دیں تو ہرگز اعتبار نہیں کریں گے۔ اور نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اپنا پیٹ پالو اسی بہانہ سے اور بھی احمقوں کی جیبیں کاٹو آقا اور ولی نعمت سے بھی ملو اور اس سے تنور شکم کے ایندھن مہیا کرو اس سے کوئی منع نہیں کرتا۔

فاسق کی خبر کا اعتبار

شیطان نجدی مردود کالاہوری ایجنٹ باربار کہتاہے کہ، اذاجاء کم فاسق بنبافتبینوا" پر عمل کرو۔ اور بلاتصدیق کسی فاسق کی خبر پر اعتبار نہ کرو۔ مگر خود پے در پے فساق وفجار کی خبروں پر صرف خود ایمان لاتاہے بلکہ دوسروں کو بھی ایمان لانے پر مجبور کرتا ہے۔ چنانچہ جن خبروں کو وہ تردید میں پیش کرتاہے ایک خبر فلسطین کی ہے جس کے بھیجنے والی جماعت کو خود شیطانی ایجنٹ جھوٹے بتاتے ہیں آخری خبر جس کو لاہوری شدومد سے شائع کرتاہے وہ رپورٹر کا تار ہے۔ مگر رپورٹر سے قرن الشیطان ابن سعود کے نمائندہ نے کہا کہ اگر ابن سعود شیطان کا نمائندہ لاہوری ایجنٹ کے نزدیک قابل اعتبار ہے تو ہو۔ کیوں کہ وہ اس کے آقائے نعمت کا نمائندہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند اس کو ایک غیر مسلم سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار اور فاسق سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ قرن الشیطان کا نمائندہ ہے۔ پس اسے لازم ہے کہ وہ خود ایسے فاسقوں کی بتائی ہوئی خبروں پر اعتبار نہ کرے۔"

[الفقیہ:۱۴/ستمبر ۱۹۲۵ء ص۲،۳]

ظفر علی کا ابن سعود کو غازی کہنے پر جامع مسجد کانپور میں آپسی ٹکراو

کانپور کی جامع مسجد میں ۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء کو بعد نماز جمعہ ظفر علی خاں مدیر زمیندار نے بیان کیا۔ وہاں کچھ عربی حضرات بھی موجود تھے۔ اسی اثناء میں مولوی شوکت صاحب ایک نجدی کے ساتھ مسجد میں آپہنچے جنہیں دیکھ عربیوں نے انہیں برابھلا کہنا شروع کردیا۔ جس پر وہ چلے گئے۔ البتہ ظفر علی خاں کا بیان جاری رہا۔ دوران تقریر ظفر علی نے ابن سعود کو غازی کہا۔ جس پر عربی حضرات برانگیختہ ہوگئے۔ اور غازی کہنے سے منع کیا۔ مگر ظفر علی نہیں مانا۔ اور ابن سعود کو غازی ہی کہتا رہا۔ جس پر ہنگامہ برپا ہوگیا اور بیان بند کرادیا گیا۔ مسجد سے باہر نکالنے اور مارپیٹ تک کی نوبت آگئی۔ اس واقعہ کی تفصیل کانپور کے محمد عظیم صاحب کے درج ذیل مراسلہ میں جو انہوں نے اخبار الفقیہ کے مدیر محترم جناب مولانامعراج الدین صاحب کے نام ارسال کیا تھا۔ ملاحظہ کریں:

”جناب مولانا معراج الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ کل مورخہ ۳۰؍ اکتوبر کو جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد ظفر علی خاں مالک زمیندار نے بیان کیا۔ اور شوکت علی مع ایک نجدی کے آئے اور شریک ہوے۔ مگر چند عرب مدینہ شریف کے متولی مسجد کے یہاں مقیم تھے۔ ان عربوں نے نجدی کو دیکھ کر شوکت علی اور نجدی کو گالیاں دیں۔ شوکت علی مع نجدی کے ذرا ٹھہر کر یہ کہتے ہوے کہ بہت سے نکالے ہوے آئے ہیں، چلتے ہوے۔ اور ظفر علی خاں بیان کرتا رہا۔ مگر مصطفی کمال پاشا اور عبد الکریم کے ساتھ ظفر علی نے ابن سعود کو غازی کہا۔ جس پر عربوں نے کہا اس کو یعنی ابن سعود کو غازی مت کہو، اس نے مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور ان کا مال لوٹا۔ مگر ظفر علی نے نہ مانا۔ جب جناب متولی صاحب نے فرمایا: کہ مسجد سے نکل جاؤ۔ تو اس پر بعض نے کہا کہ مسجد سے نکالنے کا حق نہیں مسجد سب کی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ضرور نکالا جائے کیوں کہ سنیوں کی مسجد سنیوں کے لیے ہے ۔ بہر حال گڑبڑ ہو گئی، مار پیٹ تو نہیں ہوئی مگر بیان بند ہو گیا۔ جمعہ کی شام کو بیان کا اعلان بعد نماز کیا گیا کہ یتیم خانہ میں ہو گا۔ اور یہی اعلان کسی نے احسن المدارس واقع نئی سڑک کانپور میں کیا کہ شام کو لوگ یتیم خانہ میں جائیں۔ اس میں کئی علما تھے اور جمعہ میں کثرت آدمیوں کی تھی۔ لہٰذا مولانا سلیمان صاحب مدظلہ العالی نے کہا کہ اس کے لیکچر میں ہرگز نہ جائیں وہ بد مذہب ہے۔ اپنے مذہب کو اس سے بچاؤ ظفر نے یتیم خانہ میں بھی وہی غلط بیانی کی اور ایک یا دو جگہ مولانا حسرت موہانی صاحب نے جواب بھی دیا۔

راقم محمد عظیم کانپور۔“[الفقیہ:۱۴؍ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۱۰]

ابن سعود غازی یا باغی نجدی؟ ایجنٹوں کی تضاد بیانی

ابن سعود کے ہندوستانی وظیفہ خور جانتے تھے کہ ابن سعود غازی نہیں بلکہ سلطنت عثمانیہ کا باغی رہا ہے۔ اور وہ اس کا پہلے اقرار بھی کر چکے تھے مگر اب جب حالات نے رخ بدلا انہوں نے اپنی نیت بدل لی اور اپنے ضمیر کا سودا کر ڈالا۔ ابن سعود کی بغاوت کی قدرے تفصیل اور وظیفہ خواران ابن سعود کی تضاد بیان کا ذکر کرتے ہوئے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”خاندان شیخ نجدی لعنۃ اللہ علیہ اپنے خروج کے زمانہ سے اب تک سلطنت عثمانیہ کا باغی رہا بر سر پر خاش رہا حتی کہ ۱۸۱۲ء میں جنگ عظیم کے شروع ہونے سے پہلے وہ بامداد کپتان شکسپٹر (انگریزی افسر) ترکوں کو شکست دے چکا تھا اور الحصاء چھین کر قبضہ کر چکا تھا۔ مگر دفعتہ کپتان شکسپٹر کے مارے جانے سے نجدیوں کی فتح مبدل بہ شکست ہوگئی۔ موجودہ قرن الشیطان ملعون یعنی ابن سعود علاوہ ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ اشرفیوں کی تھیلیاں بطور رشوت صرف اسی غرض سے لے چکا ہے کہ ترکوں کے مفاد کو نقصان پہنچے۔ پہلے یہ خاندان اپنے جدید مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلاتا تھا مگر موجودہ قرن الشیطان نے محبت سے اپنے مبلغین کے ذریعہ سے اشاعت کی اور کامیابی حاصل کی پہلے دو امور کے متعلق تو ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان امور کو پہلے ہی قارئین کرام اسی اخبار الفقیہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مگر شیطانی اخبارات نے مسلمانوں سے ان امور کے مخفی رکھنے کی کوشش کی۔ اور ان کا ذکر تک اخبارات میں نہ کیا۔ شیطانی ایجنٹ جانتے تھے کہ اگر ان کے اخباروں کے مطالعہ کرنے والے ان حقیقتوں سے واقف ہوگئے اور اصل معاملہ ان کے سامنے کھل گیا تو شیطانی پروپیگنڈا کو شکست ہو جائے گی ۔ اور تار و پود بکھر کر رہ جائے گا۔ اور شیطانی ایجنٹوں کے تنور شکم کے لیے ایندھن کا مہیا ہونا بے حد دشوار ہو جائے گا۔ اگر یہ لوگ شیطانی ایجنٹ اور دلال نہ ہوتے اور غیر جانبدارانہ حیثیت رکھتے تو تمام حقیقتوں کی چہرہ کشائی ان کا فرض منصبی ہوتا۔ مگر ان کی سنہری وروپہلی مصلحتوں نے انہیں دیانتداری سے روکا۔ اور یہ لوگ اگرچہ بظاہر خاموش تھے مگر زبان حال سے پکار کر کہتے تھے۔

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجی یافتم
وے خیانت بر تو رحمت از تو گنجی یافتم

تاہم ہمیں لاہور کے شیطانی اخبار عرف زمیندار سے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے۔ کہ جب ۱۹۲۲ء کے ماہ فروری تک تم اس اپنے آقا و ولی نعمت ملعون شیطان نجد کو بے ایمان باغی مسلمانوں کا دشمن اسلام کا بدخواہ سلطنت برطانیہ کا پٹھو سمجھتے تھے تو آج کونسی منطق کی بنا پر وہ شیطان غازی اور سلطان اور اس کا رجیم لشکر مجاہدین اسلام بن گئے؟ اور پھر اسی شیطان

کو جو صدیوں سے دشمن اسلام رہ چکا ہے نو سال کے باغی پر کس دلیل شرعی سے ترجیح ہو سکتی ہے ؟[الفقیہ:۷؍اکتوبر۱۹۲۵ء ص۲]

دیوبندی اور نجدی ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں

یہاں یہ بھی باور کرادیں کہ ہندوستان میں نجدی ہواخواہوں میں فقط اہل حدیث ہی نہیں تھے بلکہ دیوبندی افراد بھی شامل تھے۔ابن سعود نے جب مدینہ طیبہ پر حملہ کیا تو ظلم وستم میں کسی طرح کی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، مزارات، مقدس مقامات، حتی کہ گنبد خضرا تک کے گولہ باری کی زد میں آنے کی خبریں عام تھیں۔ ہر شخص ابن سعود پر چار حرف بھیج رہا تھا۔ مگر دارالعلوم دیوبند کے ناظم مولوی حبیب الرحمن نے ابن سعود کو دارالعلوم کے اساتذہ وطلبا نیز اراکین کی طرف سے بذریعۂ تار ہدیۂ تبریک پیش کر کے نجدیوں سے اپنے تعلقات کو ظاہر کر کے یہ باور کرادیا کہ نجدی، دیوبندی، ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں ۔اس حوالے سے مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری کی درج ذیل تحریر کافی دل چسپ ہے۔ملاحظہ کریں:

"بعض لوگوں کا خیال ہے اور محض غلط خیال ہے کہ نجدیوں اور دیوبندیوں کے عقائد میں فرق ہے۔وہ حضرات جنھوں نے دیوبندیوں کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ان پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ دونوں ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں ذرہ برابر فرق نہیں۔اگر دیوبندی گروہ کی تعلیم کو کفر والحاد ضلالت وگمراہی کا دریا مانا جاے تو نجدیوں کو اس کا منبع ومخرج ماننا پڑے گا۔کیوں کہ ہندوستان میں دیوبندی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں۔اس قرن الشیطان کی تعریف وتوصیف گنگوہی صاحب نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"محمد بن عبدلوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔البتہ مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اوران کے مقتدی اچھے ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ ص۸۰ باب ۱)

اس پر ابو مسعود قمر بنارسی نے لکھا ہے کہ

"یہ شاید مولانا کی مراد مزاج میں شدت ہونے سے کفار سے جہاد کرنا ہے جو

بموجب حکم قرآن اشداء علی الکفار کے مسلمانوں کا ایک نیک وصف ہے۔"
سنیو! یہ بھی تم کو معلوم ہے یا نہیں؟ کہ نجدیوں کی اصطلاح میں کفار کن سے مراد ہے۔ اور نجدی نے جہاد کفار کس کا نام رکھ چھوڑا ہے۔ یہاں پر فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۹ کی چند سطور نقل کی جاتی ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ نجدی تمام عالم کے سنیوں کو معاذاللہ کافر و مشرک جانتے تھے وہ عبارت یہ ہے۔

کما وقع فی زماننافی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علے الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وأن من خالف اعتقادھم مشرکون، واستباحوا بذلك قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتے کسر اللہ تعالےٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین وألف''

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیروان عبدالوہاب میں واقع ہوا۔ جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین طیبین پر تغلب کیا۔ وہ لوگ خلاف واقع اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے۔ لیکن ان کے اعتقاد میں بس وہی مسلمان ہیں ان کے علاوہ جو ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت اوران کے علما کے قتل کو مباح کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور ۱۲۳۳ھ میں اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی"

اس عبارت نے نجدیوں کے ادعاے حنبلیت اور گنگوہی فتوے کی بھی پوری تردید کر دی۔ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ نجدیوں کی تعریف کرنے والا پکا مسلمان نجدی وہابی اہل سنت کا دشمن ہے۔ نجدیوں اور دیوبندیوں کے ایک جان دو قالب ہونے کی مزید تائید مولوی حبیب الرحمن ناظم مدرسہ دیوبند کے اس تار سے بخوبی ہوتی ہے جس کو انہوں نے ابن سعود نامسعود کے پاس ان الفاظ میں روانہ کیا ہے۔

"دارالعلوم دیوبند کی مجلس انتظامیہ کے تمام ارکان اساتذہ اور طلبا سچے دل سے جلالتمآب سلطان ابن سعود کی خدمت میں پر خلوص ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں نہایت پرامن اور شاندار داخلہ کیا۔ شہر میں کامل امن رکھا اور حرم

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے باشندوں کا پوری طرح احترام کیا“

تار کے ان الفاظ اور گنگوہی فتوی کے پڑھنے کے بعد کوئی جاہل سا جاہل بھی نجدیوں اور دیوبندیوں کو جدا جدا فرقہ نہیں کہہ سکتا۔ گو حسن نظامی نے نجدی پرستی کے نشہ میں اپنی ایک تحریر میں لکھا ہے: کہ دیوبندی ابھی وہابیت کے زینے تک پہنچے ہیں اور تقلید کے قابل ہیں۔ حالانکہ دیوبندیوں کا حنفی ہونے کا دعوی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ نجدیوں کا دعوی حنبلیت۔ جس کے متعلق ردالمحتار کی عبارت کہ وہ لوگ خلاف واقعہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے۔ناظرین ملاحظہ کر چکے۔ دراصل دیوبندی خلاف واقعہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ نہ نجدی حنبلی ہیں اور نہ دیوبندی حنفی۔ بلکہ دونوں ہوا و ہوس کے بندے اور قرن الشیطان محمد بن عبد الوہاب نجدی کے چیلے ہیں۔“ والسلام علی من اتبع الھدی۔

(راقم خاکسار عرفان علی رضوی بیسلپوری) [**الفقیہ: ۱۴ر جنوری ۱۹۲۶ء ص ۶**]

ابن سعود کی حمایت میں نجدی ہوا خواہ آمادہ جنگ

جب ہندوستانی حجاج کرام نے اپنے وطن مراجعت کی تو لوگوں کو وہاں کے حالات سے آگاہ کیا۔ لیکن نجدی ایجنٹ انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ حد تو یہ کہ ابن سعود کے خلاف کوئی بات خلاف طبیعت سننے کو آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ لڑائی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ یہی ہوا جب امروہہ کے دو حاجی اپنے مسکن واپس ہوئے تو ہزاروں لوگوں نے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا اور جب جلوس کے ساتھ وہ لوگ شہر کے مختلف مقامات پر ٹھہرے تو لوگوں نے ان سے حالات حجاز کی تفصیل جاننے کی کوشش کی۔ جب انہوں نے وہاں کے صحیح حالات لوگوں کو سنائے اور ابن سعود کی کھل کر مذمت کی تو وہاں موجود چند سعودی پیروکار اور ہوا خواہ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ بلکہ ایک صوفی صاحب کے تو چند تھپڑ پر مار دئے۔ جس پر موجود حضرات نے اس نجدی کی خاطر خواہ مرمت کر کے فتنہ کو وہیں ختم کر دیا۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ سے درج ذیل خبر:

”بماہ اگست یہاں پر دو حاجی صاحب تشریف لائے جن کے اسمائے گرامی حسب

ذیل ہیں

جناب شیخ منشی ظفر احمد صاحب و جناب مولوی حاجی ریاض الدین صاحب علوی نقشبندی خلف الصدق جناب مولانا مولوی شاہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرات کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر ہزاروں مسلمانوں کا ہجوم تھا رضاکار خلافت و انجمن اصلاح الاخوان عرف وہابیہ بھی موجود تھے۔ جس وقت حاجی صاحبان مکان کو تشریف لے چلے تو ہزاروں مسلمان بشکل جلوس ہمراہ تھے۔ اکثر شہر کے راستہ میں شرفا کے مکانات ملتے اور حجاج کو وہاں قیام کرنا پڑا۔ اور لوگ ان سے استفسار کرتے کہ آپ نے جدہ میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں کیا دیکھا؟ تو حجاج نے رو رو کر فرمایا کہ نجدی بہائم و حوش نے وہ وہ ستم ایجادیاں کی ہیں کہ الاماں الاماں۔ جدہ سے لے کر مدینہ منورہ تک تمام مزارات و گنبد و مسجدیں زمین کے برابر کر دی گئی ہیں۔ نجدی ملاعنہ کی خبریں ہندوستان میں عشر عشیر بھی تو نہیں آئیں جو کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔ ایک صوفی صاحب بول اٹھے کہ ابن سعود نے جب یہ مظالم کیے ہیں تو بیشک وہ مردود ازلی ہے۔ وہیں ایک کانا وہابی کھڑا تھا۔ صوفی صاحب سے کہنے لگا تو مردود اور جو ابن سعود کو مردود کہے وہ مردود۔ اور کئی تھپڑ صوفی صاحب کے مارے۔ اس پر سبھوں کو غصہ آیا اور اس کانے وہابی کی چندیہ پلپلی کر دی۔ جیسے کراچی میں ان کے گرو گنٹھال مسٹر ظفر علی خاں کی گت بنی تھی۔ انجمن اہل سنت کے اراکین موجود تھے۔ خصوصاً جناب قاضی محبوب احمد صاحب نقشبندی و جناب حافظ عبد الرحمن خان قادری جناب بابو ارشاد علی صاحب قادری رضوی بریلوی جناب سید علی محتشم خاں صاحب وغیرہم نے اپنی مساعی جمیلہ سے فساد ہونے سے بچا لیا۔ ورنہ وہابیوں نے فساد پر کمر باندھ رکھی تھی۔ وہابیہ نجدیہ اپنے بابا کی سنت اس طرح ادا کر رہے ہیں۔" (عبد الصمد امروہوی بازار گزار)

[الفقیہ: ۱۴/ ستمبر ۲۶ء ص ۹]

ابن سعود کے جرائم کی پردہ پوشی اور فاسد تاویلات کے جوابات

لاہور کے روزنامہ انقلاب کے سنڈے ایڈیشن مورخہ ۲/ اکتوبر ۱۹۲۷ء کے پرچہ

میں حاجی برکت علی پشاوری کی طرف سے سابق حاکم مکہ شریف حسین کی مذمت اور ابن سعود کی مدحت سرائی، نیز ابن سعود کے جرائم کی پردہ پوشی اور اس کے جرائم کی فاسد تاویلات پر مشتمل ایک طویل مضمون بعنوان ”حکومت حجاز اور انتظامات حج واقعہ منی کی تفصیلات“ شائع ہوا، جس کے جواب میں حکیم حافظ سید بدر الاسلام شاہ مدنی عربی، بمقام شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ، کا ایک طویل مضمون الفقیہ میں شائع کیا گیا۔ جس کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ مضمون کو من وعن نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ کریں:

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں

روزنامہ انقلاب لاہور کے سنڈے ایڈیشن مورخہ ۲/اکتوبر ۲۷ء کے پرچہ مولانا حاجی برکت علی صاحب پشاوری کی طرف سے ایک مضمون (حکومت حجاز اور انتظامات حج واقعہ منی کی تفصیلات) میری نظروں سے گزرا۔ میں نے اسے از اول تا آخر بنظر غور پڑھا۔ مولانا موصوف نے اپنے مضمون میں شاہ حسین سابق شریف مکہ کی مذمت اور شریف حال ابن سعود نجدی کی مدح سرائی میں جان توڑ کوشش کی۔ اور ابن سعود پر سے جملہ نقائص واعتراضات وفعیہ کے لیے سیکڑوں تاویلیں کیں مگر ع

لن یصلح العطار ما افسدہ الدھر

سردست میں یہ جھگڑا چھیڑنا نہیں چاہتا کہ شریف حسین کیسے تھے کیسے نہیں۔ اور ابن سعود اچھے ہیں یا برے۔ صرف واقعات پر (جن کی تحقیق مجھ پر حق الیقین ہو چکی ہے) روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اربابِ نظر خود انصاف فرما کر حق وباطل میں امتیاز کرلیں گے۔
سب سے پہلے مولانا نے تعداد حجاج کی لسٹ دی ہے اور تعداد ایک لاکھ ستر ہزار فرمائی ہے۔ جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے اور ان شاء اللہ العزیز وہ دیگر تحقیقوں سے معتبر بھی ہوگی۔ تعداد حجاج کی کل دو لاکھ پچاس ہزار تھی۔ جس کی تصدیق کے لیے میں افسرِ اعلی کونسل جدہ کی دستی تحریر جو بذریعہ ڈاک مجھے موصول ہوئی ہے پیش کرنے کو تیار ہوں۔
تادم اینکہ مصری حجاج کی تعداد آپ نے (۵۰۰۰) دی ہے۔ حالانکہ مصری حجاج

امسال کل (۳۷۶) آئے باقی سب واپس ہو گئے تھے۔ بخاری و ترکستانی حاجی ایک بھی نہ آیا۔ اور آپ نے ان کی تعداد (۳۰۰۰) بتائی ہے۔ پھر آپ نے دوبارہ ترک کی تعداد (۱۱۰۰) دی ہے، حالانکہ ترک کا ایک فرد بھی شامل حج نہ تھا۔ لیکن البتہ بنگالی، پنجابی، ہندوستانی، جاوا وغیرہ کثرت سے تھے۔ سب سے زیادہ جاوا اور نجدی یمنی تھے۔ سواریاں نہ ملنے کی شکایت۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے کیوں کہ امسال حاجیوں کی کثرت کے باعث حاکم نے حکم دیا تھا کہ حاجی ۵ ذی الحجہ سے ہی عرفات جانے شروع ہو جائیں تاکہ باری باری سے سب سواریوں پر جا سکیں۔ الخ

میں حیران ہوں جن دنوں حاجی (۵) لاکھ اور سات لاکھ کی تعداد میں حج کو جایا کرتے تھے۔ ان دنوں سب کو سواریاں پوری ہو جایا کرتی تھیں۔ اور اب باری سے جانے پر بھی بقول آپ کے ایک لاکھ ستر ہزار لوگوں کو سواریاں پوری نہیں ہوتیں۔ دیگر اینکہ آپ فرماتے ہیں کہ پانچ تاریخ سے ہی عرفات چلے جائیں۔ بھلا مولانا یہ تو تحریر فرمایئے کہ جب سیدھے عرفات ہی چلے گئے۔ اور منیٰ میں ایک روز قیام اور پانچ نمازیں وہاں ادا نہ کی گئیں تو بیچارے حاجیوں کا حج کامل ہوا یا ناقص؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ماشا اللہ ابن سعود کی طرح مناسکِ حج سے بالکل کورے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یوم الترویہ ہشتم ذی الحجہ کی صبح کو مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ جانا چاہیے۔ اور وہاں دن اور تمام شب رہ کر نویں ذی الحجہ کو صبح کی نماز کے بعد عرفات کی طرف متوجہ ہونا لازمی ہے۔ پھر بیچارے ان حجاج کو اگر ۵ ذی الحجہ ہی سے بسوئے عرفات روانہ کر دیا گیا تو پھر اس ترکِ سنت اور چار دن میدان عرفات کی تپتی ہوئی دھوپ کی تکالیف کا ذمہ دار کون ہوا۔؟

علاوہ ازیں جاتے وقت چار یوم کی مہلت میں باری باری جانا ممکن تھا۔ مگر جب عرفات سے بوقت غروبِ آفتاب کوچ کا حکم ہوتا ہے اور مزدلفہ کی شب باشی جو واجبات حج سے ہے اور پھر بغرض رمی الجمرات دسویں تاریخ بعد طلوع آفتاب منیٰ میں آنا نیز واجبات حج میں سے ہے، ان دو صورتوں میں باری باری سے آنا کیونکر ممکن تصور ہو سکتا ہے۔ خیار

للعجب۔ پس یہ بالکل رکیک اور خود ساختہ تاویلات ہیں جن کا قبول کرنا کسی ذی فہم و عقل واقف امورِ حج سے بالکل بعید ہے۔ ہاں یوں کہیے کہ سواریاں بھی کثرت سے تھیں حاجی بھی سواریوں پر سوار ہو کر جانے کو تیار تھے مگر کرایہ ناقابلِ برداشت تھا۔ صرف نو کوس کی مسافت کے لیے ۸۰/ روپیہ اور پھر بڑھتے بڑھتے ایک سو پچیس روپے دینا حاجیوں کو ناگوار تھا۔ اس وجہ سے بیچارے حاجی کچھ تو بالکل پاپیادہ گئے اور کچھ اترتے چڑھتے۔ اور پھر کاش کہ یہ کرایہ کی پوری رقم بدر اونٹ والوں کو ملتی۔ نہیں بلکہ فیصدی پچیس اونٹ والے لیتے تھے پچھتر داخلِ خزانہ نجد ہوتا۔

تیسرا سوال پانی کی شکایت:۔ مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی سراسر غلط ہے کہ نجدیوں نے پانی پر قبضہ جمار کھا تھا۔ مکہ معظمہ سے عرفات تک کنویں اور نہر زبیدہ ہے۔ پانی ہر جگہ کثرت سے تھا الخ۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا کا قول سراسر غلط ہے۔ کیا مولانا صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے منی یا عرفات تک ایک بھی کنواں سرِ راہ ہے؟ اور نہر زبیدہ تو صرف مکہ معظمہ میں ہے۔ اور عرفات تک زمیں دوز، پھر عرفات میں بصورت تالاب کھول دی گئی ہے۔ بلکہ خاص مکہ معظمہ میں بھی کوئی کنواں نہیں۔ اور جو دو چار ہیں وہ سب دشوار اور تلخ ہیں۔ پھر میں حیران ہوں کہ ہر جگہ سے حاجیوں کو پانی کیونکر دستیاب ہوتا۔ ہاں منیٰ میں کثرت سے کنویں ہیں بلکہ ہر مکان میں کنواں ہے۔ مگر وہ اہلِ مکہ کی ملکیت تھی جن پر آج کل نجدیوں کا قبضہ ہے۔ پھر بھلا ناواقف حاجی جو نہ تو راہ سے واقف نہ زبان سے وہ کیوں کر دور دراز فاصلہ پر جا کر پانی لاسکتے تھے۔ کیا یہ حکومت کا فرض نہیں تھا کہ وہ سقوں اور آب فروشوں کو ہدایت کرتی کہ اتنی گراں رقم پر پانی نہ فروخت کریں۔ پھر اگر یہ قبضہ نہ تھا تو قبضہ کے اور کیا معنی۔؟

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں: ہاں البتہ پانی کی قیمت فی کنستر دو مجیدی تک رہی۔ اور انتہائی قیمت صرف چند گھنٹے رہی۔ الخ۔

سبحان اللہ بریں عقل و دانش باید گریست۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ میں مدتوں عراق عرب میں رہا ہوں اس لیے جملہ امور اہلِ عرب سے بخوبی واقف ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ

کو اتنی مدت تک سکوں کا پتہ نہ چلا۔ آپ دیگر امور سے کیوں کر واقف ہو گئے ہوں گے۔ کیا واقعی مجیدی ایک روپیہ چھ آنہ کی ہوتی ہے۔ حضرت آپ قبل از تحریر کسی ان پڑھ حاجی سے ہی پوچھ لیتے کہ مجیدی کس کو کہتے ہیں۔ مولانا ایک مجیدی ڈھائی روپیہ رائج الہند روپیہ کی ہوتی ہے نہ کہ ایک روپیہ چھ آنہ کی۔ پس دو مجیدی پانچ روپے کی ہوئی۔ تو بقول آپ کے پانچ روپے میں ایک کنستر کا فروخت ہونا گویا معمولی قیمت ہو گی۔ مولانا آپ عراق عرب میں رہے ہیں حجاز کی عادات و اطوار کی واقفیت کا دعویٰ نہ کیجیے۔ حجاز اور عراق عرب کی تو زبان بھی مختلف ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں کہ:

نمازِ مغرب کے بعد تمام کنویں اور نہر خشک ہو گئی۔ اور میں نے چند عربوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ صبح تک پانی آئے گا۔ حضرت یہ تو فرمائیے کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر آج تک منیٰ و عرفات بلکہ تمام مکہ معظمہ کی زمین کے کنویں نہیں خشک ہوئے اور آج عہدِ سعودی کی برکت سے کنوؤں کے علاوہ نہر بھی خشک ہو گئی۔ تیرہ سو صدیاں گذر گئیں، ہر سال کروڑہا حاجی جاتے رہے مگر آج تک کبھی شکایت نہ سنی کہ عرفات یا منیٰ کے کنویں اور نہریں سوکھ گئی۔ مانا کہ کنویں سوکھ گئے ہوں گے۔ مگر نہر کیونکر خود بخود بغیر کسی کے بند کیے خشک ہو گئی۔ آج تک یہ تو سنتے آئے ہیں کہ نہر کی بندی ہو گئی۔ یہ کبھی نہ سنا تھا کہ خشک ہو گئی۔ اور نہر بھی وہ نہر جو بنی امیہ اور خاندانِ عباسیہ سے رواں چلی آتی تھی وہ یک لخت ہی سعود کے قدم کی میمنت لزوم سے خشک ہو گئی۔ علاوہ ازیں نہر اگر خشک ہوئی ہو گی تو سراسر ابتدا میں خشک ہو گئی ہو گی۔

پھر یک لخت یک شب کے اندر اندر راتوں رات پھر رواں ہو گئی۔ اہلِ نظر سوچیں تو سہی کہ اتنی جلدی خشک شدہ نہر کا رواں ہو جانا اس کی بندی کی دلیل ہے یا خشکی کی۔ پس میں کہوں گا اور ثبوت و دلیل پیش کر کے کہوں گا کہ واقعی نجدی نے نہر بند کرا دی تھی۔ اور کنوؤں پر پہرہ دار سپاہی تعینات کر دیے تھے۔ چنانچہ ہمارے شہر کے امسال حج کے حاجی سات آدمی موجود ہیں جو حلفیہ بتاتے ہیں کہ ہم نے سپاہیوں کو آٹھ آٹھ آنہ اور روپیہ روپیہ رشوت دے کر نہر پر سے اور کنوؤں پر رات کو پانی لیا۔ اور اپنے مشکنیرہ بھر لیے اور دوکاندار

بھی عام طور پر لاتے رہے۔ بس یہ امر شاہد ہے کہ ابنِ سعود کی یہ کارروائی محض زائرین بیت اللہ و حرمِ رسول اللہ کی ایذا رسانی اور اپنی آمد کی غرض سے تھی۔ آگے چل کر آپ مکہ معظمہ کا مقابلہ ہندوستان سے فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ کہ:

ہندوستان کے اکثر میلوں میں مثل عرس اجمیر شریف وغیرہ کے موقعہ پر کیسی بد انتظامی ہوتی ہے۔ الخ۔ جنابِ والا کیا آپ کسی شہر کے کسی میلہ کا واقعہ پیش کر سکتے ہیں کہ دو آدمی بھی بوجہ تشنگی فوت ہوئے ہوں یا پانی بند ہو گیا ہو۔ اور العطش العطش کی آوازیں بلند ہوئی ہوں۔ یا پانچ پانچ روپے میں کنستر فروخت ہوا ہو۔ و من ادعی فعلیہ البیان۔ سلمنا۔

مگر یہ تو بتلایئے کہ مکہ معظمہ یا جبلِ عرفات یا میدانِ منیٰ میں اس سال سے قبل بھی تیرہ سو صدیاں گذر گئیں کبھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا، یا اس سال ہی یہ غضب خدا نازل ہونا تھا۔؟ کیا پہلے اتنے حاجی نہ جاتے تھے جتنے امسال گئے ہیں۔؟ مولانا شاید آپ کو علم ہو محمل شامی اور محمل مصری کے ساتھ جو لشکر ہر سال آیا کرتا تھا امسال اس لشکر کی نصف تعداد بھی حاجی نہ تھے۔ پھر پانی کی کمی اور گرانی کیسی؟ یا یوں کہیے کہ حاکم حجاز نے ام القریٰ میں (بقول آپ کے) نو روز قبل اعلان کرا دیا تھا کہ کوئی اہلِ شہر اپنے حیوانات کو مکہ معظمہ اور عرفات کے درمیان کنوؤں اور نہر سے پانی نہ پلائے۔ اس میں ایک لفظ آپ چھوڑ گئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ حاجیوں کو بھی بغیر اجرت اور رشوت لیے نہ پینے دیں۔ خوب کہی۔ مولانا یہ تو فرمایئے کہ درمیانی باشندے ۹ کوس کے مابین رہ کر اگر وہاں سے پانی نہ پئیں پلائیں تو پھر کیا رابغ اور مدینہ شریف جا کر پانی پلایا کریں؟ یا جانوروں کو تشنہ لب رکھ کر مار ڈالیں؟ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔ آگے چل کر مسئلہ اموات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ہزار اور سات ہزار کا تخمینہ بالکل غلط ہے۔ اور حاکم حجاز نے حجاج کے لیے اسپتال مقرر کیے تھے۔ خیر ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ ساڑھے سات کی تعداد کو تو خود بھی مولانا اپنی تحریر میں مانتے ہیں۔ ہماری تحقیقات ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ رہا یہ امر کہ اسپتال خاص حاجیوں کے لیے مقرر تھے سو یہ محض افترا ہے۔ سوائے مکہ معظمہ کے اسپتال اور کسی جگہ اسپتال نہیں تھا۔ منیٰ میں ایک معمولی خیمہ تھا جس میں ڈاکٹر اور اس کے ماتحت چند

کارندے تھے۔ وہی ۵ نمبر اور ۶ نمبر کی خوراک دی اور چلتا کیا۔

علاوہ ازیں میدانِ محشرستاں میں ناواقف حاجیوں کو کیا معلوم کہ اسپتال کہاں ہے اور کیوں کر دوائی ملتی ہے۔ کسی جگہ ایک دن قیام ہے اور کہیں ایک شب اور کہیں تین دن۔ دوم: بیماروں کی کثرت۔ دیگر اینکہ بیماری اصل میں پیاس کی تھی۔ پانی کا مل جانا ہی دوا تھی تو وہ بیچارے اسپتال جا کر کیا کرتے۔ کوئی خاص بیماری یا وبا ہوتی تو اسپتال کی تلاش بھی ہوتی۔ جس کو آگے چل کر مولانا خود تسلیم کرتے ہیں کہ۔ کوئی متعدی مرض یا وبا نہ تھی۔ لہٰذا اس پر ردو قدح فضول ہے۔ ہاں ابنِ سعود کی ذمہ داری۔ مولانا فرماتے ہیں کیا ابنِ سعود آسمانِ حوادث کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی آسمانی حادثہ نہ تھا یہ تو ارضی اور خود ابنِ سعود کا ساختہ حادثہ تھا۔ جب کہ یہ مان لیا گیا کہ وجہ کثرت صرف تشنگی اور زیادتی تپش تھی۔ تو کیا اس کا انتظام ابنِ سعود کے اختیار میں نہ تھا، پانی بند نہ کرتا ٹیکس اور محصول نہ لگاتا۔ نہر اور کنوؤں پر سپاہی رشوت خورے تعینات نہ کرتا۔ پانی نابود اور گراں نہ ہوتا تو ضرور ہی اتنی کثرتِ اموات نہ ہوتیں۔ پھر کیوں کر کہیں وہ آسمانی حوادث کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ کیا شریف حسین یا قبل اس کے شریفوں کے عہدِ امارت میں حاجی نہ جایا کرتے تھے؟ یا گرمی نہ ہوا کرتی تھی؟ امسال تو تعداد بھی تین لاکھ سے کم تھی۔ جس زمانہ میں سات لاکھ اور نو لاکھ کی تعداد ہوا کرتی تھی اس زمانہ میں بھی کبھی ایسا حادثہ وقوع میں نہ آیا۔ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔

یہاں تک تو مولانا برکت علی صاحب کی تحریر کا جواب تھا۔ اب اصل واقعہ سنیے:

سب سے پہلے تو میں آپ کو اپنی ہستی ہی سے واقف کرانا چاہتا ہوں۔ بعد میں اپنے ذریعہ تحقیقات سے مطلع کروں گا۔ تا کہ ناظرین کو پوری واقفیت حاصل ہو جائے۔ مولانا صاحب تو فرماتے ہیں کہ میں عرصہ تک عراق عرب میں رہا۔ اور وہاں کے اوضاع و اطوار سے بخوبی واقف ہوں۔ جنابِ والا آپ تو عراق عرب خدا جانے کون سے علاقہ میں رہے ہوں گے اور یہ بندہ خاص مدینہ منورہ علے ساکنہا افضل الصلاۃ والسلام کا باشندہ اور خاص روضہ امام حسن مجتبیٰ کے روضہ واقعہ جنتہ البقیع کا کلید بردار اور متولی ہوں۔ میرا اور میرے آبا و اجداد کا جنم بھوم اور مسقط راس اور وطن اصل وہی سرزمین مطہرہ تھی۔ میرے تمام عزیز اور قریبی رشتہ دار تمام

کے تمام وہاں کے اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر تعینات اور خدمت گزار اور سلطنتِ عثمانیہ کے نمک خوار تھے۔ اور اہل شریف حسین کی بغاوت کے زمانہ میں بوجوہ چند وہاں سے نکل کر ہندوستان آ گیا ہوں۔ اور اب مجھے تقریباً عرصہ بارہ سال کا ہو گیا ہے میں یہاں مقیم ہوں۔ اس عرصہ میں دو دفعہ وطن جانے کا اتفاق بھی ہوا مگر آب و دانہ کی کشش دوبارہ مجھے یہاں لے آئی۔ مگر سلسلہ آمد و رفت و خط و کتابت جاری ہے۔ لہٰذا میں جو بھی واقعات اور نظائر لکھوں گا نہایت تحقیق اور ثبوت سے لکھوں گا۔ زمانہ نجدی میں گذشتہ سال امسال کے خطوط اور حجاج کی زبانی شنیدہ واقعات کے علاوہ ایک پختہ ثبوت میرے پاس اور بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ میرے خاص عزیز اور قریبی رشتہ دار یعنی میرے خالہ زاد بھائی۔۔۔ حافظ ناصر حسین ابن مجتہد العصر مولانا انصار علی نور اللہ مرقدہ جو خاص روضہ مبارکہ حضرت امام جعفر صادق کے کلید بردار اور متولی تھے امسال بعد از حج ابنِ سعود کی مہربانیوں سے مع جملہ اہل و عیال کے میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔

علاوہ ان کے اور ایک سید صاحب اور سید محمد علی ولد سید محمد طاہر ساکن مدینہ طیبہ کے مع جملہ اہل و عیال کے اسی سال یہاں آ گئے ہیں۔ اور میرا نام سن کر میرے پاس بغرض ملاقات آئے تھے اور آج کل غالباً لائل پور کے کسی گاؤں میں مقیم ہیں۔ مقدم الذکر تو چونکہ خاص میرے عزیز تھے اس لیے آپ جملہ اہل و عیال کے میرے ہی مکان پر مقیم ہیں۔ ان کے ذریعہ معاش و پرورش اہل و عیال کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ دیکھیے خداوند کریم کوئی سبب بنا دے گا۔ ہر دو صاحبان کا بیان ہے کہ جب ابنِ سعود نے روضہ مبارک شہید کرنے کا ارادہ کیا اس وقت ہم نے جو بھی متولی اور خادم تھے بغاوت اور مخالفت کی۔ اول تو سوے ادبی کا خیال کر کے دوم اپنے ذریعہ معاش اور جدی وراثت کے سلب ہونے کے خیال سے۔ کیوں کہ ہمارا ذریعہ معاش صرف روضہ کی خدمت گزاری تھی۔ علاوہ ایامِ حج کی آمدنی کے سلطان روم کی طرف سے ماہوار تنخواہ بھی مقرر تھی۔ خیر جس وقت ہمارا کوئی چارہ نہ چل سکا اور ہم میں سے چند شہید اور گرفتار بھی ہو گئے۔ بالآخر مجبوراً سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور ابنِ سعود نے ہمیں قید کرا کے روضے تمام شہید کرا دیے۔ بعد میں گو ہمیں رہا کر دیا گیا۔ مگر ہم نے پھر اپنے گذر اوقات

کے لیے بارہا درخواست کی مگر ایک نہ سنی۔ اور یہی جواب ملتا رہا کہ تم لوگ چونکہ مشرک ہو اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اور کسی اور جگہ جا کر اپنا گزارہ کرو۔ مگر چونکہ یہ امر ہم پر نہایت شاق اور گراں تھا کہ اپنے وطنِ مالوف اور خاص کر روضہ رسول کو چھوڑ کر کہیں جائیں۔ لہٰذا ہم نے صبر و شکر کر کے دو سال اپنے اثاث البیت اور جائداد وغیرہ فروخت کر کر کے اپنا پیٹ پالا۔ اور جب بالکل نان شبینہ سے بھی لاچار ہو گئے تو ہم نے پھر واویلا اور صدائے احتجاج شروع کی۔ مگر وائے بدقسمتی اور بدنصیبی! کہ بجائے دلداری و ہمدردی کے ہمیں یہ جواب ملا کہ تم کو پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اور اب تمہیں جبراً وقہراً جانا پڑے گا۔ اور فوراً حکم نافذ کر دیا کہ جتنے بھی مجاور ہیں اور خدامین و متولیان روضہ ہائے مبارکہ ہیں وہ گھنٹے کے اندر اندر مدینہ منورہ سے خارج ہو جائیں۔ ورنہ حبسِ دوام و سزائے موت کی سزا دی جائے گی۔

چناں چہ فوراً زیرِ حراست تمام اہالیانِ مدینہ منورہ کو یعنی جو جو بھی روضہ ہائے مقدسہ سے تعلق رکھتے تھے سب کو جلاوطن کر دیا۔ جملہ سادات متولین روضہ کو اس حالت میں مدینہ منورہ سے نکالا جس طرح میدانِ کربلا سے اسیرانِ بیت النبوۃ والرسالۃ چلے تھے۔ مستورات، پردہ نشین اور نازنین خواتین کو پاپیادہ اور بے سروسامان صرف اپنے تن کے کپڑے زیبِ تن کیے خاص اپنے وطن سے بے وطن کیے گئے۔ اور چودہ منزلیں جو تقریباً ۲۰۰ کوس ہوتی ہیں پیدل چلا کر بندرگاہ جدہ پر چھوڑا۔" (دوسری قسط الفقیہ میں نظر نہیں ملی)

[الفقیہ: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۲ تا ۵]

سعودی مظالم کی پردہ پوشی میں خلافت کمیٹی کا کردار

ابتداءً خلافت کمیٹی نے ابن سعود کے مظالم کی خوب پردہ پوشی کی۔

دیوبندی عالم حاجی حاتم احمد ساکن حاجی گرامی پوسٹ سن ہاٹی ضلع کھلنا بنگال، خلافت کمیٹی کے اس ناحق رویہ کا ذکر کرتے ہوئے نیز خلافت کمیٹی کے بیانات کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مجھے مکہ پہنچ کر یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ خلافت کمیٹی اور اس کے ارکان جو سلطان ابن سعود کے مظالم کے متعلق پردہ پوشی کرتے تھے وہ بالکل غلط اور ناجائز تھی۔ اور

جو ایک سچے اور صادق مسلمان کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

میں نے جنت المعلیٰ میں جا کر دیکھا کہ تمام مزارات گرا دیے گئے ہیں۔ اور ابن سعود کے سپاہی مسلمانوں کو فاتحہ خوانی سے زبردستی روکتے ہیں۔ مجھ کو غیر معدود لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ طائف کے مظالم بالکل صحیح تھے۔ میں نے دیکھا کہ مکہ میں طائف کے مظلوم جوان بیوائیں اور وہاں کے ستم رسیدہ یتیم بچے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اور جس وقت ان میں سے بعض لوگ میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے دست سوال دراز کیا، تو میری آنکھیں بھر آئیں۔ اور میرا قلب تڑپنے لگا۔

میں نے اپنے رفقا سے چندہ کر کے ان لوگوں کی مدد کے لیے جو کچھ ہو سکا کیا۔ میں نے نجدیوں کی زبان سے سنا کہ وہ مکہ والوں اور بعض حاجیوں کو بھی مشرک اور زندیق کہہ کر پکارتے تھے۔ میں نے مکہ میں بھی یہ سنا کہ ملک علی حاکم حجاز نے ابن سعود کو ایک خط روانہ کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تم فوراً حاجیوں کو روانہ کر کے مکہ خالی کر دو ورنہ ہماری فوجیں مکہ کی طرف بڑھیں گی۔ مکہ کے لوگ عام طور پر ملک علی کو اپنا حاکم دیکھنا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بہت سارے مکہ والے ابن سعود کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور وہ رابغ کے راستہ دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کر کے جا رہے ہیں۔

ابن سعود جس کی حکومت کسی قاعدہ اور قانون کی پابند نہیں اس کے متعلق اختصار کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک جنگلی حکومت ہے۔ تمام حاجیوں کو ارکان خلافت سے اس امر کے متعلق سخت شکایت رہی کہ انہوں نے ان کو جدہ سے جانے کی اجازت کے باوجود ابن سعود کو مجبور کیا کہ حجاج کی روانگی رابغ سے ہو۔ میں نے علمائے مکہ میں سے ایک بڑی تعداد سے ملاقات کی یہ بیچارے سخت پریشان ہیں۔ اور ابن سعود کے اعمال وافعال سے بہت نالاں ہیں۔ ان میں سے بہت ساروں نے ہم سے کہا کہ ہم حرم میں اس وجہ سے نماز پڑھنے نہیں جاتے کہ سعودی لوگ ہم کو مشرک کہہ کہہ پکارتے ہیں۔ ابن سعود نے مکہ میں جلسہ کرا کے لوگوں سے نہر زبیدہ کے لیے ایک کافی تعداد میں چندہ وصول کیا ہے۔ باوجودیکہ اس سال بہت کم تعداد میں حاجی موجود تھے۔ لیکن کافی طور پر انتظامات نہیں تھے۔ اگر کہیں

حاجی پچھلی سالوں کی طرح ایک کثیر تعداد میں آتے تو سخت بدامنی کا سامنا پیش ہوتا۔ مکہ میں ایک مرتبہ میرے سامنے باشندوں اور سعودی لوگوں میں جھگڑا ہو گیا۔ اس کی صورت صرف یہ ہوئی کہ ایک مکی تاجر کتب فروش کی دکان پر ایک نجدی کتاب خریدنے کے لیے گیا۔ چونکہ دکان پر اژدحام تھا اس لیے تاجر نے گھبرا کر کہا: صلوا علی النبی صلوا علی النبی، صلی اللہ علیہ وسلم،

یہ جملہ اہل مکہ موقعہ بموقعہ استعمال کیا کرتے ہیں۔ اس پر اس نجدی نے اس کتب فروش کو مشرک کافر کہنا شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل مکہ اور سعودیوں میں ایک بڑی جنگ ہو گئی۔ جس میں ایک کافی تعداد آدمیوں کی زخمی ہو گئی۔ منیٰ میں، میں نے دیکھا کہ مذبح اسمعیل علیہ السلام کو گرا دیا گیا ہے۔ یہاں پر سعودی سپاہی مقرر ہیں کہ کسی کو اندر جانے نہ دیں۔ میں نے اس جگہ کو دور سے ٹوٹا ہوا دیکھا۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ مسجد خیف واقع منیٰ میں ابن سعود کے حکم سے جمعہ کی نماز ایک اندھے امام نے پڑھائی۔ جس کی وجہ سے بہت سارے لوگوں نے بجائے جمعہ کی نیت کے ظہر کی نیت کی۔

اسی قسم کا واقعہ مکہ مکرمہ میں بھی جمعہ کے دن ہوا کرتا ہے۔ نجدی امام وہاں امامت کرتا ہے اور وہ حنفی امام جو ایک طویل عرصہ سے امام مقرر تھا نماز نہیں پڑھا سکتا ہے۔ اس لیے اکثر لوگ بجائے جمعہ کی نیت کے ظہر کی نیت کرتے ہیں۔ واپسی کے وقت میں نے اپنے اونٹ والے سے کہا کہ فی آدمی ۱۲ روپیہ دیا ہے اس میں تم کو کیا ملے گا۔ اس نے کہا کہ ہم کو فی منزل ایک اونٹ پیچھے محیدی ملی اور باقی تمام روپیہ ابن سعود نے ٹیکس میں ہضم کر لیے۔ طائف جانے کے لیے سخت ممانعت ہے۔ اور ہم لوگوں کو طائف جانے سے روکا۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مدینہ پر اس گروہ کا قبضہ نہ ہونے دے۔ ورنہ ان لوگوں سے یقینی بات ہے کہ وہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں گے۔ میں اس موقع پر کہنا چاہتا ہوں کہ خلافت والے ان تمام واقعات پر پردہ ڈالیں گے۔ کیوں کہ ان کے طرز عمل سے یہی امید ہے۔ میں دہلی ہوتا ہوا دیوبند اپنے اساتذہ سے ملنے جا رہا ہوں۔ تا کہ ان حضرات کو ان ہوشربا واقعات کی اطلاع دیدوں۔ اور وہاں سے اپنے وطن بنگال کو جاؤں گا۔"

[الفقیہ: ۷ر ستمبر ۱۹۲۵، ص ۶، ۷]

ابن سعود کی حمایت میں جمیعۃ علماے ہند

جمیعت علماے ہند نے مکمل طور پر ابن سعود کی طرفداری کی یہ بات جگ ظاہر ہے۔ ابن سعود کے مظالم و ستم آرائیوں کو پردہ خفا میں رکھنے کا کام سر انجام دیا۔ لوگوں کو حجازی روح سوز حالات سے بے خبر رکھا۔ موقع بموقع ابن سعود کی حمایت بھی کی۔ حالات حجاز کے ناگفتہ بہا حالات کے نتیجہ میں علماے اہل سنت کی طرف سے جب التواے حج کی تحریک چلائی گئی تو جمیعۃ نے اپنے اجلاس میں خاص کر اسی سال لوگوں کو حج پر جانے کی ترغیب دی۔ اوراس طرح ابن سعود کی بے جا حمایت کر کے اس کے وظیفہ کا حق ادا کیا۔ جمیعۃ کے ایک جلسہ میں حجاز مقدس پر ابن سعود کے تسلط کے بعد حکومت و سلطنت کے حوالے سے کئی اہم تجاویز پاس کی گئیں، جو بظاہر ابن سعود کے حق میں تھیں۔ البتہ دو ایک تجاویز میں کچھ ایسی باتیں تھیں کہ اگر ان باتوں کو باریکی سے ملاحظہ کیا جائے تو وہ ابن سعود کے خلاف جاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان باتوں کے تناظر میں ابن سعود کا ملعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ ان باتوں سے لی گئی تعبیر اراکین جمیعۃ کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوگی۔ البتہ ان لوگوں کے لیے یہ بات ضرور مفید و کارآمد ثابت ہوئی جو لوگ ابن سعود کے ان کالے کارناموں کے سبب ابن سعود کو ملعون کہتے تھے۔ اوراس پر ابن سعود کے وظیفہ خوار ان کے اس عمل کو محض عداوت سے تعبیر کرتے تھے۔ جمیعۃ کے اجلاس میں پاس کی جانے والی تجاویز اوراس پر اخبار الفقیہ کا درج ذیل زبردست تبصرہ ملاحظہ کریں۔:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن عبد الوہاب اوراس کی ذریت کا نام قرن الشیطان رکھا۔ اس لیے وہ یقیناً ملعون ہیں۔ لیکن ہندوستان کے وہابی اور ابن سعود ملعون کے ایجنٹ اور وظیفہ خوار اس پر آتش پا ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حنفی لوگ جو نجدی مذکور کے حق میں ملعون کا استعمال کرتے ہیں وہ محض اس عداوت سے کہ اس نے قبے اور مزارات گرائے۔ مساجد مسمار کیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ لیکن اصل حقیقت کو یہ لوگ نہیں دیکھتے۔ حالانکہ ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کے سوال کے جواب

میں اس کی تصریح کر دی تھی۔ مگر ہمارے وہابی دوستوں کی عادت ہی یہی ہے کہ ایک ہی بڑ کو ہانکتے جاتے ہیں خواہ کتنی ہی بار اس کا جواب مل چکا ہو۔ مسلمانوں کی بد قسمتی سے ہندوستان میں تحریک بغاوت کے وقت ایک جمیعۃ قائم ہوئی جس کا نام جمیعۃ العلماء رکھا گیا۔ اس نے اپنے غلط فتاوی سے مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ اور جس قدر تباہی ممکن تھی مسلمانوں پر آئی۔ اس کی غلط کاریوں اور بیہودگی کے باعث اب خلافت کمیٹی کی طرح اس جمیعۃ کا بھی کوئی اقتدار نہیں رہا۔ اور لوگوں کی نظروں میں یہ جمیعۃ اب جمیعۃ العلما نہیں بلکہ اس کے لیے جمیعۃ الحمقا کا لقب بہت ہی زیادہ موزوں ہے۔

یہ جمیعت مثل خلافت کمیٹی کے ابن سعود ملعون کی بے حد طرفدار رہی۔ اس نے نجدی ملعون کی تمام سفاکیوں بے دینیوں اور ظلم و ستم کے اخفا میں اس سے زیادہ کوشش کی جو ایک حجام معزز ہو جانے کے بعد اپنی ذات اور پیشہ چھپانے کے لیے کرتا ہے۔ اس جمیعۃ کا جو اجلاس پچھلے دنوں کلکتہ میں ہوا، اس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں ان میں سے پہلی قرارداد میں لوگوں کو مشورہ دیا گیا، کہ امسال ضرور حج میں شامل ہوں۔ تاکہ نجدی ملعون کو کافی روپیہ حاصل ہو۔ دوسری قرارداد کے تین ضمن ہیں۔

ضمن الف میں یہ تجویز ہے کہ حجاز مقدس میں شرعی حکومت ہو۔ مگر حکومت کسی خاندان یا قوم سے تعلق نہ رکھے۔ اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان واجب الاذعان کو معاذاللہ لغو قرار دیا جائے کہ الائمۃ من القریش، اور غالباً اس قرارداد کی ضرورت اس لیے واقع ہوئی ہے کہ ابن سعود کے کلمات خبیثات جو بعنوان ارشادات (برعکس نہند نام زنگی کافور) شائع ہوتے ہیں، ان میں ایک کلمہ خبیثہ یہ بھی ہے کہ اس ملعون کے نزدیک قرشیت و ہاشمیت کوئی چیز نہیں۔ وہ ایک حد تک حق بجانب بھی ہے کیوں کہ قرشیت اور ہاشمیت کی عزت تو ان لوگوں کے دلوں میں ہے جو مسلمان اور اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے مومن اور متبع ہیں۔ اور قرشیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناز ہے۔ تو جب یہ ملعون مسلمان ہی نہیں اور اس کو بانی اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں تو وہ قرشیت و ہاشمیت کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ چوں کہ جمیعۃ مذکور انتہائی

سعود پرست واقع ہوئی ہے اس لیے اپنے معبود حقیقی ابن سعود کی خواہش کے مطابق کسی خاندان یا نسل کے امتیاز کو روانہ رکھنا ضروری تھا۔ کیوں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قریش کا درجہ مقدم رکھا جائے تو پھر نجدی ملعون اس کا غیر مستحق قرار پائے گا۔ اس لیے یہ ضمن پاس ہوا۔

ضمن ب، کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاز کی حکومت ایسے مستحکم اصول پر قائم ہو کہ آئندہ کے لیے تمام عالم اسلام کی متحدہ طاقت اس کی کفالت کے لیے مطمئن ہو۔

ضمن ج، میں موتمر اسلامی کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا ہے اور حجازیوں کے داخلی اختیارات تسلیم کرتے ہوئے ارض حجاز مقدس کو تمام غیر مسلم اثرات سے پاک کرنے کی خواہش ہے۔ بات بالکل صحیح ہے۔ حجاز مقدس میں کسی غیر مسلم طاقت کا اثر کوئی مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو قبول نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ابن سعود کی گردن میں برٹش گورنمنٹ کا طوق غلامی ہے۔ اور برٹش گورنمنٹ حجاز کی حکمداری سے دستبردار نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن سعود اس معاہدہ کو شائع نہیں کرتا جو اس کے اور سلطنت برطانیہ کے درمیان ہوا ہے۔ جمیۃ کی تیسری قرارداد مسئلہ موصل کے متعلق ہے۔ اور ہمارے اس مضمون کو زیادہ تر اسی قرارداد سے تعلق ہے۔ اس لیے ہم اس کو بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

"جمیۃ علمائے ہند کا یہ اجلاس قضیہ موصل کے بارے میں برطانیہ کو متنبہ کرتا ہے کہ ترکوں کے تاریخی طبعی جغرافیائی حق کو تسلیم کر کے جنگ کے امکان کو رفع کر دے۔ اسی سلسلہ میں ان احکام الٰہیہ کے اعلان کا اعادہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ جو اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ شائع کیے جا چکے ہیں۔ کہ حضرت حق تعالیٰ شانہ اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح اور صاف احکام کے بموجب مسلمانوں پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کسی غیر مسلم کی ایسی امداد کریں جو مسلمانوں کے قتل یا ایذا رسانی یا کسر شوکت اسلامی کا باعث ہو۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ

جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور خدا کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہو گی۔ اور اس کے لیے بڑا عذاب مہیا فرمایا

ہے۔ اور حضور رسول اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی طرف لوہے کی چیز سے حملہ کا اشارہ بھی کرے اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ اس مضمون کی بہت سی صحیح احادیث ہیں۔ پس کسی سچے ایماندار کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ وہ چند روپوں کے بدلے دشمنان اسلام کی امداد کر کے خدا اور رسول کی لعنت غضب اور جہنم خریدے۔“

اس قرارداد کے جس حصہ پر ہم نے خط کھینچا ہے وہ قابل غور ہے۔ جمیعۃ نے اپنے سارے جلسہ میں صرف یہی ایک کلمہ حق کہا ہے۔ اور یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے کہ ابن سعود ملعون کے زبردست حامیوں کے ایک جلسہ سے ایسی قرارداد پاس کرائی جس میں حق کا بیان صریح الفاظ میں ہو۔ اب جمیعۃ کے اپنے الفاظ کے مطابق ابن سعود اور اس کے آباواجداد کے کارناموں کو ملاحظہ فرمایئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ محمد بن عبد الوہاب ملعون قرن الشیطان اوّل نے سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کے خلاف نہ صرف علم بغاوت بلند کیا، بلکہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان کا مال لوٹا۔ اور طرح طرح کے ظلم وستم کیے۔ بلکہ بقول بعض وہابیوں کے اس شیطانی گروہ نے سلطنت ترکی کی بنیادیں ہلادیں۔ (حیات خبیثہ المعروف بہ حیات طیبہ)

ابن سعود نے طائف میں غیر مصافی مسلمانوں کو بوڑھے مسلمانوں کو بچوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ مسلمان عورتوں کو برہنہ کر کے تلاشی لی۔ ان کی بے عزتی اور عصمت دری میں کوتاہی نہیں کی۔ ان واقعات سے کسی وہابی یا نجدی ایجنٹ اور وظیفہ خوار کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ عذر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بلا اجازت قرن الشیطان شیطانی لشکر نے ایسا کیا۔ کیوں کہ قرن الشیطان کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے شیطانی لشکر کو سزا نہیں دی۔ بلکہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔ جس سے وہ خود بھی شریک جرم ہو گیا۔ تو جمیعۃ العلما کے اس فتوی کے مطابق ابن سعود اور اس کا تمام لشکر بلکہ اس کے ہوا خواہ ناصر و معین سب کے سب مغضوب وملعون ہوئے۔ جمیعۃ نے اس قرارداد کے خط کشیدہ الفاظ سے ابن سعود کی ملعونیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تمام وہابیوں اور نجدی ایجنٹوں اور وظیفہ خواروں کو مبارک ہو۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

[الفقیہ: ۲۸/ مارچ ۱۹۲۶ء ص ۴، ۵]

حجاز پر سعودی مظالم اور نجدیوں کی حیلہ خوری کے خلاف قاضی احسان الحق نعیمی کی آواز حق

سرزمین حجاز میں جب نجدی مظالم انتہا کو پہنچ گئے، پوری دنیا میں حجاز کا مکمل سچ ظاہر ہو گیا تو ہر طرف سے آواز احتجاج بلند ہونے لگی۔ مگر ابن سعود کے وظیفہ خوار جواب تک نجدیوں کے سارے جرائم کی پردہ پوشی میں مصروف تھے۔ یک لخت غائب ہو گئے۔ ان کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ قاضی احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ نے حجاز کے روح سوز حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے ان نجدی وظیفہ خوروں کو میدان عمل میں آکر حق کا سامنا کرنے کی دعوت دی۔ مگر وہ منہ چھپاتے پھرتے رہے۔ مراد آباد کے مشہور رسالہ السوادالاعظم کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں۔ قاضی احسان الحق نعیمی لکھتے ہیں:

"وہ دشمن اسلام لیڈر جو ظالم نجدی کی مدح سرائی اپنا وظیفہ سمجھتے تھے۔ اور اس کے مظالم پر پردہ ڈال ڈال کر مسلمانوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھاتے تھے۔ اور وہ ابوالکلام جو ابن سعود کے تسلط کو اسلام کے شاندار مستقبل کا پیش خیمہ بتاتے تھے۔ آج دنیا کے کس گوشہ میں جا چھپے۔ تمام عالم اسلام بے انتہا مظالم سے تنگ آکر آہ وفغاں کر رہا ہے۔ اور ابن سعود کے نامسعود مداح سب مہر بر لب حرمین طیبین کے سخت تریں خطرے کے تصور سے اسلام کا قلب و جگر کانپ رہا ہے۔ مگر ابن سعود کے مدعی اسلام حامی" صم بکم عمی فھم لایعقلون" بنے ہوئے ہیں۔ اور عالم اسلام کی بے چینی و اضطراب مسلمانوں کا مبتلائے مصیبت ہونا ساکنان حجاز کی تباہی و بربادی کا وبال نجدیوں کے ساتھ ساتھ اس کے ان ہندی حامیوں پر بھی پڑے گا جنھوں نے طرح طرح کے مکروخداع کے ساتھ اس کی مدد کی ہے۔ اب نجدی کھلی اکھیلے اور بالاعلان فتوی صادر کرنے لگے۔ مسجد حمزہ اور مسجد ابورشید کے گرانے کا حکم دے دیا۔ مصری حاجیوں سے ہتھیار چھیننے اور شرک و منکرات بتا کر انہیں اپنے عقیدت مندانہ افعال سے روکنے کا حکم لگا دیا ہے۔ خانہ کعبہ میں محمل شریف کے داخل ہونے اور اس کو چھونے اور بوسہ دینے کی ممانعت کر دی۔ مکہ مکرمہ آنے سے محمل کو روکنے کے لیے لڑائی

کی اجازت دے دی۔ غیر وہابیوں کو وہابیوں کے عقیدے تسلیم کرنے اوران کی بیعت کرنے پر مجبور کرنے کا حکم دے دیا۔ زیارت گاہوں کو ویران کرنے کا بھی حکم دے دیا۔ جو شخص وہابیوں کے ان احکام کو تسلیم نہ کرے جلاوطن کرڈالا جاے۔اس فتوی کی رو سے ہر شخص کو وہابی عقیدہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا جاے گا۔یعنی زور و ظلم سے وہابی دین منوائے جاے گا۔ اوراگر کوئی نہ مانے تواس کی قانونی سزاجلاوطن کرنا ہوگی۔ مگر یہ سزاتوان لوگوں کے لیے ہوسکتی ہے جن کاوہاں وطن ہو۔مسافر حاجی کاتوپرسان حال ہی کون ہے ہر طرف دیہات و قریات تک میں وہابی عقیدے بجبر منوانے کے لیے ایجنٹ روانہ کرنے کا حکم دے دیاہے۔
اب حاجیوں کے لیے صرف جانی ومالی ہی خطرہ ہی نہیں بلکہ دینی وایمانی ضرر ہے۔اب کیا کہتے ہیں وہ دیوبندی اصحاب جو ایک فرض ترک ہونے اورایک نماز چھوٹ جانے کا اندیشہ سے حج کو غیر ضروری کردیتے تھے۔ آج ان فتنوں کے باوجودوہ کیا کہتے ہیں؟اس سے میرا یہ مدعا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی جو روش اختیار کی ہے وہ انہیں کیا کہنے پر مجبور کرے گی۔ورنہ مجھے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ تمام ہندی وہابی نجدی کے تمام افعال و کردار کے حامی اس کے مداح ہیں۔اور برابر وہ مختلف طریقوں سے اس کی اعانتیں کرتے رہے ہیں۔“

(قاضی احسان الحق نعیمی)

[السوادالاعظم مرادآباد،ذیقعدہ،۱۳۴۵ھ ص۱۵]

مولاناغلام قادر الہ آبادی کانجدی طرفداروں سے خطاب

مولاناغلام قادر صاحب الہ آبادی اہل مدینہ پر ظلم کے تعلق سے ارشادات رسول بیان کرنے کے بعد ابن سعود کے حمایتوں سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کہوزمینداریوں!کہوثنائیو!کہواسماعیلیو!

کیاتم نے نہیں مانا کہ نجدی نے محاصرہ کرر کھاہے۔اور مدینہ میں آب ودانہ بند کر رکھاہے۔ تاکہ مدینہ پر قبضہ ہوجائے۔ توکیاتم اس کو ظلم نہیں کہوگے؟کہ اہل مدینہ کوفقط بھوکامار کر مدینہ کاقبضہ کرلینایہ بھی ایک ظلم ہے“**[الفقیہ:۷رفروری،۱۹۲۶ء ص۵]**

(باب ۱۷)

زمیندار، اہل حدیث وغیرہ اخبارات کی سفیہانہ وغیر منصفانہ روش اور اس کے خلاف الفقیہ کی جرات مندانہ کاوشیں

سیاسی اخبارات ہند کا حقیقت بیانی سے گریز

حرمین شریفین پر نجدی مظالم کی دلدوز خبریں روز بروز لوگوں کے سامنے آرہی تھیں ۔ مگر سیاسی اخبارات خاص کر زمیندار وغیرہ کو جیسے سانپ سونپ گیا ہو۔ ہر شخص حقیقت جاننے کو بے چین تھا لیکن یہ اخبارات حقیقت بیانی سے گریز کر رہے تھے۔ اخبارات کی اس پالیسی سے متعلق الفقیہ میں حق پسند حضرات نے اپنے اپنے طور تاثرات پیش کیے۔ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

مولانا مولوی حاجی حکیم احمد علی صاحب حرمین شریفین سے واپس آئے تو انہوں نے اردو اخبارات مثلاً زمیندار وغیرہ کو ملاحظہ کیا تو انہیں احساس ہوا کہ اخبارات حقیقت بیانی سے گریز کر رہے ہیں۔ وہ الفقیہ کے ایڈیٹر کے نام ارسال کردہ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں۔:

"مکرّمی جناب حکیم صاحب ایڈیٹر اخبار الفقیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

احقر مورخہ ۱۴۔ ۱۰۔ ۱۹۲۴ء کو سفر حرمین شریفین سے واپس آیا۔ اردو اخبارات مثلاً سیاست، زمیندار وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اصل حالات ملکِ حجاز مقدس تاریکی میں ہیں۔ اور جن خبروں کو جرائد مذکورہ شائع کر رہے ہیں وہ اصل کے بالکل خلاف ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر خیال تھا کہ فوراً انکشاف حالاتِ صحیحہ کے لیے اخباروں میں چشم دید واقعات شائع کرائے جائیں۔ کہ میرے ایک رفیق سفر مولانا مولوی برکت علی صاحب ساکن فتوداد ضلع شاہ پور کا خط موصول ہوا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ مَیں نے خود دفتر سیاست میں جا کر حالاتِ صحیح قلم بند کرا دیے ہیں۔ جس سے میں نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا کہ اب صحیح حالات بذریعہ اخبارِ سیاست مخلوق کے سامنے آجائیں گے۔

مگر نامعلوم آج دس پندرہ یوم گذر چکے ہیں کہ مولوی صاحب کا بیان مدیر سیاست نے کیوں درجِ اخبار نہیں فرمایا۔ اس لیے اصل حالات جو اِس عاجز نے جدّہ مکرّمہ کی سکونت کے دنوں میں اسی جگہ پر مظلومینِ مکّہ اور طائف اور جدّہ کی زبانی سُن کر قلم بند کیے تھے، مختصراً لکھ کر پیش خدمت کرتا ہوں۔ اُمید کہ آپ اپنے اخبارِ گوہر بار میں جگہ دے کر ممنون

فرمائیں گے۔ تاکہ عام مسلمانوں کو صحیح حالات سے واقفیت حاصل ہو۔"

[الفقیہ:۱۴/نومبر۱۹۲۴ء، ص۴]

مزید لکھتے ہیں:

"بندہ نے دفتر سیاست میں خود جاکر فرقہ ضالہ وہابیہ نجدیہ کے حالات قلم بند کرائے۔ کیوں کہ پنجاب کے جرائد کے ہفوات کو پڑھ سُن کر دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ افسوس صد افسوس! ان اہل جریدہ دہن دریدہ نے ایسے اشرّ الناس کا نام غازی اور مجاہد رکھ دیا۔ لیکن سگ برادر شغال۔ الجنس مع الجنس یمیل۔ خدا ان کو ہدایت دے۔ عوام کالانعام کو دھوکہ میں ڈال رہے ہیں۔ اذاکان الغراب ویل قوم سیھدیھم طریقاالھالکین۔ فقط۔"

[الفقیہ:۱۴/نومبر۱۹۲۴ء، ص۶]

سیاسی اخبارات پنجاب وغیرہ کی ابن سعود کی بے جاطر فداری پر مدیر الفقیہ کا تبصرہ حجاز مقدس میں کس قدر بدانتظامیاں تھیں کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھیں۔ سعودی ونجدی ظلم و بربریت حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ حجاز میں انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ مظلومان حجاز کی آہ وفغاں عالم اسلام کے مسلمانوں کے کلیجہ چھلنی کر رہی تھی۔ مگر ابن سعود کے زر خرید مدیران اخبار اپنے اخبارات میں اس تعلق سے کچھ لکھنے تیار نہ تھے۔ بلکہ جو اطلاعات معتبر ذرائع سے پہنچ رہی تھیں ان کو جھوٹا ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ابن سعود کی حمایت میں اس قدر اندھے ہو چکے تھے کہ حق وناحق کا تمیز کھو بیٹھے تھے۔ مال وزر کی ہوس نے انہیں ضمیر فروشی کے ساتھ ایمان فروشی پر آمادہ کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں کے جزبات کے ساتھ کھلواڑ کر رہے تھے۔

اخبارات میں بجائے اس کہ حق صحافت ادا کرتے اور حالات حجاز کے صحیح حالات لوگوں تک پہنچا کر اہل حجاز کی مدد کرتے، ان کے دکھ درد میں شامل ہوتے، ابن سعود کی تملق اور بے جا حمایت میں مصروف کار تھے۔ اخبارات کی اس گھنونی روش کے خلاف مدیر الفقیہ نے درج ذیل تبصرہ کر کے ان کے مردہ ضمیر کو زندہ کرنے کی ایک کوشش کی تھی۔ ملاحظہ کریں:

"سلطان ابن سعود نے پنجاب کے جفر اسلامی اخبارات کو روپیہ کے زور اور روپیہ کے لالچ سے اپنا طرفدار و مطیع فرمان بنا رکھا ہے یہ لوگ چوں کہ سلطان کے نمک خوار ہیں۔

اس لیے اس کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھ سکتے۔ ان کے قلم اور زبان پر مہر لگ چکی ہے اس لیے وہ حرکت میں نہیں آسکتی۔ حق نمک خواری کا تقاضہ یہ تو ہونا چاہیے کہ حاجیوں کی تکلیف و مصائب و آلام کو من و عن سلطان کے سامنے پیش کیا جائے، اگر عمال حکومت کی چیرہ دستیوں اور نظم و نسق کی خرابیوں پر پردہ ڈالا جائے۔ تو نتیجہ یہ ہو گا کہ عمال کی بدعنوانیاں بڑھتی جائیں گی۔ اور انتظامی خرابیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہمیں جتنے حاجی ملے ہیں یہی کہتے سنے گئے ہیں کہ حاجیوں کو بہت وق کیا جاتا ہے۔ حتی کہ ان بیچاروں سے آدھی کوڑی تک چھین لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نمک حلالی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سلطان ابن سعود کے ملازموں کی سخت گیری کو الم نشرح کیا جائے تاکہ انتظام میں اصلاح ہوتی جائے۔ اور حاجی لوگ اپنے اپنے ممالک میں جاکر سلطان کے حسن انتظام کا ڈھنڈورا پیٹتے پھریں۔ ورنہ اگر سلطان کے پیٹ ایجنٹ پردہ پوشی سے کام لیتے رہے تو خرابی بڑھتے بڑھتے ناسور کی صورت اختیار کرلے گی۔'' [الفقیہ: ۲۸/ مئی ۱۹۳۵ء ص، ۲۰]

مزید لکھتے ہیں:

''سیاسی اخبارات ایک رَو میں بہ رہے ہیں۔ جو رہنمایانِ خلافت کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ تمام سیاسی اخبارات پالیٹکس میں سیاسی چالوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔ شریف حسین نے چوں کہ اپنے اعمال سے دنیاے اسلام کو اپنا دشمن بنالیا۔ اس لیے ہندوستان کے سیاسی اخبارت محض اس لیے کہ نجدی شیاطین کے حملہ سے شریف حسین کا اقتدار جاتا رہا۔ نجدیوں کی تعریف میں رطب اللّسان ہو گئے۔ اِس وقت اخباری دنیا ٹھیک اس مثال کے مصداق ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو شیعہ کہلانے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اگر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے تقاضے سے تم شیعہ کہلانا پسند کرتے ہو تو یہ تحصیل حاصل ہے۔ کیوں کہ اہل السنت والجماعت ان کے دشمن نہیں بلکہ ان کی کامل محبت عین ایمان ہے۔ تو کونسی ضرورت پڑی کہ تم شیعہ بن گئے۔ اس نے جواب میں کہا کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تو چنداں محبت نہیں، مگر شیعہ بننے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ مجھے معاویہ سے سخت عداوت ہے۔ کہتے ہیں

لا لحب علی بل لبغض معاویہ۔ اسی واقعہ سے ضرب المثل ہو گیا۔

بعینہ یہی حال اِس وقت سیاسی اخبارات کا ہے۔ نجدیوں سے اُن کو محبت کیا ہوتی۔ محض اس لیے ان کا دَم بھرتے ہیں کہ شریف حسین سے عداوت ہے۔ ایک اخبار یہاں تک نجدیوں سے مانوس ہو گیا ہے کہ کسی مصری وہابی کی تحریر کی بنا پر محمد بن عبد الوہاب کو مصلح اور مجدّد بنانے پر مجبور ہے۔ گویا محمد بن عبد الوہاب کے ایک پیرو کی بے ہودہ ہرزہ سرائی تمام مستند تاریخی واقعات کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ معزز ایڈیٹر صاحب اتنا سمجھ لیتے کہ مرزا ے قادیانی کی نبوت کو ماننے والے بڑے بڑے عالم اور ایم۔اے، بی۔اے وغیرہ بڑے زور سے نبی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور لاہوری پارٹی سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے ایم۔اے، بی۔اے مرزا صاحب کو ظِلّی اور بروزی نبی اور مسیح و مہدی وغیرہ بنا رہے ہیں۔ مگر جو لوگ اصلیت سے واقف ہیں وہ ان ایم۔اے، بی۔اے لوگوں کی پرواہ نہ کر کے اصلیت کے ظاہر کرنے پر مجبور ہیں۔ تو صرف ایک مصری وہابی کی بکواس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ تمام اہلِ مکّہ نے وہابیوں کا مذہب قبول کر لیا۔ مگر عام طور پر اس خبر کو تمام اخبارات نے شائع نہیں کیا۔ شاید یہ خیال ہو کہ اس سے سارا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ سیاسی اخبارات لاکھ چھپائیں اصلیت پر پردہ ڈالیں لیکن آخر شیاطین نجد کے ظلم و ستم اور شیطنیت و بے دینی سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ اور اُٹھ جائے گا۔ اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ محمد بن عبد الوہاب کی طرح موجودہ ذرّیت نجدیہ صحیح معنوں میں ابلیس کے قائم مقام اور دست و بازو ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بے دین شیاطین کے شر سے جلد تر حجاز مقدس کو مامون کرے۔ اور ان کے نجس العین وجودوں سے حجاز کے راستے گلیاں جلد پاک ہوں۔ آمین“

[اخبار الفقیہ: ۱۴؍ نومبر ۱۹۲۴ء، ص ۶]

حجازیوں پر ہونے والے نجدیوں کے مظالم کی تفصیل ان نجدی بذلہ خوار اور ضمیر فروش مدیران اخبار کے سبب صحیح طور پر منظر عام پر نہیں آ پا رہی تھی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے مدیر اخبار الفقیہ لکھتے ہیں:

سر کنم گریہ اگر تاب شنیدن داری
سینہ بشگافم اگر طاقتِ دیدن داری

شیاطین نجد کے مظالم اگرچہ اب تک سنتے رہے ہیں اور دو چند مسلمانوں کے کلیجے کانپ رہے ہیں۔ مگر ان کے کذّاب ایجنٹ و دلال یا تو اپنے اخبارات میں ان مظالم کا ذکر تک نہیں کرتے، یا اگر کبھی موقع ملا تو ان سب مظالم کو غلط قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔"

[اخبار الفقیہ:۱۴/ اگست ۱۹۲۵ء ص ۲]

اخبارات کی غلط بیانی پر ارباب اہل سنت کی تبصرہ بازی

مولانا مولوی حاجی حکیم احمد علی صاحب حاجی عبد القادر صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔:

"اس کے سوا بے شمار حالات ہیں جو طائف مبارک کے اور مکّہ مکرمہ کے معتبر سماعی روایتوں پر مبنی ہیں۔ جن کے سننے اور لکھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں: کہ سب صحیح حالات چند یوم تک ایک معتبر معزز اور مشہور آدمی کے قلم سے بصورتِ رسالہ ضخیم پبلک کے ہاتھوں میں پہنچیں گے۔ تو ہندوستان کے مسلمانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اخبارات میں جو غلط در غلط حالات درج کر کے پبلک کو دھوکا میں رکھا گیا ہے۔ کن لوگوں کا پروپاغنڈا اور بے ایمانی ہے۔ آخر میں اللہ کریم سے مَیں دعا کرتا ہوں کہ اخبارات کے ایڈیٹروں کو خداوند کریم چشمِ حق بین اور قلب حق شناس عطا فرمائے۔ اور وہ چونکہ پبلک کے نمائندہ ہیں جو حالات درج اخبار فرمایا کریں۔ رعایت اور طرف داری کو دل سے دور کر کے صحیح حالات کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ وما علینا الاّ البلاغ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو ھدی من یشاء الیٰ صراط المستقیم و من یھدی اللہ فلا مضل لہ وعن یضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔" [مرجع سابق]

مولانا غلام احمد اخگر صاحب لکھتے ہیں:

"حجاز مقدس میں شیاطین نجد کا تسلط ہو گیا۔ انہوں نے جو مظالم کیے وہ نہ صرف دور سے آئی خبروں کی بنا پر بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آنے والوں کی شہادت سے پایہ

تصدیق کو پہنچ چکے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے نجدی شیاطین کے مظالم پر صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ مگر سیاسی اخبارات ان شیاطین کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسلمانان ہند کو اصلیت سے ناواقف رکھنے کے لیے ان مظالم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں پر اصلی حالت کا انکشاف نہ ہو۔ جب ہندوستان کے مسلمانوں کو ہجرت کا سبق پڑھایا گیا۔ اور سیدھے سادے مسلمان اس تحریک پر ٹوٹ پڑے اور اپنی جائدادیں تباہ کر کے کابل گئے، اور وہاں سے انہیں بصد ذلت و خواری واپس آنا پڑا، تو سیاسی اخبارات اس ناکامی کو بھی چھپانے کی کوشش میں مصروف ہوئے۔ اور بڑے زوردار مضامین میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ تمام افواہیں غلط ہیں۔ گورنمنٹ کے تنخواہ داروں کی طرف سے ایسی لغو افواہیں گڑھی جاتی ہیں۔ لیکن آخر اصلیت کھل کر رہی اور ایسے اخبارات کو اپنا سامنہ لیکر رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔" [الفقیہ: ۷ر دسمبر ۱۹۲۴ء ص ۲]

ابن سعود کی بے جا حمایت اور شریف حسین کی مخالفت سے متعلق اخبار زمیندار کے غیر جانبدارانہ رویہ پر کلام کرتے ہوئے مولانا غلام احمد اخگر صاحب نے اس کے ہی ایک مضمون کے جواب الجواب کی شکل میں ایک طویل تحریر رقم فرمائی۔ اور آخر میں زمیندار کے ایڈیٹر سے چند سوالات کیے ہم ان میں سے دو چند سوالات نقل کرتے ہیں:

(۲) کیا قرن الشیطان نے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی مخالفت کی تھی؟

(الف) کیا انہوں نے مکہ معظمہ فتح کیا تھا؟

(ب) کیا سلطنت عثمانیہ نے قرن الشیطان کے استیصال میں کوشش کی تھی؟

(ج) ان وجوہ کا جواب اگر اثبات میں ہے تو کیا نجدی لوگ خلافت عثمانیہ کے دشمن اور مخالف ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں مستند تاریخوں سے ثابت کرنا ضروری ہے۔

(۳) شریف حسین مسلمان ہے یا نہیں؟

(الف) شریف حسین سے ہم صرف اس لیے عداوت رکھتے ہیں کہ اس نے سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کی اور اسلام کو نقصان پہنچایا اور کوئی وجہ عداوت ہے؟

(ب) اگر یہی وجہ عداوت ہے تو کیا نجدیوں کی دیرینہ اور طویل دشمنی اور بغاوت کے

مقابلہ میں وہ زیادہ غدار ہے یا نجدی زیادہ غدار ہیں؟

(ج) شریف اگر برطانیہ سے وظیفہ لیتا تھا تو محض اس لیے کہ ترکوں کا مخالف رہے۔ تو کیا نجد والے برطانیہ سے پانچ ہزار پونڈ ماہوار (پچھتر ہزار روپیہ ماہوار یا نو لاکھ روپیہ سالانہ) لیتے تھے اور ان کی غرض بھی یہی تھی کہ سلطنت اسلامیہ عثمانیہ سے دشمنی رکھیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو شریف حسین اور نجدیوں میں کیا فرق ہے؟

(د) اگر نجدی کسی اور غرض سے برطانیہ کا نمک کھاتے تھے تو اس کا ثبوت کہاں ہے؟ اور اب جب کہ سلطنت عثمانیہ کی مخالفت کی ضرورت وہاں نہ رہی تو وظیفہ کیوں بند کیا گیا؟۔ (راقم خاکسار غلام احمد اخگر امرت سری عفی عنہ)

[مرجع سابق، ص۵]

زمیندار میں مذکورہ بالا سوالات کے جوابات سے متعلق الفقیہ لکھتا ہے:

"اخبارات میں جب نجدی اور حجازی معاملات پر بحث شروع ہوئی تو الفقیہ میں حضرت مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرت سری سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند مضامین شائع ہوئے۔ جن میں یہ ثابت کیا گیا کہ نجدی ایک صدی سے سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کے بدخواہ اور دشمن تھے۔ اور انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے۔ اور شریف صرف چند سال سے باغی اور غدار ہے۔ تو ایک دیرینہ دشمن کو کیوں دوست سمجھا جاتا ہے؟ ان مضامین میں سے ایک قادیانی اخبار نے چند اقتباسات زمیندار کو توجہ دلانے کے لیے لکھے۔ اس پر افکار و حوادث میں اخبار الفقیہ کو قادیانی اخبار کے مساوی قرار دے کر ان کا آپس میں یارانہ ظاہر کیا گیا۔ حضرت مولانا موصوف نے اس کے جواب میں ایک طویل مضمون لکھا۔ جس میں عالمانہ اور محققانہ اصول سے زمیندار کو دعوت مناظرہ دی۔ اور چند سوالات پیش کیے اس کے جواب میں زمیندار ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۴ء ملاحظہ فرمالیں کسی بات کا جواب دیا؟ ہر گز نہیں۔ جواب تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ البتہ بے نقط گالیاں دے دیں۔ اور اس کے سوا دفتر زمیندار میں اور رکھا ہی کیا ہے؟ برتن میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہو۔ اکثر احباب نے مولانا موصوف کو مجبور کیا کہ آپ اس کا دندان شکن جواب لکھیں مگر انہوں نے فرمایا کہ اب میرا ذاتی معاملہ

ہو گیا ہے۔ اس لیے میں جواب نہیں دیتا اور یہ سنا دیا ۔

دشنام دہد اگر خبیثے چارہ نبود بجز شنیدن
گر باکسے سگے گزیدہ باسگ نتواں عوض گزیدن

[الفقیہ ۷ / اگست ۱۹۲۵ء ص ۲، ۳]

عقبہ وعمان برطانیہ کے زیر دست آنے پر خلافی اخبارات کی بوکھلاہٹ کا جواب

عقبہ وعمان حدود حجاز سے نکل کر برطانیہ کے زیر دست آ گئے تو نجدی ہوا خواہ بوکھلا اٹھے۔ اور شریف حسین حاکم مکہ کے بیٹے امیر علی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے لگے۔ حالانکہ اس معاملہ کا مکمل ذمہ دار ابن سعود تھا۔ اس معاملہ میں نجدی اخبارات کی بوکھلاہٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر الفقیہ لکھتے ہیں:

”خلافی اخبارات جو شیطان نجدی کی حمایت میں دین وایمان کو کھو چکے ہیں۔ اب عقبہ وعمان کے معاملہ میں آتش پا ہو رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس کی ساری ذمہ داری اس ملعون نجدی کے سر پر ہے۔ جب قرن الشیطان ثانی ملعون نجدی نے حجاز مقدس کو اپنے وجود نامسعود سے نجس کرنا شروع کیا اور طائف میں خبیثانہ ظلم وستم کا دروازہ کھول دیا تو شریف حسین عقبہ چلا گیا۔ اب گورنمنٹ برطانیہ نے اسے عقبہ سے اور کہیں پہنچایا۔ اور عقبہ وعمان کو شرق اردن میں شامل کر لیا۔ خلافی اخبارات کی آنکھیں کھلیں۔ مگر ان حمقا سے کوئی پوچھے کہ جب تم تارک موالات ہو کر گورنمنٹ کو ہر معاملہ میں دخل دینے کا حق گویا خود تم نے اپنی حماقت سے دیدیا۔ رہا عقبہ وعمان کا حدود حجاز سے نکل جانا، اگر شیطان ملعون نجدی تنجیس حرم شریف پر نہ اتر آتا تو نہ عقبہ عمان حدود حجاز سے الگ ہوتے نہ ملک عرب برباد اور نجس ہوتا۔ اگر یہ صحیح ہو کہ امیر علی کے مشورے سے گورنمنٹ برطانیہ نے ایسا کیا ہے۔ تو اس میں تم اعتراض کرنے والے کون؟ ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنے دشمن بلکہ دشمن خدا ودشمن رسول کو جس طرح چاہے نقصان پہنچائے۔ مگر شیطان نجدی کیوں حملہ نہ کرتا اس نے دیکھا کہ سو برس کی متواتر کوششوں اور گورنمنٹ برطانیہ کی وظیفہ خواری سے باوجودیکہ اس کے

اجداد سلطنت عثمانیہ سے مکہ معظمہ چھین چکے تھے۔ مگر پھر بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ اور سلطنت عثمانیہ نے شیاطین نجد کو زبردست سبق دے دیا تھا۔ اب تو میدان خالی تھا۔ شریف کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ مقابلہ کر سکے سلطنت برطانیہ سے بباعث جدید عہد نامہ پر دستخط نہ کرنے کے اس کا بگاڑ ہو چکا تھا۔ اور جو بھی خرابیاں واقع ہوں گی اس کی تمام تر ذمہ داری اسی ملعون پر ہو گی۔"[الفقیہ:۱۴/اگست ۱۹۲۵: ص ۴]

ابن سعود کا قانون اسلحہ اور اخبار زمیندار کی بے جا حمایت

حجاز مقدس میں ابن سعود نے قانون اسلحہ نافذ کیا تو اخبار زمیندار میں اخبار کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نے اس کے جواز بلکہ اس قانون کے لازمی ہونے پر بیان دے دیا۔ حالانکہ یہ قانون ہندوستانی حکومت کی نظر میں بھی قابل تنسیخ قرار پارہا تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس اپنے اجلاس میں بہت بار یہ تجویز پاس کر چکی تھی کہ قانون اسلحہ منسوخ کیا جائے۔ جب اخبار زمیندار کے اس بیان پر مسٹر محمد علی نے تنقید کی تو اخبار میں مسٹر محمد علی کے خلاف کافی اول فول باتیں لکھی گئیں۔ اسی اخبار میں قانون مذکورہ کے جواز پر لاہور کے ایک طالب علم نے بھی اپنے دلائل پیش کیے۔ مولانا محمد علی اخگر صاحب قانون اسلحہ پر اخبار زمیندار میں درج بیان بازی پر طویل تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن سعود ملعون کی غلط کاریوں بے ایمانیوں اور غداریوں پر نجدی اخبارات عموماً پردہ ڈال رہے ہیں۔ اور اس کو معصوم ثابت کرنے کے لیے آسمان وزمین کے قلابے ملا رہے ہیں۔ نجدی اخبارات کے ایڈیٹر تو محض اس کے ہم مذہب ہونے کی حیثیت سے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر اخبار زمیندار جو حقیقت میں کسی مذہب کا پابند نہیں بلکہ اس کا دین ومذہب صرف عبادت درہم ودینار ہے۔ بعض اوقات شیخ نجدی کی حمایت میں اپنے سیاسی اور ملکی اصولوں کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ تاکہ حق نمک ادا ہو جائے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ مذہبی حیثیت سے زمیندار کچھ ہو یا نہ ہو لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ سیاسی اور ملکی معاملات میں کانگرسی اخبار ہے۔ اور اس سے خود زمیندار کو بھی انکار نہ ہو گا۔

انڈین نیشنل کانگرس اپنے اکثر اجلاسوں میں یہ ریزولیوشنز پاس کر چکی ہے کہ ایکٹ اسلحہ قابلِ تنسیخ ہے۔ اور گورنمنٹ ہند سے بہ لجاجت کہہ چکی ہے کہ ایکٹ اسلحہ کو منسوخ قرار دیا جائے۔ اور یہ کانگریس ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ باستثنائے پنجاب کے دیگر حصص ہند میں تلوار و پرانے فیشن کی بندوقیں مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ مگر کانگریس اس پر اکتفا پسند نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ قانونِ اسلحہ یک قلم منسوخ کیا جائے۔ ضروری ہے کہ قانونِ اسلحہ کے معاملے میں زمیندار کا بھی یہی خیال ہو۔

شیخ نجدی علیہ ماعلیہ نے بھی حجازِ مقدس میں قانونِ اسلحہ نافذ کر دیا جو اسی قانون سے زیادہ سخت ہے جو سلطنت برطانیہ اپنے ایشیائی اور افریقی ممالک مفتوحہ میں جاری کرتی ہے۔ انگریزی قانونِ اسلحہ سے انگریزوں کی اپنی قوم مستثنیٰ ہے۔ اور ان پر اس قانون کا کوئی اثر نہیں۔ دوسرا کوئی انگریزی گورنمنٹ تجارت اسلحہ کو اپنے لیے محفوظ نہیں رکھتی۔ بلکہ انگریز یا دیسی دکاندار لائسنس لے کر اسلحہ کی تجارت کر سکتے ہیں۔ مگر شیخ نجدی کے مجوزہ قانون کی زد عربی اقوام پر ہے۔ اور تجارت اسلحہ کا رعایا میں سے کسی کو حق حاصل نہ ہو گا۔ اس پر جی زمیندار اس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے اس قانون کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔ جو کچھ زمیندار نے اس قانون کے متعلق لکھا ہے۔ وہ الفاظ گورنمنٹ ہند اگر کانگریس کو سنا دے تو بہ نسبت زمیندار کے زیادہ موزوں ہوں گے۔ لیکن مسٹر محمد علی صاحب نے اس قانون کو خلاف اسلام اور سنت برطانیہ کہہ دیا۔ اس پر زمیندار نے خوب پھبتیاں اڑائیں۔

خلاف اسلام کا جواب جو اس نے دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی ساری متمدن سلطنتوں میں اسلحہ کی نگرانی اور امن وامان قائم رکھنے کے لیے پابندیاں ہیں۔ واقعی اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قانون اسلحہ احکام کتاب وسنت کے ماتحت ہیں۔ کیوں کہ شیخ نجدی کا ہر فعل خواہ وہ یورپ کی تقلید سے ہو کتاب وسنت کے خلاف نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ کچھ کم نہیں کہ یورپ کی متمدن اقوام کا طرز عمل ہے۔ لاہور کے ایک طالب علم کا مضمون بھی زمیندار میں شائع ہوا۔ اس نے پھر بھی کچھ ایڈیٹر سے زیادہ ہاتھ پاؤں مارے۔ اس کا عندیہ یہ ہے کہ اسلحہ جدیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے زمانہ میں نہ تھے۔

اس لیے ان کا رکھنا اور استعمال کرنا بھی جائز نہ ٹھہرے گا۔

یہ جواب مسٹر محمد علی صاحب کے مقابلہ میں تو فضول ہے۔ البتہ شیخ نجدی پر اس کا اثر زیادہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہر امر میں زمانہ نبوی اور زمانہ خلفاء راشدین کے نمونہ کو عود کرنے کا مدعی ہے۔ اور ہر فعل جائز و ناجائز کی نسبت کہہ دیا کرتا ہے کہ میں تو کتاب و سنت کو ہاتھ سے نہ دوں گا۔ اس کا یہ رویہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک قول کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے تو کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہوں گے مگر کتاب و سنت سے ان کو کوئی تعلق نہ ہو گا۔ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء تک کوئی قانون اسلحہ گورنمنٹ نے نافذ نہیں کیا تھا۔ جب غدر ہو گیا تو گورنمنٹ نے اپنی کامیابی کے بعد ایکٹ اسلحہ نافذ کیا۔ اس کے بعد بھی فرقہ وارانہ جھگڑے کہیں نہ کہیں رہتے رہے۔ اور آج کل تو یہ جھگڑے انتہائی درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ تو اگر شیخ نجدی کے قانونی اسلحہ کی حمایت میں زمیندار کے خیالات صحیح سمجھے جائیں تو ہندوستان میں قانون اسلحہ بہ نسبت حجاز کے زیادہ ضروری اور موجب امن و امان ہو سکتا ہے۔ اور زمیندار کے خیالات کی بنا پر اگر کانگریس یا کوئی ہندوستانی کانفرنس اس قانون کی تنسیخ کا مطالبہ کرے گی تو گورنمنٹ کا یہی جواب کافی ہو گا۔ معلوم نہیں کہ ایسے وقت میں زمیندار اپنے آقائے نعمت شیخ نجدی کا حامی رہے گا یا نہیں؟ کیوں کہ اگر وہ حامی رہا تو قانون اسلحہ اس کے نزدیک نہایت ضروری ہو گا۔ اور گورنمنٹ پر اس قانون کے متعلق کوئی الزام قائم نہیں کر سکتا۔ اور اگر کانگریس کی تائید کرے گا تو جن اصولوں سے انگریزی قانون قابل تنسیخ ہو گا انہیں اصولوں سے قانون اسلحہ حجاز بدرجہ اولیٰ قابل تنسیخ ہو گا۔ خیر ہم اس ساری بحث سے الگ ہو کر حامیان قانون اسلحہ حجاز سے عموماً اور مسٹر ظفر علی ایڈیٹر زمیندار سے خصوصاً ایک سوال کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس سوال کا جواب اس معاملہ پر زیادہ روشنی ڈالے گا۔ جب شیخ نجدی نے اپنے لیے ملک الحجاز کا لقب یا عہدہ تجویز کیا۔ اور اہل ہند نے اس پر اعتبار نہ کیا۔ تو شیخ نجدی اور اس کے نمک خوار مسٹر ظفر علی نے یہ راگ الاپا تھا کہ تمام شرفائے حجاز نے شیخ نجدی کو مجبور کیا کہ ملک الحجاز بنے۔ اور سب نے بخوشی اس کی بیعت کی۔ اور وہ بیعت لینے پر مجبور کیا گیا۔ کیا یہ بیان صحیح ہے؟

اگر صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ شرفائے حجاز سب کے سب نہ صرف اس کے دوست بلکہ حامی و مددگار ہوں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عام دیہاتی بدو اپنے اپنے شرفا کے ماتحت ہیں۔ تو قانونِ اسلحہ کی کیا ضرورت پڑی؟ قانون اسلحہ تو ایسے لوگوں کے لیے ہوتا ہے جہاں راعی اور رعایا میں عداوت ہو۔ اور اگر قانون اسلحہ کی ضرورت ہے تو ثابت ہوا کہ حجازی اس کے سخت دشمن اور اس کی ملوکیت کے مخالف ہیں۔ اس صورت میں شیخ نجدی اور اس کے تمام حامی جو کہتے تھے کہ شرفائے حجاز نے اسے بیعت لینے پر مجبور کیا اول درجہ کے کذاب اور دھوکہ باز ثابت ہوئے۔ دیکھیں شیخ نجدی کا لاہوری نمک خوار کون سی شق اختیار کرتا ہے ؎

دو گونہ رنج و عذابست جان مجنون را
بلائے فرقت لیلےٰ و صحبت لیلےٰ

لاہوری طالب علم نے آلات جدیدہ کے جدید ہونے کا الزامی جواب دینے کے علاوہ نہایت ہی مزہ کی بات یہ لکھی ہے کہ کتاب و سنت صرف عبادات تک محدود ہے۔ معاملات میں کتاب و سنت کا تعلق گویا اس کے نزدیک قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ جس مدرسہ میں پڑھتا ہو گا وہاں تفاسیر و احادیث و فقہ کی کتابوں کا صرف وہی حصہ پڑھایا جاتا ہو جو عبادات تک محدود ہو۔ اور وہ حصہ جو معاملات کے متعلق ہو منسوخ یا ناقابل عمل قرار دیا گیا ہو۔ اس لیے یہ جواب خدام الحرمین کے لیے غالباً اس کے خیال میں مسکت جواب ہو۔ وہ سمجھتا ہو گا کہ اس کے جواب نے معترضین کا عموماً اور سید حبیب صاحب کا خصوصاً منہ بند کر دیا۔ کیوں کہ اس کے خیال میں انہدام مساجد قتل و غارات عہد شکنی مسلمانوں کا مال لوٹنا عورتوں کی عصمت دری سب کچھ چوں کہ خارج از عبادات ہے۔ اس لیے کتاب و سنت ان معاملات میں غیر متعلق ہے۔ خیر معترضین کا منہ بند ہو یا نہ ہو۔ ان کے لیے یہ جواب مسکت ثابت ہو یا نہ ہو۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حامیان شیخ نجدی اپنے امام و آقائے نعمت کی محبت میں صرف اندھے ہی نہیں ہوئے بلکہ ان کی عقلیں بھی مسخ ہو گئی ہیں۔ اور

لهم قلوب لايفقهون بهاولهم اذان لايسمعون بهاولهم اعين لايبصرون بها اولئك كالانعام بل هم اضل، کے پورے مصداق ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ان لوگوں کے لیے یہ امر باعث

افتخار معلوم ہوتا ہے، لیکن ہم پھر بھی ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ اور شیطان کے پنجہ سے ان کو رہائی حاصل ہو۔ فقط۔

راقم خاکسار غلام احمد اخگر امرتسری۔ **[الفقیہ: ۲۱ر ستمبر ۲۶ء ص ۲، ۳]**

اخبار زمیندار میں قضیہ موصل کی بابت غیر ذمہ دارانہ بیان

مدیر اخبار زمیندار نے قضیہ موصل کی بابت اپنے اخبار زمیندار میں ایک مقالہ شائع کیا۔ جس میں مدیر موصوف نے ابن سعود کی طرفداری کرتے ہوئے مسلمانان ہند پر بے جا تنقید کی۔ جس کے جواب میں اخبار الفقیہ میں درج ذیل تردیدی مضمون شائع کیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

”اخبار زمیندار نے اپنے ایک مقالہ میں قضیہ موصل کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے تین اُمور پر بحث کی ہے۔

(۱) سلطنت برطانیہ اور اس کے حلفا کیا کر رہے ہیں۔

(۲) ترک اس کے متعلق کیا کر رہے ہیں؟

(۳) مسلمان کیا کر رہے ہیں؟

پہلے دو امور کے متعلق کچھ لکھنا ہمارا منصب نہیں مگر امر سوم کے متعلق ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ زمیندار نے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن سعود قضیہ موصل میں ترکوں کا طرفدار ہو گا اور مسلمانان ہند اسے گالیاں دینے میں غلطی پر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ ابھی تک بہت سے احمق ہندوستان میں موجود ہیں جو زمیندار کی گمراہ کن تحریرات سے متاثر ہو جاتے ہیں لیکن دنیا عقلمندوں سے خالی نہیں اور زمیندار کی ایسی بیہودہ باتوں کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ خدا کرے کہ قضیہ موصل صلح اور آشتی سے طے پا جائے۔ اور جنگ نہ چھڑے۔ کیوں کہ جنگ کی صورت میں دنیا پر ایک سخت تباہی کا خطرہ ہے۔ اور اس تباہی کا زیادہ تر اثر ہندوستان پر پڑنے والا ہے۔ کیوں کہ معاملہ موصل عراق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور عراق کی حکم برداری کا زیادہ تقرب حکومت ہند سے ہے۔

لیکن اگر خدانخواستہ جنگ چھڑ گئی تو دنیا دیکھ لے گی کہ ابن سعود کیا کرتا ہے۔ ابن سعود اوراس کے خاندان کے گزشتہ کارناموں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ سلطنت انگریزی کے ماتحت نہ بھی ہوتا تو بھی وہ اگر ترکوں پر بڑی مہربانی کرتا تو غیر جانب دار رہتا۔ کیوں کہ اس خاندان نے اس وقت جب کہ قانوناوہ ترکوں کے ماتحت تھا ترکی سلطنت کو مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔ اور جس قدر نقصان سلطنت اسلامیہ کواس غدار خاندان سے پہنچاہے اتناشریف حسین جیسے چار پانچ سو غدار مل کر بھی نہیں پہنچاسکتے تھے۔ لیکن اگر گزشتہ کارناموں کونسیاًمنسیاً بھی کر دیا جائے۔ تو غور طلب امر یہ ہے کہ ابن سعود بہ حیثیت ماتحت ہونے کے انگریزی سلطنت کی مخالفت کس طرح کر سکتاہے۔ اس کی فرماں روائی انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ ذرا بھی مخالفت کرے تو وہ شریف حسین کی طرح اس کو بھی عرب سے نکال سکتے ہیں۔

اگر موصل پر جنگ چھڑ گئی تو ابن سعود اگر مالی اور فوجی امداد گورنمنٹ برطانیہ کو نہ دے تو نہ دے مگر اخلاقی اور اقتصادی امداد دینے پر مجبور ہو گا۔ کیوں کہ انگریزی سلطنت کی حکم برداری میں ہے۔ تعجب ہے کہ زمیندار کو تو سیاسی امور میں ماہر ہونے کا دعوی تو بڑالمبا چوڑاہے مگر وہ معمولی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اوراگر وہ سمجھتا تھا مگر اپنے آقا اور ولی نعمت کی طرفداری کے لیے مسلمانوں کو دھوکا دیتاہے تو وہ دن دور نہیں کہ جس طرح خلافت کمیٹی پر ابن سعود کی غداری کاراز کھل گیاہے اسی طرح زمیندار کے اثر اور جال میں پھنسے ہوئے لوگ اصلیت سے واقف ہوں گے۔ اور زمیندار کی روسیاہی کاسامان پیدا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔'' [الفقیہ: ۲۸ر جنوری ۱۹۲۶ء ص ۳]

لکھنؤ اجلاس میں نجدی پروپیگنڈا کی چہرہ کشائی، ابن سعود اور اس کے خاندان کی غداری اور زمیندار کی واقعات کو چھپانے کی ناپاک کوشش

نجدی طرفداروں کی طرف سے حالات حجاز کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ سیدھے سادھے بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دینے میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

لیکن آخر کو لکھنؤ اجلاس میں ابن سعود کے ہاتھوں اہل حجاز پر ہوئے مظالم کا انکشاف ہو ہی گیا۔ ابن سعود کی حقیقت واقعی لوگوں کے سامنے آگئی۔ جو لوگ نجدی وظیفہ سے متاثر اخبارات سے اب تک اندھیرے میں تھے ان پر بھی حقیقت روشن ہو گئی۔ لیکن ہندوستانی نجدی پرست اخبارات اب بھی اپنی مذبوحی حرکات سے باز نہیں آرہے تھے خاص کر اخبار زمیندار۔ یہ اخبار کسی طرح ابن سعود کی مخالفت پر آمادہ ہی نہیں تھا۔ قارئین تک جھوٹی خبریں پہنچانا ہی اس کی اصل ذمہ داری تھی۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے میں اس اخبار کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ یہی ہوا جب لکھنؤ اجلاس میں ابن سعود کے ناپاک افعال بیان کیے گئے اور لوگوں کو اس سے واقف کرایا گیا تو اخبار زمیندار نے بھی اپنا پورا حق ادا کیا۔ اخبار میں جب بمجبوری اس اجلاس کی روداد شائع کی گئی تو اس میں کتر بیونت بھی کی گئی۔ اور ساتھ ہی بہت سی باتوں کو بے دلیل کہہ کر رد کیا گیا۔ حالانکہ اجلاس کے خطبہ صدارت میں کوئی بھی بات بغیر ثبوت پیش نہیں کی گئی تھی۔

علاوہ ازیں ابن سعود کے برطانوی وظیفہ خور ہونے پر مفلوج دلیلوں کا سہارا لے کر وظیفہ کے جواز پر خاصہ زور صرف کیا گیا۔ الفقیہ میں اخبار زمیندار کے اس بیان پر درج ذیل تبصرہ کیا گیا ملاحظہ کریں:

"ہندوستان کے مسلمانوں کو نجدی ایجنٹوں اور دلالوں نے واقعات حجاز سے متعلق جس قدر دھوکے میں رکھا اور جس قدر غلط بیانیاں کیں اور جس طرح غدار ابن غدار ملعون ابن سعود اور اس کے خاندان کا دشمن اسلام دشمن خلافت وغیرہ حالات کو چھپایا اس سے مسلمانوں میں تفرقہ عظیم پیدا ہو گیا۔ ہندوستان کے وہابی اگرچہ آویزش نجد و حجاز سے پہلے اپنے آپ کو نجدیوں سے علاحدہ رکھتے تھے۔ اس لیے خاندان قرن الشیطان دنیائے اسلام کی نظروں میں بالاتفاق دشمن اسلام دشمن خلافت اور دشمن سلطنت عثمانیہ ہونے کے باعث باغی اسلام ثابت ہو چکا تھا۔ اور اکثر انگریز مصنفین مثلاً ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اس فرقہ کو نہ صرف باغی قرار دیا تھا بلکہ لفظ وہابی اور باغی کو مترادف المعنی بتایا۔ لیکن اب جب کہ خاندان ملعون قرن الشیطان حجاز مقدس پر قابض ہو گیا۔ تو ہندوستان کے وہابیوں کو خاندان نجدیوں کے

سلک میں منسلک ہونے کا شوق ہو گیا۔ اب وہ اور یہ ایک جان دو قالب ہیں۔

تا کس نہ گوید بعد از یں
آں دیگر است ایں دیگر است

نجدی شیطانی پروپیگنڈا ایسا موثر ثابت ہوا کہ بھولے بھالے حنفی ان ایجنٹوں کے دھوکے میں آ گئے۔ لیکن آخر نجدی کے مظالم سفاکیاں اور بے دینیاں کب تک پردہ میں رہ سکتی تھیں۔ آخر اس کا بھانڈا پھوٹا۔ اور نجدی پر پیگنڈا کو ایسی شکست ہوئی کہ اب ان شاء اللہ جماعت مسلمین اس کے دھوکے میں نہ آئے گی۔ خلافت کمیٹی کے رہنما علما کا ایک کثیر حصہ لیڈروں میں اکابر رہنما شیطانی پروپیگنڈا کی اصلیت سے واقف ہو گئے۔ اور لکھنؤ میں ایک شاندار جلسہ ہوا جس میں خاندان نجدی ملعون کی پوری حقیقت کھول دی گئی۔ اور مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ نجدیوں سے بڑھ کر دنیا میں کوئی قوم دشمن اسلام و دشمن سلطنت عثمانیہ نہیں ہے۔ اخبار زمیندار کا رویہ ہمیشہ اخفاے حق اور نشر واشاعت بطالت رہا۔ اس نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی سچی بات اپنے ناظرین و قارئین تک نہیں پہنچنے دے گا۔ اور ہمیشہ جھوٹی خبریں جھوٹے واقعات بزرگان دین پر افترا و بہتان تراشا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان نجدی ملعون کے گزشتہ کارنامے اس کے سامنے رکھے گئے تو ان کا جواب کیا دیتا ان کا ذکر تک اپنے اخبار میں نہیں کرتا تھا۔ لکھنؤ کے جلسہ کی پوری کیفیت خطبہ استقبالیہ و خطبہ صدارت اس نے اپنے ناظرین تک نہیں پہنچایا۔ کیوں اگر اس کے پڑھنے والے ان خطبوں کو پڑھ لیتے تو ان پر عملۂ زمیندار کا جادو نہ چل سکتا۔ بحالیکہ فضول باتیں غیر مسلم جلسوں کی تقریریں حرف بحرف اس میں شائع ہو جاتی ہیں۔ تاہم اس کو جبراً قہراً لکھنؤ کے جلسہ کے متعلق دو مقالے لکھنے پڑے۔ ان مقالوں میں بے حد کوشش کی گئی کہ اصل مضمون خطبہ صدارت کا کسی ناظر زمیندار کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔ اور تمام واقعات بیان کردہ صدر کو بے دلیل بے دلیل کہہ کر ٹال دیا۔ حالانکہ جن لوگوں نے خطبہ صدارت پڑھا ہے وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں۔ کہ کوئی بات صاحب صدر نے بے دلیل اور بلا ثبوت نہیں کہی۔ خاندان ملعون کی صدیوں سے غداری کو چھپانے کے لیے جو بات زمیندار نے لکھی ہے وہ حرکت مذبوحی کے

رنگ سے رنگی ہوئی ہے۔ نجدی ملعون کی وظیفہ خواری اور سلطنت اسلامیہ سے غداری کے متعلق ایک نفیس مگر دوراز عقل جواب دیتاہے کہ وظیفہ لینابری بات نہیں ۔سلطنت افغانستان بھی تو گورنمنٹ سے وظیفہ لیتی رہی ہے۔ سبحان اللہ کس قدر بے باکی و دروغ بانی اور کس قدر دھوکہ ہے جو مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔

اجی حضرت! انگریزی گورنمنٹ تاجدار کابل کو وظیفہ اس غرض کے لیے دیتی تھی کہ روس کے حملہ سے ہندوستان محفوظ رہے۔ پیٹر اعظم کی وصیت اور شاہان روس کا طرز عمل ہمیشہ اس خطرہ کا امکان ظاہر کرتا تھا کہ ہندوستان پر کسی نہ کسی دن روس کا حملہ ہو گا۔ اس لیے اگر تاجداران افغانستان ایک عیسائی سلطنت سے دوسری عیسائی سلطنت کے حملے کو روکنے کے لیے وظیفہ لیتی تھی تو اس سے ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کا کیا نقصان تھا۔ مگر اس کے مقابلہ میں شیاطین نجد اپنے وظیفہ کے معاوضہ میں کس خدمت پر مامور تھے؟ ہمیں بتایا جائے کہ شیطانی جماعت کا وظیفہ کس طاقت کو پامال کرنے کے لیے تھا؟ کون سی طاقت نجد اور عدن کے مشرق مغرب جنوب و شمال کی سمت میں واقع تھی جس کے حملہ سے عدن کو محفوظ رکھنے کے لیے وظیفہ ملتا تھا؟ دفتر زمیندار واقعات پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اس کا فائل اسے ملامت کر رہا ہے اور بتارہا ہے کہ اس کی وظیفہ خواری محض سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کو تنگ کرنے اور کمزور کرنے کے لیے تھی۔

کیا اُنیسویں صدی میں نجدیوں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کسی غیر مسلم طاقت سے چھینا تھا۔ اور کیا کسی غیر مسلم طاقت کے ملازم محمد علی پاشا نے ان کو سزا دی تھی۔ کیا ۱۹۱۲ء میں کپتان شکسپیئر کی سرکردگی میں نجدی ملعون کی فوج نے کسی غیر اسلامی طاقت سے جنگ کر کے الحساء پر قبضہ کیا تھا؟ کاش کہ ان نجدی ایجنٹوں کو کچھ تھوڑی سی شرم و غیرت ہوتی تو وہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔

زمیندار اور بعض دیگر نجدی ایجنٹ اخبار میں بڑے فخر سے بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ عظیم کے وقت جب شریف حسین نے ترکوں سے بغاوت کی اس وقت بقول جمال پاشا مرحوم نجدیوں نے ان کو اونٹ بہم پہنچادیے تھے مگر یہ بھی صریح دھوکہ ہے۔ اول

توز میندار کا فروری ۱۹۲۲ کا فائل شہادت دیتا ہے کہ شریف حسین اور ابن سعود کی جمال پاشا مرحوم بھی شام اور فلسطین کی سلطنت کے وعدہ پر ترکوں سے بغاوت کرنے میں رضامند تھے۔ مگر گورنمنٹ برطانیہ نے جمال پاشا کے ساتھ معاہدہ کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ شام اور فلسطین کی بابت اتحادیوں میں فیصلہ ہو چکا تھا کہ وہ فرانس کو دیے جائیں۔ اس لیے جمال پاشا مرحوم کے قول پر اہل بصیرت اعتبار نہیں کر سکتے۔ علاوہ بر اں زمیندار کے فائل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انگریزی گورنمنٹ نے جب شریف حسین سے ساز باز کر لیا تو ابن سعود بگڑ رہا تھا۔ اور وہ یہ چاہتا تھا کہ بجائے شریف حسین کے اس کو حجاز دیا جائے، مگر گورنمنٹ نے اس کا منہ اشرفیوں کی تھیلیوں سے بند کیا۔ گورنمنٹ کا اس وقت اصلی منشا یہ تھا کہ ترکوں کو حجاز سے ہٹا دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ اس وقت بجائے شریف حسین کو غدار بنانے کے ابن سعود کو غدار بنا کر حجاز کا قبضہ دلاتی تو حسین اور نجدیوں میں سخت جنگ چھڑ جاتی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ترک بدستور محافظ و خادم حرمین شریفین رہتے۔ غالباً اسی لیے گورنمنٹ نے نجدیوں کو اشرفیوں کی تھیلیاں دے دیں۔ اور حجاز کا حقدار شریف حسین کو بنایا۔ اور اس طرح اس خانہ جنگی کو روک دیا، جو ترکوں کے لیے مفید ہوتی۔ تو ایسے وقت میں اگر نجدیوں نے اسی رنج سے کہ قبضہ حجاز کے بدلے صرف ان کو اشرفیوں پر اکتفا کرنا پڑا اور چند اونٹ جمال پاشا کو دے دیے، تو اس سے ان کی ہمدردی اسلام کا کون سا ثبوت مل سکتا ہے؟ یہ تو محض لا لحب علی بل لبغض معاویہ کی بنا پر کارروائی تھی۔

الغرض شیطانی پروپیگنڈا کا تار و پود بکھر گیا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اس حقیقت سے آشنا ہے کہ نجدی ملعون ہرگز حجاز مقدس کی حکومت کے قابل نہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسٹر ظفر علی خاں محض نجدیوں کی مدح سرائی کے جرم میں جامع مسجد کانپور سے بے عزت کر کے نکالے گئے۔ اور اس غریب کی کسی نے بھی مدد نہ کی۔ بار بار کہا جاتا ہے کہ قرن الشیطان کو ہرگز سلطنت حجاز کا بادشاہ بننے کی آرزو نہیں۔ بلکہ اس کی غرض صرف یہ تھی کہ ارض حجاز کو شریف حسین کے قبضے سے آزاد کرے۔ اول تو نجدی کے کسی قول کا اعتبار ہی نہیں۔ نجدی مذہب کا ہر آدمی خواہ نجد کا باشندہ ہو یا ہندوستان کا سچ

کبھی نہیں بولتا۔ اخبار زمیندار ہی اس کی بین دلیل ہے۔ لیکن خود زمیندار نے اس خبر کی اشاعت بھی کی ہے کہ قرن الشیطان ثانی ابن سعود ملعون نے گورنمنٹ انگریزی سے (مطالبہ تو کیا ہوتا درخواست کی ہے) کہ اسے بجائے ہز ہائنس کے ہز میجسٹی کا لقب دیا جائے۔ اوراس کو حرمین شریفین کا بادشاہ تسلیم کیا جائے۔ تو دنیا میں کون سا احمق ہے جو اس عذر گناہ بدتر از گناہ کو تسلیم کرے۔ بہر حال اب نجدی ایجنٹوں کی دروغ بافیوں کی قلعی اچھی طرح سے کھل گئی ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ یہ لوگ روسیاہ ہو کر بیٹھ رہیں گے۔ اگر مسٹر ظفر کو نجدی ملعون نے کافی روپیہ دے دیا تو کچھ دن تک اس کی مدح وستائش کی گرم بازاری رہے گی۔ لیکن اگر اس کے خیال کے مطابق کچھ نہ ملا یا کم ملا تو پھر رخ بدل جائے گا۔ اور سابقہ ممدوحوں کی طرح وہ بھی معتوب ہو جائے گا اور صلواتیں سنے گا۔"

[الفقیہ: ۱۴/ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۲، ۳]

سیاست اخبار کے ابن سعود کی مذمت پر اخبار اہل حدیث کی بوکھلاہٹ

وہابی جماعت کے لیڈر مولوی ثناء اللہ امرت سری تھے جو ایک اخبار بنام اہل حدیث کے مدیر تھے۔ انہوں نے بھی اپنے اخبار کے ذریعہ خوب خوب ابن سعود کی حمایت اوراس کی بے جا طرف داری کر کے ابن سعود کی سچی غلامی کا حق ادا کر دیا۔ موصوف کی اس ناپاک حرکت کا کافی کچھ تذکرہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ یہاں بس ہم اخبار سیاست میں ابن سعود کی مذمت پر اخبار اہل حدیث کی بوکھلاہٹ کے جواب میں اخبار الفقیہ کی درج ذیل تحریر نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

"اخبار اہل حدیث کو ابن سعود نجدی کے وہ صحیح القاب بہت برے معلوم ہوئے ہیں جو اخبار سیاست میں لکھے گئے ہیں۔ ان چند القاب کو درج کرنے کے بعد اہل حدیث لکھتا ہے: "یہ ہے اس وفد کے آرگن کے اخلاق کا نمونہ جو حجاز میں ابن سعود کی مہمان نوازی کا لطف اُٹھاتا رہا اور واپسی پر زادراہ کے لیے بھی اس کے دست کرم کا رہین منت ہوا"

تعجب ہے وہابیوں کے دماغ سے ابن سعود ملعون کی محبت کا مادہ داخل ہوتے ہی

عقل وادراک کا مادہ بالکل خارج ہو گیا۔ ابن سعود کے سخت مجبور کرنے پر وفد نے بادل نخواستہ تین دن تک اس کا کھانا کھایا۔ ابن سعود کا خیال تھا کہ وفد خدام الحرمین بھی وفد خلافت کی طرح رشوت خور اور دعوتوں کے بدلے ایمان کا فروخت کنندہ ہو گا۔ تو مجبوری سے تین دن کا کھانا جو بادل نخواستہ ہو کیا لطف دے سکتا تھا۔ جب نجدی ملعون کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ارکان وفد خدام الحرمین بے ایمان نہیں ہیں۔ اوران کے سوالات نے ملعون کا دماغ چکرادیا۔ توسوائے اس کے اور کچھ علاج اس سے نہ بن پڑا کہ ارکان وفد کو قید کر لیا۔ باوجودیکہ جہاز جہانگیر کے واپسی ٹکٹ ان کے پاس موجود تھے مگر ملعون نے جہاز جہانگیر کے آنے تک بھی اپنی بڑی طاقت کے لیے خطرناک خیال کیا۔ تو مصری جہاز پر سوار کرایا مصری جہاز کا کرایہ اگر نجدی ملعون نے دیا تو ارکان وفد اس کے رہین منت کس طرح ہوئے۔ اگر سوائے جہانگیر جہاز کے کوئی جہاز ہندوستان آنے والا بھی ہوتا تو ملعون اپنی جان اور سلطنت کا خطرہ اٹھانے کے لیے اپنی غرض سے کرایہ ادا کرتا تو وفد پر اس کا کیا احسان؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مسٹر ابن الکلام پابند کو گورنمنٹ نے اپنے خرچ پر کلکتہ سے رانچی بھیجا، اور وہاں گورنمنٹ ہی کے فیض کرم سے کھاتا رہا۔ اور واپسی کلکتہ پر زادراہ کے لیے گورنمنٹ ہی کے دست کرم کا رہین منت ہوا۔ تو اب اس ولی نعمت گورنمنٹ کی مخالفت کرتا ہے۔ تو کیا اہل حدیث کے نزدیک ایسا کہنے والا حق پر ہو گا؟ خدا اہل حدیث کو سمجھ عطا کرے، تا کہ ایسی بہکی باتیں کہنے سے باز رہے۔" [الفقیہ: ۲۸/ مارچ ۱۹۲۶ء ص، ۵]

اخبار اہل حدیث کے ایک مضمون کا تحقیقی جائزہ

اہل حدیث اخبار میں ایک مضمون بعنوان " جناب مولانا محمد علی صاحب کے مضمون اور ایک حاجی کی معتبر شہادت" غیر مقلد مولوی قاضی محمد خاں سوداگر منڈلہ کے نام سے شائع ہوا۔ جس میں ابن سعود اور حالات حجاز کے معاملہ میں غلط بیانی سے کام لیا گیا تھا۔ مولانا ابو المحامد احمد علی اعظمی صاحب نے اس مضمون کے جواب میں درج ذیل مضمون تحریر فرمایا جسے الفقیہ میں شائع کیا گیا ملاحظہ کریں۔:

برادرانِ ملت! اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۳، اگست ۲۶ء میں مضمون پر افسون بعنوان جناب مولانا محمد علی صاحب کے مضمون اور ایک حاجی کی معتبر شہادت نظر سے گزرا۔ جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"جناب قاضی صاحب اپنے تازہ حج کی رو سے ارشاد فرماتے ہیں: کہ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن سے بعض گناہ وقوع میں آسکتے ہیں لیکن کذب بیانی سے وہ اپنی زبان آلودہ نہیں کرتا۔ مولانا محمد علی سے ہمارا تعارف ہے۔ مکہ معظمہ میں ہماری ان کی ملاقات رہی۔ موتمر کی اجلاس میں ہمیں بھی شرکت کا اتفاق ہوا۔ ہمیں تعجب بالائے تعجب ہے۔ کہ مولانا محمد علی صاحب کے قلم سے خصوصاً ایسا مضمون اخبار کے صفحات پر آئے۔ ہم بلا خوف تردید یہ کہنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ سلطان ابن سعود کے متعلق جو مضمون شائع کیا گیا ہے حقیقت واقعات اس کے بالکل خلاف اور برعکس ہے۔ ہم اپنے عرفاتی بھائیوں سے نہایت زوردار الفاظ میں مگر نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ خدا کے واسطے وہ ایسے مضامین جو کذب اور بہتان سے مملو ہوں شائع فرما کر مسلمانوں کو پریشان اور ان کے لیے کوئی جدید جولانگاہ تیار کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ اعوذلك من التبركات۔

سبحان اللہ و بحمدہ کیا کہنا ہے عرفاتی بھائیوں سے بھائی وفاقی نے بڑی معتبر شہادت دی۔ سچ ہے آنکھ کی دیکھی دور کر بھلے آدمی کا کہنا مان۔

ساری خدائی ایک طرف اور ان کا بھائی اک طرف

ہاں ہاں مجھے بھی یاد آگیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان بعد فراغت مناسک حج (الیوم کیوم ولدت امہ) کا مصداق بن جاتا ہے۔ ہمارے محترم جناب قاضی صاحب نے بھی خیال فرمایا ہو گا۔ اب تو میں اس حدیث کے سانچہ میں ڈھل ہی چکا ہوں جو کچھ رطب و یابس کہوں گا اگر حنفی نہیں تو غیر مقلدین تو ضرور اپنی آبادی سنت مستمرہ کے مطابق اس کی وقعت وحی آسمانی سے کم نہ سمجھیں گے۔ بہت درست ہے۔ (المرء یقیس علی نفسہ) عرب کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ یعنی جو جیسا ہوتا ہے دوسروں کو بھی اپنا ہی جیسا خیال کرتا ہے۔

بہر کیف مولانا محمد علی صاحب گور کنوں اور قبہ شکنوں اور مساجد ڈہانے والوں سے تو نہیں ہیں۔ مضامین کچھ بھی ہوں آپ ان کو بدعت ہی سمجھ کر معاف فرمائیں۔ ان کے تو سب کام ہی خلاف واقعات ہیں۔ مگر میں بھی جناب قاضی صاحب سے نہایت زبردست اور پر زور الفاظ میں مگر بکمال ادب بلاخوف لومۃ لائم عرض کرنے کی جرات کر سکتا ہوں۔ جناب تو ماشاء اللہ سچے موحد مسلمان عامل بالحدیث والقرآن ہیں۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ اب میں حضور ہی سے چند اُمور دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو اللہ کی قسم قرآن کی قسم۔ واحد العین غاصب نجدی سلطان کی قسم، اس کے اندھے قاضی القضاۃ کی قسم، ٹٹکے حج کی قسم، عمرہ کی صفا کی قسم، مروہ کی قسم، بیت اللہ کی قسم، احد کی قسم، عرفات کی قسم، اونٹ کی قسم، ڈھیلے شغدف کی قسم، اور گھنی داڑھی اور نیچے کرتے اور اونچے پاجامہ اور سر مبارک کے گھٹہ کی قسم، ذرا سچ سچ نمبروار حضور ہی ایمان سے فرمائیں۔ کیا قرن الشیطان ثانی ابن سعود نامبارک ونامسعود نے طائف شریف میں امان دے کر قتل عام کر کے ان کے گھروں کو نہیں لوٹا؟ اور جگر گوشگان رسول خدا روحی فدا صلی اللہ علیہ وسلم کے...بچوں کے مزار پاک نہیں کھودا؟ کیا حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری زوجہ محترم رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے مزار پاک اور حضرت آمنہ والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار پاک اور مزاراتِ اہلِ ہاشم اور مسجد جن اور مسجد جبل ابو قبیس مقام شق القمر اور مسجد انا اعطیناک الکوثر، نیز دیگر مساجد مقدسہ اور مولد النبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور مولد و مزار پاک جگر گوشگان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور مزار حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قربان گاہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور مقام شق صدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گرا کر پیوند زمین نہیں کر ڈالا؟ اور جنت المعلی اور جنت البقیع مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفا و تعظیما کا مشہور قبرستان جن کے اندر ہزاروں خاصان خدائے جل وعلا آرام فرما رہے تھے اس ملعون قرن الشیطان ثانی نے کھدوا کر ان میں ہل نہیں چلوا دیا؟ اور ان میں اونٹ اور گدھے نہیں بند ہوئے؟ اور اونٹ اور گدھے کا گوہ موت ان میں نہیں ڈلوایا گیا؟

اگر جناب قاضی صاحب نے اثبات میں جواب دیا تو خیر۔ ورنہ بصورت انکار دنیا کے ایماندار مسلمان یہ کہنے پر ضرور مجبور ہوں گے کہ جناب قاضی صاحب جس طرح اور چیزوں کے ٹھیکہ دار ہیں تو یقیناً کذب بیانی جیسی ناپاک اور مذموم نشے کا بھی ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور اگر جناب قاضی صاحب نے کچھ اگر مگر فرمایا تو ان شاء اللہ العزیز مفصل جواب دیا جائے گا۔ اور جناب قاضی صاحب نے باوجود گور کن اور قبہ شکن ہونے کے قبہ سے بھی زیادہ گول مول تحریر فرمایا ہے کہ سلطان ابن سعود کے متعلق جو مضمون شائع کیا گیا ہے حقیقت واقعات اس کے بالکل خلاف اور برعکس ہے۔ جناب قاضی صاحب کو صاف لفظوں میں بتلادینا چاہیے تھا کہ فلاں فلاں بات خلاف واقعہ ہے۔ چونکہ حضور بھی ابھی گلزار حرمین شریفین گلبن مہبط وحی الٰہی اور چمن زار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اور ان کے تازہ پھولوں کی گٹھریوں سے لدے پھندے تشریف لائے ہیں۔ ذرا آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرت سری مکہ معظمہ میں انہیں مولانا محمد علی صاحب کو پنکھا جھلتے تھے یا نہیں ؟ اور مولوی صاحب موصوف قرن الشیطان ثانی کے بیت الخلا میں پانی رکھتے تھے یا نہیں ؟

اگر جناب نے بھی عامل بالقرآن والحدیث اور پکے موحد ہو کر ان واقعات واقعیہ کے رنگ میں بھنگ ملادیا اور کذب بیانی جیسے امر شنیع اور شرمناک وحیاسوز، جگر گداز کا ارتکاب فرمایا۔ تو جناب کا یہ امر جناب مولانا محمد علی صاحب سے کہیں زیادہ تعجب خیز ہو گا۔ مجھے امید تو ہے کہ جناب قاضی صاحب اپنی راست بازی دنیا کو دکھلا کر اپنے عامل بالحدیث ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں گے۔ فقط

مرسلہ ابوالمحامد احمد علی سنی حنفی مؤی اعظم گڑھی" [الفقیہ: ۲۸ر اگست ۲۶ء ص ۲]

ابن سعود کی مذمت پر دہلی اخبار کی بوکھلاہٹ

اخبار سیاست کے حوالے سے ابن سعود کی مذمت میں ایک کلام الفقیہ میں شائع ہوا تو دہلی کے ایک اخبار نے جواب میں حنفیوں کو خوب گالیاں دیں۔ اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

”جب اہلِ حق اپنے کسی مقتدا اور مقدس بزرگ کی تعریف مناسب اور موزوں الفاظ میں لکھتے ہیں تو وہابیوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ جس شخص کے قلب میں کسی کی عزت ہوتی ہے وہ اپنے دلی جذبات کا فوٹو الفاظ میں کھینچتا ہے۔ برخلاف اس کے یہ لوگ ائمہ دین کی شان اطہر واقدس میں سخت گستاخیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ مذہب وہابیہ کے پیدا ہونے سے پہلے ان بزرگان دین کی تمام لوگوں میں عزت و وقعت تھی۔ حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام المحدثین و رئیس الفقہاء والمجتہدین حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہم نے ان کی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ اور ان کے علوم مرتبت کا اعتراف کیا ہے۔ آج یہ لوگ اسی عالی مقام کی ذات مستجمع الصفات پر کمینہ حملے اور سفیہانہ گستاخیاں کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اور جب ہماری طرف سے کسی ایسے شخص کی مذمت کی جاے جس کی مذمت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان فیض ترجمان سے فرما چکے ہوں۔ تو یہ لوگ برا مناتے ہیں۔ حالانکہ برا منانے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیوں کہ ہر ایک شخص کو اس کے رتبہ اور درجہ کے مطابق دیکھنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ الفقیہ کی کسی گزشتہ اشاعت میں ایک نظم بحق ابن سعود مردود و نامسعود اخبار سیاست سے نقل کی گئی تھی۔ اس پر دہلی کا ایک نجدی اخبار بہت چلایا ہے۔ اور حنفیوں کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔ مگر اسے چاہیے تھا کہ وہ اپنے مقتدا نجدی ملعون کو یہ وعظ سناتا کہ اے بے دین خبیث ملعون تو کیوں تمام مسلمانوں کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پر ایمان رکھتے ہیں اور نمازی متقی زاہد عابد ہیں، کافر و مشرک کا خطاب دے کر ان سے جہاد کرنا، ان کو قتل کرنا، اور ان کا مال لوٹنا مباح سمجھتا ہے؟ تو نے کب کسی غیر مسلم سے جہاد کیا کہ اپنے لیے سلطان یا غازی کا لقب اختیار کیے ہوئے ہے۔ مگر اس ملعون کو ایسا وعظ کیوں سناتے، اس کے دست کرم سے دامن مراد بھر کر لایا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو غریب حنفیوں نے اس کا کیا بگاڑا ہے۔ حنفی اپنے معاملہ کو خود اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتے اور اصلیت ظاہر کرنے سے باز نہ آئیں گے۔“ **[الفقیہ: ۲۱ر اگست ۱۹۲۶ء ص ۲]**

اسی دہلی اخبار میں ابن سعود کو بے جا القاب و خطابات سے یاد کیا گیا۔ الفقیہ نے ان

القاب و خطابات کو غلط قرار دیتے ہوئے ابن سعود پر منطبق ہونے والے اور اس کے لیے درست و موزوں القاب و خطابات بیان کیے۔ اخبار لکھتا ہے:

”اسی وہابی اخبار نے اپنے ولی نعمت مردود ازلی مقہور بارگاہ لم یزلی ابن سعود نامسعود کی تعریف میں بے جا القاب و خطابت لکھے ہیں۔ مگر وہ ہم سے سنے کہ ہم اس ملعون کو کیا سمجھتے ہیں۔ اخبار بین حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ابن سعود ملعون اول درجہ کا جہل مرکب کندہ تراش خر محض واقع ہوا ہے۔ جب بھی کسی نے اس کے سامنے کوئی دلیل شرعی پیش کی تو وہ احمق حقیقی خود نہ سمجھ سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔ اور یہ کہہ کر پیچھا چھڑاتا ہے کہ ہم اپنے علما سے اس کا جواب دلا دیں گے۔ ایسے جاہل مطلق کو امام بنانا کس قدر صریح ظلم ہے۔ اس لیے ہم نجدی اخبار کے باطل اور غلط خیالات کو ایک کالم میں اور صحیح تعریف کو اس کے مقابل کے کالم میں درج کرنے پر مجبور ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

نجدی کی غلط تعریف

عظمۃ السلطان جلالۃ الملک سلطان نجد و حجاز حضرت امام ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ

حسن اخلاق کا مجسمہ، حلم و علم کا مخزن، تواضع اور انکساری کا معدن، اسلام اور اہل اسلام کی بہی خواہ، دین حق کا فدائی، سنت رسول کا عاشق زار، کتاب اللہ کا سچا فرماں بردار، اللہ کا پسندیدہ غلام، دبدبۂ دنیوی سے نہ دبنے والا، کتاب و سنت کا کسی حال میں دامن نہ چھوڑنیوالا، شجاعت و بسالت میں یکتا، سخاوت و حقانیت میں یگانہ، حق کا معلن، باطل کا دشمن، بدعتوں کا ناس کرنے والا، شرک کی ریڑ مارنے والا، عدل و فضل میں کامل، راہ حق کا ہر طرح ماہر، دشمنان دین کو کپکپانے والا، محبان توحید کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والا، گرے پڑے کا ساتھی، عاجز غریب کا حامی، غیرت دینی سے بھرپور، بادئہ وحدت سے مخمور، عشق رسول میں چور، خیر خواہی مسلمین میں آٹھوں پہر مشغول، برائی اور بدی سے دور، نیکی اور بھلائی کا آمر اور مامور، ہر دین دار کا بھائی، ہر فاسق فاجر پر غضب الٰہی، جس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے، جس کی ذرا سی دیر کی صحبت دل کو آخرت یاد دلائے، توکل جس کا کام ہے، عفو و درگزر جس کے گھر کا غلام

ہے، سلطنت پاکر فقیرانہ بھیس کو پسند کرنے والے، تعیش اور عشرت پسندی سے نفرت کرنے والے، تکلف سے کوسوں دور، سادگی سے مسرور، موٹا کھانے پینے والے، اوراسی پر خوش رہنے والے، جو دشمنوں کی دشمنی سے بے پرواہ، جن کا ہر سچا مسلم خیر خواہ، غصہ کے پی جانے میں بے نظیر، اخوت ومساوات کے سکھانے میں سب کے پیر، چہرہ پر نورِ ایمانی، قلب پر خوف یزدانی، اللہ والوں کے خادم، شیطانوں کے راجم، جن کی زبان پر ہر وقت ذکر خدا، جن کی مجلس میں ہر وقت نام نامی مولیٰ، علما کے ہمنشیں، اولیاء اللہ کے خوشہ چیں، موحد متبع سنت کا احترام کرنے والے، شعائر اللہ کا اکرام کرنے والے، مخلوق خدا کے نگہبان، کمزوروں کے لیے رحمت منان، مظالم کو اٹھادینے والے، امن وامان کے پھیلانے والے، مردہ سنتوں کو جِلانے والے، شیاطین کو جلانے والے، حرم خداوندی کے پاسبان، حرم نبوی کے دربان، امانت پروردگار کے امین، ورثۂ خیر الوریٰ کے مکیں، عابد بے ریا، زاہد باصدق وصفا، الغرض صحابہ کرام کا صحیح نمونہ، بزرگان دین کا پورا نقشہ، وہ پاک نفس انسان جو سچ مچ فرشتہ سیرت اور پاکیزہ خصلت ہے۔ جس کی دید خدا کی عبادت ہے، وہ وہ ہے جو اس وقت خدا کے برگزیدہ شہر میں ہے۔ جس کا نام نامی اسم گرامی

عظمۃ السلطان جلالۃ الملک ملک نجد وحجاز، امام العرب

حضرت سلطان ابن سعود عبد العزیز بن عبد الرحمن ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین۔ (محمد)

نجدی کی صحیح تعریف

قرن الشیطان ارذل الملک شیطان نجد ابن سعود مردود ونا مسعود خذلہ اللہ تعالیٰ بد اخلاقی کا مجسمہ، تکبر اور جہالت کا مخزن، غرور اور سرکشی کا معدن، اسلام اور اہل اسلام کا بد خواہ، دین حق کا مخالف، سنت رسول سے بیزار، کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والا، اللہ کا مغضوب ومخذول، دبدبہ دنیوی سے خائف ولرزاں، کتاب وسنت کا منافقانہ نعرہ لگانے والا، مگر درحقیقت منکر، غیر مصافی اور سچے مسلمانوں کو جو بے دست وپا ہوں شجاعت دکھانے

والا بزدل، بخل وبطالت میں یگانہ، باطل کا معلن حق کا دشمن، بدعتوں کا پھیلانے والا، کفر کی حمایت کرنے والا، انصاف ورحم سے منہ موڑنے والا، راہ حق سے ناواقف، دشمنانِ دین کا مدد گار، محبان توحید کا مخالف، گرے پڑے کو موت کے گھاٹ اتارنے والا، عاجز غریب کو ٹھوکر مارنے والا، بے غیرتی سے بھرپور، بادئہ شیطنیت سے مخمور، عداوت رسول سے چور، بدخواہی مسلمین میں آٹھوں پہر مشغول، نیکی اور بھلائی سے دور، برائی اور بدی کا آمر ومامور، ہر دین دار پر غضب الٰہی، ہر فاسق وفاجر کا بھائی، جسے دیکھنے سے شیطان کا نقشہ نظر آئے، جس کی ذرا سی صحبت جہنم کی راہ دکھاے، حرص ولالچ جس کا کام، جو عفو ودر گزر سے بدلگام، سلطنت کی خواہش میں مجنون، عیش وعشرت پسندی کا مرہون، سادگی سے کوسوں دور، تکلف میں مسرور، لذیذ کھانے والے، اوراسی پر گھمنڈ کرنے والے، جو دوستوں کی دوستی سے بے پرواہ، جن کا ہر سچا مسلم بدخواہ، غصہ ک بھڑ کانے میں بے نظیر، عداوت ومنافرت کے سکھانے میں سب کے پیر، چہرہ پر آثار شیطانی قلب میں عداوت یزدانی، اللہ والوں کے راجم شیطان کے خادم، جن کی زبان پر ہر وقت ذکر درہم ودینار، جن کی مجلس میں ہر وقت شیوہ اشرار، جہلا کے ہمنشیں، سفہا کے خوشہ چیں، مشرک مخالف سنت کا احترام کرنے والے، شعائر اللہ کا انہدام کرنے والے، مخلوق خدا کے باعث رنج ونقصان، کمزوروں کے لیے قہر یزدان، مظالم کو پھیلانے والے، امن وامان کو اٹھادینے والے، زندہ اسلام کو مٹانے والے، شیطنت کے پھیلانے والے، حرم خداوندی میں لوگوں کو ستانے والے، حرم نبوی پر گولیاں چلانے والے، امامت پروردگار کے خائن، ورثۂ خیر الوری کے دشمن باطن، عابد ریاکار، زاہد مکار، الغرض شیطان کا پورا نمونہ، ذریۃ شیطان کا پورا نقشہ، وہ ناپاک نفس انسا جو سچ مچ شیطان سیرت، اور بد خصلت ہے۔ جس کی دید خدا کی معصیت، وہ وہ ہے جو اس وقت خدا کے برگزیدہ شہر مکہ مکرمہ کی تنجیس کررہاہے۔ جس کا نام ہے:

قرن الشیطان وذالۃ الملک ملک نجد وحجاز مخرب عرب شیطان ابن سعود مردود ازلی ومقہور بارگاہ لم یزلی۔ اللہ تعالیٰ اس ملعون اوراس کے آباواجداد امہات وجدات واتباع واعوان انصار سب پر لعنت بھیجے اورانہیں ذلیل وخوار کرے۔ آمین (مدیر) [۲۱/اگست ۱۹۲۶ء ص ۲، ۳]

(باب۱۸)

نجدی تسلط اور اہل حجاز پر نجدی مظالم کے حوالے سے الفقیہ وغیرہ اخبارات ورسائل میں شائع شدہ چند اہم مراسلات

حالات حجاز سے عالم اسلام میں بڑی بے چینی واضطرابی تھی۔ ہر درد مند دل بے قرار، ہر جگر مجروح اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔اس بے چینی و بے قراری میں جس سے جو بن پڑرہا تھا وہ کرنے کو تیار تھا۔ ہندوستانی مسلمان حد بھر صدا، احتجاج بلند کر رہے تھے۔چند سیاسی نجدی پرست اخبارات کو چھوڑ کر باقی اخبارات حالات حجاز کو قابو میں کرنے کے لیے اپنے اخبارات کے ذریعہ وہ کچھ کر رہے تھے جس سے انہیں امید تھی کہ حالات قابو میں آجائیں گے۔ دانشوران قوم اور علماے اہل سنت نے اپنے اپنے طور پر حسب حیثیت اس پورے معاملہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اورابن سعود کی حکومت کے خلاف آواز حق بلند کرنے اوراہل حجاز کی دل جوئی اورامداد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ عرب اور ہند کے درمیان بعد بعید ہونے کے سبب حجاز کے احوال منتشر اور مختلف طور پر معلوم ہو پارہے تھے۔

کچھ سیاسی زر پرست ابن سعود کی وظیفہ خواری کا حق ادا کر رہے تھے کہ عرب سے آنے والی خبروں پر قدغن لگانے میں مصروف تھے۔اس لیے عام لوگ حالات حجاز کے معاملے میں پس وپیش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن بھلا ہو ان دانشوران قوم، ہمدردان ملت کا جنھوں نے عوام تک صحیح حالات حجاز پیش کرنے کے لیے بشکل وفد وہاں پہنچ کر وہاں کے صحیح حالات معلوم کرکے لوگوں تک پہنچائے۔(وفود کا ذکر ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں) یا وہیں سے بذریعہ مراسلت لوگوں کو حالات سے آگاہی فراہم کی۔کچھ لوگوں نے ملک ہی سے اصل اور تحقیقی حالات جو ان تک معتبر ذرائع سے پہنچے بشکل مراسلت بذریعہ اخبار لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔یہاں ہم چند اہم مکاتیب ومراسلات جو حجاز مقدس سے یا دیگر مقامات سے الفقیہ، دبدبہ سکندری وغیرہ اخبارات اور رسائل مشہورہ کے نام ارسال کیے گئے۔اوران اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے، پیش کرتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند کا گرامی نامہ

حضور مفتی اعظم ہند نے اخبار دبدبہ سکندری کو درج ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا۔جس میں آپ نے اہل حجاز پر ہونے والے نجدی مظالم سے متعلق تحقیق شدہ حالات

بیان کیے۔ اور نجدیوں وہابیوں کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے خلاف آواز حق بلند کرنے پر ترغیب دی۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو اہل حجاز کی مدد کرنے اور خاص کر جماعت رضائے مصطفی کو حجاز میں اپنا ایک وفد بھیج کر وہاں کے حالات جاننے اور ان کی امداد کرنے کے لیے تحریک فرمائی۔ یہی نہیں بلکہ خود پانچ سو روپے دینے کا وعدہ بھی فرمایا۔ مفتی اعظم ہند کا وہ طویل خط "**بلاد حرم میں نجدی**" کے عنوان سے اخبارات میں شائع ہوا۔ ہم اسے اسی نام سے یہاں من و عن نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

بلادِ حرم میں نجدی

"وہابیہ نجدیہ اپنے کو حنبلی کہتے ہیں مگر فقہا نے انہیں خارجی بتایا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ بس دنیا میں وہی مسلمان ہیں اور سب مشرک مباح القتل۔ انہوں نے حرمین طیبین میں علما اور سادات کو اپنے اسی عقیدے کی بنا پر شہید کیا ہے۔ اور ان کے مال لُوٹے ہیں۔ (کذا فی رد المحتار) اس وقت کے نجدی بدمذہبی و گمراہی اور ظلم و ستم اور قتل و غارت میں پہلے نجدیوں سے بدرجہا بڑھ گئے ہیں۔ اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کو وہ ضرر پہنچ رہے ہیں جنہوں نے حجاج اور یزید کو بھی شرما دیا ہے۔ آج عرب کی سرزمین بے گناہوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے۔ اور نجدی فراعنہ خذلہم اللہ تعالیٰ وہ طوفان برپا کر رہے ہیں جس کو سننے سے جگر شق ہوتا ہے۔ معتبر ذرائع سے پیہم جو خبریں موصول ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کے داخلہ سے پہلے شریف طائف نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور طائف، شریف نے خالی کر دیا۔ باشندگانِ طائف نے نجدیوں سے مقابلہ نہ کیا۔ نہ ان میں اس کی قوت تھی۔ بلکہ انہوں نے امن کی درخواست کی۔ دعوتیں دیں۔ ہتھیار گھروں سے نکال نکال کر باہر پھینک دیے تاکہ ان کی نسبت کسی قسم کے مقابلے کا وہم پیدا نہ ہو سکے۔ لیکن باوجود اس کے نجدیوں نے قتل عام کیا۔ علماء و مشائخ، امرا و تاجر، ہر طبقہ کے لوگ بے دردی سے قتل کیے گئے۔ بوڑھوں، بچوں، عورتوں، مَردوں کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ ایک روز میں تین کروڑ روپے کی مالیت نجدیوں کو لوٹ سے حاصل ہوئی۔ صحابہ کے مزارات کی بے حرمتی کی گئی۔ حضرت

عبد اللہ بن عباس صحابی جلیل الشان کا قبّہ مزار شریف گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور آخر کار مسمار کر دیا۔ اور توہین کے لیے نجدیوں نے پکارا کہ عبد اللہ ابن عباس اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اپنے پرستاروں کو بچاؤ۔ مسلمانوں کو قتل کرتے وقت یہ اشقیا نعرے لگاتے تھے:-القتل اعداء اللہ لاامان اللہ۔ ہم اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں۔ اللہ کو امن دینے کے لیے۔ لوٹ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کے بدن سے کپڑے اُتار لیے، جوتیاں چھین لیں۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ عرب خاتونیں ننگی منزلوں پیادہ چلائی گئیں۔ تین روز تک طائف کے بے گناہ مسلمان قید کیے گئے۔ ان پر پانی بند کیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں شیدی صاحب کلید بردار کعبہ مقدسہ اور ان کا خاندان اور دوسرے اور معزز خاندان تیغ جفا سے شہید کر ڈالے۔ اہلِ مکہ جانوں کے اندیشے سے دشت بہ دشت مارے مارے پھر رہے تھے۔ مکہ مکرمہ کی اکثر آبادی تو گھر چھوڑ کر آوارہ ہو چکی تھی۔ باقی پنجہ ظلم کے اسیر ہیں۔ اُن گرفتاران بلا کو قید سے آزاد کرنے کے لیے کثیر رقمیں طلب کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور جلد ان ظالموں کو ان کے ظلموں کی سزا دے۔ ہندوستان کے وہابی آپے سے باہر ہیں۔ علمائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ نے ان پر کفر کے فتوے دیے ہیں انہیں مرتد بتایا ہے۔ انہیں اہلِ حرمین سے اس کے بدلے لینے ہیں۔ اس لیے یہاں کے وہابی، نجدیوں کے مظالم پر رات دن پردے ڈال رہے ہیں۔ اور اخبارات میں ان کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ اکثر اخبار وہابیوں کے ہاتھ میں ہیں اور وہ صحیح واقعات اور نجدیوں کے مظالم چھپانے سے گریز کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہماری طرف سے جو مضامین اخبارات کو پہنچتے رہے ان کو شائع نہیں کیا گیا۔ آپ خود اس باغی، غدّار، بے دین، فرعونِ وقت کے انکار جرم کو اس کی بے گناہی کی سند ٹھہرا رہے ہیں۔ اور اس نجدی کی تائید کے لیے ہندوستان سے وفد بھیجنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ مسلمان ہوشیار رہیں۔ ان کے دغا و فریب میں نہ آئیں۔ کوئی وفد جو اہلِ سنّت کے سوا دوسرے افراد پر مشتمل ہو ہندوستان کے مسلمانوں کا نائب و قائم مقام نہیں ہے۔ اور اخباروں کی غوغا صرف چند وہابیوں کی آواز ہے۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمان وہابیوں کے مظالم سُن کر بے چین ہیں۔

اور اگر نجدی اس وقت اس طرح کے مظالم نہ کرتے تو یہی مسلمانانِ عالم ان کے تسلّط کو ارضِ پاک میں ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ ان سے نفرت و بیزاری کے لیے ان کی بد مذہبی اور ان کے باطل عقیدے کافی ہیں۔ اور یہ مظالم تو ان کے عقیدے ہی کی بنا پر ہیں۔ آج نہ کرتے تسلّط ہونے پر کرتے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے نجدیوں کے خلاف صدائیں اُٹھ رہی ہیں اور خود شریعت کا فتوے ان کو باغی اور بے دین قرار دیتا ہے۔ تو پھر کون مسلمان ہے جو ان کی تائید کر سکے اور کس کی بات شریعت کے قابلِ التفات ہو سکے۔ جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ کو مَیں تحریک کرتا ہوں کہ وہ اپنی پوری کوشش صَرف کر کے علمائے اہلِ سنّت کا ایک وفد عرب بھیجے۔ جو وہاں کے حالات کی تحقیق اور مجلس اسلامی کی شرکت کر کے احکامِ شرعی کا تحفظ کرے۔ ضرورت نے مضطرب کیا کہ میں نے جماعت مبارکہ سے ایسی تحریک کی۔ باوجودیکہ مجھے معلوم ہے کہ جماعت کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن میری طرح جو مسلمان بے چین ہوں، وہ دردِ ملت سے متاثر ہو کر جلد جماعت کے لیے کافی سرمایہ بہم پہنچائیں۔ تو جماعت وفد کا انتظام کر سکے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے اور جماعت یہ بار اُٹھانے کی ہمت کرے تو مَیں اپنی طرف سے پانچ سو روپے کی ناچیز رقم اس مقصد کے لیے پیش کروں گا۔"

"فقیر مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری عفی عنہ"

۲۰؍ربیع الآخر ۱۳۴۳ھ

[الفقیہ: ۱۴؍دسمبر ۱۹۲۴ء، ص۷، ۸، اخبار دبدبہ سکندری، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ء ص۵، ۶]

حضور مفتی اعظم ہند کے حکم کی تعمیل کی حامی بھرتے ہوئے اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ نے درج ذیل تحریر پیش کی:

"جماعت رضائے مصطفیٰ اپنے مخدوم پیشوا کے ارشاد کے سامنے سرِ نیاز خم کرنے کے سِوا اور کیا جواب رکھتی ہے۔ ہر اَمر میں مخدوم کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ خاص کر یہ معاملہ تو اس قدر اہم ہے کہ اس کے لیے جس طرح ہو سکے سعی میں دریغ نہیں کی جاسکتی۔ اگر مسلمانانِ ہند نے اس موقع پر اپنی زندگی اور بیداری کا ثبوت دیا تو ہم ضرور اپنے مخدوم

محترم سے اس تبرک کو حاصل کریں گے۔

عرض ضروری:...جملہ خط وکتابت وترسیلِ زر بنام سید ایوب علی صاحب رضوی، نائب ناظم صدر دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ ہونی چاہیے۔ ورنہ جماعت ذمہ دار نہیں۔ اور جماعت مبارکہ میں مصارفِ خیر کے مختلف شعبے ہیں۔ جو صاحب دستِ کرم دراز کریں۔ یہ تصریح فرمائیں کہ ان کی اِمدادی رقم کون سے مصرفِ خیر میں صَرف کی جائے۔ المشتہرین: اراکینِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ، صدر دفتر بریلی۔[الفقیہ:۱۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء، ص۸]

مولانا ظہور الحسن، رکن مجلس منتظمہ انجمن حنفیہ قصور کا مراسلہ

انجمن حنفیہ قصور کی رکن منتظمہ کے رکن مولانا ظہور الحسن صاحب نے اخبار الفقیہ کو ارسال کردہ درج ذیل مراسلہ کے ذریعہ حالات حجاز کا ذکر کرتے ہوئے سیاسی لیڈروں کی سیاسی چال بازیوں کی مذمت کی۔ اور سیاسی نجدی اخبارات ہند کی دوغلہ پالیسی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لوگوں کو الفقیہ جیسے اخبارات کی مدد کرنے کی اپیل بھی کی۔ ملاحظہ کریں:

”مکرمی محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ابن سعود نے جو جو مظالم طائف میں لُوٹ یا قتلِ عام کی شکل میں کیے، مساجد و مقابر کی جس طرح بے حرمتی کی اور ان کو منہدم کیا گیا۔ اس کی جماعت کا ”صلی اللہ علیك یا رسول اللہ“ کہنے کو کفر سمجھنا۔ حضرت شیخ سنیوسی جیسی ہستی کو فاتحہ خوانی کے سبب مشرک کہہ دینا۔ یہ سب حالات اغلباً آپ کو معلوم ہو چکے ہوں گے۔ پہلے تو نجدیوں کے حمایتی اشخاص و اخبارات ان مظالم کو تسلیم ہی نہ کرتے تھے۔ مگر جب یہ حالات آشکارا ہو گئے، اور پردہ داری کا زمانہ گذر گیا۔ تو ہمارے بھولے بھالے بھائیوں کو بہکانے کی نئی تجویز نکالی ہے کہ یہ مظالم وغیرہ ابن سعود کے ایما سے نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کی وحشی فوج کی جہالت کا نتیجہ ہیں۔ اور ابن سعود بذاتہٖ بڑا مدبر اور روادار واقع ہوا ہے۔ وغیرہ

مجھے تو افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر لوگوں کو غلط راہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ لوگ محمد بن عبد الوہاب کی کارگذاریوں اور مظالم کو بھول گئے ہیں۔ تاریخ

موجود ہے۔ ان کی اصولی کتاب ''کتاب التوحید'' وغیرہ سے ان کے عقائد اچھی طرح واضح ہیں۔ ہندوستانی وہابیوں کے خیالات کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ۲۲؍جولائی ۱۹۲۵ء جلسہ عام میں ابن سعود کے وفد نے صاف کہہ دیا تھا کہ ابن سعود کوئی نئی روش اختیار نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ اپنے جدِّ امجد محمد بن عبد الوہاب کے قدم بقدم چلے گا۔ پھر کس طرح کہا جاتا ہے کہ ان مظالم سے ابن سعود کو کچھ تعلق نہیں۔ اور نہ اس کی لاعلمی میں واقع ہوئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو کچھ مظالم و بے حرمتی کیں، اپنے عقائدِ فاسدہ کی بنا پر کیں۔

یہ ہماری اور خلافتی نمائندوں کی بے غیرتی کی بیّن دلیل ہے کہ ابن سعود کے مظالم اور انہدام مساجد و مقابر پر اظہارِ افسوس کرنے اور مدینہ طیبہ کے متعلق زبانی وعدہ کرنے پر ہماری تسلّی ہو جاتی ہے اور ہم ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اٹلی کا ایک آدمی افغانستان میں ایک افغانی سپاہی کے قتل کرنے کے جرم میں مار ڈالا جاتا ہے۔ اس پر اٹلی افغانستان سے تعلقات منقطع کر لیتا ہے۔ حالانکہ اٹلی کا یہ مطالبہ حق بجانب نہیں۔ اِدھر یہ حال ہے کہ ابن سعود کی فوج طائف شریف میں سیکڑوں آدمیوں کو بے گناہ شہید کر ڈالتی ہے اور شعائر اللہ مساجد و مقابر کی بے حرمتی کرتی ہے مگر ہمارے کان پر جُوں تک نہیں رینگتی۔

بہ بیں راہ از کجاست تا بکجا

ہمارے نام نہاد لیڈر اور اخبارات عوام کو گمراہ کرنے کے لیے دوسری یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ کیا ہندوستان ہی حنفیت وہابیت کے جھگڑے کے واسطے باقی رہ گیا ہے۔ اسلامی ممالک نے کیوں ابن سعود کے خلاف آواز نہ اُٹھائی۔ افسوس!

''دروغ گو را حافظہ نباشد''

کیا ان کو یاد نہیں رہا کہ ہندوستانیوں کے علاوہ اور کسی ملک سے حجاج آئے۔ کیا تمام اسلامی ممالک نے باوجود ابنِ سعود کے اعلانات کے طے نہ کر لیا تھا کہ حجاج اِمسال حج کے واسطے نہ جائیں۔ اور مَیں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی اسلامی ملک نے ابن سعود کی حمایت کی۔ یہ وقت ہے کہ ہندوستان کے علماء اہلِ سنّت و جماعت کا ایک جلسہ جلد از جلد منعقد کیا جائے اور حالات کے مطابق ایک رویہ طے کیا جائے۔ اگر اس وقت ہم خاموش رہے یا ہم نے ابن

سعود کی ذرا بھی حمایت کی۔ تو ابن سعود کے حمایت اشخاص و اخبارات اس کے گیت گا گا کر عوام کے دلوں پر اس کا سکّہ بٹھا دیں گے۔ اور عوام کی رائے کو اپنے ہم نوا کرلیں گے۔ یہ خیال کہ اسلامی ممالک کی مجلس میں ہم ابن سعود کی مخالفت کرلیں گے۔ فی الحال مخالفت نہ کی جائے۔ صحیح نہیں ۔ یاد رکھیے۔ پھر کامیابی محال ہے۔ اس وقت تک نجدیوں کے حمایتی اخبارات و اشخاص کا پروپیگنڈا کام کر چکا ہو گا۔ اور عام رائے ابنِ سعود کے حق میں ہو گی۔ وقت یہی ہے۔ لوگوں کے دل مجروح ہیں۔ اور عوام میں ابن سعود کی مخالفت کا جذبہ موجود ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ یہ جذبہ تازہ رہے۔ اور موتمر اسلامی کے وقت ہندوستان کی متفقہ آواز ابن سعود کے خلاف اُٹھانے میں آپ کامیاب ہو سکیں۔

افسوس کہ ہمارا کوئی معقول اور مقبول عام اخبار نہیں۔ اس طرف بھی اکابر قوم کو توجہ کرنی چاہیے۔ سرمایہ جمع کر کے اخبار نکالنا چاہیے جو ہمہ صفت موصوف ہو۔ یا موجودہ حنفی اخباروں کو ترقی دے کر اونچے معیار پر لانا چاہیے۔ جس سے ہماری تبلیغ عام ہو سکے۔ آج کل تبلیغ خیالات کا بڑا ذریعہ اخبار ہی ہے۔ فی الحال ہمیں اشتہارات سے کام لینا چاہیے۔ عام جلسے منعقد ہوں اور ان کی کارروائیاں اشتہارات کے ذریعے گاؤں گاؤں پہنچ جائیں۔

دعا ہے کہ خداوند جل جلالہٗ جلد از جلد جزیرۃ العرب کو ابن سعود کی خباثتوں سے پاک کر دے۔ اور حضرت شیخ سنوسی جیسی بزرگ ہستی کو حرمین شریفین کی خدمت پر مامور کر دے۔ آمین۔

براہِ کرم حالاتِ حاضرہ پر اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمادیں۔ تاکہ آپ کی رہ نمائی میں ہم بھی کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔" (احقر محمد ظہور الحسن، رکن مجلس منتظمہ انجمن حنفیہ قصور)

[الفقیہ: ۲۸/اگست ۱۹۲۵ء، ص ۹، ۱۰]

کھلی چٹھی بنام مدیر "سیاست"

اخبار سیاست میں شائع شدہ دو مضمون جن میں حالات حجاز کے حوالے سے غلط بیانیوں سے کام لیا گیا تھا۔ نجدی مظالم کو نظر انداز کر کے اس کے ساتھ نرم رویہ برتا گیا تھا۔

جس کے جواب میں مدیر سیاست کو درج ذیل خط بھیجا گیا۔ جسے الفقیہ نے شائع کیا۔ ملاحظہ کریں:

"مکرمی جناب مدیر صاحب سیاست... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار سیاست کی ۱۹۔۲۰/ اگست کی اشاعتوں میں دو ایڈیٹوریل مضمون شائع ہوئے ہیں۔ افسوس! جن میں غلط بیانیوں سے کام لیا گیا۔ اور حقائق پر پردہ پوشی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ابن سعود کی فوج کے مظالم اور مساجد و مقابر کا انہدام پسندیدہ فعل نہیں۔ مگر ابن سعود ایک روشن خیال اور روادار مسلمان ہیں۔ وہ فروعی اختلافات کو دوسرے نجدیوں کی طرح زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اور حنبلی مصلّے پر نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس نے ہندوستانی مطالبہ اور شکایت پر ایک اعلان شائع کر کے تلافی مافات اور مدینہ منورہ میں مزارات کے احترام کا وعدہ کر لیا ہے۔ کیا آپ کو عبد الوہاب اور اس کے بیٹے محمد کے مظالم و تباہیاں اور ان کی مساجد و مقابر کی بے حرمتی یاد نہیں رہی۔ اور کیا انہوں نے ترکوں سے بغاوت کر کے غریب مسلمانوں کو جور و ستم کا نشانہ بالکل اسی طرح نہ بنایا تھا، جس طرح ابن سعود نے کیا۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ طائف کے مظالم اور مساجد و مقابر کا انہدام و بے حرمتی ابن سعود کے ایماء سے نہیں ہوئے، صریح غلط بیانی ہے۔ ابنِ سعود کا وفد آل مسلم پارٹیز کانفرنس امرت سر کے موقع پر امرت سر، لاہور، قصور آیا تھا۔ انہوں نے قصور میں عام جلسے کے اندر صاف لفظوں میں کہا تھا کہ ابن سعود کوئی نئی روش اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے جدِ امجد محمد بن عبد الوہاب کے نقش قدم پر ہی چلیں گے۔ ان کا یہ مقولہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ ابن سعود کے مظالم اور انہدام مساجد و مقابر کے حالات نے محمد بن عبد الوہاب کے مظالم کو بھُلا دیا۔ غیر مقلد کہا کرتے تھے کہ محمد بن عبد الوہاب کے بیان کردہ مظالم غلط ہیں۔ اور وہ عقاید جن کو ہماری جماعت کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں۔ خدا تعالیٰ نے پھر دکھلا دیا۔ دراصل مکہ معظمہ پر ابن سعود کا قبضہ حنفیوں کے واسطے تنبیہ ہے۔ اب ہی ان کو سنبھلنا چاہیے۔ پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ یہ مظالم و بربادیاں ابنِ سعود کی لاعلمی میں

واقع ہوئیں۔ حالانکہ اس کے جدِ امجد کی یہی بعینہ روش تھی۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا، اپنے عقائدِ فاسدہ کی بنا پر کیا۔ جب کبھی ابن سعود کا ظلم بیان کیا جاتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اس کی وحشی فوج کا فعل ہے۔ آپ نجدیوں کے قاضی القضاۃ کے مندرجہ ذیل فعل کی کیا تاویل کریں گے۔ جب کہ اس نے مولد النبی کے قریب آکر غیر مؤدبانہ الفاظ میں پوچھا "وہ جگہ کہاں ہے، جہاں ایک عورت نے بچہ جنا تھا" اور پھر فتویٰ دیا کہ یہ جگہ ناپاک ہے اور اس جگہ پیشاب یاپاخانہ کرنا جائز ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ابن سعود نجدیوں کی طرح اختلافات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ خود حنبلی مصلّے پر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ہر مصلّے پر نماز پڑھتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ ان کے اہلِ سنّت و جماعت کے ساتھ اختلافات کو تو تسلیم کرتے ہیں مگر جب ابن سعود کا معاملہ پیش ہوتا ہے اس کو علاحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو ابن سعود کے حنبلی مصلّے پر نماز پڑھنے کا حال تو معلوم ہو گیا مگر افسوس! آپ کو یہ معلوم نہ ہوا یا معلوم ہونے پر یہ بیان کرنا مناسب نہ سمجھا کہ ابنِ سعود نے حنبلی مصلّے کے سابقہ خطیب و امام وغیرہ کو برطرف کر دیا تھا۔ اور اب اس جگہ نجدی امام مقرر ہے۔ اگر ان میں رواداری تھی تو سابقہ حنبلی امام کو برقرار رہنے دینا تھا۔ حج کے دنوں میں مسجد خیف میں حنفی امام جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ مگر ابن سعود مع چند آدمیوں کے آتے ہیں اور پہلی جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن سعود نے ہندوستانی نمائندوں کی شکایت اور مطالبہ پر عام اعلان شائع کر دیا کہ مظالم کی تلافی کر دی جائے گی۔ اور مدینہ منورہ میں مساجد و مقابر کی بے حرمتی نہ کی جائے گی۔... یہ ہماری اور خلافتی نمائندوں کی بے غیرتی ہے کہ ہماری اس اعلان سے تشفی ہو جاتی ہے۔ اٹلی افغانستان سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور آخر بے چارے افغانستان کو معافی مانگ کر تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔ اِدھر ہم بے حس ہیں کہ سینکڑوں آدمی بے گناہ ذبح کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ مگر ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

آپ لکھتے ہیں:

کیا حنفی ہندوستان میں ہی بسے ہیں۔ کیا ترکی، افغانستان، قفقاز، مصر، شام، سوڈان، عرب اور دنیا کے دوسرے حصوں میں حنفی نہیں ہیں۔ اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو جائے اس پر تعجب معلوم نہیں ہوتا مگر حیرت تو یہ ہے کہ جان بوجھ کر پردہ داری کی جاتی ہے۔ کیا مصر، ہندوستان کی نسبت حجاز سے بالکل قریب نہیں اور وہ حجاز کے حالات سے واقف نہ تھا۔ کیا ان کو رابغ وغیرہ بندرگاہوں کا علم نہ تھا۔ کیا مصر نے اِمسال حج کے سفر کی ممانعت نہ کر دی تھی؟ اور کیا اسی طرح ترکی، افغانستان، ایران وغیرہ نے حج کی ممانعت نہ کی تھی؟

اور کیا کوئی اس بات کی تردید کر سکتا ہے کہ سوائے بے غیرت ہندوستان کے اور کسی ملک سے حاجی نہیں آئے تھے۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ اس وقت تک کسی اسلامی ملک نے ابنِ سعود کی حمایت کی؟ ہرگز نہیں۔ اسلامی ملک کی ابنِ سعود سے مخالفت اظہر من الشمس ہے۔ انہوں نے اس مکمل طور پر مقاطع کیا ہوا ہے۔ اور اس خبیث کے وجود کے باعث ان کو امسال فریضہ حج سے محروم ہونا پڑا۔ اور خدا جانے انہوں نے اندرونی طور پر ابن سعود کو کتنی تنبیہ کی ہوگی۔

ہندوستان کی بدقسمتی ہے کہ لیڈر اور اخبارات حالات پر روشنی ڈالنے کی بجائے عوام کو بہکانا چاہتے ہیں۔ للہ رحم فرمادیں اور ایسی روش اختیار نہ کریں جس سے ابن سعود کے ہاتھ مضبوط ہوں۔ دعا کریں کہ خدائے تعالیٰ حضرت شیخ سنوسی یا کسی حامیِ اسلام کو جزیرۃ العرب کی خدمت سپرد کر دے۔ فقط۔ [**الفقیہ: ۲۸/ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۱۰، ۱۱**]

اہل مدینہ کا کرامت نامہ

مدینہ طیبہ سے کچھ لوگوں نے میاں محمد رفیع باڑی صاحب کے چچا کے نام ایک خط ارسال کیا۔ جس میں انہوں اہالیان مدینہ پر ہونے والے نجدی مظالم کی روح فرسا اجمالی داستان بیان کرتے ہوئے مسلمانان ہند سے مدد کی گہار کی۔ ملاحظہ کریں اخبار الفقیہ سے:

''ملک التجار جناب میاں محمد رفیع باڑی صاحب کے چچا کے نام حسب ذیل فریاد نامہ

مدینہ طیبہ سے موصول ہوا ہے۔ یہ سپریم کونسل یا جدہ کا تار نہیں ہے بلکہ خود اہل مدینہ منورہ نے ملکی ذرائع سے ارسال کیا ہے۔ اور دستخط کرنے والوں میں وہ معززین ہیں جن کو ہم میں سے اکثر جانتے ہیں۔ تار کے لفظ عربی اور حروف انگریزی میں ہیں جو کچھ پڑھا گیا وہ درج ذیل ہے۔

تار کا اردو کا ترجمہ

ہم آپ کے بھائی بزرگ ترین خطہائے زمین کے باشندے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ایک ماہ سے خارجی وہابیوں کے ہاتھوں محاصرہ میں ہیں۔ خوردونوش کے ذرائع مسدود ہیں۔ اور وہ ساعت قریب ہے کہ ہم سب شہدائے کربلا کی طرح بھوک و پیاس سے مر جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے مزارات گولیوں کے نشانے بنائے گئے۔ اور موذن کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اذان کے مقام سے اترنے پر مجبور ہوا۔ ان وہابیوں نے عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کو اسی طرح ڈھا دیا جس طرح طائف میں حضرت ابن عباس کے مزار کو ڈھا دیا تھا۔

اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ہم کو کہا جاتا ہے کہ ہم یقینی کافر ہیں۔ اور ہم حضرت حمزہ اور عبد القادر جیلانی کو پوجتے اور خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ اور چوں کہ اس حملہ سے وہابیوں کا مقصد اصلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر دست تعدی دراز کرنا اور جیران رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کو قتل کرنا ہے۔ اس لیے چاہیے ہم سب فنا ہو جائیں مگر مدینہ طیبہ کو ہم ان کے کسی بھی طرح حوالے نہیں کر سکتے۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں چاہتے کہ ہم مر جائیں۔ اور اس بے دین جماعت کے ہاتھ سے آثار مقدسہ اس وقت تک بے حرمت ہو جائیں جب تک ایک مسلمان بھی دنیا میں موجود ہے۔ اگر امکانی تعجیل و سرعت سے آج آپ نے ہماری مدد نہ کی ان مظالم سے مطلع ہونے کے بعد بھی تو کل خدائے بزرگ کو اس تغافل کا کیا جواب دیجئے گا؟

آپ کا فرض ہے کہ ہماری اعانت و امداد فرمایئے۔ اور ہمارے جان و مال بچایئے۔ اور دیگر حکومتوں کے سامنے ہمارے معاملہ کو پیش کیجئے۔ یہ نہ خیال کیجیے گا کہ یہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ہے بلکہ مسلم و کافر کی جنگ ہے۔ کیوں کہ وہابی تو باشندگان حرمین اور اپنے

سواد یگر مسلمین کی تکفیر کی وجہ سے خارج عن الاسلام ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ہماری تکفیریوں کرتے ہیں کہ کہتے ہیں لاالہ الا اللہ کے ساتھ جس نے محمد رسول اللہ ملایا اس نے شرک کیا۔ اور حکم دیا ہے کہ کلمہ یوں پڑھا جائے لاالہ الا اللہ مالك یوم الدین اور بس۔ اور یہ کہ جو شخص اس پر ایک حرف بڑھائے وہ مشرک وکافر ہے۔ اور بے حق و بے خوف یہ لوگ مسلمانوں کے اموال کو مباح اور ان کی عورتوں کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اپنی لونڈیاں بناتے ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وہ جماعت جو ان کا مقابلہ کر رہی ہے مسلم اور دین مصطفوی کی طرف سے مدافعت کرنے والی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر اس مدافعت کرنے والی جماعت کی امداد واعانت دامے، درمے، قدمے، سخنے فرض ہے۔

تو بڑھو خدا کی مغفرت کی طرف۔ الآیۃ۔ اور بر و تقوی پر مدد کرو۔ الآیۃ۔ اور اپنے بھائی کی مدد کرو۔ الحدیث۔ اور عنقریب آپ پر ہماری صداقت روشن ہو جائے گی۔ اگر آپ ان مظالم کو بھول گئے ہیں جو گزشتہ صدی میں اس گروہ کے آباواجداد کے ہاتھوں اہل حرمین پر ہوئے تھے۔ یہ لوگ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو ان کی زبان پر بلند آواز سے تھا کہ مشرک نجس ہیں۔ تو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ اور ان کی اس سے مراد اپنے سواد یگر مسلمین تھے۔ اور جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تھے تو ان کے رئیس نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ خدا کی قسم ہم تمہیں برباد کرنے کے بعد تمہارے بتوں کو برباد کر دیں گے۔ آپ پر واضح رہے کہ بتوں سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں۔ اور اس تشبیہ سے جو کفر گمراہی اور خدا ورسول سے جو بے شرمی ہے واضح ہے۔ اور اس میں ارباب دانش کے لیے عبرت ہے۔ ہم کو خوف ہے کہ ہماری آواز شاید آپ تک نہ پہنچے۔ اور اس حال بد کی آپ کو خبر نہ ہو جو ان دنوں ہمارا ہے۔ بہر حال ہم اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ اور وہی بندوں کے حالوں کو دیکھ رہا ہے۔ ہم ہیں تمام باشندگان مدینہ کے نمائندے۔

علی صالح المدنی۔ حسن عبدالجواد مدنی۔ محمود احمد۔ سعید احمد وغیرہ وغیرہ برادرزادگان مولانا حسین احمد (سیر کراچی) [الفقیہ: ۲۱ر ستمبر ۱۹۲۵ء، ص ۱۲]

مکہ مکرمہ سے حضرت مولانا نثار احمد صاحب کا خط

مولانا نثار احمد صاحب جب برائے حج مکہ معظمہ پہنچے تو آپ نے وہاں کے حالات کا بنظر خود جائزہ لے کر سید محمد عبد الحی صاحب کے نام درج ذیل خط ارسال کیا۔ جس میں آپ نے وہاں کے حالات کا اجمالی خاکہ بیان کیا۔ لکھتے ہیں:

"بھائی سید محمد عبد الحی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت سے جمعہ ۲۴/ شوال کو جدہ پہنچے۔ یکشنبہ کو بذریعہ موٹر مکہ داخل ہو گئی۔ جو شوق اور ولولہ لایا تھا یکسر مٹ گیا۔ واقعات سے باخبر ہو کر سوہان روح ہوا۔ فی حاجی جدہ میں ٹیکس دو مجیدی ہے۔ اور مکہ میں ٹیکس فی حاجی آٹھ روپیہ ہے۔ بیچارے معلم کو فی حاجی دو روپیہ مکہ میں ملے گا، اور کچھ کرایہ میں مل جائے گا۔ آج کل چاروں مصلوں پر نماز نہیں ہوتی۔ پہلے روز جمعہ خاص حنبلی مصلے پر اور تراویح بھی خاص اسی مصلے پر دوسرے مصلے پر چند نمازیں وہ بھی پیچھے حنبلی مصلے کے ہوتی ہیں۔ آثارِ قدیمہ مٹائے گئے ہیں۔ کسی معلم کے ساتھ حجاج زیارت کو نہیں جاسکتے۔ بطور خود وہ بھی اندھیری رات کو جاسکتے ہیں۔ مدینہ میں صرف تین روز رہنے کی اجازت ہے۔ اور روبقبلہ ہونا ضروری ہے۔

مزار پر انوار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہرگز منہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہاتھ باندھ کر صلاۃ و سلام ناجائز ہے۔ نداء توسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک ہے۔ جو کرے وہ مارا جاے۔ امام مالک بی بی حلیمہ عمارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات ڈہائے گئے۔ بقیہ بھی ڈھائے جاتے مگر پرسوں بذریعہ تار کے سلطان نے رکوادئے۔ یہ مختصر واقعات ہیں۔ تفصیلی حالات پھر عرض کیے جائیں گے۔ خود ابن سعود اور ذمہ دار عہدہ دار سگریٹ پیتے ہیں۔ چنگی المضاعف وصول کی جاتی ہے۔ مگر کسی اہل مکہ یا اہل مدینہ کو علانیہ بازار میں یا ہوٹلوں میں سگریٹ پینے کی اجازت نہیں ہے۔ چوتھے روز مدینہ جانے کا ارادہ ہے۔ آٹھ گنی کرایہ ہے فی شغذف۔ جس میں چار گنی حکومت کے لیے اور چار گنی اونٹوں والوں کو۔ تمام پرسان حال کو نام بنام سلام مسنون فرمائیں۔ والسلام۔ (نثار احمد غفرلہ)[**الفقیہ: سرورق، ۱۴/ جون ۱۹۲۶ء**]

حجاز سے مولانا محمد علی کا مکتوب

مولانا محمد علی صاحب جب حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں کے حالات کا از خود جائزہ لیا۔ نجدیوں کی دسیسہ کاریاں عروج پر تھیں۔ ظلم و ستم حد سے تجاوز کر چکے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت کی ساری حدیں پار ہو چکی تھیں۔ اہل حجاز ہی کیا بلکہ حجاج کے جان و مال عزت و آبرو بھی پامال کی جا رہی تھی۔ آپ نے اپنے بیٹیوں کے نام ایک طویل خط لکھا جس میں وہاں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا۔

اخبار الفقیہ میں آپ کے اس خط کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس مکتوب میں مولانا نے واقعات سے ثابت کیا ہے کہ نجدی وحشی ہیں۔ بہائم ہیں۔ وحوش سے بدتر ہیں۔ عقائد کی جنگ حجاز میں جاری ہے۔ ابن سعود بندوبست نہ کر سکا تب مصریوں نے محمل پر حملہ ہونے کی وجہ سے نجدیوں پر گولی چلائی۔ پنجابی وہابی ابن سعود کے مجاہد بننا چاہتے ہیں۔ مقبرے اور مآثر گرا دئے گئے ہیں۔ مذہبی آزادی موجود نہیں۔ حرم میں روشنی نہیں ہوتی۔ حجر اسود کا چومنا مشکل ہے۔
حاجیوں کو نجدیوں نے اونٹوں کے پاؤں تلے روند کر شہید کیا۔ موتمر سے مولانا مایوس ہیں۔ رشید رضا ابن سعود کے زر خرید غلام ہیں۔ اور مولانا محمد علی کی نظروں میں ابن سعود اس قابل بھی نہیں کہ اس کو جمہوریہ حجاز کا صدر بھی بنایا جائے۔" **[الفقیہ: ۲۸ر جولائی ۱۹۲۶ء ص ۳، ۴]**

مولانا محمد علی کا پورا خط من و عن بھی نقل ہے۔ ملاحظہ کریں:

"پیاری بچیو! خداوند کریم تم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ہم لوگ مع الغیر پرسوں مغرب کے وقت حج مناسک منی مزدلفہ اور عرفات میں ادا کر کے بیت اللہ کو واپس آ گئے۔ تمام مناسک حج ادا ہو گئے۔ خدا اس حج کو قبول فرمائے اور مبرور کرے۔ اور اسی کو مشکور اور گناہوں کو مغفور کرے۔

نجدیوں کے تغافل سے نقصانِ جان

اگر موقع ملا تو مفصل حالات لکھوں گا۔ گو بہ ظاہر امید کم ہے۔ اتنا لکھنا اس وقت

کافی ہوگا کہ بظاہر حکومت کوئی انتظام نہیں کرتی ۔سوائے ایک مذبح منی کے شہر کے ذرا باہر بنا دینے کے سارا حاجی خود ہی اپنا انتظام کرلیتا ہے اور ہو جاتا ہے ۔بے حد اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور بہت آسانی سے ہو سکتی ہے بشر طیکہ کوئی اصلاح کرنا چاہے۔ نہ معلوم ترکوں کے زمانہ میں اس سے بہتر انتظام ہوتا تھا یا نہیں؟ قیاس تو ہے کہ ضرور ہوتا ہو گا۔ گو بہت بہتر نہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کانگریس اور خلافت کے سالانہ جلسوں کا انتظام کرتے ہیں وہ مزدلفہ اور عرفات کا موجودہ حالت سے کہیں بہتر انتظام ایک ماہ کی کوشش سے کرتے ہیں۔ ہزاروں بلکہ قریب ایک لاکھ نجدی بدو نظر آتے تھے۔ جنہوں نے ساری دنیا کو اپنی بیہودگی اور گنوار پن اور جلد بازی اور اگر بے رحمی نہیں تو بے خیالی سے پریشان کر دیا تھا۔ اور بعض جانیں بھی اس طرح ضائع ہو گئیں۔ مگر حکومت کا ایک سپاہی یا پولیس والا کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ قربانی کے جانوروں کی لاشیں یا بعض حصے ہر طرف پڑے پھک رہے تھے۔ اور تعفن پیدا کر رہے تھے۔ مگر کوئی بظاہر اس کام پر مامور نہ تھا کہ اس کو روکے یا حکم عدولی پر سزا دلوائے۔ یا ان سے سڑی ہوئی لاشوں وغیرہ کو کہیں لے جا کر دفن کرادے۔ سلطان سے شکایت کیا کی جاتی خود ان کے خیمہ سے پچاس گز کے فاصلے پر گوشت پڑا ہوا سڑ رہا تھا۔ اور آنے جانے والوں میں سے جن میں بہت سے عمال حکومت تھے ایک کو بھی اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ سلطان کے خیمہ کے پاس سے تو اس گندگی کو دور کر دے۔

نجدی وحوش کی وحشت

ان نجدی وحوش کے باعث استلام یعنی حجر اسود کو چومنا، حج سے پہلے چھ سات دن اور بعد کو دو چار دن ناممکن تھا۔ حج کے بعد ایک دن سفیر افغانستان متعینہ انقرہ (ترکی) نے مجھ سے کہا کہ آج تو میں نے استلام کر ہی لیا۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ اور کس وقت موقع ملا؟ کہا بہت انتظار کیا کہ موقع سے آخر اکتا گیا اور بقہر افغانی استلام میں کامیاب ہوا۔ دونوں طرف دھکے دئے تب جا کر راستہ صاف پایا۔ جس وقت سید سلیمان ندوی اور میں منی سے طواف زیارت کے لیے آئے تھے اس وقت بیت اللہ میں اندھیرا تھا۔ صرف چاند کی روشنی

تھی۔ آدمی بھی کم تھے۔ اور مطاف میں دوڈھائی سو سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ بلکہ شاید ڈیڑھ سو ہی ہوں ۔ مگر اس پر بھی حجر اسود پر ہر وقت دس پندرہ نجدی ڈٹے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کا سر استلام کی کوشش میں اپنی گھبراہٹ اور جلد بازی سے پھوڑ رہے تھے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو ہی کہنی مارتے اور دھکے دیتے تھے۔ گندے میلے کپڑے پہنے ہوئے، پستہ قد، دونوں طرف گھونگھر والی زلفیں چھٹی ہوئیں ، گھبراتے ہوئے، جوجو کہتے ہوئے جھپٹے ہوئے چلے آتے ہیں۔ نہ مرد نہ عورت بے ہاتھ سے دھکیلے یا کہنی مارتے ہوئے کوئی نہیں جاتا۔ اوراس میں اپنے پرائے میں سب شامل ہیں۔

جب حجر اسود پر پہنچ گئے تو سر اور منہ حجر اسود سے ہٹانا نہیں جانتے۔ سپاہی اوپر سے بید مارتے ہیں مگر پرواہ نہیں۔ سپاہی یعنی پولیس والے بھی انہیں میں سے ہیں۔ پہلے تو ان کی بہت رعایت کرتے تھے اور بید صرف ہندوستانیوں اور مصریوں کے لیے وقف تھے۔ مگر میں نے کہا کہ ان کی کیوں رعایت کرتے ہو جو سب سے زیادہ اس سے مستحق ہیں۔ اور خود بھی انہوں نے دیکھا کہ حقیقتاً اب تو ان کے سوا کوئی استلام کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتا۔ اوراگر ان کو نہ مارا جائے تو پھر ان میں کون سارہ گیا ہے جس کو مارا جائے۔ ہندوستانی تو پہلے ہی مصری عورتوں نے بھی سمجھ لیا کہ ہر فرعونے راموسیٰ اور ہر مرد اور عورت سب استلام چھوڑ بیٹھے۔ تو پھر سپاہیوں نے انہیں بیہودوں پر بید برسانے شروع کر دئے۔

نجدیوں کے باعث زمزم شریف نہیں ملتا

زمزم شریف کا چھوٹا سا کمرہ ہے۔ کنوئیں کی من اونچی ہے۔ اس پر چڑھ کر زمزم والے ڈول بھر بھر کر نکالتے ہیں۔ اور زمزم کی صراحی لے کر پھیری لگانے والوں اور زائرین کو دیتے ہیں۔ زائرین کے لیے کنوئیں کے اردگرد مشکل سے تین تین فٹ جگہ ہے۔ پندرہ بیس آدمی سے زیادہ مشکل ہی سے اندر آسکتے ہیں۔ مصری عورتیں خوب لحیم شحیم ہوتی ہیں اور بالکل بے نقاب و بے حجاب (بلکہ ایک حد تک بے حیا بھی) انہیں کے آجانے کے بعد زمزم کا کمرہ کھچا کھچ بھر جاتا تھا۔ مگر غط غط اور دخنہ شریف اپنی سخت پردہ کرنے والی

عورتوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے تو زمزم کے کمرہ میں جانا اور اگر کوئی چلا گیا تو باہر نکلنا (دروازہ صرف ایک ہے) ناممکن ہو گیا۔ مگر واہ رے گھبراہٹ زمزم کے ڈول نکالنے والوں سے زبردستی ڈول چھین لیے۔ اور کچھ مارپیٹ ہوئی۔ تنگ آکر وہ لوگ چھوڑ کر چل دیئے۔ اور پھر زمزم کے کمرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حج سے تین دن پہلے سے زمزم بالکل بند تھا۔ رات کو شاید کسی وقت زمزم تقسیم کرنے والے حقیقتاً بیچنے والے اس لیے کہ صرف قرش کی توقع پر دیتے ہیں اور غریبوں کو تو پیاس بجھانا بس ناممکن ہو جاتا ہے، آکر بھر لیتے تھے۔ یا کسی کنوئیں کا کھاری پانی لاکر زمزم کے نام سے بیچا کرتے تھے۔ یہ مصیبت تو حج سے پہلے کی تھی۔ اور بیت اللہ شریف کے اندر طواف استلام اور زمزم یا باہر مسعی میں سفر کرنے تک محدود تھی۔ اور وہ بھی پیدل ہوتے تھے اور اور لوگ بھی ہم اسی کو قیامت صغری سمجھتے تھے۔

نجدیوں نے قیامت صغری دکھادی

۷ر کو اور اکثر ۸ر ذی الحجہ کو منی کی طرف کوچ ہوا۔ ہم لوگ تو بے ڈول شغد فوں اور ہم سے کم پیسہ رکھنے والے لوگ شغد فوں سے ہلکی مگر اونٹ کے کوہان پر رکھی ہونے کے سبب سے اور بھی ڈانواڈول ٹوکروں پر سوار تھے۔ اور غط غط اور وخنہ ہلکے پھلکے تیز رو اونٹنیوں کو بے تحاشا بھگاے ہوئے لیے جاتے تھے۔ اور کہیں اس شغدف سے دھکا لڑتے ہیں۔ اور کہیں اس ٹوکری سے تو ہمیں معلوم ہوا کہ قیامت صغریٰ وہ نہ تھی یہ ہے۔ اور پل صراط کی گھبراہٹ کا اسی دنیا میں اندازہ ہونے لگا۔ مگر جب عرفات اور مزدلفہ سے واپس آکر شیطانوں کے کنکریاں مارنے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ ہم نے اب بھی غلطی کی تھی۔ قیامت صغریٰ منی عرفات اور مزدلفہ کے راستہ میں نہ تھی بلکہ منی کے دورانِ قیام کے زمانہ میں ہے۔ اس لیے کہ اب تو مضمون یہ تھا کہ ہم پاپیادہ تھے اور غط غط اور وخنہ اونٹوں پر تھے۔ اور جب اونٹ سر پر آجاتا تھا تو طریگ طریگ فرما کر قضائے مبرم کی آمد کی خبر وہ پیادوں کو پہنچاتے تھے۔ بظاہر حافظ شیرازی نے یہ شعر منی ہی میں گھبرا کر لکھا تھا کہ ؎

تو دستگیر شوا اے پیرِ پے خجستہ کہ من	پیادہ می روم و ہمرہاں سوارانند

مگر یہاں کوئی پیر پے خجستہ نہ تھا۔ ہر طرف غط غط اور دخنہ اونٹوں پے سوار تھے۔ مرد اور عورت سب بے تحاشا اونٹ بھگائے ہوئے لا رہے تھے۔ منی کی سڑک خاصی چوڑی ہے مگر اسی پر تینوں شیطان ہیں۔ اور پیادہ پا مردوں اور عورتوں کا بیچ سڑک میں کھڑے ہو کر کنکر مارنا اور دعائیں مانگنا دراں حالیکہ ہر طرف سے یہ اخوان الشیاطین سانڈنیوں کو بھگائے لاتے ہوں اور اونٹوں پر ہی سے یا عین شیطان کے پاس اونٹ لا کر اس پر کود کے کنکریاں مارتے ہوں ایسی ہمت کا کام تھا، کہ اس کے مقابلہ میں وکٹوریہ کراس پالینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

اونٹ نجدیوں سے بہتر ہیں

بہنو مرتے مرتے بچیں۔ شوکت صاحب کے ساتھ تھیں کہ ایک نجدی اونٹ سر پر پہنچ گیا۔ گردن بہنو کی سر پر تھی اگلی ٹانگیں ان کی پیٹھ پر ٹکرائیں۔ اور شوکت صاحب نے اونٹ کو پچھلا اور حقیقتا یہاں کا اونٹ ان اشرف المخلوقات انسانوں سے کہیں زیادہ شائستہ اور شریف ہے۔ اس لیے کہ وہ رک گیا اور گردن دوسری طرف موڑلی۔ ورنہ سانڈنی سوار پیام اجل پہنچا ہی گیا تھا۔ میں نے انگریزی میں ایک مقولہ پڑھا تھا جس کا کسی نے اردو میں خوب صاف ترجمہ کیا تھا کہ ؎

اے شتر تو ہے حلیم و خوش خصال
تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

اسی امید پر میں نے چھتری کھول لی تھی۔ اور جب قضائے مبرم کی طرح طریگ طریگ کہتا ہوا کوئی غط غط سر پر آ پہنچا تھا تو چھتری اونٹ کی جانب پھیر دیتا تھا۔ تو وہ بھلا جانور (بھلامانس کہنا زیادہ موزوں ہے) دوسری طرف رخ کر لیتا تھا۔ ان اونٹوں سے بچنے کے لیے جب آخری اور سب سے بڑے شیطان کے کنکریاں مارنے کے لیے ہم جا رہے تھے، میں تمہاری بی کو سڑک کے ایک طرف کچھ ابھرے ہوئے پتھروں پر چڑھا کر لیے جا رہا تھا، مگر وہاں تک بھی اونٹوں کی پہنچ تھی۔ اور اگر اونٹ اس طرف زیادہ نہ آتے تھے تو پیادہ پا نجدی

اور نجد میں اونٹوں سے کچھ ہی کم تیز رو جھنڈ کے جھنڈ ٹوٹے پڑتے تھے۔ اس گھبراہٹ میں تمہاری بی کا پیر ایک پتھر پر پھسلا اس لیے کہ پیر پڑتے ہی پھر ریت میں گڑ۔۔ گیا فوراً موچ آگئی۔ حقیقتاً موت کا پیغام آگیا تھا۔ اس لیے کہ روکنا ناممکن تھا پیچھے سے ریلا آرہا تھا کہ مجھے بھی خوف ہوا کہ اگر موچ کھایا ہوا پیر ٹھنڈا پڑ گیا تو اس اونٹ اور غط غط دوڑ میں میں کس طرح اتنی بھاری عورت کو لاد کر لے چلوں گا۔ لطف یہ کہ مکان سڑک کے دوسری طرف تھا۔ اور علاوہ غط غط اور روخنہ کے اونٹوں کے اب اور حاجی بھی مکہ مکرمہ کو واپس جا رہے تھے۔ ان کے شغدفوں کے قافلے بھی تھے اور قطار کی قطار ایک سلسلہ میں بندھی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کا راستہ کاٹ کر صرف اسی طرح جایا جا سکتا ہے کہ کوئی اس سلسلہ کی رسی کو جو حقیقتاً ایک اونٹ کی نکیل ہوتی ہے اور اس سے آگے والے اونٹ کی دم میں بندھی ہوتی ہے اٹھا کر جلدی سے اس کے نیچے سے اس طرح نکل جائے، کہ چلتے ہوئے قافلہ کا راستہ کھوٹا نہ ہو۔ اور اونٹ بھی ذرا توقف نہ کرے۔ ایک بھاری عورت کو جس کا پاؤں موچ کھا گیا ہو غط غط اور اونٹوں سے نکال بھی لیا تو قافلوں کی قطاروں میں سے ایسی پھرتی کے ساتھ نکال لے جانا ناممکن تھا۔ مگر خدا نے خیر کی میں نے اصرار کیا کہ رکو مت چلی چلو۔ جوتے میں پھر پیر ڈالا اور بڑی ہمت کر کے مگر درد سے بیتاب اور اونچی آواز سے کراہتی ہوئی چلیں۔ تو موچ جاتی رہی۔ اور اس کو تکلیف بہت کچھ رہی مگر ورم برائے نام ہی ہوا۔ بڑے شیطان کے پاس (یعنی جمرہ عقبہ) پر پہنچے تو سخت ہجوم تھا۔ پہنچنے کو تو پہنچ گئے مگر شیطان کے کنکریاں کس طرح ماریں جب کہ اخوان الشیاطین اونٹوں پر چڑھے ہوئے سر پر سوار ہوں۔ اور ہر وقت جان جانے کا خوف ہو۔

ابن سعود کے بیٹے کی بے بسی

ہم اسی کشمکش میں تھے کہ میری کھلی ہوئی چھتری کا ایک گھوڑی کے پیٹ سے تصادم ہوا اور دو کمانیں مڑ گئیں۔ اور ایک بالکل ٹوٹ گئی۔ مڑ کر دیکھا کہ کیا ہوا اور کون ہے تو سلطان کے چھوٹے بیٹے (فاتح مدینہ منورہ) امیر محمد ہیں۔ شوکت نے ان کو غطغطوں اور دخنوں

کا اژدحام ۔۔ گھبراہٹ اوران کے اونٹ دکھاد کھا کر کہا کہ یاامیر محمد ماھٰذا یہ کیا ہے؟ تو اس نے غالباً ارادہ کیا کہ اس بد تمیزی کو روکے مگر اسے فوراً ہی یقین ہو گیا کہ اس کو خدا ہی روک سکتا ہے۔ یہ کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے یہ نظر ڈال کر خاموش ہو گیا۔ اور خود کنکریاں پھینک کر پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

نجدی کہتے ہیں کہ مقابر و مآثر، گندگی ہیں

دوسری ہی ملاقات میں خود سلطان نے ہم سے کہا تھا کہ میں تو یہی چاہتا تھا کہ مدینہ منورہ کے مقابر و مآثر کا ہدم مؤتمر سے پوچھ کر کیا جائے۔ مگر چار ہزار نجدی فوج والوں نے مجھے نجد سے لکھ کر بھیجا کہ تم تطہیر حرمین کے لیے گئے تھے۔ اوراب تک تم نے اس گندگی کو برقرار رکھا ہے۔ اگر تم اس کو دور نہیں کر سکتے تو ہم آکر اسے دور کر دیں گے۔

اس لیے میں نے خود ہی دور کر دیا۔ تا کہ ان کے دور نہ کرنے سے جو فتنہ برپا ہو تا وہ برپا نہ ہو گا۔ اور آسانی سے اور بلا کسی فتنہ کے مدہم ہو گیا۔ (ایک خبر ملی ہے کہ حبیب الرحمن خان شیروانی صدر یار جنگ حیدر آباد کو اطلاع ہوئی ہے کہ سلطان عبد العزیز کے بھائی میں اوران میں چھڑی ہوئی ہے۔ اور عبد اللہ نے یعنی سلطان کے بھائی نے نجدیوں کو ابھارا کہ دیکھو یہ شخص اب بدعتی ہو گیا ہے۔ مدینہ منورہ کے مقابر و مآثر کو نہیں توڑ تا۔ اس لیے سلطان نے جلدی کی) میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ حقیقت کیا ہے؟ کیا حقیقتاً جن نجدی وحوش کو انہوں نے صرف یہی تعلیم دی ہے کہ باقی اور تمام مسلمان کافر اور مشرک ہیں اور قبر پرست اوران کا مارنا جہاد ہے۔ وہ اب خود ان کے قابو کے نہیں ہیں؟ یا یہ صرف ایک ڈھونگ اور بہانہ ہے؟ اور نجدیوں کے تعصب و جہالت اور اشتداد کی آڑ میں سلطان اور مشائخ اپنی دلی خواہشات پوری کر رہے ہیں۔

نجدی ابن سعود کے بس کے نہیں

ایک موقع اس کے جانچنے کا ابھی ملا تھا۔ یعنی جس دن لوگ مناجح سے پہلے پہنچے۔ یعنی ۸/ذی الحجہ کو۔ تو مصری محمل جس کے ساتھ نیا غلاف مصر سے آتا ہے اور جس میں

۵۰ ہزار گنیاں خیرات کے لیے ہوتی ہیں اور جس کے محافظ ۴ سو فوج مصری ہوتی ہے اس پر بگل بجنے کے وقت (یہ موسیقی کو ناجائز سمجھتے ہیں اور مصر سے شیخ الازہر کا فتوی بھی بینڈ کے خلاف لے کر بینڈ کو جدہ ہی میں چھڑا دیا تھا) نجدیوں نے پتھر برسائے۔ اور محمل کو صنم کہہ کر مصری پاشا کو جو فوج کے بڑے جلیل القدر افسر ہیں اور امیر الحج ہیں برا بھلا کہا۔ اس پر (خود پاشا کا بیان ہے جو ہمارے بغیر پوچھے ہوئے انہوں نے ہمیں دیا) پاشا نے ان بیس پچیس نجدی افسروں سے جو محمل کے ساتھ تھے کہا کہ اس کو روکو وہ نہ روک سکے تو سلطان کو اطلاع کرائی گئی۔ پہلے سلطان کا ایک بیٹا آیا اور اس نے روکنا چاہا مگر نجدی باز نہ آئے۔ تب سلطان کا بھائی آیا اور وہ بھی ناکام رہا۔ پھر خود سلطان آئے اور وہ بھی ناکام رہے۔ تب (بقول مصری پاشا کے) پاشا نے کہا تم سے انتظام نہ ہو سکا۔ اب میں انتظام کرتا ہوں۔ جس پر سلطان راضی ہو گیا۔

ابن سعود کو پاشا کا دندان شکن جواب

پاشا نے پہلے ہوا میں گولی چلائی، مگر نجدی تب بھی باز نہ آئے۔ دو مصری سپاہی اور ایک افسر زخمی ہوئے۔ پاشا نے ایک منٹ تک فیر کرنے کا محمل کے ارد گرد کے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس سے بیس نجدی مارے گئے۔ اونٹ بہت ضائع ہوئے۔ اور سنا ہے کہ کچھ اور حاجی بھی مارے گئے۔ مگر یہ اس وجہ سے کہ رات کا وقت تھا اور بلا ارادہ گولی نجدیوں کے علاوہ اوروں کے بھی لگ گئی۔ مرے ہوئے اونٹ حج کو خود ہم نے بھی مزدلفہ عرفات جاتے وقت دیکھے۔ پاشا نے کہا کہ سلطان نے اس وقت تو رضامندی ظاہر کی تھی کہ میں اپنا خود انتظام کروں۔ مگر بعد کو ایک خط لکھ بھیجا کہ تم نے نہتوں پر حملہ کیا ہے، اور نماز پڑھتے ہوئے حاجیوں کو بھی تم نے پیام موت پہنچا دیا۔ اس پر پاشا نے لکھایا کہا کہ گولی مفسدوں پر چلائی گئی۔ مگر گولی بندوق سے نکل کر یہ نہیں پوچھتی کہ تو نجدی ہے یا کہیں کا حاجی تو فساد کرتا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے۔

خبریں چھپانے کی کوشش

ابن سعود کے طرفدار لوگوں نے پہلے تو اس کی کوشش کی کہ بالکل چھپا دیں، کہ کوئی مرا بھی ہے یا نہیں۔ بلکہ ایک بھوپالی اہل حدیث نے جن کا ٹونک سے بھی تعلق ہے۔ خود سلیمان ندوی اور مجھ سے بیت اللہ میں ۱۰/ ذی الحجہ کو کہا کہ انہیں سلطان سے فقط دو واسطوں سے اطلاع ملی ہے کہ نجدیوں نے منا جیسے مقدس مقام میں سگریٹ پینے سے ایک مصری سپاہی کو روکا تو اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً پستول سے فیر کرکے اس نجدی کو مار ڈالا۔ اور پھر ساری فوج نے فیر کرنا شروع کر دیا۔ اس سے ۲۱/ نجدی شہید ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے علما کے پاس جا کر فتویٰ طلب کیا کہ اس حالت میں کیا کیا جائے؟ اس عرصہ میں سلطان خود آ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تم میرے خاندان کے ۲۱ آدمی مار ڈالو (بعض نے کہا کہ خود چھاتی کھول دی کہ مجھے مار ڈالو) مگر ان مصریوں سے کچھ نہ کہو۔ اس کی لغو داستان پر ذرا بھی یقین نہ آیا تھا۔ مگر اس سے تو یہ ضرور پتہ لگا کہ طرفداران حکومت لوگوں کو کیا باور کرانا چاہتے ہیں۔ سلطان سے ہم ملے تھے مگر انہوں نے مطلق اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور ہم نے بھی اس حالت میں پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

نجدیوں کی انتقام پسندی

ایک خبر یہ بھی اڑی تھی کہ عرفات سے مزدلفہ کو واپسی کے وقت کچھ نجدی انتقام لینے کے لیے گھات میں راستہ کے دونوں طرف بیٹھے تھے۔ مگر پاشا کو معلوم ہو گیا تو وہ راستہ کاٹ کر محمل اور فوج کو دوسری طرف پہاڑ کی اوٹ میں نکال لے گئے۔ اور جب وہ اپنے پڑاؤ پر پہنچ گئے تب کہیں نجدیوں کو اپنی ناکامی کا علم ہوا۔ مگر یہ خبر تصدیق شدہ نہیں ہے۔ اور مجھے یقین نہیں آتا۔ البتہ نجدی اس دن سے بہت مغموم اور چپ چاپ ہیں۔ اور مصری خوش ہیں۔ اگر کسی نجدی کا دھکا لگ جاتا ہے تو مرد تو مرد مصری عورت تک بھی نجدی کے گھونسا لگا بیٹھتی ہے۔ چنانچہ بی نے خود دیکھا کہ نجدی دھکا دینے والے کے مصری عورت نے گھونسا رسید کیا۔ اس پر نجدی تو چپ ہو گیا مگر اس کی بیوی نے زمین میں لات مار کچھ دھول

اور کنکریاں مصری عورت پر اڑائیں۔

پنجابی وہابی مجاہد بنتے ہیں

مزے کی بات یہ ہوئی (راوی خود ایک پنجابی صاحب ہیں) کہ رات کو جب گولی چلی تو پنجاب کے اہل حدیث میں بہت کھلبلی پڑی۔ اور عورتوں میں تو کہرام مچ گیا۔ اور سب نے سمجھا کہ جان کے لالے پڑ گئے ہیں ۔ مگر جب اعلان امن ہو گیا تو پنجابی اہل حدیث مرد حضرات نے طے کیا کہ سلطان سے کہا جائے کہ ہم کو بھی اپنی مجاہد فوج میں سمجھئے۔ ہم بھی جہاد کریں گے۔

نجدیوں نے پانی روک دیا

حج کے زمانہ میں پانی منا، مزدلفہ اوعرفات سب جگہ بافراط ملا۔ مگر مکہ والوں کے لیے نہر زبیدہ بند تھی۔ افسوس اس کا ہے کہ حج کے بعد بھی کئی دن بند رہی۔ اور اہل مکہ اور حاجیوں کو واپسی پر سخت تکلیف رہی۔ حالانکہ نجدیوں کے اونٹوں تک نے سیر ہو کر شہر کے آخری حصہ میں جہاں سلطان کا مکان ہے اور جہاں جنت المعلیٰ کے کھنڈر ہیں نہر زبیدہ کا پانی پیا۔ سنا ہے کہ نجدیوں نے کئی ریتے کے بورے ڈال کر پانی کو وہیں روک لیا تھا۔ شہر میں کنوؤں پر ہجوم تھا۔ اور میلا مٹی ملا ہوا پانی لوگوں کو استعمال کرنا پڑا۔ ڈاکٹر کا بیان ہے کچھ جانوروں کی لاشیں بھی نہر زبیدہ میں گر پڑی تھیں۔ اور پانی بگڑ گیا تھا۔ اس کو ڈاکٹری اصول کے موافق صاف کرایا گیا۔ لیکن عام طور پر یقین کیا گیا ہے کہ ریتے کے بورے نہر میں تھے۔ اور یہ اتفاقیہ نہیں گر سکتے تھے بلکہ جان بوجھ کر ڈالے گئے۔ اور ان کا اسی جگہ پایا جانا جہاں نجدی اور ان کے اونٹ ٹھہرے ہوئے ہوں بے سبب نہیں ہو سکتا۔

نجدی بہائم کی حرکات

مسعی کی حالت بیان کرنا میں بھول گیا۔ جس شب کو یعنی ۱۰ ذی الحجہ کے بعد مغرب ہم نے سعی کی۔ تو یہی نہیں کہ عین اس جگہ جہاں میلین کے درمیان دوڑنا مردوں کے لیے لازم ہے۔ ایک حصہ میں حسب معمول نجدی اونٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ بلکہ معمول کے خلاف

مسقف بازار میں جو صفا و مروہ کے درمیان واقع ہے دو تہائی سے زیادہ چوڑائی اونٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور بعض نجدی اونٹوں پر سعی کررہے تھے۔ اور بعض اونٹ چھوٹی ہوئی جگہ میں بھی اس بیہودگی کے ساتھ بٹھادیئے گئے تھے کہ بجائے صفاومروہ کی طرف منہ ہونے کے کہ تھوڑی جگہ گھرتی اونٹوں کا منہ کعبۃ اللہ کے دروازہ کی طرف تھا۔ اوربچی کھچی جگہ بھی اس طرح گھرگئی تھی مشکل سے دوآدمی ایک ساتھ نکل سکتے تھے۔ اس پر بھی شغدفوں کے قافلہ کی طرح جس میں اونٹوں کی ایک قطاردم اور نکیل باندھنے سے مستطیل ہوجاتی ہے نجدی ایک دوسرے کاہاتھ اور کپڑا پکڑے ہوئے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے سعی کررہے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اونٹ صرف ایک کے پیچھے ایک ہوتا ہے۔ اور یہ بہائم دودواور تین تین ایک صف میں ہوتے تھے۔ لطف یہ کہ میلین کے درمیان جہاں دوڑنالازم تھا بعض معمولی چال سے چلتے تھے۔ اور جگہ جہاں معمولی چال سے مگر تیز چلنے کا حکم ہے سرپٹ دوڑے چلے جاتے تھے۔ سارے پولیس والے اور ساری نجدی فوج میں سے ایک شخص بھی اس بیہودگی کو روکنے کے لیے آج تک کہیں نظر نہیں پڑا۔ نہ سارے منایامزدلفہ میں یاعرفات میں کوئی نظر آیا۔ گو راستہ میں ایک جگہ شاید چوکی تو نظر پڑی تھی۔ اورضرور ہے کہ پولیس والے اور جگہ بھی ہوں۔

ابن سعود کا حج

البتہ ایک بار سلطان کو سعی کرتے دیکھا۔ احرام باندھے تھے ان کے ساتھ ساتھ احرام باندھے بندوق لگائے اور کارتوس کی پٹی باندھے فوج کا گارڈان کے دونوں طرف تھا۔ اور سعی کر رہا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ آگے آگے اور دونوں طرف اور خدام بھی تھے (پولیس والے یاکوئی اور) جو بید سے راستہ صاف کرتے جاتے تھے۔ ایک طرف راستہ چلتا تھاوہاں لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے ان کی ٹانگوں پر بید پڑتے تھے۔ یاقریب سے بید نکل جاتے تھے تووہ راستہ سے ہٹ جاتے تھے۔ بعض کے دھکے بھی پڑرہے تھے۔ ۱۳/ ذی الحجہ کوسلطان اوراس کے ضعیف باپ نے طواف زیارت کیا۔ تواسی طرح بیدوں سے اوردھکوں

سے مطاف اور استلام کی جگہ صاف کی گئی۔ خیر اس وقت طواف تو جاری رہا۔ گو استلام ناممکن تھا۔ اور وہ تو یوں بھی نجدیوں نے ناممکن کر دیا تھا۔ مگر اس سے پہلے شعیب صاحب نے دیکھا تھا تو سلطان اور ان کے لڑکے کے طوافوں کے وقت اور لوگوں کا طواف بالکل بند کر دیا گیا۔

موتمر میں مفید تجاویز کا حشر

اسی سے متاثر ہو کر شعیب صاحب نے موتمر میں تجویز پیش کی تھی کہ مطاف اور مسعی ہر مسلمان کے لیے ہر وقت کھلے رہیں۔ اور کسی کا اختیار نہ ہو کہ ان کو عام مسلمانوں کے لیے کسی وقت بھی بند کر سکے۔ جب یہ تجویز سبجیکٹ کمیٹی میں پیش ہوئی تو سب حکومت کے طرفداروں نے جس میں ابھی آئے ہوئے ترک اور افغان بھی شامل ہو گئے ہیں۔ رائے دی کہ اس کو شعیب واپس لے لیں ۔ بعد کو اس پر فیصلہ ہوا کہ صدر اس تجویز کو سلطان کو دکھلا دیں۔ ایک رکن حکومت (سرکاری نوکر) نے جن کا نام یوسف یس ہے جو حکومت کے اخبار ام القری کو نکالتے ہیں، یہ بھی کہا کہ شعیب نے اس کو بغض اور کینہ کی وجہ سے پیش کیا ہے۔ اس پر میں نے سخت احتجاج کیا۔

موتمر کی کارگزاری

تم سب پوچھوگے کہ مؤتمر کیا کرتی ہے؟ اس وقت تک صرف قانون اساسی منظور ہوا ہے۔ اور چند اور تجاویز۔ قانون اساسی میں اصلی چیزیں یہ ہیں۔ دنیا کو ۲۴/ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو عام طور پر ایک آواز مؤتمر میں ملے گی۔ مگر مستقل آزاد حکومتوں کو دو دو آوازیں ملیں گی۔ اور حجاز کو ۳ چین کو ۳ جاوا وغیرہ کو ۳، روس کو ۲ اور ہندوستان کو ۴۔

انتظامی کمیٹی

ایک انتظامی کمیٹی قائم ہوگی جس میں ۶ رکن اور ایک جنرل سیکریٹری تنخواہ دار ہوں گے۔ اور یہیں سال بھر تک رہا کریں گے۔ مختلف ممالک سے ان کا انتخاب کیا جائے گا۔ مختلف شعبہ مختلف ارکان کے سپرد ہوں گے۔ مثلاً صحت عامہ ایک کے پاس، راستوں میں

درستی ایک کے پاس۔ نہر زبیدہ ایک کے پاس، اوقاف کی دیکھ بھال ایک کے پاس، ریل تیاری ایک کے پاس، حج کے انتظامات ایک کے پاس وغیرہ وغیرہ۔ جو تحریکیں منظور ہوئیں ہیں ان کی تنقید اسی جماعت کے سپرد ہو گی۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہاں رہنے کے لیے کون تیار ہوتا ہے۔ اور اگر ہندوستان کا کوئی آدمی تیار بھی ہوا تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ اس کا انتخاب بھی کریں گے یا نہیں۔ مجھے سخت خوف ہے کہ حکومت کو ۶ یا ۷ تنخواہدار ملازم اور مل جائیں گے۔

ابن سعود چندہ کا طالب ہے

شہروں کی صفائی اور حفظان صحت کے متعلق ایک تجویز منظور ہوئی اس پر شوکت صاحب نے توجہ دلائی کہ حرم شریف کے پاس اول تو پاخانے پیشاب کے لیے جگہیں بہت ہی کم ہیں۔ دوسرے جو ہیں وہ نہایت خراب حالت میں۔ اور عورتوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ کام تو حکومت بلا اعانت غیرے بھی کر سکتی ہے۔ تھوڑی توجہ درکار ہے۔ اب حکومت توقع کرتی ہے کہ لوگ چندہ دیں گے۔ مگر جب تک حکومت کچھ کر کے نہ دکھائے لوگ مطمئن نہ ہوں گے۔ اور چندہ نہ ملے گا۔

موٹروں کی دقت

موٹریں صرف سلطان اور ان کے عزیزوں کے لیے ہیں۔ عرفات کو تو موٹریں نہیں گئیں۔ مگر منیٰ تک دو موٹریں آئی تھیں۔ اونٹوں کی وجہ سے نہیں گئیں۔ اس لیے کہ اونٹ اس شیطانی سواری کی آواز سے بہت سراسیمہ اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ تک موٹر نہیں جاتی۔ صرف ایک بار ہمارے آنے سے بہت پہلے گئی تھی۔ جہاں راستہ بہت تنگ تھا وہاں کسی قدر چوڑا کر دیا گیا تھا۔ مگر سنا ہے کہ اونٹوں کو موٹر کو اونچائی پر کھینچنا پڑا تھا۔ بہر حال مدینہ منورہ تک موٹر نہ حکومت کے لیے جاتی ہے نہ عوام کے لیے۔ البتہ ایک کمپنی جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان موٹر چلاتی ہے۔ مگر شوفر کم ہیں گاڑیاں اچھی نہیں۔ اور سڑک پر اس قدر ریت ہے کہ موٹر پر پوری طرح اعتماد نہیں ہوتا۔

نجدی او قاف کا روپیہ کھاتے ہیں

کچھ تعجب نہیں اگر او قاف ایمانداری سے خرچ نہ کیے جاتے ہوں۔ مگر ابھی اس پر بھی اطمینان نہیں کہ حکومت ان کو پوری ایمانداری سے واقف کی منشاء کے موافق صرف کرے گی۔ خوف ہے کہ یہ شامی حجازی اور نجدی جو ارکان حکومت بن بیٹھے ہیں کسی میں کام کرنے کا مادہ نہیں۔ اصلاح کے نام سے کہیں خود نہ کھا جائیں۔ یا وہابی عقائد کی تبلیغ میں یہ روپیہ نہ صرف کیا جائے۔ میں نے زور دے کر پہلے صرف او قاف کی تفشیش کا کام مجنۃ تنفیذیہ کے سپرد کرانا چاہا۔ مگر ان لوگوں نے اس کا اضافہ کر دیا کہ جہاں تک ہو سکے مجنۃ ان کو اچھے کاموں میں صرف کرائے۔ اس سے ڈر ہے کہ کہیں تفتیش کیے بغیر یہ لوگ روپیہ خود نہ کھسوٹنے لگیں۔

دینی آزادی مفقود ہے

سبجیکٹ کمیٹی (......) میں مجھے قدم قدم پر لڑنا پڑا ہے۔ تب کہیں جا کر ایک ایک تحریک آج دوبارہ موتمر میں پیش ہو سکے گی۔ کہ ہر مذہب و عقیدہ کے مسلمان کو ادائیگی فرائض و مناسک کی آزادی ہو گی۔ اور وہ مجبور نہ کیا جا سکے گا کہ جو چیز اس کے مذہب میں نہیں ہے وہ قبول کرے۔ اور جو اس کے مذہب میں ہے اس کو چھوڑ دے۔ اور اس کے مذہب میں کیا ہے اور کیا نہیں اس کا فیصلہ اسی مذہب کے علما کر سکیں گے نہ کہ غیر مذہب کے علما۔

کل موئتمر میں اس پر سخت بحث ہوئی۔ ان شریروں نے چاہا کہ اس طرح ٹال دیں کہ اصولاً آزادی مذہب سے ہم کو اتفاق ہے۔ لیکن الفاظ تبدیل کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ جس میں سید رشید رضا (جو بالکل نجدی بنے ہوئے ہیں، اور سلطان کے دست و بازو بننا چاہتے ہیں، اور جنہیں نجدی عقائد کی کتابیں چھاپنے کے لیے ۶ ہزار پونڈ ملے ہیں) اور قاضی عبداللہ بن بلیہ (قاضی القضاۃ نجدی جنہوں نے مدینہ منورہ کے مآثر و مقابر خود وہاں جا کر ڈھا دیے) اور ایک فلسطینی صاحب مفتی اعظم بیت المقدس اور مولانا کفایت اللہ محرک اور مولانا سید سلیمان ندوی موید و شریک ہوں۔

عقائد کی جنگ جاری ہے

کل گڑبڑ ہونے کے بعد سفیر افغانستان (جنرل غلام جیلانی خان پسر جنرل غلام حیدر خان مرحوم) نے زور کے ساتھ ہماری تائید کی۔ اس سے پہلے مصری وفد حکومت کے رئیس شیخ زہراوی نے بھی زور کی تقریر کی تھی۔ اور ایک شامی شیخ نے بھی۔ رشید رضا نے میری تقریر میں مداخلت کی، مگر منہ کی کھائی۔ جب میں نے کہا کہ ہم کو حرب عقائد سے بڑھ کر حرب بین الکفر والاسلام لڑنا ہے۔ حرب عقائد کو اس وقت بند کر دینا چاہیے۔ اور پوری مذہبی رواداری برتنا چاہیے۔ تو فرمایا کہ حرب عقائد ہے کہاں؟ اللہ دے اور بندہ لے۔ مجھے موقعہ مل گیا میں شیر کی طرح بھڑپڑا اور میں نے کہا کہ حرب عقائد نہیں ہے تو یہ مقابر اور مآثر کیسے ڈھائے جا رہے ہیں؟ کیا حنفیوں، شافعیوں اور مالکیوں کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا مصر، ہندوستان، حجاز اور سوائے نجد کے تمام عالم اسلام اس طرز عمل پر راضی ہے؟ کیا عالم اسلام سے حسب وعدہ مشورہ لیا گیا' کیا زیارت قبور تک سے روکنا نجدی عقیدہ کی بنا پر ہے؟ اور مذاہب کی فقہ کے بھی موافق ہے؟ غرضیکہ کل جنگ شروع ہو گئی۔

قبوں اور قبور کی تعمیر

ابھی قبوں اور قبور کی از سر نو تعمیر اور حفاظت (بطریق سنت) کی تحریک پیش ہونی باقی ہے۔ دیکھئے کیا حشر برپا ہوتا ہے۔

موتمر سے مایوسی

اس وقت تک موتمر بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ خدا خیر کرے۔ سب نے سوائے ہمارے ابن سعود کو بادشاہ قبول کر لیا ہے۔ مگر ہمارے ڈر سے یہ سلسلہ موتمر میں نہیں لایا گیا۔ ہم خانگی طور پر صاف صاف اس کے متعلق اتمام حجت کے طور پر سلطان سے کہیں گے۔ مگر بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اب تو ابن سعود کو صدر جمہوریہ بھی نہیں بنایا جا سکتا۔"

[الفقیہ: ۱۴،۷: اگست ۲۶ء ص ۷، تا ۱۲]

مکہ معظمہ سے مولوی ظفر حسین صاحب ساکن ضلع شیخوپورہ کا خط

ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے مولوی ظفر حسین صاحب نے حج کے دوران حالاتِ حجاز کا جائزہ لیا تو بڑے ناگفتہ بہ حالات پائے۔ البتہ ہندستان میں مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی غرض سے آپ نے آنکھوں دیکھے اور معتبر ذرائع سے مسموع حالات بذریعہ خط ہندوستان ارسال کیے جو الفقیہ اخبار میں شائع کیے گئے ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''نجدیوں کے متعلق جو کچھ ہندوستان میں سنا گیا ہے وہ اصل واقعات سے بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حرم اور حرم نبوی کو ان بے باک بے ادب اور..... وحشیوں سے پاک فرما دے۔ حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہیں کہ اگر ان کی تفصیل لکھوں تو یہ میرے احاطہ سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ آب زمزم کو جائز و ناجائز سب جگہ استعمال کرتے ہیں۔ ۶ ذوالحجہ سے ان کے کثیر دباؤ کی وجہ سے حکومت نے دروازہ زمزم بند کر رکھا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قہر ہے کہ مسلمانوں پر زمزم بند ہے۔

سنا کہ ۱۰ ذی الحجہ کو دروازہ کھلا مگر نجدیوں کے لیے۔ حجر اسود کا استلام صرف نجدیوں کے لیے ہے اور کسی کو نزدیک آنے نہیں دیتے۔ ٹیکس حاجیوں پر بے شمار لگ رہے ہیں۔ معلمی کرایہ دے کر سب ایسی رقومات سے جو حاجیوں سے وصول ہو ۳-۵ حصہ حکومت کا ہے۔ زبیدہ کے پانی پر منا عرفات مزدلفہ میں ۳ پونڈ فی دہاڑ ٹیکس وصول کیا گیا۔ اب وہ لوگ جنہوں نے ماثر مکہ مکرمہ کا انہدام تو پہلے سنا ہی تھا اب مدنی ماثر و مقابر خصوصاً روضہ حمزہ حضرت عثمان حضرت حسن سیدۃ النساء کی تباہی بھی سنائی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی روایتیں مشہور ہو رہی ہیں کہ بعد حج مصلی حنفی و مصلی شافعی مع مقام ابراہیم گرا دیے جائیں گے۔ اور خاکم بدہن گنبد خضری کو بھی چشم زخم پہچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو اتنی ڈھیل نہیں دے گا ان شاء اللہ۔ تمام مسلمان جو حج کو آئے ہیں باستثناء ثناء اللہ وغیر ہم سخت بیزار اور گالیاں دیتے ہیں۔ غلاف کعبہ پکڑ کر ان کتوں کو نکالنے کی استدعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ میں نے ایک قہوہ خانہ میں دریافت کیا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا کہ جو حکومت حجاج پر آب زم زم بند کر دے، اس سے اہالیان مکہ پر جو سلوک بھی ہو کم ہے۔ اب آپ ہم سے پوچھتے کیا ہیں آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کہ ہماری شامت اعمال نے ہم کو یہ دن کھائے۔ اور بڑے درد سے آہ بھر کر کہا ہائے حکومت ترکیہ۔

بہت سے حاجی مدینہ طیبہ سے ہو آئے ہیں۔ وہ لاہور پہنچیں گے۔ آپ ان سے زبانی حالات دریافت کر سکتے ہیں۔ یا جب اللہ تعالیٰ ہم کو لائے گا ے تو مفصل زبانی عرض کروں گا۔ کیوں کہ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے خط میں نہیں آسکتا۔ مختصر یہ کہ حرم پاک کی کسی بے ادبی سے بھی پرہیز نہیں۔ باقی متبرک مقامات کا کیا ذکر۔ مولانا محمد علی سے ملاقات ہوئی۔ موتمر کے حالات دریافت کیے۔ بتایا کہ جب ہم آئے اور موتمر کا پروگرام دیکھا تو اس میں سب کچھ تھا۔ مرمت زبیدہ تعمیر ریلوے تک کے ریزولیوشن تھے۔ اگر نہیں تھا تو تطہیر حجاز کا میں نے اعتراض کیا اور تطہیر حجاز کا ریزولیوشن اسی دن لکھ کر پیش کیا۔ اس پر بہت لیت و لعل ہوئی۔ یہ مذہبی معاملہ نہیں سیاسی ہے۔ اور سیاسی معاملات کے لیے یہ مضر ہیں۔ ہم کو اس ریزولیوشن میں ترمیم کرنی ہے۔ غرض ہر روز نیا جھگڑا کھڑا کیا جاتا رہا۔ جس کا جواب ان کی طرف سے ملنے پر دوسرے دن دوسرا جھگڑا اتراشا جاتا۔ غرض مجبور ہو کر ۵ ذوالحجہ ریزولیوشن پیش ہونے کا فیصلہ ہوا۔ نمازِ صبح کے بعد سبجکٹ کمیٹی کا اجلاس تھا۔ یہ سب گئے مگر وہ نہ آئے۔ کورم سے زیادہ آدمی موجود تھے۔ مگر نجدیوں کی عدم شمولیت نے سبجکٹ کمیٹی کا اجلاس نہ ہونے دیا۔ آخر اجلاس موتمر کا وقت ہو گیا۔ سب اکھٹے ہو گئے ۔ مولانا نے ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت مانگی کہ آپ کے سب اعتراض رفع ہو چکے اگر کوئی رفع نہیں کیا تو یہ آپ کی غلطی۔ ریزولیوشن پیش ہونا چاہیے۔ اس پر پھر مخالفت شروع ہوئی کہ بعد حج ملتوی ہو۔

ابھی ہم نے اس پر غور کرنا ہے مولانا بہت چیخے۔ اُٹھ جانے کی دھمکی دی۔ فضول اعتراضوں کے دندان شکن جواب دئے۔ یہاں تک کہا کہ تم لوگوں میں اخلاص نہیں۔ اور کھانے اور دکھانے کے دانت علیحدہ ہیں وغیرہ۔ مگر پھر بھی انہوں نے یہی فیصلہ بر قرار رکھا کہ بعد حج پیش ہو۔ اس جھگڑے نے اس قدر طوالت اختیار کی کہ تمام دن اور کوئی کام نہ

ہو سکا۔ ٦ ذوالحجہ کو حکومت انگورہ کی طرف سے وفد برائے شمولیت موتمر پہنچ گیا ہے۔ ایک اور آدمی کی زبانی جو پانچ تاریخ کے اجلاس میں شامل ہوا تھا معلوم ہوا کہ مولانا محمد علی کو جواب دیتے ہوئے ایک نجدی نے کہا کہ عدن سے انگریزوں کو نکالنے کی تائید ہم نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اقتصادی اور تعلیمی ضروریات اور اصلاحات کے نفاذ میں ہمیں ایک مدت تک ان کی مدد اور دست زر کی ضرورت ہے۔ اس پر سب خلافتی بگڑ رہے ہیں۔ نجدی اس قدر وحشی ہیں کہ اللہ کی پناہ جب سے آئے ہیں سوائے ان کے کسی کو استلام حجر اسود نصیب نہیں ہوا۔ لوگوں کو دھکیلتے ہیں جبر کرتے ہیں ۔اور بہت زیادہ زور دکھاتے ہیں ۔مارنے تک کو تیار ہو جاتے ہیں ۔اللہ بچائے۔ کیوں کہ سنا ہے ان کے ریلے میں ایک آدمی گر گیا اور پھر اٹھ نہیں سکا۔ مولوی ثناء اللہ اور ازیں قبیل دوسرے ہر دیگی چمچے حرم پاک اور دوسری جگہوں پر تقریریں کرتے ہیں کہ دیکھو حجاز میں کیسا امن ہے ۔یہ ہے وہ ہے۔ توسل باولیاء و توسل بالنبی شرک ہے۔ نعوذ باللہ۔

ایک مولوی صاحب نے تو یہاں تک بک دیا کہ لات وعزیٰ کو کوئی پوجتا نہیں تھا بلکہ وہ نہایت پاکباز اور واصل باللہ اشخاص کے مجسمہ تھے۔ جن سے صرف توسل کیا جاتا ہے۔ نعوذباللہ من شرور نجدیہ۔

اس سال بھی حج کے موقعہ پر خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ حکومت مصری کی طرف سے سلامی ہوئی۔ نجدیوں نے وہ بھی نہیں کی۔ البتہ تمام نجدی وحشی زوال آفتاب سے لے کر شام تک اونٹوں پر سوار میدان عرفات میں کھڑے دکھائی دیتے تھے۔ ان کی کثرت اور وحشیانہ طور طریقہ سے مسافروں کو راہ چلنا دشوار ہے ۔بے تحاشا اونٹوں کو بھگاتے ہیں ۔اور پرواہ نہیں کرتے کہ کوئی نیچے آجائے گا۔ یا کسی کو نقصان ہو گا۔ عجیب بے احساس انسان ہیں۔ اللہ ان سے نجات بخشے۔ افواہاً سنا گیا کہ ۱۰/ ذوالحجہ کو جب کہ مزدلفہ سے واپسی پر حاجی جمرہ کی سلامی کو جا رہے تھے۔ تو نجدیوں کے بے پناہ ریلے میں ۴ حاجی کچلے گئے۔ اونٹ کے پاؤں کی آواز نہیں ہوتی۔ سر پر آکر کہتے ہیں، مگر طریق رفتار کو کم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان کی اذیت سے محفوظ رکھے۔ زندہ مردہ سب کو تنگ کر رکھا ہے۔ پس یاجوج ماجوج کی قوم

سمجھ لیجیے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ۸/ ذوالحجہ کا فساد سگریٹ پینے پر نہیں ہوا بلکہ یہ محض بہانا بنایا گیا ہے۔ اصل واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ چند نجدی محمل شریف پر یہ کہتے ہوئے جانا چاہتے تھے کہ یہ بت ہے اس کا یہاں رکھنا خلاف سنت نجدی ہے۔ اس واسطے ہم اس کو توڑ کر رہیں گے۔ مصری محافظوں نے روکا اس پر ان کو بت پرست اور مشرک کہا گیا۔ اور ایک نجدی نے محمل شریف پر گولی چلادی۔ اس پر مصریوں کو تاب نہ رہی۔ انہوں نے باڑ ماردی۔ کچھ مرے کچھ بھاگ کر دوسروں کو لے آئے۔ وہیں سے گولیاں چلنی شروع ہو گئیں۔ مصریوں نے بس خالی توپ کے فائر کیے۔ مقتولین کی تعداد صحیح معلوم نہیں ہو سکی۔ کہا جاتا ہے کہ ۳ یا ۴ ہندوستانی حاجی بھی اس فساد کی نذر ہو گئے اور چند مکی بھی۔ اب مصریوں کے پاس بھی کوئی نجدی نہیں بھٹکتا۔ یہ لوگ تولا توں کے بھوت ہیں۔ خلافت والے انہیں باتوں سے سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصریوں کو توفیق بخشے۔ کہ انہیں یہاں سے نکال کر حرمین کو پاک کرالیں۔"

[الفقیہ: ۱۴، ۷: اگست ۲۶ء ص ۱۹، ۲۰]

تحفظ روضہ اقدس کے لیے اسلامی ریاستوں کے نام

مہاراجہ محمود آباد کے برقی پیغامات

ہندوستان میں جب روضہ رسول پر نجدیوں کی دست درازی کی خبریں موصول ہوئیں تو سرزمین لکھنؤ پر سر مہاراجہ محمود آباد کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں گنبد خضری وروضہ اطہر کے اندیشہ انہدام کی پرزور مذمت کی گئی۔ اور سر مہاراجہ محمود آباد نے والیان ریاست ہائے اسلامیہ کے نام خاص کر والیان مصر، ترکی، ایران، عراق، جاوا، افغانستان، یروشلم اور ہندوستانی اسلامی ریاستوں کے حکام کے نام برقی پیغام روانہ کیے۔ جس میں اس اندوہناک خبر پر اظہار افسوس کرتے ہوئے رد عمل کی اپیل کی گئی۔ ملاحظہ کریں:

"یکشنبہ گزشتہ کے عظیم الشان اسلامی جلسہ منعقدہ رفاہ عام میں جناب سر مہاراجہ صاحب محمود آباد کو بحیثیت صدر جلسہ گنبد خضری کے خطرہ پر اندرون وبیرون ہند کی اسلامی

ریاستوں اور حکومتوں کو توجہ دلانے کا جو اختیار دیا گیا تھا اس کے بموجب سر مہاراجہ صاحب ممدوح نے مندرجہ ذیل مضمون کے برقی پیغام ہز ایکسلنی غازی مصطفی کمال پاشا صدر جمہوریہ ٹرکی صدر مسلم کونسل یروشلم ہز مجسٹی شاہ کج کلاہ رضا شاہ پہلوی فرماں روائے مملکت ایران ہز مجسٹی شاہ امان اللہ خان فرمانروائے مملکت آزاد افغانستان ہز مجسٹی سلطان فواد فرمانروائے مصر ہز مجسٹی شاہ فیصل حکمران عراق اور سکریٹری مجلس العلماء جاوا و سیکریٹری شرکت الاسلام سا کر دیجا کی خدمت میں ارسال کیے ہیں۔ اور یہی تار ہندوستان کی بڑی بڑی اسلامی ریاستوں حیدر آباد دکن بھوپال ٹونک بہاولپور رامپور پالن پور جوناگڑھ مالیر کوٹلہ وغیرہ کے حکمرانوں کو بھی بھیجا گیا ہے۔ تار کا مضمون حسب ذیل ہے۔

ارض مقدس حجاز سے روضہ اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انہدام کا خطرہ درپیش ہونے کی بابت جو تازہ اندوہناک خبریں موصول ہوئی ہیں۔ وہ تمام اہل اسلام کی مذہبی حسیات کو سخت مجروح کرنے والی ہیں۔ وہ آپ (یور مجسٹی یا ایکسلینی یا ہائینس) سے ملتجی ہیں کہ اس بے حرمتی کو روکنے کے لیے تمام تدابیر عمل میں لائیں۔

منجانب: (سر) مہاراجہ محمود آباد صدر مظاہرئہ عام لکھنؤ۔"

[الفقیہ: ۱۴؍ دسمبر ۲۶ء ص ۸، ۹]

مہاراجہ محمود آباد کا خط بنام جارج پنجم

مہاراجہ محمود آباد کی طرف سے ایک خط جارج پنجم کے نام لندن بھی روانہ کیا گیا۔ جو حسب ذیل ہے:

"ارض حجاز سے جو تازہ اندوہناک خبریں روضہ اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدانخواستہ انہدام کا خطرہ درپیش ہونے کی بابت موصول ہوئی ہیں۔ وہ یور مجسٹی کی تمام مسلم رعایا کے مذہبی احساسات کو سخت مجروح کر رہی ہیں۔ یہ مسلم رعایا یورامپریل مجسٹی سے بطور شاہ مسلمانان ہند ملتجی ہے کہ یور مجسٹی اپنی گورنمنٹ کو ہدایت فرمائیں کہ جس انہدام کا خطرہ درپیش ہے اس کو روکنے کے لیے وہ گورنمنٹ ضروری قدم اٹھائے۔ تاکہ سات

کروڑ مسلمانان ہند کو جو تشویش اس وقت لاحق حال ہے وہ رفع ہو۔"

(سر)مہاراجہ محمود آباد صدر مظاہرئہ عام لکھنؤ۔"

[الفقیہ:۱۴؍دسمبر۲۶ء ص۹]

مولوی کفایت اللہ دہلوی کا خط بنام ابن سعود

مولوی محمد کفایت اللہ دہلوی نے سلطان ابن سعود کو ابراہیم الفضل بمبئی کی وساطت سے ایک خط بھیجا۔ جس میں نجدی حکومت کے حرم نبوی میں تعمیری ردوبدل اور گنبد خضری اور روضہ ٔرسول سے متعلق حفاظت پر کیے گئے وعدوں کی خلاف ورزی کیے جانے پر خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ لکھتے ہیں:

"اخبارات لکھتے ہیں کہ حکومت حجاز (یعنی ابن سعود) کا ارادہ ہے کہ حرم نبوی میں کچھ تغیر و تبدل کرے ۔میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ اگر یہ تغیر و تبدل ہوا اور روضہ ٔاطہر اور گنبد خضرا کے متعلق وعدے توڑ دیے گئے۔ تو نتائج نہایت ہی خطرناک ہوں گے۔ اور تمام دنیائے اسلام میں نفرت اور غصہ کی سخت ترین حس پیدا ہو گی۔"

[الفقیہ:۱۴؍دسمبر۲۶ء ص۹]

مدینہ منورہ سے حالات حجاز کو بیان کرنے والا خط

بنام یادگار رضا

مدینہ منور سے ایک خط بنام ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف، موصول ہوا۔ جس میں حجاز کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا تھا۔ رسالے میں مکتوب نگار کا نام اس لیے درج نہیں کیا گیا کہ کہیں وہ خط صاحب خط کے لیے موجب ہلاکت نہ بن جائے۔ مدیر لکھتے ہیں:

"ہم ۱۲ شعبان کا مدینہ منورہ سے چلا ہوا ایک خط درج کرتے ہیں۔ جو حجاز کی موجودہ ہولناک حالت کا دردناک البم ہے۔ کاتب عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ اور اگر ہم کو یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کاتب خط کے نام کی اشاعت خود کاتب کے لیے موجب ہلاکت ہو گی تو ہم خط کی درایتی و روایتی اہمیت کو قائم رکھنے کے لیے نام بھی ضرور درج کر دیتے۔

لیکن افسوس یہ اس وقت ناممکن ہے۔ بہر حال وہ دردناک مرثیہ یا خط یہ ہے۔

مکتوب۔ یہ تم کو شاید میں پہلے ہی لکھ چکاہوں کہ میں نے حرم نبوی اور مسجد شریف کی حاضری قطعی موقوف کر دی ہے۔ اوراس طرح اپنے حقیقی مقصد سفر کو حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جو آج سے دس سال پہلے ہند سے چلتے وقت تھا یعنی

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے

اس وجہ سے شرف حضوری کے ساتھ بد قسمتی سے جماعت کی شرعی تعمیل سے بعض اوقات محروم ہو جاتا ہوں۔ لیکن کیا کروں حرم جا کر دل اورآنکھوں پر قابو نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص اپنی پیاری کو رانڈ سالا پہنے دیکھ کر مطمئن ہو سکتا ہے یا اپنی ماں کی گستاخیوں پر خاموش رہ سکتا ہے تو مجھے بھی مطمئن اور خاموش رہنا چاہیے ۔ معاذاللہ ۔اب تو رسول کی مسجد آہ وہ مسجد جو ۲۴ء کے پہلے اپنی ظاہر وآرائش اور رونق کے اعتبار سے دنیا کی بہترین عبادت گاہ تھی۔ ایک بیوہ سہاگ لٹی ہوئی عورت کی طرح ہے۔ نہ یہاں وہ قالین ہیں نہ بیش قیمت جھاڑ۔ دو مہینہ ہوئے تو وہ چند درخت بھی کھود ڈالے گئے جو قربت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شجر طوبیٰ سے بھی زیادہ مقدس تھے۔ اور جن کو عوام بی بی فاطمہ کا باغ کہتے تھے۔ ان درختوں کا قصور اس قدر تھا کہ یہ حضرت بی بی کی طرف ایک معمولی نسبت رکھتے تھے۔ صلاۃ وسلام تو تم کو معلوم ہی کہ وہ برسوں سے موقوف ہے۔ حکم ہے قبلہ کی طرف منھ کر کے سلام پڑھو۔ حرم شریف کا نقشہ دیکھو۔ تو اندازہ کرسکتے ہو کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صاحب الصلاۃ والسلام کے مزار کی طرف پشت یا پہلو ہو۔ یہ طریقہ واللہ سوائے نجدیوں کے دنیا کی کوئی تہذیب پسند نہ کرے گی۔ امام بھی اپنے عقیدہ کا نہیں۔ نام ہے کہ حنبلی امام ہے۔ لیکن وہ کٹر اور خالی وہابی ہے جس کے پیچھے میں تو نماز جائز نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ وہ فاجر سے کئی گز آگے ہے۔ تم پوچھتے ہو کہ اگر اطمینان ہو تو فریضہ حج ادا کر لیا جائے۔ میں اس کا کیا جواب دوں۔ یہاں ہر صبح صبح قیامت اور ہر رات شب ہجر بن کر آتی ہے۔ مدینہ کی اصلی آبادی میں ربع لوگ بھی نہیں رہے ہاں بازاروں اور گلیوں میں تم کو سیکڑوں سوٹے باز نجدی ضرور ملیں

گے۔ جو مارنے کا بہانہ ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ جنگ اور ہولناک جنگ کا ہر وقت خطرہ ہے۔ یہاں تک کہ خود نجدی ارکان حکومت بھی ہر وقت اضطراب میں رہتے ہیں۔ یہ خطرہ امام یمن یا غریب احرار حجاز سے نہیں بلکہ حسب ارشاد یجزبون بیوتھم باید یھم خود ان بھیڑیوں سے ہے جن کو کل ابن سعود نے طائف و مکہ کے مظلوموں پر چھوڑ رکھا تھا۔ اس چھ ماہ کے عرصہ میں تین بار ابن سعود ریاض جا چکا ہے۔ مگر معاملات کسی طرح استوار نہیں ہوتے۔ سننے میں تو یہ آتا ہے کہ ابن سعود سے بگڑ جانے والے اخوان موسم حج کے منتظر ہیں۔ کہ ایک بار حملہ کر کے سلطنت اور حاجیوں دونوں سے مال غنیمت لیں۔ سال گزشتہ ہزاروں وحشی نجدی متسلط کی فہمائش سے حج کو نہیں آئے تھے۔ لیکن اس سال ضرور آئیں گے۔ اور معمول کے مطابق خدائی کوتوال بن کر۔ اور اگر خدا نکردہ یہ آئے تو سال گزشتہ تو ۱۷ ہزار ہی حاجی بے آب و دانہ مرے تھے لیکن اس سال سب حاجیوں کی جان پر بن جائے گی۔ جاوا اور جزائر کے ہزاروں حاجی تو شعبان ہی میں مدینہ منورہ آجاتے تھے۔ اور یہاں سے پھر حج کو جاتے تھے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں آیا ہے۔ ہاں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مزدوروں مطوفوں اور دلالوں کی ایک بڑی جماعت ہزاروں روپیہ دے کر خصوصا ہندوستان گئی ہے۔ تاکہ حاجیوں کو پھانس کر لائے۔ اور ہمارے ہزاروں جاہل خصوصا بنگالی بھائی ان کے دھوکے میں آجائیں گے۔ لیکن تم حالات سے باخبر ہو اس لیے ابھی جرأت نہ کرنا۔ سرحد کی حالت اچھی نہیں ہے۔ عراق پر روز جنگ ہوتی ہے۔ اور امام یمن بھی وقت کے منتظر ہیں۔ اور ہم بھی وقت کے منتظر ہیں۔ کہ طیرا ابابیل بھیجنے والا خدا ابرہہ سے زیادہ سخت عذاب کو کب دفع کرتا ہے۔ ولا تقنطوا من رحمة الله۔ فقط

از مدینہ منورہ

یہ خط آپ کے سامنے ہے۔ پڑھیئے دوسروں کو سنائیے۔ اور خود اپنی جگہ پر فیصلہ کیجیے۔ کیا وہ حالات اب باقی ہیں یا نہیں؟ جن کی بنا پر تمام مستند علما نے التوائے حج کا شرعی مشورہ دے دیا تھا۔ یقیناً ہندوستان ارباب دانش سے خالی نہیں ہے۔ خادم الحرمین"

[یادگار رضا شوال المکرم ۱۳۴۶ھ، ص ۱۱، ۱۲]

(باب ۱۹)

حجاز کے روح سوز واقعات کی غماز چند منتخب منظومات
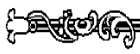
خون کے آنسو جنت البقیع کی بربادی پر

از مولانا عاشق حسین صاحب سیماب اکبر وارثی

وہ کیا ارض مقدس تھی وہ کیا جلوہ نمائی تھی | پسند صاحب لولاک جو طیبہ میں آئی تھی
جگہ ہمسایہ ساقی کوثر میں جو پائی تھی | تو مرنے والوں نے اپنے لیے جنت بنائی تھی

وہاں مرنے میں وہ تھا لطف جو دیکھا نہ جینے میں
جو اک جنت فلک پر تھی تو اک جنت مدینے میں

وہ جنت جس میں خود شاہ عرب تشریف لاتے تھے | جہاں اکثر فرشتے فاتحہ پڑھنے کو آتے تھے
وہ جنت جس میں مردے زندگی خاص پاتے تھے | جہاں ذرے چمک کر مہر کو مشعل دکھاتے تھے

بقیع پاک جس کا نام تھا اسلام والوں میں
نہ آسکتی تھی جس کی عظمت و وقعت خیالوں میں

جناب فاطمہ مصروفِ خواب ناز ہیں جس میں | صحابیات کی قبریں برنگ راز ہیں جس میں
جو تھے انصار ان کی تربتیں ممتاز ہیں جس میں | ہزاروں پاک روحیں مائل پرواز ہیں جس میں

وہ اک قطعہ جسے گنج بہار جاوداں کہیے
وہ اک ٹکڑا زمیں کا جس کو فخر آسماں کہیے

وہ مدفن اہل سنت کا وہ مامن خوش نصیبوں کا | وہ مرکز علم والوں کا وہ گہوارہ ادیبوں کا
وہ خوابستان جو آرام خانہ ہے خطیبوں کا | وہ گورستان جو ماوا و ملجاہ ہے غریبوں کا

بے آسودہ امیر حمزہ جیسا صف شکن جس میں
شہادت کے لیے محفوظ ہے نعش حسن جس میں

سنا ہے وحشیوں نے کر دیے قبے شہید اس کے | ہوئے وہ منہدم جو مقبرے تھے نوردیداس ک
ہوئے نقش ونگار یادگاری ناپدید اس کے | وہ قبے مرمریں اور وہ ستوں نالہ آفرید اس کے

یزیدی بدعتیں مشرب میں ہیں ان نابکاروں کے
شہیدوں کو نہ پایا تو اتارے سر مزاروں کے

وہ مسلم جن کے ہاتھوں کوئی جام گل نہ ٹوٹا تھا
کسی ڈالی سے کوئی پھول لاحاصل نہ ٹوٹا تھا
وہ مسلم جن سے اک چھالا سر منزل نہ ٹوٹا تھا
وہ مسلم جن کے ہاتھوں سے کسی کا دل نہ ٹوٹا تھا

غضب ہے ان کی قوت سے مزار محترم ٹوٹیں
ستم ہے آج انہیں کے ہاتھ سے ایسے ستم ٹوٹیں

یہ مانا قبر پر قبہ بنانا نقض سنت ہے
مگر اس طرح تعمیر ڈھا دینا قیامت ہے
نہ سمجھے یہ کہ ڈھا دینے سے رسوائی تربت ہے
نشان بے نشانی تازہ کرنے کی ضرورت ہے

مآل جور سن کر دل تڑپ جاتا ہے سینے میں
یہ وحشت نجد سے کس طرح آپہنچی مدینے میں

یہ ظالم مسجد و معبد کی بنیادیں ہلا دیں گے
یہ مفسد جس جگہ گنبد کو دیکھیں گے گرا دیں گے
یہ حالت ہے تو شانیں اگلی پچھلی سب مٹا دیں گے
رسول اللہ کے قبے کو بھی اک روز ڈھا دیں گے

یہ شاید روضہ والا کا مامن بھی نہ چھوڑیں گے
نبی کا ڈھا چکے مولد تو مدفن بھی نہ چھوڑیں گے

تو کیا ہو جائیں گے یہ سب خزانے رائیگاں بالکل
تو کیا ویران کر دیں گے یہ ظالم گلستاں بالکل
رہیں گی یادگاریں کیا نہ زیر آسماں بالکل
مٹا دیں گے یہ کیا اسلاف کا نام ونشاں بالکل

تو کیا ان پر کوئی افلاک سے آفت نہ آئے گی
تو کیا اللہ کے اجلال کو غیرت نہ آئے گی

ٹھہر برباد کرنے والے تقدیس عمارت کے
تجھے دینے پڑیں گے جلد بدلے اس شقاوت کے
تجھے برباد کر دیں گے تلون تیری قسمت کے
یوں ہی ہو جائیں گے برباد نقشے تیری تربت کے

نسیم خلد کا تیری طرف جھونکا نہ آئے گا
درختوں کا بھی تیری خلد پر سایہ نہ آئے گا

جو گھر ویراں کیے ہیں ان کو ترکیب مکرر دے
جو گنبد ڈھا دیے ہیں تو انہیں تعمیر پھر کر دے
پڑے رہنے بھی دے ناموس خلق اللہ پر پردے
جو دل میں پڑ گئے ہیں ظلم سے ناسور انہیں بھر دے

بنا کعبہ دلوں کا یہ بنانا تجھ کو پھل دے گا
کہ اک اک اینٹ کے بدلے خدا ایک اک محل دے گا

تعلق ہے مسلمانوں کو طیبہ کے مکانوں سے
زیادہ یہ سمجھتے ہیں انہیں کچھ اپنی جانوں سے

بہت ہیں دور پھر بھی سن لیا کرتے ہیں کانوں سے
کوئی تیشے چلاتا ہے جگر پر ان فسانوں کے

یہ ہے جنبش میں گردوں متصل گنبد نہیں ملتے
مسلمانوں کے ہلجاتے ہیں دل گنبد نہیں ملتے

مسلمانوں کے دل کعبہ میں تو نے سن لیا ہو گا
جو دل ٹوٹے تو وہ کعبہ کا گویا ٹوٹا ہو گا

شکست کعبہ کا معلوم ہے انجام کیا ہو گا
فلک ٹوٹے کا تجھ پر قہر کا تو دیکھتا ہو گا

جو وہ بگڑا تو تیرا غرور و کبر ڈہا دے گا
تری بنیاد کیا دنیا کی بنیادیں ہلا دے گا

[الفقیہ:۱۴،۷:اگست۲۶ء ص۲۱]

بربادی بقیع

ابن سعود نجس بد ایمان ہو گیا
مکہ بھی اور مدینہ بھی ویران ہو گیا
پہلے نبی کی قبر پر برسائیں گولیاں
پھر تربتوں کے ڈھانے کا سامان ہو گیا
ڈھائے ستم شہیدوں پہ بدر و حنین کے
دشوار کام بھی اسے آسان ہو گیا
کھودی لحد جناب خدیجہ کی ہائے ہائے
بدتر یہ کافروں سے مسلمان ہو گیا
روضہ جناب آمنہ کا بھی گرا دیا
کیسا لعین منکر ایمان ہو گیا
اب یہ خبر ملی ہے کہ کھودا بقیع بھی
قبریں جہاں بنی تھیں وہ میدان ہو گیا
تھا ایک وقت میں یہ زیارت گہہِ رسول
ہاں ہاں یہی بقیع جو ویران ہو گیا
قبریں تھیں چاراماموں کی اس ارض پاک میں
جس کا کہ ذرہ ذرہ پریشان ہو گیا
ان بیکسوں کا بعد فنا کھد گیا مزار
یا پارہ پارہ ظلم سے قرآن ہو گیا
مسمار کردی فاطمہ زہرا کی قبر بھی
آباد جو مقام تھا ویران ہو گیا

بے چین ہیں مزار میں محبوب کبریا
کچھ ایسا دل دکھانے کا سامان ہو گیا
قبل محرم آیا محرم بکا کرو
شیعو تمہارے رونے کا سامان ہو گیا
اہل بقیع بھی تو بہتر سے کم نہیں
ان پر بھی ظلم تا حد امکان ہو گیا
واں کربلا میں لاشوں کو پامال کر دیا
یاں قبریں کھودیں پورا سب ارمان ہو گیا
اب آیئے مدد کے لیے حجت خدا
بحر ستم کا جوش یہ طوفان ہو گیا
خالق سعودیوں کو مٹائے تو چین آئے
مجروح جوشِ غم سے پریشان ہو گیا

(منقول از در نجف)[سرورق،۷؍جولائی،۱۹۲۶ء]

دل دُکھایا ہے بہت اس نے مسلمانوں کا

اگرچہ اسلام کے دشمن ہیں ہنود اور یہود
ان سے بڑھ کر ہے مگر والی نجد ابن سعود
لوگ کہتے ہیں جسے والی نجد ابنِ سعود
یا الٰہی نہ زمانے میں رہے اس کا وجود
حاجیوں کو نہ ملا آہ مدینے جانا
راستے کر دیے ظالم نے وہاں کے مسدود
اہلِ مکّہ کو ہے اب زندگی دو بھر اپنی
اک قیامت کا نمونہ ہے وہاں اس کا ورود
مسجدیں ڈھائیں موالد کیے مسمار تمام
منہدم کر دیے قبے تو مقابر نابود
دل دُکھایا ہے بہت اس نے مسلمانوں کا
اس سے بڑھ کر کوئی کیا دہر میں ہوگا مردود
یوں تو کہنے کو ہیں نجدی بھی مسلماں وجدیؔ
ہے مگر حب نبی اُن کے دِلوں سے مفقود

[الفقیہ:۷رستمبر۱۹۲۵، سرورق]

مجھے رب کے گھر کی بخشی شیطان نے پاسبانی

عطائے شیطان بلقائے شیطان، ابن سعود لعنۃ اللہ علیہ کا نعرہ ابلیسانہ

مجھے رب کے گھر کی بخشی شیطان نے پاسبانی
ہوئی وقف جس کی خاطر مری ساری زندگانی
بوجہل و بولہب کو لگن لگی ہوئی تھی
وہ لگن دلوں کے اندر مجھے اب ہے پھر لگانی
طاقت سے بن گیا ہوں ملک الحجاز لیکن
لعنت کی گودڑی ہے بردوش کی نشانی
ملت کشی سے ہرگز نہیں منحرف ہوا میں
مرے حق میں کس لیے ہے مسلم کی بدگمانی
مری شیطنت سے ہرگز نہیں مجھ کو روک سکتی
علما کی نکتہ چینی صلحا کی وعظ خوانی
ولد الزنا ستم من [illegible]یں کہ طالع من
اسلام کش برآمد چو ستارہ یمانی

[۲۱/اپریل ۱۹۲۶ء سرورق]

اے بقیع طیبہ اے خواب گاہ مومنیں

از جناب سید شبیر حسین صاحب اختؔر آلوی افسر انچار جمیعۃ تبلیغ الاسلام اجمیر

اے بقیع طیبہ اے خوابگاہ مومنیں
ہو سلام ان پر جو تجھ میں ہستیاں مدفون تھیں
تجھ میں اصحاب النبی ہیں تجھ میں اولاد رسول
تجھ میں بنت مصطفی اور تجھ میں ام المونیں
تجھ میں وہ آرام فرما ہے کہ جس کے واسطے
عید کے دن لائے حلہ خلد سے روح الامیں
وہ امام مجتبی وہ نور چشم مصطفی
فاطمہ کا لعل محبوب شفیع المذنبیں
ایک ہیں واللہ ابن سعد اور ابن سعود
واقعہ یہ ہے ذرا سا فرق بھی ان میں نہیں
اس نے تصویر حسین ابن علی پامال کی
اس نے بنت المصطفیٰ کی ہڈیاں برباد کیں
وہ مبارک مرقدستاں مدینہ ہائے ہائے
جس کو بتلائیں پیمبر خطہ خلد بریں
وہ کہ جس میں سونے والوں کو کہا کرتے تھے آپ
اس طرح کر کے مخاطب اے گروہ مسلمیں
غم نہ کرنا چند روزہ ہے ثبات کائنات
تم جہاں پہنچے ہو ہم بھی آنے والے ہیں وہیں
حشر میں پاؤ گے خالق سے حیات جاوداں

حشر میں دے گا تمہیں جنت الٰہ العالمیں
یوں لکھا ہے آخر شب میں ہزاروں مرتبہ
فاتحہ پڑھتے تھے اس میں جا ے ختم المرسلیں
آہ جو نجدی ابن سعود نابکار
مومنوں کے قلب میں جس نے کہ چھریاں بھونک دیں
یعنی ان کی قبروں کو ملیا میٹ ظالم نے کیا
فاتحہ کے واسطے بھی ان نشاں ملتا نہیں
کون دیتا ہے اسے سلطان غازی کا خطاب
کون کہتا ہے اسے اخترؔ امیر المومنیں
بھونک دیتا ہو جو خنجر کر کے اعلان امان
جو پلا دیتا ہو سم دکھلا کے جام آبِ نمکیں
مدح خواں ہیں فی الحقیقت اس کے عبد حرص وآز
لعنۃ اللہ علی کل خبیث الکاذبیں

(الفقیہ:۷/اگست۲۶ء سرورق)

برباد نجدیوں کو کردے خدائے غالب

ازجناب بشیر الدین صاحب ناصح دہلوی

ہیں یاد خوب ان کو ایجنٹوں کے سب گر
ہیں نجدیوں کے پٹھو شوکت ظفر بہادر
گو ہیں ذلیل ورسوا ہیں نام کے بہادر
ہر بات میں ہے شیخی ہر بات میں تفاخر
کیا ان کو پاس مذہب آزاد ہیں یہ بالکل
فتووں یہ عالموں کے کرتے ہیں جو تمسخر
مذہب تو کیا سیاست بھی جانتے نہیں یہ
ہیں عقل سے یہ کورے ہر بات میں ہیں یہ لر
خاطر سے نجدیوں کی برٹش کی ہے خوشامد
اے کاش کوئی دیکھے آزاد ہیں کہ ہیں حر
ہر وقت نجدیوں کے جب گیت گارہے ہیں
اب بانسری خریدیں جب یاد ہو گئے سر
کھاتے ہیں اب یہ ٹھوکر نعلوں کی ہے ضرورت
شاید کہ بڑھ گئے ہیں ان لیڈروں کے اب کھر
شوکت علی مبارک ہوں اہل نجد تم کو
ایجنٹ بن کے جن کے جیبیں بھی خوب کیں پر
ہے کذب وزور شیریں باطل ہے شہد ان کو
اور امر حق ہے ان کو زہر ہلاہل و مر
برباد نجدیوں کو کردے خدائے غالب
وافتح لنا ےھم بالحق رب وانصر

قبضہ کیا علی نے جب بدر پر تو ناصح
دست آرہے ہیں ان کو ہے پیٹ میں قراقر

[الفقیہ:۷؍جولائی ۱۹۲۵ء ص۸]

نبی کا کر دیا پامال تو نے گلستاں نجدی

ایک نجدی جو کہیں روضہ احمد یہ گیا
وسوسہ شرک کا تھا فاتحہ تک بھی نہ پڑھا
دیکھ کر گنبد خضری کو وہ حیران ہوا
روضہ احمد مرسل سے اسے آئی ندا
خدا کا خوف کر ہے وقت امتحاں نجدی
ترا جور وستم اب ہوگیا سب پر عیاں نجدی
نبی کا کر دیا پامال تو نے گلستاں نجدی
یہ ظالم ساتھ اپنے لایا کیا باد خزاں نجدی
ترے دادا کی باتیں ہم سنا کرتے تھے مدت سے
مصدق ہوگئی ساری کی ساری داستاں نجدی
مقابر منہدم کر کے مساجد پر مظالم ہیں
حقارت سے تجھے دیکھے نہ کیوں ہندوستاں نجدی
قسم کھاتا ہے جب خود حق تعالیٰ شہر مکہ کی
ارے او بے ادب ٹوٹے گا تجھ پہ آسماں نجدی
بیاں کر تو رسول حق نے کیا تیرا بگاڑا تھا
کہ ان کے روضہ پہ کرتا ہے گولہ باریاں نجدی
ہمیں فرق منافق اور مومن ہوگیا ظاہر
پرانا کینہ ہے جو تھا ترے دل میں نہاں نجدی

خدا کے واسطے جب تو مسلمان بن کے جائے گا
تجھے دینا پڑے گا سارے کا سارا بیاں نجدی
نہیں یہ حوصلہ کفار کا جو تو نے جرات کی
مِری جانب سے ہے نفرین تجھ پر او میاں نجدی
خدا جانے ہو کب کافور ان کا نشہ الفت
جو سمجھے بیٹھے تھے حضرات ہے پیر مغاں نجدی
اگر اب بھی اسے عزت سے دیکھیں تو پڑے دیکھیں
انہیں معلوم ہے یہ ہے فلاں ابن فلاں نجدی
تیرا یہ فعل ہے نفرین کے قابل جو کرتا ہے
کہیں گے ہم تو بیشک تو ہے یکا بے ایماں نجدی
پرکھ اچھے برے کی ہو رہی ہے آج اے ناطق
کہاں مکہ مدینہ اور تھے موذی کہاں نجدی

(از جناب حکیم شہاب الدین صاحب ناطق قصوری)

[الفقیہ:۱۴ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص۶]

خون کے آنسو

۲۴/اگست ۲۵ء کے ٹائمز آف انڈیامیں مدینہ طیبہ پر گولہ باری کی جگر خراش خبر پڑھنے کے بعد شاہزادہ عالی شان فاضل نوجوان مولانامولوی مفتی حاجی محمد برہان الحق صاحب کامندرجہ ذیل مضمون اور نظم سوداگر سیٹھ انور خان محبوب صاحب بڑی مرچنٹ ہنومان تالاب جبل پور کے یہاں مجلس ذکر شہادت تقریباً ۷۰۰ کے مجمع میں پڑھی گئی۔

غم حسین وشہداے کربلاکاماتم کیااور خوب کیا۔اورجب تک آسمان زمین چاند سورج ستارے اپنے کام میں ہیں ہم بھی غم حسین کاماتم کیے ہی جائیں گے۔ مگر آہ عزیز اپناماتم کرو کہ آج ہم مسلمانوں پر نیا ستم صفر میں محرم کا غم اورایام مسرت میں موقعہ ماتم آکھڑاہوا۔ عشرہ محرم کا غم یزید کی شقاوت اوراس کی افواج کے مظالم تھے۔ اوروہ ماتم رسول کے نواسے بتول کے نازک پھول کی مصیبت تکلیف اور شہادت کاماتم تھا۔اورآج کا غم نجدی وہابیوں کی حکومت اور مردودابوالسعودنامسعود کے جوراس کی فوجوں کے ملعونانہ مظالم کا غم ہے۔ اورآج کاماتم مکہ معظمہ اورمدینہ طیبہ کی عزت دار شریفوں کی مصیبت، ان کے محرمات کی بے پردگی، مزارات مقدسہ اورمبارک قبروں کاانہدام، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد ومقبرہ کی مسماری اورخاص کر امام حسین کے ناناجان تمام عالم کے سلطان تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے روضہ اقدس اور مسجد مقدس کے سبز گنبد کی شہادت کا ماتم ہے۔

داستان غم شہید کربلا کی کم نہ تھی
دوسرے غم کی کہانی نجدیوں نے چھیڑ دی
کربلا میں آہ وہ شبیر کی تشنہ لبی
مکہ وطیبہ میں شیطانوں کی وہ غارتگری
آہ کب قہر الٰہی جوش میں آجائے گا
آہ کب غدار نجدی ظلم کا پھل پائے گا

نظم

کیا تمہارے لیے اے نجدیوں قرآن نہ تھا
احترام حرم و کعبہ کا فرمان نہ تھا
مولد سید کونین مزارات حرم
کون دل ان کی زیارت کو پرارمان نہ تھا
نجدیو! تم نے انہیں کردیا مسمار صد آہ
ظالمو! تم میں کوئی آہ مسلمان نہ تھا
شمر نے سبط پیمبر یہ کیا تھا وہ ستم
کسی کافر سے بھی جس کا کبھی امکان نہ تھا
سبز گنبد یہ لعینوں نے کیا وار ستم
نجدیو! دل میں تمہارے کبھی ایمان نہ تھا
اے غضب روضہ اقدس یہ گرائے گولے
نجدی ملعون سے بڑھ کر کوئی شیطان نہ تھا
تم یہ آقا کی مرے اور عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان نہ تھا
ساکنان حرم و طیبہ یہ کیا مشکل تھی
آہ اس جا سے نکلنا انہیں آسان نہ تھا
ہائے ان کو بھی تہہ تیغ کیا موذی نے
بے گناہوں کی بچت کا کوئی سامان نہ تھا
سن کے غدار وہابی کے مظالم برہاںؔ
کون ایسا تھا جو اس غم سے پریشان نہ تھا

(المرسل محمد ابراہیم جبل پور ندار ٹیکری)[الفقیہ:۱۴ر ستمبر ۱۹۲۵ء ص ۶]

گنے جاؤ گے تم بھی دیکھنا اولاد شیطاں میں

الٰہی کر سفینہ غرق ان کا آج طوفاں میں
اٹھایا ہے جنہوں نے ظلم مکے کے گلستاں میں
مسلمانی نظر آتی نہیں ہے ابن سلطاں میں
کچھ ایسا پڑ گیا ہے فرض رسوا اس کے ایماں میں
گرایا بادشاہ دین کی بیوی کے روضہ کو
بھلا کیوں کر بھریں آنسو نہ میری چشم گریاں میں
مجھے جس وقت مکے کی تباہی یاد آتی ہے
بہت روتا ہوں منہ کو ڈال کر اپنے گریباں میں
خدا کا خوف کھاؤ ظالموں ہم خستہ حالوں پر
گھڑی بھر چین سے تو بیٹھنے دو تم گلستاں میں
کسی مظلوم پر ظلم و ستم کرنا نہیں اچھا
یہ فرمان خدا آیا ہوا ہے صاف قرآں میں
چمن میں عندلیبیں بیٹھ کر یہ رونا روتی ہیں
ہوا اپنے مخالف چل رہی ہے اب گلستاں میں
بتائیں گے تمہیں ہم نجدیو! ایک روز محشر میں
گنے جائو گے تم بھی دیکھنا اولاد شیطاں میں
مرے رونے کو سن کر بلبلیں بھی آج روتی ہیں
الٰہی کس کا رونا رو رہا ہوں میں گلستاں میں
تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ کافرو! تم ہو
ذرا منہ کو تو اپنے ڈال کر دیکھو گریباں میں

جسے دیکھو وہی ہے حنفیوں کی جان کا دشمن
ذرا انصاف بھی کرتا نہیں کوئی گلستاں میں
جلایا ہے مجھے اس قدر رسوا عشق احمد نے
کہ گرم اشکوں سے اب تو داغ پڑ جاتے ہیں داماں میں

[الفقیہ:۲۱؍ستمبر۱۹۲۵ءص۱۰]

قصیدہ در صفت نجدی چغدی علیہ ماعلیہ

ہوا ایک دجال کا پیدا یار | کہ ناخوش ہیں جس سے صغار و کبار
وہ نجدی لعین ہے بد روزگار | برو تا ابد لعنت بے شمار

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

ہزاروں مسلماں کیے ہیں شہید | مساجد زیارات کیں ناپدید
یزید شقاوتہ من یزید | تو ہرگز نہیں وہ مرد سعید

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

ہوئی لوٹ عربوں کے گھربار کی | شناعت یہ اک اور اس کی کھلی
ہوئی عورتوں کی بھی بے حرمتی | تو لچپن سے پر ہے وہ مرد شقی

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

بڑے ٹیکس سے سب کا کاٹا گلا | کہ ہر شے پہ محصول زاید کیا
وہ حاکم ہے ظلم و ستم کا بنا | زمیں سے ہے یہ آسماں تک صدا

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

جو وہ ساتھ حرفوں (۱) سے نجدی بنا | مزہ سات دوزخ کا وہ پائے گا
وہ مکہ مدینہ سے بس ہو جدا | اسے واں سے جلدی نکالے خدا

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

کہے ہیں جو سنی نے یہ سات بند | کیا منہ وہابی کا بندوں نے بند
الٰہی وہابی کو کر پائے بند | کہ ایں اشقیا جملہ بہتر بہ بند

وہابی احمق بود نابکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

(۱) ابن سعود۔

[الفقیہ: ۱۴/ اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۴]

چونکا دیا ہے نالہ درد حبیب نے

یہ وہ نظم جسے محمد اسماعیل عیسی نے جمعیت خدام الحرمین کے سالانہ جلسہ لاہور میں پڑھ کر خراج تحسین حاصل کیا۔

ابن سعود فاتر ہوا بھی تو کیا ہوا
دست لعیں دراز ہوا بھی تو کیا ہوا

جب مسجد و مقابر و قبہ گرا چکے
کعبہ سے احتراز ہوا بھی تو کیا ہوا

اے ملحدان نجد حقیقت کچھ اور ہے
حاصل تمہیں مجاز ہوا بھی تو کیا ہوا

محمودیت کی واسطے محمود چاہیے
مسند نشیں ایاز ہوا بھی تو کیا ہوا

حضرت سے آج تک رہا جس کا عدم جواز
اس عہد میں جواز ہوا بھی تو کیا ہوا

ہونا پڑے گا تجھ کو ذلیل ایک دن ضرور
ملحد تو سرفراز ہوا بھی تو کیا ہوا

پھر آشکارا ہوں گے ابابیل غیب سے
طاقت پہ تجھ کو ناز ہوا بھی تو کیا ہوا

محبوب کی جناب میں گستاخ بے ادب
اب تو ادب نواز ہوا بھی تو کیا ہوا

تیرا خدا تو رہتا ہے لنڈن میں اے ظفر
تو زائر حجاز ہوا بھی تو کیا ہوا

دولت کی مہر ہے تیرے لب پر لگی ہوئی
تو آشنائے راز ہوا بھی تو کیا ہوا

مشہور ہو رہی ہیں تری زر پرستیاں
تو خوگر نماز ہوا بھی تو کیا ہوا

روشن ہے سب پہ پیر جماعت علی کی شان
منکر تو کینہ ساز ہوا بھی تو کیا ہوا

مضمون عشق سرور کونین اور ہے
ہمدم رقمطراز ہوا بھی تو کیا ہوا

چونکا دیا ہے نالہ درد حبیب نے
عیسیٰ جگا دیا ہمیں مرد حبیب نے

[الفقیہ: ۷رنومبر ۱۹۲۶ء سرورق]

عقائدِ اہل نجد

مردود ہیں جو درگہہ رب قدیر کے
منکر ہیں جو رسول بشیر و نذیر کے
ابدال وکتب وغوث وولی کیا ہیں کچھ نہیں
بے پیر ہیں کہ نام سے جلتے ہیں پیر کے
کامل کا اعتقاد نہ عالم کا اعتماد
عارف کے معتقد ہیں نہ روشن ضمیر کے
نذر و نیاز و فاتحہ بدعت ہے شرک ہے
ہمدرد بے نوا کے نہ ہمدم فقیر کے
جوش وہابیت میں ہیں بدمست اس قدر
سنتے نہیں ہیں نالے یتیم و اسیر کے
توپوں کے فیر نعرہ تکبیر ہو گئے
بندوق کی ہیں گولیاں پیکان تیر کے
پڑھتے نہیں ہیں کلمہ رسول کریم کا
ہاں کلمہ گو اگر ہیں تو نجدی امیر کے
کیا جانے کس خیال کے انساں ہیں نجد میں
قائل نہیں کسی بھی صغیر و کبیر کے
دنیا میں ہم سے اچھا مسلماں نہیں کوئی
ایسے خیال ہیں اسی قوم شریر کے
ظاہر سفید چہرہ میں باطن میں ہیں سیاہ
دیکھے کوئی خبیثوں کے سینوں کو چیر کے

ہمت بھر مجاہد اسلام بنتے ہیں
کرتے ہیں کام شمر کے اور ابن غیر کے
یہ مرثیے نہیں ہیں انیس و دبیر کے
مسکین کا ہو نالہ کہ مظلوم کی ہو آہ
دونوں ہیں گرز آتشیں منکر نکیر کے
کہنے کے حنبلی ہیں اور اہل حدیث ہیں
دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ پکے خبیث ہیں

[الفقیہ:۱۴ر دسمبر ۱۹۲۵ء سرورق]

وفدِ خلافت

ماتم ہے خاص و عام اس ظلم عام کا
ہے حضرت ظفر کو گماں اتہام کا
ایمان جائے یا رہے اس سے غرض نہیں
ہر آدمی کو پاس ہے اپنے کلام کا
دیکر خطاب غازی کا ابن سعود کو
اک سلسلہ کیا ہے سلام و پیام کا
تحقیق کو جو وفد خلافت رواں ہوا
اک آدمی نظر نہیں آتا ہے کام کا
حضرت ظفر ہیں عارف و عبد الوہاب ہیں
ہے اک خیال ایک عقیدہ تمام کا
لائیں گے کیا خبر یہ کسی کو خبر نہیں
مقصود کیا ہے وفد ظفر احتشام کا

منظور پردہ داری ابن سعود ہے
حیلہ تو کوئی چاہیے آب و طعام کا

جب عازم حجاز کراچی پہنچ گئے
یاروں نے ایک جلسہ کیا دھوم دھام کا

جلسے میں جو ہوا وہ سیاست میں دیکھیے
یعنی کہ خرچ مل گیا کوچ اور مقام کا

نقشہ خراب ہو گیا حرمت کا وفد کی
فوٹو چلے تھے لینے کو بیت الحرام کا

جائے گا وفد دسویں دسمبر کو ہند سے
ہمدرد خاص امت خیر الانام کا

اہل حجاز کے لیے غلہ کا انتظام
یہ کام ہے حبیب مدار الہام کا

کچھ ایسے خود غرض ہوئے خودکام ہو گئے
دنیا میں جن کا نام تھا بدنام ہو گئے

[الفقیہ:۲۱؍دسمبر ۱۹۲۵ء سرورق]

قبہ مولد سلطان اُمم بھی نہ رہا

شوق بیداد میں احساس ستم بھی نہ رہا
بے ادب کوادب ارض حرم بھی نہ رہا
ملک گیری کی ہوس رنگ یہاں تک لائی
دخل اغیار سے محروم حرم بھی نہ رہا
شورشیں نجد کی ہیں قرب قیامت کی دلیل
ہے قیامت کہ قیامت کا الم بھی نہ رہا
لشکر نجد نے کعبہ میں قیامت ڈھائی
پاسِ دیں بھی نہ رہا پاس حرم بھی نہ رہا
مسجدیں ڈھائیں مزارت کو مسمار کیا
کوئی قبہ کوئی آثار حرم بھی نہ رہا
ہائے کیا قہر ہے یہ دست رسِ ظالم سے
قبہ مولد سلطان امم بھی نہ رہا
خوب لوٹے گئے جی بھر کے حجازی سادات
رہزنوں پر اثر اہل کرم بھی نہ رہا
خون ناکردہ گناہوں کا کیا طائف میں
ارے غارت گر دیں حشر کا غم بھی نہ رہا
ہائے وہ مرجع رحمت وہ خدیجہ کا مزار
خاک میں مل کے تہ خاک حرم بھی نہ رہا
فتنہ نجد میں ہے فتنہ تاتار کا رنگ
کم ہلاکو سے وہابی کا ستم بھی نہ رہا

نجد کا دور حکومت ہے کہ ہے قہر خدا
امن کا عہد حرم میں کوئی دم بھی نہ رہا
دل کو کس طرح بہلائے کوئی صبر حضور
نہ رہے آپ جو غمخوار تو غم بھی نہ رہا

(سیاست)[الفقیہ،۷ر نومبر ۱۹۲۵ء سرورق]

بمبئی میں چھوڑتے جائیں ٹرنک ایمان کا

جو ہے قائل نجد کے اسلام اور ایمان کا
مقتدی ابلیس کا ہے متبع شیطان کا
استعانت ہم رسول پاک سے چاہیں تو کفر
خود کو جائز ہو وسیلہ قاضی شوکان کا
کر نہیں سکتا کبھی تنقیص شان مصطفی
شائبہ بھی ہے مسلماں میں اگر ایمان کا
دید کے قابل ہے رنگ گرمی بازار نجد
خوب سستا ہو رہا ہے نرخ اب ایمان کا
جو حرم میں مومنوں کے خون کو سمجھے مباح
ہر مسلماں کیوں نہ پھر دشمن ہو اس کی جان کا
ایسے نجدی کو کہے گا حامی اسلام کون؟
شکل مومن کی ہو جس کی اور عمل شیطان کا
تیرے ہوتے اے زمین نجد اے اسلام کش
نام کیوں بدنام ہو یونان و انگلستان کا
کیا قیامت ہے کہ ہے نا معتبر ہر ایک تار
قاہرے کا قدس کا ینبوع کا طہران کا

اشقیا کے اس جفا و ظلم و استبداد سے
ایک عالم ہر طرف دنیا میں ہے ہیجان کا
نجد کے خطے کا بھی ہو بس وہی یارب مآل
اک زمانے میں ہوا تھا حشر جو یونان کا
ختم ہو عہد سعود بے لگام و بد دماغ
پھر وہی دور آئے ترکی امن و اطمینان کا
روضہ انور کی حرمت کا نہیں کچھ بھی لحاظ
احترام اتنا مزار مہدی سوڈان کا
عازم طیبہ تو ہوتے ہیں مگر مسٹر ظفر
بمبئی میں چھوڑتے جائیں ٹرنک ایمان کا
تھے جو لیڈر اب ہیں احمق مفسد اسلام دیں
آج کل بدلا ہوا ہے رنگ ہندوستان کا

[الفقیہ:۲۸؍ستمبر ۱۹۲۵ء سرورق]

ماخذ و مراجع

قرآن کریم	صحیح بخاری	ہدایہ
نہر الفائق	غنیۃ	عینی شرح کنز
ردالمحتار	فتاوی قاضی خاں	فتاوی رشیدیہ
فیض الباری شرح صحیح البخاری	تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، مفتی اعظم ہند	الدرر السنیۃ از علامہ سید احمد زینی دحلان مکی
مجموعۃ التوحید از محمد بن سعود نجدی	تقویۃ الایمان از اسمعیل دہلوی	صراط مستقیم از اسمعیل دہلوی
التصدیقات لدفع التلبیسات	الشہاب الثاقب	مقالات صدر الافاضل از محمد ذوالفقار خان نعیمی
سوانح حیات سلطان ابن سعود	تاریخ نجد از اسلم جیراجپوری	ماہنامہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ
ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد	ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف	ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ شریف
ہفتہ وار اخبار الفقیہ، امرت سر	ہفتہ وار اخبار دبدبہ سکندری، رام پور	ہفتہ وار اخبار اہل حدیث، امرت سر
روزنامہ زمیندار، لاہور	روزنامہ خلافت	الفضل، قادیان